بہادر شاہ ظفر کے پوتے مرزا احمد اختر
کی پانچ نایاب تصانیف کا مجموعہ

جاوید چانڈیو

محترم ڈاکٹر صادق کی خدمت میں
تاکہ وہ مرزا احمد اختر کے
بارے میں مزید تحقیق
فرمائیں
بصد احترام
24-10-2005

بہادر شاہ ظفر کے پوتے مرزا احمد اختر
کی پانچ نایاب تصانیف کا مجموعہ

# خواجہ فریدؒ

☆ مناقبِ فریدی (جلد اول و دوم)

☆ سفر نامۂ فریدی

☆ کشف الخلافۃ

☆ سوانح عمری حضرت فرید ثانی

ترتیب ، حواشی ، مقدمہ

**جاوید چانڈیو**

سرائیکی ادبی مجلس ( رجسٹرڈ ) بہاولپور

ضابطے

| | |
|---|---|
| کتاب: | خواجہ فریدؒ (مجموعہ تصانیف مرزا احمد اختر) |
| مرتب: | جاوید چانڈیو |
| ناشر: | سرائیکی ادبی مجلس (رجسٹرڈ) بہاولپور |
| نزئین | محمود کاتب |
| | بہ اہتمام محمد حیات چغتائی صدر |
| مطبع: | سلمان برادرز پرنٹرز ملتان |
| باراول: | 1999ء |
| باردوم: | جون 2004ء |
| صفحات: | 544 |
| تعداد: | 300 |
| قیمت: | -/200 روپے |

(یہ کتاب حکومت پنجاب کے مالی تعاون سے چھاپی گئی)

# انتساب

سجادگان خواجہ فریدؒ کے نام جو مسندِ فریدی کے نسبی وارث ہیں

اور

خواجہ فریدؒ کے پیغام کو آگے بڑھانے والے

چند ہم عصر

ماہرین فریدیات: خواجہ طاہر محمود کوریجہ، محمد اسلم میتلا، محمد حیات چغتائی

فریدی صحافیوں: نذیر لغاری، سعید خاور، ظہور دھریجہ، انیس دینپوری

شاعروں: عزیز شاہد، نصر اللہ خان ناصر، اشولال، رفعت عباس، جہانگیر مخلص

نثر نگاروں: ارشاد تونسوی، اسماعیل احمدانی، انیس شاہ جیلانی، باسط بھٹی

محققوں: ڈاکٹر طاہر تونسوی، اسلم رسولپوری، شوکت مغل، سجاد حیدر پرویز

دوستوں: حامد اختر، طاہر مفتی، ارشاد امین، نعیم کلاسرا اور ریاض کے نام

کمی میں کمی اہیں جول دی
پھرے لکھ فرید اہیں تول دی
دل بوڑدی ، دل رولدی
سوہنیاں سیاں ، ہیراں بہوں

# فہرست

## ۲ - متن



## ۳ - کتابیات و اغلاط نامہ

# عرض حال

زیرِ نظر کتاب ''خواجہ فرید'' پانچ نایاب کتب کا مجموعہ ہے جسے سرائیکی ادبی مجلس دوبارہ چھاپ رہی ہے۔ یہ پانچوں کتب ہندوستان کے آخری فرمانروا بہادر شاہ ظفر کے پوتے مرزا احمد اختر کی تصانیف ہیں۔ مرزا احمد اختر دہلوی حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے مرید خاص اور خلیفہ تھے آپ نے خواجہ فرید کی خدمت میں ایک طویل عرصہ گذارا۔ آپ کی تصانیف حضرت خواجہ فریدؒ کی زندگی میں ہی طبع ہوئی مگر یہ تمام کتب نایاب ہے۔ فریدیات سے وابستہ اہل علم و دانش کا ان کتب سے دلچسپی و تعلق کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کمیاب و نایاب کتب جب پہلی مرتبہ جناب جاوید چانڈیو کی تحقیق سے مزین چھپ کر سامنے آئیں تو عرصہ پانچ سال میں وہی حالت ہوئی کہ یہ اب بھی کمیاب ہیں۔ اس لئے سرائیکی ادبی مجلس نے فریدیات میں دلچسپی رکھنے والوں کیلئے کتاب خواجہ فرید کو دوبارہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔

سرائیکی ادبی مجلس نے اپنے کریڈٹ میں اضافے کی خاطر ان پانچ کتابوں کو علیحدہ علیحدہ شائع کرنے کی بجائے پہلے کی طرح اسے دوبارہ بھی ایک ہی جلد میں شائع کرنا کے فیصلے کو دوسرے ایڈیشن میں بھی قائم رکھا۔ حالانکہ رواں مالی سال میں حکومت پنجاب کی طرف سے ملنے والی گرانٹ اتنی کم تھی کہ ایسا کرنا بھی ہمارے لئے بڑا دشوار تھا۔ مگر سرائیکی ادبی مجلس نے زبان و ادب کے فروغ کیلئے اپنی کمٹمنٹ کو قائم رکھا ورنہ ان پانچ کتابوں کو علیحدہ علیحدہ جلدوں میں شائع کرنے سے طبع شدہ کتابوں کی فہرست میں اضافہ ممکن تھا۔

زیرِ نظر کتاب کے مرتب کے بارے میں سید دین محمد شاہ سابق صدر ایڈیشن اول میں ''حرف آغاز'' کے عنوان سے یوں لکھتے ہیں۔ ''ہم جناب جاوید چانڈیو کے ممنون ہیں کہ انہوں نے سرائیکی ادبی مجلس کی علمی و ادبی معاونت کی اور ''دیوان فرید'' اور گوہر شب چراغ کی تدوین و ترتیب کے بعد پانچ نایاب و کمیاب کتابوں کے اس مجموعے کوں خواجہ فرید کے نام سے موسوم کر کے طباعت و اشاعت کیلئے مجلس کے حوالے کیا۔ ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ایک بھرپور مقدمہ بھی تحریر

کیا۔ جس سے ایک صدی قدیم ان کتابوں کی تفہیم آج کے عہد میں اور بھی آسان ہوگئی ہے ان کی مرتبہ کتابوں اور حواشی کو دیکھ کر یہ یقین ہوتا ہے کہ مرتب کہلانا بھی کوئی آسان کام نہیں۔ جیسا کہ آج کل یہ وباء عام ہے ہم حسب سابق اب بھی یہ امید کرتے ہیں کہ صاحبانِ علم و دانش کی نظر میں یہ مجموعہ قبولیت پائے گا اور فریدیات پر تحقیق کے نئے دریچے وا کرے گا۔ جناب جاوید چانڈیو کی علمی خدمات پر سرائیکی ادبی مجلس انہیں خراج تحسین پیش کرتی ہے اور آئندہ بھی ان کے تعاون کی طلب گار ہے۔

میں مجلس کے تمام اراکین کا بالعموم اور جناب محمد حیات چغتائی صدر سرائیکی ادبی مجلس کا بالخصوص شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی رہنمائی اور مشوروں سے مجلس نے سرائیکی وسیب بالخصوص خطہ بہاولپور میں یہاں کے رہنے والوں سے ایک نیا اعتبار و اعتماد لیا ہے۔ رواں مالی سال میں سرائیکی ادبی مجلس کی ثقافتی سرگرمیوں میں بے حد اضافہ ہوا اور اس کی مقبولیت کو ایک نیا انداز ملا۔ سرائیکی ادبی مجلس کی نئی انتظامیہ کونسل جو ایک طویل عرصہ کے بعد خوشگوار موڈ و ماحول میں تبدیل ہوئی جسے ابھی اٹھارہ ماہ بھی بمشکل ہوئے ہیں اس قلیل عرصہ میں سرائیکی وسیب کے ہر علاقے سے اس زبان وادب سے پیار و تعلق رکھنے والے مجلس کی ثقافتی سرگرمیوں میں شریک ہوئے۔ یہ پہلی دفعہ ممکن ہوا۔ یہ سب صدر مجلس جناب محمد حیات چغتائی کے تعاون اور حوصلہ افزائی سے ممکن ہوا۔ ان تمام امور کو نبھانے اور مکمل کرنے میں کبھی کامیابی نہ ہوتی اگر جناب حاجی محمد مشتاق علی نائب صدر اور جناب حفیظ الرحمٰن ناظم شعبہ تقریبات کا تعاون نہ ہوتا۔

ریاض حسین سندھڑ

جنرل سیکرٹری

# ابتدائیہ

حضرت خواجہ غلام فریدؒ (۱۸۴۵ء-۱۹۰۱ء) کی شخصیت اور شاعری کے متنوع اور ہمہ گیر پہلوؤں پر گزشتہ ایک صدی سے کام ہو رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک حق ادا نہیں ہوا۔ سرائیکی زبان اور سرائیکی خطے کی تاریخ پر ان کی شخصیت اور شاعری نے جو اثرات مرتب کیے ان پر تحقیق اور اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہونے کے لیے ابھی امکانات کا ایک جہان موجود ہے۔ ابھی تو اس سارے عمل کے لیے صرف بنیادی ماخذات کی ترتیب و تدوین اور اشاعت کے عمل کا آغاز ہوا ہے۔ محمد انور فیروز سے علامہ طالوت تک اور علامہ طالوت سے محمد اسلم میتلا کے 'فرید نامہ' تک بہت سے دریچوں سے روشنی کی کرنیں پھوٹی ہیں اور ابھی بہت سے بند دریچے وا ہونے ہیں۔

راقم نے گزشتہ برس خواجہ فرید کے پہلے مطبوعہ مکمل سرائیکی دیوان 'اسرارِ فریدی' کے حوالے سے متن پر تحقیق کی ایک ابتدائی کوشش کی تھی جسے سرائیکی ادبی مجلس نے شائع کیا اور اہلِ علم حضرات نے پذیرائی بخشی۔ اس کے نتیجے میں اہلِ علم حضرات کی توجہ مولانا عزیز الرحمٰن کے مرتبہ معیاری دیوان کی اغلاط کی طرف بھی گئی اور محققین نے قدیم مطبوعہ اور قلمی نسخوں کے حوالے سے خواجہ فرید کے دواوین کے متن کی اصلاح کی ضرورت کو بھی محسوس کیا۔ خاص طور پر تحقیق کے جدید اصولوں کے مطابق کام کرنے کی ضرورت بھی محسوس کی گئی اس سمت اب جو بھی کام ہو گا وہ خواجہ فریدؒ کے کلام کے حسن تک رسائی کو آسان بنائے گا۔

خواجہ فریدؒ کی حیات اور شخصیت کے حوالے سے بھی ابھی بہت کام باقی ہے۔ ان میں سے اہم کام تو ان کے ہم عصر ماخذات کی تلاش و تحقیق اور اس کی اشاعت کا ہے۔ اس حوالے سے راقم نے خواجہ فرید کے ہم عصر، ان کے مصاحبِ خاص خلیفہ مجاز اور بہادر شاہ ظفر کے پوتے مرزا احمد اختر دہلوی کی پانچ کتابوں پر کام کیا ہے جو آپ کے

ہاتھوں میں ہے۔ ان میں سے صرف ایک کتاب 'مناقبِ فریدی' تو فریدیات کے تقریباً تمام محققین کا بنیادی ماخذ رہی ہے لیکن دیگر کتابیں بہت کم حوالہ جاتی ماخذ بنی ہیں پہلی چار کتابیں یعنی مناقبِ فریدی جلد اول و دوم، سفرنامہ فریدی اور کشف الخلافۃ تو خواجہ فرید کی حیات ہی میں شائع ہوئیں جبکہ 'سوانح عمری حضرت فرید ثانی' ان کی وفات کے ایک یا دو برس بعد شائع ہوئی۔ ان پانچ کتابوں کو ایک ہی جلد میں 'خواجہ فریدؒ' کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔

'مناقبِ فریدی' کا اصل نسخہ تو میرے گھر ہی موجود تھا لیکن دیگر کتابیں مجھے جناب محمد اسلم میتلا صاحب سے فوٹو اسٹیٹ کی شکل میں حاصل ہوئیں جن کے لیے میں ان کا ممنون ہوں۔ ان میں سے بھی کچھ عکس ناقص تھے۔ اپنے بس تک کوشش کے باوجود کوئی اصل نسخہ نہ مل سکا تو مجبوراً انہی فوٹو اسٹیٹس پر گزارا کرنا پڑا۔ بعض مقامات پر عبارت کو سمجھنے کے لیے کافی مغز کھپانا پڑا جبکہ چند جملے یا الفاظ چھوٹ بھی گئے ایسی جگہوں پر ڈیش (......) دے دیے گئے ہیں۔ بہت سے مقامات پر حواشی کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن یہ بہت طویل اور صبر آزما کام تھا اس لیے قلیل وقت میں جتنے حواشی ممکن تھے دے دیے گئے علاوہ ازیں کتاب کی ضخامت بھی ایک خاص حد تک حواشی برداشت کر سکتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ پانچوں کتب میں چند گنے چنے مقامات کے سوا مکمل طور پر ہجری سن لکھے گئے ہیں۔ ترتیب نو کے دوران تمام ہجری سنین کے ساتھ عیسوی سن بھی دیے گئے تاکہ ہم عصر محققین کے لیے آسانی ہو، اس مقصد کے لیے عبدالقدوس ہاشمی کی مرتبہ 'تقویم تاریخی' استعمال کی گئی ہے۔

ان کتابوں پر کام جاری تھا کہ چند روز کے لیے والدِ محترم بہاولپور تشریف لائے، ان کی نظر سے یہ منصوبہ گزرا تو انہوں نے تجویز دی کہ ان کتابوں میں شامل فارسی یا عربی اشعار اور عبارات کا ترجمہ بھی ساتھ میں دے دیا جائے تاکہ یہ کتاب ان اصحاب کے لیے بھی کارآمد ہو جائے جو ان زبانوں سے واقفیت نہیں رکھتے۔ راقم خود بھی ان زبانوں پر عبور نہیں رکھتا، اس لیے والدِ محترم کے سامنے عبارات رکھتا گیا اور وہ مجھے ان کے تراجم لکھواتے گئے لیکن کتاب کی کمپوزنگ کے بعد ان تراجم پر ان سے نظر ثانی یا تصحیح نہیں کرا سکا۔ اس لیے ممکن ہے کہیں کوئی سہو ہو گئی ہو البتہ مجھے امید ہے کہ اس

سے کتاب کی تفہیم میں کافی حد تک آسانی ہو گئی ہو گی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہجری سنین کے ساتھ ساتھ عیسوی سنین دینے کی تجویز بھی والدِ محترم کی تھی، اسی طرح چند مقامات پر انہوں نے حواشی کی ضرورت کی نشاندہی بھی کی اور ایک عربی ماخذ کا ترجمہ بھی دیا۔ ان تجاویز اور امداد کی بدولت مجھے یہ کتاب مرتب کرنے کا صحیح معنوں میں مزا آیا ورنہ ایک دوست کے بقول آج کے دور میں کتاب مرتب کرنا کونسا مشکل کام ہے۔ میں تو ان کے حضور بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ ؎

اگر کشادہ جبینم گلِ بہار تو ام
وگر سیاہ دلم داغِ لالہ زارِ تو ام

کتاب کا مقدمہ باقی تھا کہ متن کے پروف چھپ کر آگئے جن میں پروف کی چند غلطیاں نظر آئیں، ان کے لیے کتاب کے آخر میں اغلاط نامہ شامل کیا جا رہا ہے، اگر دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو بقیہ حواشی کے ساتھ ساتھ غلطیوں کی اصلاح بھی کر دی جائے گی۔ مقدمے کے لیے بھی صفحات مختص کر دیے گئے تھے اس لیے طول طویل بحثوں میں الجھنے کے بجائے چند مقامات پر اختصار سے کام لیا گیا ہے اور چند موضوعات کو رہنے بھی دیا گیا ہے۔

حسبِ سابق اس بار بھی کتاب کی تکمیل کے لیے بھاگ دوڑ کا سہرا سرائیکی ادبی مجلس کے جناب حفیظ الرحمٰن کے سر ہے۔ میں سرائیکی ادبی مجلس کے صدر جناب سید دین محمد شاہ اور ناظم مطبوعات جناب رحیم طلب کی محبتوں کے لیے بھی سراپا سپاس ہوں کہ وہ میرے پاس اس کتاب کی تجویز اور تکمیل کے لیے تشریف لائے۔ جناب محمد حیات چغتائی نے اس کتاب کی تدوین کے دوران میری حوصلہ افزائی کی اور کتاب کے نام کے ساتھ ساتھ ٹائیٹل کی تیاری میں حتمی مشورے دیے۔ جناب شوکت قادری بھی اس کتاب کی طباعت و تزئین کے لیے شکریے کے مستحق ہیں۔ میں ان سب دوستوں کی محبتوں کا مقروض ہوں۔

جاوید چانڈیو
انچارج شعبہ سرائیکی
اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

# مرزا احمد اختر ـــــــ عہدِ فرید کی ایک معتبر گواہی

مرزا احمد اختر، ہندوستان کے آخری مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کے پوتے تھے۔ ان کے ایک کتابچے "کشف الخلافۃ" پر مصنف کا نام اس طرح لکھا گیا ہے۔ "صوفی باصفا مرد میدان تسلیم ورضا، کثیر التصانیف شاہزادہ مرزا احمد اختر صاحب خلف اکبر محمد دارا بخت ولی عہد حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی، خلیفہ راشد حضرت تخی حبیب اللہ مولانا خواجہ شاہ غلام فرید ثانی کوٹ مٹھن دامہ فیوضھم" (دیکھیں ص ۴۱۹)۔ مصنف نے اپنی تصانیف کے آغاز میں بھی اپنا تعارف کرایا ہے۔ "خواجہ فرید اور ان کا خاندان" کے مصنف خواجہ طاہر محمود کوریجہ انہیں "بزرگان کوریجہ کا قدیم مؤرخ" لکھتے ہیں۔ اور ان کی تصنیف "مناقب فریدی" کو خاندان کوریجہ کے تین قدیم ماخذات میں شمار کرتے ہیں۔

(کوریجہ: ص ص ۱۴۲،۱۰۲)

مغل حکمرانوں سے کوریجہ خاندان کے تعلق کا ذکر ہمایوں کے زمانے سے ملتا ہے۔ جب خواجہ فرید کے مورث اعلیٰ شیخ حسین بن پریا نے اس کی دلجوئی کی اور ٹھٹہ میں حسین مرزا کی جنگ سے نجات دلائی۔ اس کے بعد شیخ محمد زکریاؒ کے ساتھ شاہ جہاں کی ارادت مندی کا ذکر بھی تاریخ کا حصہ ہے۔ شاہ جہان اور اس کے بیٹے اورنگ زیب کی یہ ارادت مندی مخدوم محمد زکریاؒ کے فرزند مخدوم نور محمد کے ساتھ بھی برقرار رہی۔ اکبر شاہ ثانی نے اپنے شہزادوں جہان خسرو اور مرزا کاؤس شکوہ کو خواجہ فرید کے پردادا قاضی محمد عاقل کا مرید کرایا۔ اکبر شاہ ثانی کے بعد بہادر شاہ ظفر نے یہ عقیدت برقرار رکھی اور قاضی محمد عاقل کے لئے یہ شعر کہے (کوریجہ: ص ۱۷۷):

صحبت پیر مغاں ہم کو خوش آئی ہے بہ دل
ہم ہیں عاقل ربط "عاقل" سے دلی رکھتے ہیں ہم
دل فدا کرتے ہیں نام فخر دیں پر اے ظفر
عشق اپنے پیر کامل سے دلی رکھتے ہیں ہم

قاضی محمد عاقلؒ کے ساتھ مغلیہ خاندان کی اس عقیدت کا تسلسل تقریباً ایک صدی بعد خواجہ فرید کے ساتھ مرزا احمد اختر کی عقیدت اور ارادت کی صورت میں ہوا۔ مرزا احمد اختر کے بعد یہ سلسلہ مرزا محمد شاہ اور مرزا محمود شاہ کی صورت میں خواجہ فرید کے فرزند خواجہ محمد بخش نازک کریمؒ تک جاری رہا مرزا محمد شاہ نے

غالباً حضرت نازک کریم کے ملفوظات 'انوار المجالس' کے نام سے مرتب کیے (کوریجہ: ص ۱۷۷)۔ خانوادہ فرید کے ساتھ مغلیہ بادشاہوں کی عقیدت و محبت کی داستان مرزا احمد اختر کی تصانیف، خصوصاً "مناقب فریدی" میں بیان ہوئی (دیکھیں ص ص ۶۷ تا ۸۱) اور اس کی تفصیلات خواجہ طاہر محمور کوریجہ کی تصنیف میں بھی شامل ہیں (کوریجہ: ص ص ۸۳، ۸۴، ۸۹، ۹۰، ۱۰۷، ۱۷۷)۔ محمد حسن میرانی کے بقول مرزا احمد اختر حضرت خواجہ صاحب کے بہت منظور نظر تھے، خواجہ صاحب ان کی ہر جائزبات مان لیتے تھے اور ان کی عزت و تکریم کرتے تھے (میرانی ص ۱۱۷)۔ اس حوالے سے بھی ان کی تصانیف اور شخصیت کا مطالعہ "فریدیات" کا ایک اہم موضوع ہے۔ میرانی صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے دو لڑکے تھے (۱) مرزا محمد شاہ (۲) مرزا محمود شاہ۔ (میرانی ص ۱۱۸) لیکن مناقب جلد اول و دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا چھ برس کا ایک تیسرا فرزند مرزا مسعود شاہ بھی تھا جسے صغر سنی کے باوجود خواجہ فرید سے عقیدت وارادت تھی۔
(دیکھیں ص ص ۲ اور ۲۳۷)

مصنف کا خاندان ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دربدر ہوا۔ ان کی کتابوں پر لکھے ہوئے پتے کے مطابق وہ اس زمانے میں قصبہ کیرانہ (کرانہ) ضلع مظفر نگر یو پی میں مقیم تھے۔ کتابوں سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ انھیں انگریزوں کی طرف سے وظیفہ بھی ملتا تھا (دیکھیں ص ۲۳۷) لیکن خواجہ فریدؒ کے پاس آنے کے بعد ان کے خاندان کے اخراجات بھی لنگر کے ذمہ ہو گئے تھے (دیکھیں ۴۶۹) بعض عبارات سے ان کی انگریز پرستی بھی ظاہر ہوتی ہے (دیکھیں ص ۲۱۲) حالانکہ انگریزوں نے ان کے خاندان کے ساتھ جو کچھ کیا اُس کا اندازہ مصنف کی مثنوی سے بخوبی ہوتا ہے (دیکھیں ص ۲۴۱):

| | |
|---|---|
| نہ وہ عیش و عشرت نہ گھر در رہا | نہ وہ عز و شان اور نہ کچھ زر رہا |
| بدر کر دیا شہر سے بدحواس | لٹیروں نے لوٹا جو قدرے تھا پاس |
| سر و پا برہنہ پھرایا ہمیں | نہ دیکھا تھا، جو کچھ دکھایا ہمیں |

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مرزا احمد اختر کب خواجہ فریدؒ کی خدمت میں پہنچے البتہ ۱۸۷۵ء کے سفرِ حج میں مرزا صاحب خواجہ فرید کے ہمراہ تھے اور دلی میں خواجہ فرید نے مرزا احمد اختر کے والد محمد دارا بخت میراں شاہ کے مزار پر فاتحہ بھی پڑھی (دیکھیں ص ۳۵۳) اس سے یہ اندازہ تو لگایا جاسکتا ہے کہ مرزا احمد اختر ۲۵ برس سے زائد عرصہ خواجہ فرید کے ساتھ رہے۔ مناقب جلد دوم میں مصنف کی مثنوی میں بھی چاچڑاں پہنچنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے (دیکھیں ص ۲۴۲)

| | |
|---|---|
| غرض یہ کہ سترہ برس تک یونہیں | پھرا اور نہ مقصود پایا کہیں |
| یکایک پھر اقبال یاور ہوا | مرا سوئے مقصود رہبر ہوا |
| ندا دینے والے نے دی یہ ندا | کہ ہو چاچڑاں کی طرف رہ گرا |

وہ مسکن ہے اقطاب و اوتاد کا وہ منبع ہے اللہ کی یاد کا

مگر ان کی کسی بھی تصنیف سے ان کے چاچڑاں پہنچنے کے زمانے کا باقاعدہ یقین نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ مصنف کو خواجہ فرید سے گہرا دلی ربط تھا اور خواجہ فرید بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ اس احترام کا اندازہ مقابیس المجالس کے اس واقعے سے ہو سکتا ہے جب مصنف نے مناقب فریدی جلد اول کے انتیس نسخے لے کر مجلس میں حاضری دی (دیکھیں صفحہ XVI) علاوہ ازیں خلافت نامے جاری کرنے کے حوالے سے بھی مقابیس کے علاوہ خود مصنف کا کتابچہ 'کشف الخلافۃ' خواجہ فریدؒ کے ساتھ مصنف کی قربت کو ظاہر کرتا ہے۔ مرزا احمد اختر کے تفصیلی حالاتِ زندگی معلوم نہیں ہو سکے ان کی پیدائش اور وفات کے بارے میں بھی کچھ علم نہیں البتہ ان کی تصانیف میں سے ان کی شخصیت کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

## تصانیف

"فریدیات" کے حوالے سے مرزا احمد اختر کی کئی تصانیف ہیں جن کا ذکر انہوں نے اپنے ایک کتابچے "کشف الخلافۃ" میں کیا ہے۔ یہ کتابچہ ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء یعنی خواجہ فرید کی وفات کے سال قیصر ہند پریس الہ آباد سے طبع ہوا۔ کتابچے کے آغاز میں لکھتے ہیں: "عرض کرتا ہے سگ درگاہ فریدی احمد اختر، جامع مناقب فریدی حصہ اول و دوم و سفرنامہ فریدی و فیضان فریدی، مکتوب فریدی و پنج رقعہ فریدی و سلاسل فریدی و اعمال چشتیہ فرید...... (؟) فریدی و مخزن المعالجات فریدی وغیرہ وغیرہ......" (دیکھیں ص ۴۲۰)

خواجہ فرید کی وفات کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے تیس صفحات پر مشتمل ایک کتاب "سوانح عمری حضرت فرید ثانی" بھی تصنیف کی جو رنگین پریس دہلی سے طبع ہوئی اس پر طباعت کا کوئی سال نہیں البتہ خواجہ فرید کے سجادہ نشین خواجہ محمد بخش نازک کریمؒ کے حالات بھی مختصراً آخر میں شامل کئے گئے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سوانح عمری خواجہ فرید کے وصال کے تھوڑے ہی عرصہ بعد طبع ہوئی۔ اس کتاب کے آغاز میں بھی انہوں نے اپنی تصانیف کا ذکر کیا ہے جن میں مناقب فریدی حصہ اول و دوم، سفرنامہ فریدی، فیضان فریدی، آئین فریدی، طب فریدی، سرودہ فریدی، سلاسل فریدی اور مکتوباتِ فریدی وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ (دیکھیں ص ۴۵۴)

فریدیات سے متعلق ان کتابوں کے علاوہ بھی مرزا احمد اختر کی تصانیف میں کئی اور کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے جو انہوں نے لکھیں۔ مناقب جلد اول کے آغاز میں لکھتے ہیں: "چونکہ اس فانی کو بزرگانِ دین، صاحبانِ اہلِ یقین کے حالات تحریر کرنے کا شوق ہے جیسا کہ دیکھئے تذکرۃ الفقرا اور مجموعہ تصوف و کرامات قادری و تذکرۂ اولیائے ہند مطبوعہ میور پریس دہلی سے منکشف ہو سکتا ہے۔" (دیکھیں ص ۲)

مناقب فریدی جلد اول کے آخر میں 'فہرست کتب مؤلفہ مرزا صاحب' کے عنوان سے دیے گئے ایک اشتہار میں 'فریدیات' کے علاوہ دیگر موضوعات پر مرزا احمد اختر کی تقریباً اٹھائیس مطبوعہ کتب کا اشتہار دیا گیا ہے جو

کتب خانہ نول کشور دہلی یا مطبع مجتبائی دہلی میں دستیاب تھیں (دیکھیں ص ۲۰۵) ان کتابوں کے موضوعات میں تنوع ہے۔ تاریخ، سیر، تصوف، سوانح، حکمت، طب، علم الادویہ اور ہندی علوم سے لے کر رسالہ کبوتر بازی تک جیسے موضوعات پر ان کی کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ محمد حسن میرانی صاحب نے ان کی کتاب 'تذکرۂ اولیائے ہند' کے دوسرے ایڈیشن کا ذکر اپنے مضمون میں کیا ہے (میرانی، ص ۱۱۸)

مندرجہ بالا معلوم کتابوں کی فہرست اور موضوعات کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرزا احمد اختر کثیر التصانیف ہونے کے ساتھ ساتھ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ خاص طور پر فریدیات کے حوالے سے ان کا کام بنیادی اور بیش قیمت ہے افسوس کہ راقم کو تا حال ان کی پانچ ہی کتابیں دستیاب ہو سکی ہیں جن کا مجموعہ 'خواجہ فریدؒ' کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے ان کتابوں کا ایک سرسری تعارف پیش ہے۔

## ا۔ مناقب فریدی (جلد اول)

'خواجہ فرید اور ان کا خاندان' کے مصنف خواجہ طاہر محمود کوریجہ لکھتے ہیں کہ:

"اس (خواجہ فریدؒ کے) خاندان کے سب سے قدیم ماخذ صرف تین ہیں (۱) تکملہ سیر الاولیا (۲) مناقب فریدی (۳) مقابیس المجالس۔ پہلی کتاب میں صرف خواجہ محمد شریف صاحب اور قاضی محمد عاقل صاحب کا ذکر ہے۔" (کوریجہ: ص۔ ۱۰۲)

دوسری اور تیسری کتاب کا تعلق خواجہ فرید سے ہے تیسری کتاب تو ان کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو یقیناً 'فریدیات' کا معتبر ترین ماخذ ہے۔

'مناقب فریدی' ان تمام محققین کے لیے بنیادی حوالے کا کام دیتی ہے جنھوں نے خواجہ فرید کے حوالے سے قلم اٹھایا۔ یہ کتاب دو حصوں میں طبع ہوئی۔ مصنف نے جلد اول کے آغاز میں وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"الحال ۲۶/ ماہ ذیقعد کہ وہ تاریخ حضور کی پیدائش کی ہے ۱۳۱۴ ہجری / اپریل ۱۸۹۷ء میں برائے آگاہی برخورداران مرزا محمد شاہ و مرزا محمود شاہ و مرزا مسعود شاہ کہ داخل سلسلۂ غلامانِ حضور موصوف ہیں لکھنا شروع کر کے ساتھ مناقب فریدی کے موسوم کیا۔" (دیکھیں صفحہ ۲)

کتاب کے اختتام پر 'قابل توجہ شائقین' کے عنوان سے ایک اشتہار دیا گیا ہے جس میں حصہ دوم مناقبِ فریدی، سفرنامہ فریدی اور مخزنِ معالجاتِ فریدی کے زیرِ تجویز طبع ہونے کی خبر دی گئی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ: "یہ کتاب حسبِ ارشاد والا نژاد عالی جناب معلیٰ القاب امیر امرا حضرت صاحبزادہ محمد عبدالعلیم خان بہادر۔ بماہ رجب المرجب ۱۳۱۴ھ / دسمبر ۱۸۹۶ء میں قالبِ طبع میں آئی" (دیکھیں ص۔ ۲۰۵)

ان دونوں بیانات میں تضاد کی وجہ سے کتاب کا درست سن اشاعت نکالنا مشکل ہے۔ البتہ مقابیس المجالس میں "بوقت عصر چہار شنبہ (بدھ) ۱۸/ ذیقعد ۱۳۱۴ھ اپریل ۱۸۹۷ء" کا ایک مقبوس یوں بیان ہوا ہے:

"حضرت اقدس نماز عصر سے فارغ ہو کر تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے اور لوگ حلقہ باندھے حضرت کے گرد بیٹھے تھے کہ شاہزادہ مرزا احمد اختر جو سلاطین دہلی کی اولاد میں سے تھے آئے اور وسط مجلس میں دست بستہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ چونکہ حضرت اقدس تلاوت میں مشغول تھے وہ کافی دیر ٹھہرے رہے۔ حاضرین مجلس نے حضرت اقدس کے خوف سے زیر لب کہا کہ تشریف رکھیں لیکن وہ کھڑے رہے۔ آواز سن کر حضرت اقدس نے دیکھا تو قرآن شریف بند کر کے سرو قد کھڑے ہو گئے۔ مرزا احمد اختر نے پاؤں مبارک پر گر کر بوسہ دیا اور کافی دیر سر قدموں پر رکھ کر پڑے رہے اور گریہ کرتے رہے۔ اس کے بعد اٹھ کر ہاتھ مبارک چومے اور حضرت اقدس نے ان کو بغلگیر فرمایا اور حضرت اقدس دوبارہ تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ تلاوت سے فارغ ہو آپ نے خیر و عافیت دریافت کی۔

انہوں نے آداب بجالا کر انتیس نسخے کتاب مناقب فریدی کے پیش کیے وہ حضرت کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے جمع کر کے ابھی طبع کرائے تھے حضرت اقدس نے تبسم فرما کر خادم کتب خانہ کو حکم دیا کہ کتب خانے میں رکھ دو۔" (رکن الدین: ص۔۴۹-۵۴۸)

اس مقبوس سے بارگاہ فریدی میں مرزا احمد اختر کی مقبولیت کے ساتھ ساتھ اس امر کا یقین بھی ہو جاتا ہے کہ انہوں نے ۱۸ ر ذیقعد ۱۳۱۴ھ / اپریل ۱۸۹۷ء میں مناقب فریدی کے مطبوعہ ۲۹ نسخے خواجہ فرید کو پیش کیے۔ اس لیے یہ ممکن نہیں کہ کتاب مصنف کے پہلے بیان کے مطابق ۲۶ ر ذیقعد ۱۳۱۴ھ / اپریل ۱۸۹۷ء کو لکھنا شروع کی گئی ہو، البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ سہو کتابت ہو اور کتاب ۲۶ ذیقعد ۱۳۱۳ھ / مئی ۱۸۹۶ء میں یا اس سے پہلے لکھنا شروع کی گئی ہو۔ کتاب کے آخر میں اشتہار کے ساتھ دی گئی طباعت کی تاریخ ماہ رجب المرجب ۱۳۱۴ھ / دسمبر ۱۸۹۶ء قرینِ قیاس اور درست معلوم ہوتی ہے۔

یہاں مقابیس المجالس کی عبارت کے حوالے سے ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ اس میں کہا گیا ہے: "انتیس نسخے مناقب فریدی کے پیش کیے، وہ حضرت اقدس کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔" حالانکہ 'مناقبِ فریدی' ملفوظات کا مجموعہ نہیں بلکہ خواجہ فریدؒ، ان کے خاندان اور سلسلے کی تاریخ و حالات پر مشتمل کتاب ہے جس کے آخر میں تقریباً چھ صفحات پر خواجہ فرید کے اکیس ارشادات بھی شامل کئے گئے ہیں۔

مناقب جلد اول ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے، اشتہارات کے علاوہ جس کا متن تقریباً ۱۲۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں سے تقریباً ۹۴ صفحات پر سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں کے مناقب کا بیان ہے جن کا سلسلہ حضرت خواجہ فخر جہاںؒ (برادر و مرشد حضرت خواجہ فریدؒ) سے لے کر پینتیس (۳۵) واسطوں سے حضرت محمد ﷺ تک پہنچتا ہے۔ اس کے بعد خواجہ فریدؒ کا ذکر خیر شروع ہوتا ہے۔ کتاب میں خواجہ فرید کا نسب نامہ، مغلوں کے ساتھ کوریجہ مشائخ کے تعلقات، شاہی فرامین اور مخدوم محمد زکریاؒ سے لے کر خواجہ فرید تک کوریجہ سجادگان کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

صدیوں کے طویل تاریخی سفر میں مصنف نے بعض مقامات پر حالات وواقعات کے بیان میں غلطیاں بھی کی ہیں جن کی وضاحت حواشی میں کر دی گئی ہے۔ سنین میں تضاد اکثر مقامات پر پایا جاتا ہے۔ کچھ باتیں بلا تحقیق بھی لکھی گئی ہیں۔ مثلاً مصنف لکھتے ہیں کہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ اور حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے (دیکھیں صفحہ ۴۱) جبکہ کتبِ تواریخ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی اسی طرح حضرت قاضی محمد عاقلؒ کے صندوق کی منتقلی کے حوالے سے مرزا احمد اختر لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب کے وصال کے چند برس بعد دریائے سندھ نے رخ تبدیل کیا اور پانی ان کے مزار کے اندر آ گیا تو حضرت خواجہ خدا بخشؒ نے ان کا صندوق اس جگہ سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کیا تھا (دیکھیں صفحہ ۱۰۵) مرزا احمد اختر کی اس روایت سے صاحب 'ہفت اقطاب' اور 'خواجہ فرید اور ان کا خاندان' کے مصنف خواجہ طاہر محمود کوریجہ اختلاف کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مرزا احمد اختر کو کوئی مغالطہ ہوا ہے کیونکہ یہ واقعہ حضرت فخر جہان کے دور میں پیش آیا تھا (کوریجہ، ص - ۱۹۳)

حضرت خواجہ فرید کے خلفا کے ذکر میں بھی انہوں نے سید امیر احمد جان خراسانی، سید بہادر شاہ بھیرہ والے اور سید مومن شاہ علی پوری ایسے خلفا کا نام لکھا ہے (دیکھیں ص ص ۸۷ - ۷۷ا) جن کی خلافت کی تردید خود حضرت خواجہؒ کی زبانی وہ اپنی تصنیف 'سوانح عمری فرید ثانی' میں کرتے ہیں (دیکھیں ص ۴۷ ۴) اس سلسلے میں تفصیلات آگے کشف الخلافۃ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

مندرجہ بالا واقعات کے علاوہ چند دیگر مقامات پر بھی مصنف سے سہو ہوا ہے جس کی وجہ سے 'مناقب فریدی' کے مطالعے اور ماخذ کو استعمال کرتے ہوئے احتیاط اور مزید تحقیق کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ لیکن ان چند باتوں سے ہٹ کر بہت سی ایسی معلومات ہمیں میسر آتی ہیں جن کا موجودہ دور میں دستیاب ہونا محال ہے۔

## ۲ مناقب فریدی (جلد دوم)

مناقب فریدی حصہ دوم پر تاریخ اشاعت درج نہیں کی گئی البتہ مصنف لکھتا ہے کہ: ''بعد تحریر حصہ اول کے ۱۳۱۴ھ اور ۱۳۱۵ھ / ۹۸-۱۸۹۶ء میں بزرگان کوٹ شریف اور چاچڑاں شریف اور دیگر احباب سے جو کچھ معلوم ہوا ہے قلم بند کر کے اپنے پیر بھائیوں کو پیشکش کرتا ہوں۔'' (دیکھیں ص - ۲۲۵) آگے چل کر ماہ جولائی اور اگست ۱۸۹۸ء میں دہلی جانے کا ذکر بھی ہوا ہے (ص۔ ۲۳۷) ۔ ان عبارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حصہ دوم غالباً ۹۹-۱۸۹۸ء میں شائع ہوا ہوگا۔

اس حصے میں خواجہ فرید کی سوانح پر مزید تفصیلات ملتی ہیں۔ ان تفصیلات کے بعد مختصر ذکر خواجہ محمد بخش نازک کریمؒ کا بھی دیا ہے اور ایک مثنوی بزبانِ اردو بھی شامل کتاب ہے جسے 'مثنوی شہر آشوب دہلی' بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعے سے مرزا احمد اختر کے شاعرانہ ذوق کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ اس کے بعد کتاب کے بیشتر حصہ میں ایسے اذکار و اشغال کا ذکر ہے جو فقر و مجاہدہ کی راہ میں ضروری ہیں۔ انہی اشغال کے

ذکر میں 'کلاہ فریدی' کا عقدہ بھی کھلتا ہے۔

## کلاہ فریدی

مصنف 'ذکر دائمی' کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

"اے ناظرین جن حضرات نے **کلاہِ فریدی** کی زیارت کی ہے یا اس کو اپنے زیب سر کیا ہے وہ اس کے اس اسرار کو معلوم کر سکتے ہیں کہ محافظ آواز اور مدد دینے والی ہے جمیعت کی۔ بعض نفع اس میں از روئے طلب کے بھی ہیں اہل ہنود اکثر سوراخ گوش بند رکھتے ہیں مگر بعضے ان پر مذاق کرتے ہیں بعضے امراض گوش سمجھ کر پونچھ پونچھ (پوچھ پوچھ) کر جان کھاتے ہیں لہٰذا ہمارے حضرت خواجہ بندہ پرور نے یہ کلاہ اسی واسطے مخترع فرمائی کہ اس میں حفاظت انہد ناد اور اخفائے اسرار بھی ہے جب اس کا زیادہ رواج ہوا تو یہ "کلاہ فریدی" کے نام (سے) نامزد ہوئی کہ جو اس وقت غلامان فریدی کی پہچان ہے۔" (دیکھیں ص ۲۵۱)

## چند غلطیاں

کتاب کے آخری حصے میں سلسلہ شریف قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے بزرگان کی فہرست دی گئی ہے اس فہرست میں بھی بعض مقامات پر اصلاح کی ضرورت ہے جن پر راقم نے آخر میں ضروری حواشی دے دیے ہیں۔ حیرت ہے کہ جلد اول کے دو یا تین برس بعد چھپنے والی اس کتاب میں بھی خواجہ فرید کے خلفا میں وہ 'تینوں نام شامل ہیں جن کی تردید 'سوانح عمری' میں کی گئی ہے (دیکھیں ص-۴۸۳) حالانکہ مناقب اول میں یہ نام شامل تھے اور مناقب اول خواجہ فرید کے حضور پیش کی گئی تھی جسے یقیناً انہوں نے دیکھا ہوگا اور اپنے خلفا کے بارے میں وضاحت بھی فرمائی ہوگی اور یہ وضاحت جلد دوم میں شامل ہو جانی چاہئے تھی اس سے ایک بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شاید خواجہ فرید نے 'مناقب فریدی' جلد اول سرسری دیکھ کر کتب خانے میں داخل کر دی ہو کیونکہ عمر کے آخری سالوں میں وہ دنیا سے بے نیاز ہونے لگے تھے۔ مرزا احمد اختر کا بیان ہے کہ: "اس دنیا کمینی سے اوائل عمر سے نفرت تھی۔ تھوڑے عرصے سے اہل دنیا سے بھی متنفر ہوتے جا رہے تھے۔ زیادہ تر استغراق رہتا تھا۔" (دیکھیں ص ۴۰۷) غالباً یہی وجہ ہے کہ مناقب جلد دوم میں جلد اول کی غلطیوں کی درستی بھی نہیں کی گئی بلکہ غلطی دہرائی بھی گئی ہے۔

علاوہ ازیں خواجہ فرید کے اجداد میں سے شیخ حسین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "حضرت ہمایوں کی مدد کر کے داد شجاعت دے کر ناموری حاصل کی بلکہ حسین مرزا سے صلح ان ہی کی وجہ سے ہوئی اور اپنے تمام اہل و عیال کو چھوڑ کر بادشاہ کے ہمراہ چندے قلعہ امر کوٹ میں رہ کر پھر بہ ہمراہی بادشاہ ایران گئے اور چودہ برس ہمایوں کی خدمت میں رہ کر بہت سے کارنمایاں کئے۔" (دیکھیں ص ۲۲۲)

'خواجہ فرید اور ان کا خاندان' کے مصنف مرزا احمد اختر کی اس روایت سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''شیخ حسین کے ایران جانے کی روایت مجھے کہیں نہیں ملی جو معدودے چند مصاحب ہمایوں کے ساتھ گئے تھے ان کے ناموں کی فہرست میں بھی آپ کا نام کہیں نظر نہیں آیا۔'' (کوریجہ: ص ۸۴)

مناقب حصہ دوم تقریباً مکمل خواجہ فریدؒ کے حالات اور ان کے اذکار و اشغال کی تفصیلات پر مشتمل ہے اور ان کی زندگی کے حالات پر جلد اوّل کے مقابلے میں زیادہ روشنی ڈالتی ہے۔

## ۳ سفر نامہ فریدی [۱]

خواجہ فرید کی متنوع اور دلکش شخصیت کا ایک اہم پہلو ان کا ذوقِ سفر ہے۔ ڈاکٹر شکیل لکھتے ہیں کہ: ''خواجہ فرید سفر کے بہت شوقین تھے اور انہوں نے ہندوستان میں دور دراز تک سفر کیا۔ ۱۸۷۵ء میں انہوں نے حج کیا۔ اور عرب کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ سفر کے اس تجربے نے ان سے نظموں کا ایک یادگار سلسلہ لکھوایا۔ جس میں ان کے احساسات کا واضح اظہار ہوتا ہے۔ اور عقیدت کے زندہ نقوش ابھرتے ہیں۔'' (شکیل: ص viii)

خواجہ غلام فرید کے سرائیکی دیوان میں ان کے سفر حج کے متعلق براہ راست چند کافیاں ملتی ہیں (دیکھیں کافیاں نمبر: ۱، ۲۲، ۸۶، ۸۷، ۱۴۵، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۶۱، ۲۷۰)۔ ان کافیوں میں دیارِ حبیب سے فراق اور وصال کی جو کیفیتیں طلوع ہوتی ہیں ان کے جلوے ''دیوانِ فرید'' میں مختلف مقامات پر منعکس ہوتے ہیں۔ مولانا عبد الرشید نسیم طالوت لکھتے ہیں کہ: ''دیوان کے ایک بڑے حصے میں انہی مناظر اور مشاعر کا ذکر ہے جو عرب میں آپ نے دیکھے''۔ مولانا کے اس خیال پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے عمر کمال خان ایڈوکیٹ نے اسے ''غور طلب'' بات قرار دیا ہے۔ (طالوت ص-۳۴) ان کافیوں کی تفہیم کے لئے خواجہ فرید کے اس سفر سے متعلق دیگر مواد بھی مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ جن میں سے ایک مرزا احمد اختر کی تصنیف ''سفر نامہ فریدی'' بھی ہے۔

### اشاعت

''سفر نامہ فریدی'' کتابی سائز کے چھیالیس صفحات پر مشتمل ہے جو ''مطبع جان جہان دہلی'' میں طبع ہوا۔ سنِ اشاعت ۱۳۱۴ھ / ۹۷-۱۸۹۶ء چھپا ہوا ہے یعنی یہ سفر نامہ خواجہ فرید کی زندگی میں ہی شائع ہوا۔ اس کا اشتہار 'مناقب فریدی' جلد اول کے آخر میں چھپ چکا تھا۔

خواجہ فرید کے سفر حج کا یہ بیان اردو سفر ناموں کی تاریخ میں بھی یقیناً خصوصی اہمیت کا حامل ہے جس پر غالباً ابھی تک اردو میں بھی نہیں لکھا گیا۔ سفر نامے کا مرکز خواجہ فرید کی شخصیت ہے۔ مرزا احمد اختر

---

[۱] یہ تفصیلات مرتب کے مقالے 'سفر نامہ فریدی' مطبوعہ سہ ماہی 'الزبیر' بہاولپور جلد ۳۶-۳۷ شمارہ ۳، ۴، ۱ مطبوعہ ۱۹۹۸ء سے لی گئی ہیں۔

نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر طرف مرشد کو ہی پایا۔ مزاج اس سفرنامے کا ایک ڈائری کی مانند ہے۔ دنوں اور تاریخوں کے حساب سے سفر کے واقعات کا احوال ہے، تاریخی معلومات کے ساتھ ساتھ بزرگوں اور اولیاللہ کے حالات بھی مذکور ہیں۔ سفرنامے کے آغاز میں مصنف لکھتا ہے کہ

"...... مکتوبات فریدی تمام و کمال ابھی جمع نہیں ہوئے اور سفر نامہ حضرت غریب نواز کا طول طویل ہے۔ لحال برائے خوشنودی طالبان و دیگر شائقان صرف سفر نامہ بیت اللہ و زیارت روضہ رسول اللہ کہ جس میں قریب تین سو کے اولیاللہ کا ضمناً تذکرہ ہے، تحریر میں لا کر نام اس متبرکہ کو "سفر نامہ فریدی" کے ساتھ نامزد کیا۔" (صفحہ دیکھیں ص ۲۲-۳۲۱) مصنف کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے پیش نظر خواجہ فرید کے دیگر اسفار کا احوال بھی تھا جسے وہ لکھنا چاہتا تھا لیکن صرف حج کا سفر نامہ لکھنے پر اکتفا کیا جو چاچڑاں سے بمبئی اور بمبئی سے مدینے تک کا سفر ہے۔ حج اور زیارات کے علاوہ دیگر واقعات اور مقامات کا ذکر مصنف نے اپنی کسی اور تصنیف میں شامل کیا ہوگا یا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوگا۔

## ارادۂ حج

مصنف سفرنامے کا آغاز خواجہ فرید کے ارادۂ حج سے کرتا ہے۔

"واضح (ہو) کہ واقعہ ۱۲۹۶ھ تاریخ یکم شوال ارادہ حج بیت اللہ مصمم فرما کر حاضرین خانقاہ شریف و دیگران مریدان و معتقدان و درویشان عالیشان گردو نواح کے نام احکامات صادر فرمائے کہ ارادہ فقیر کا امسال حج کا ہے جو صاحب مشتاق زیارت حرمین شریفین ہوں، وہ ۲۸ یا ۲۹ تک داخل چاچڑاں شریف ہوں ور خدام کو تیاری سفر کا حکم دے دیا۔ پس جب یہ خبر سعادت اثر گردو نواح میں منتشر ہوئی تو عاشقان اللہ و طالبان حج بیت اللہ و دیگر مشتاقان دیدار جمال آرا ۳۱ اور ۴ ماہ مذکور بالا سے جوق در جوق آکر جمع ہونے لگے۔ مہمانوں کے واسطے وسیع لنگر کیا گیا۔ اور حکم ہوا کہ بلا روک ٹوک سب کو کھانا دیا جائے۔ جن کے پاس سواریاں ہیں ان کے حسب دلخواہ، ان کی قیام گاہوں پر دانہ گھاس وغیرہ، سامان ضروری وقت معینہ پر پہنچے اور جو صاحب طالب حج ہیں وہ اپنے قرض ادا کریں، بعض کا (قرض) خزانہ فیض نشانہ سے بھی ادا کیا گیا۔"

(دیکھیں ص ۳۲۲)

اس پیراگراف میں ایک اہم غلطی ۱۲۹۶ھ ہے جو کہ غالباً کتابت کی غلطی ہے کیونکہ خواجہ فرید کے دیگر تمام سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ انہوں نے سفر حج ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں کیا تھا۔ مولانا عزیز الرحمٰن (ص-۱) مولانا نور احمد خان فریدی (ص-۳۸) اور کپتان واحد بخش سیال (ص-۶۷) نے ۱۲۹۲ھ ہی لکھا ہے۔ مرزا احمد اختر اپنی ایک اور تصنیف "سوانح عمری حضرت فرید ثانی" میں لکھتے ہیں کہ: "۱۲۹۲ھ میں باجماعت کثیر فقراؑ و علماؑ و خدام حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ سے مشرف ہوئے جو سفر نامہ میں درج ہے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی سیر کر کے وہاں کے مزارات اولیا کی زیارت سے مشرف ہوئے۔"

(دیکھیں ص-۴۵۹) پھر "مناقب فریدی" میں بھی انہوں نے ۱۲۹۲ھ ہی لکھا ہے۔ (دیکھیں ص-۲۳۱)

## اخراجات اور توکل

سفرنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ فرید کی اس دعوتِ عام کے نتیجے میں ۱۶ شوال ۱۲۹۲ھ تک چاچڑاں میں اتنی مخلوق جمع ہوئی کہ رہنے کو جگہ نہ رہی اور شہر سے باہر شامیانے اور چھولداریاں نصب کرائی گئیں۔ ۲۱ شوال کو خواجہ فرید نے اپنی سواری کے لئے سانڈنی منگائی اور چاچڑاں سے خانپور کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں ایک شب قیام فرمایا اور خانساماں کو ریل کی ٹکٹیں لانے کے لئے ہدایت کی اور کہا کہ فی الحال ملتان کی ٹکٹیں لو کیونکہ ارادہ ہندوستان سے ہو کر جانے کا ہے۔ جس پر بعض مقربین نے عرض کیا کہ اس میں خرچ بہت زیادہ ہوگا۔ اس پر خواجہ فرید نے اپنے قریبی معتقدین دیوان حیدر بخش اور مخدوم ولایت شاہ صاحب سے کہا کہ: "براہ ہندوستان سے یہ نفع ہے کہ زیارات مزارات پیران عظام و دیگر اولیا کرام سے مشرف ہوں گا۔ فقیر کو کارساز حقیقی کافی ہے۔ میرا تکیہ اللہ پر ہے خواہ کسی قدر خرچ ہو، میں اپنے ارادہ کو فسخ نہ کروں گا" (دیکھیں ص-۲۶-۳۲۵)

خواجہ فرید کی شخصیت کا یہ پہلو ان کے سوانح نگاروں کی توجہ کا مرکز رہا ہے کہ انہیں مال و دولت سے کبھی رغبت نہیں رہی۔ جو آیا وہ تقسیم کر دیا۔ علامہ عبدالرشید نسیم طالوت کے بعد مولانا نور احمد خان فریدی نے بھی لکھا ہے کہ خواجہ فرید کی آخری خواہش یہ تھی کہ کوئی ایسا سائل میرے پاس نہیں آیا جو مجھ سے ایک لاکھ کا سوال کرتا اور میں اسے دے دیتا۔ (فریدی: ص-۳۴)۔ یہی توکل اور سخاوت کا مزاج ہر سفر میں رہا۔ مرزا احمد اختر "مناقب فریدی" میں اجمیر کے ایک سفر کا احوال یوں بیان کرتے ہیں۔

"حضرت (خواجہ غلام فرید) نے کئی سفر حضرت فخر جہاں صاحب کی حیات میں کئے چنانچہ ایک سال یونہی بیٹھے بیٹھے اٹھارہ انیس آدمیوں کے ہمراہ سوار ہو کر بارادہ اجمیر شریف روانہ ہوئے۔ خدام نے عرض کی ریگستان سے چلنا ہوگا۔ سامان سفر ضرور مہیا ہونا چاہئے۔ اس پر فرمایا کہ فقیر کا سامان، بے سامانی اور خزانہ اس کا توکل ہے، الغرض بعد قطع منازل قلعہ ڈیراور پر آئے۔ یہاں کی بیگمات نے نذر نیاز چڑھائی (پیش کی) دو تین روز کے بعد وہاں سے کوچ کیا۔ اخراجات حضور کے ماشاء اللہ اول ہی روز سے ایسے ہیں کہ اگر خزانہ قارون ہو تو صبح سے شام تک بھی اکتفا نہ کرے۔ یہ تو مولائی خزانہ ہے جو کاربر آری کر رہا ہے۔ الغرض جیسلمیر پہنچے ہیں تو ایک حبہ باقی نہ تھا، کس واسطے، کہ حضور کی عادت ہے کہ کتنا ہی روپیہ سامنے آجائے، تاوقتیکہ اس کو بندگان خدا پر بخشش و ایثار نہ کر لیں چین نہیں آتا اگر کبھی کسی وجہ سے رات کو کچھ رہ جاتا ہے تو صبح ارشاد ہوتا ہے کہ اس پیسہ نے گرمی کی، جلد نکالو۔ کبھی روپیہ نہیں فرماتے بلکہ یوں فرماتے ہیں کہ فلاں کی نذر اتنے پیسے کرو اور اس کو ناپاک سمجھ کر ہاتھ نہیں لگاتے۔ اگر کسی کی نذر اٹھاتے ہیں تو انگشتان کو رگڑ کر صاف کر لیتے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خانقاہ میں دس بارہ ہزار روپیہ روز کا فتوح ہوتا تھا

مگر دوسری صبح کو لنگر میں پارہ نان تک نہ باقی رہتا تھا کہ کسی طفل کے کام آئے۔ یہاں اگر بارہ لاکھ ہوں تو صبح تو دور ہے مگر عشاء تک ایک کوڑی اس میں سے باقی نہ رہے۔ حق الامر یہ ہے کہ اس کاتب نے سترہ برس سیاحت کر کے ہندوستان کے امیر فقیر سب دیکھے مگر یہ فراخ حوصلگی کہیں نہیں دیکھی۔ ظاہرا اس وقت سارا ٹھاٹھ بادشاہی ہے۔ دنیا میں اس طرح رہ کر پھر اس سے جدا رہنا، یہ اسی جگہ ہے۔ جس کو دیتے ہیں بلا کسی غرض کے دیتے (ہیں)۔ کبھی کسی قسم کا احسان نہیں جتاتے۔ اور الٹے انکی نازبرداری کرتے ہیں۔ عام طور پر اس جگہ (چاچڑاں ؟) کی بد انتظامی مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ دنیاداروں کو انتظام لازم ہے، فقیروں کا مال وقف ہوا کرتا ہے، وقف کا انتظام کیسا۔ فقیروں کا انتظام دوسرا ہوتا ہے، اس میں بد انتظامی نہ ہو۔" (دیکھیں ص ۳۰-۲۲۹)

خواجہ فرید کے سفرج کی تاریخی دستاویز کے سامنے آنے سے ان کی زندگی اور عمل کے بہت سے گوشے اور دلکش نمونے سامنے آتے ہیں اور اہم بات یہ ہے کہ وادی سندھ کی تقریباً ایک ہزار برس کی اسلامی تصوف کی تاریخ کے آخری بڑے صوفی کی حیات اور پیغام کے حوالے سے بہت سی روایات کی تصدیق ہوتی ہے۔ خواجہ فرید کے فلسفہ جود و سخا کے حوالے سے "سفرنامہ فریدی" اور "مناقبِ فریدی" کی مندرجہ بالا عبارات کے علاوہ "سوانح عمری حضرت فرید ثانی" میں بھی مرزا احمد اختر تواتر کے ساتھ انہی روایات کو دہراتے ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ فرید کے نزدیک نہ تو "ترکِ زر و مال میں لذت تھی اور نہ ہی خیر و خیرات میں" بلکہ ان کے نزدیک تو سب کچھ رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ مرزا احمد اختر لکھتے ہیں کہ :

"آمدنی املاک اور فتوح سے کبھی ایک روپیہ نہ رکھا۔ اکتیس سال صاحب سجادہ رہے، ساٹھ لاکھ روپیہ کے قریب عند اللہ بانٹا، ہمیشہ یہ عادت رہی کہ ابھی آیا اور ابھی نکالا۔ آمدنی اتنی نہ تھی جتنا خرچ تھا، حق تعالیٰ خزانہ غیب سے دیتا تھا۔ دوسروں کو دوشالے دے (کر) اپنے واسطے کبھی ایک چادر بھی نہ سلائی۔ اپنی حاجت روائی پر دوسروں کی حاجت روائی کو بہتر سمجھا۔ اپنے ہمراہ کبھی کسی کو پیدل نہیں چلایا...... تمام عمر کسی کو دشنام دہی نہیں کی...... کسی ملازم کو اپنا ملازم نہیں سمجھا...... کبھی کسی شے کو اپنا نہ سمجھا، ہر شے کو وقف مانتے رہے۔ اگر کوئی بدنیتی سے کچھ اٹھالے جاتا اور معلوم بھی ہو جاتا تو کبھی اس کی پردہ دری نہ فرماتے نہ وہ شے اس سے واپس لیتے بلکہ اس پر ایسا التفات فرماتے کہ دوسرے کو اس کی شکایت کرنے کی مجال نہ ہوتی۔ کبھی کسی کارندہ سے حساب نہ لیتے...... اگرچہ ہر ایک قسم کے فرش موجود تھے جو وقتاً فوقتاً امرا نذر کرتے تھے وہ مہمانوں کے کام آتے۔ خود بدولت بوریہ نشینی کو پسند فرماتے۔ دربار میں کبھی مسند بچھا کر نہیں بیٹھے...... مرید نوازی تو ذات بابرکات پر ختم تھی۔ دستور ہے کہ کہ مرید پیروں کی خدمت کیا کرتے ہیں۔ ذات فیض آیات خود غریب مریدوں کی پرورش فرماتے...... ارشاد کیا کرتے تھے کہ پیر کو لازم ہے کہ مریدوں کو نہ ستائے، جب دنیا میں مرید کی امداد نہ کرے گا تو آخرت میں کیا کرے گا۔ چنانچہ عین وصال کے روز تک مریدوں اور

مسافروں، علماء و فقرائے شہر کو نقد و جنس مرحمت کیا...... رات کا سونا جو اوائل عمر میں چھوڑا تھا، تادمِ آخر شب کو نہیں سوئے۔ قلت طعام کو یہاں تک پہنچایا تھا کہ صرف ایک گلاس شیر مادہ گاؤ شب کو نوش فرماتے اور روٹی ڈیڑھ تولہ سے زیادہ کبھی نوش نہ فرمائی۔ چنانچہ تین سال تک یہ سگِ درگاہ اپنے ہاتھ سے پکا کر کھلاتا رہا ہے...... کارندوں کی کتب جمع خرچ دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ سات ہزار آدمی وظیفہ خوار تھے۔ ان میں سے بعض کو غلہ مقرر تھا بعض کو نقد ملتا تھا۔ نقدی پانے والے اسی روپیہ ماہوار سے سو روپیہ ماہوار تک کے پانے والے تھے اور بہت سے لوگ اطراف ہند سے آتے تھے جو سالانہ معقول رقم پاتے تھے۔"

(دیکھیں ص ۶۵-۴۶۴)

## او تاں خوش وسدا وچ ملک عرب

بحرِ ہند سے بحیرۂ عرب کے پانیوں تک خواجہ فرید کے سفر کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے۔ جہاز پر فضائلِ حج کے بیان کی محفلیں ہوتی ہیں۔ حرم شریف کے فضائل بیان کرتے ہوئے خواجہ فرید کہتے ہیں کہ: "گرگ (بھیڑیا) بھی گوسپند (بھیڑ یا بکری) کو اس حد میں نہیں ستاتا۔" اس بات کا اظہار دیوانِ فرید کی پہلی کافی میں یوں ہوا ہے:

اے نور سیاہ مجسم ہے عین سواد الاعظم
تھیا بے شک آمن بے غم جو حرم احاطے آیا
(کافی نمبر ۴ : ۱)

اس بند میں سرائیکی لفظ "اے" اور "تھیا" کے معانی بالترتیب "یہ" اور "ہوا" کے ہیں۔

سمندر کے پانیوں پر تیرتے ہوئے یہ مسافر ۲۷ ر ذیقعد کو عدن کے قریب پہنچے "جو بمبئی سے سولہ سو میل ہے" جہاز کے مسافر کشتیوں میں سوار ہو کر شہر کی سیر کو گئے۔ خواجہ فرید نے اپنے خانساماں کو حکم دیا کہ جو کوئی شہر گھومنا چاہے اسے خرچ دے دیا جائے۔ مصنف نے یہ بیان نہیں کیا کہ خواجہ فرید عدن گئے اور وہاں کی سیر کی یا نہیں البتہ "مقابیس المجالس" میں شاید خواجہ فرید نے عدن کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ ۲۹ ر ذیقعد کو اشراق کے وقت جدہ کے قریب پہنچے۔ یکم ذوالحجہ کو بروز یک شنبہ احرام باندھا، مشک گلاب خود بھی جسم کو لگایا اور قافلہ کو بھی دیا۔ دوم ذوالحجہ کو جدے کے ساحل کے قریب پہنچے اور شام کے وقت چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر سوار ہو کر جدہ کے ساحل پر اترے اور حصار جدہ کے نیچے رات گزاری۔...... صبح کو ارکان سلطان نے فی اسم ایک روپیہ وصول کیا۔ اتفاقاً ایک فقیر جو کہ حضور کے ہمراہیوں سے نہ تھا، بول اٹھا کہ بابا صاحب فقیروں سے بھی لیتے ہو۔ حضور نے اس کو منع کیا اور فرمایا کہ فقرأ کے نزدیک امیر غریب سب یکساں ہیں اور فقیروں کا مال وقف ہوتا ہے۔" اس کے بعد خواجہ فرید نے اس کا روپیہ بھی ادا کر دیا۔

خواجہ فرید کی روحانی کیفیات کا اظہار سفرنامے سے نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں "مقابیس المجالس" اور "دیوانِ

فرید" سے اس سفر کے خارجی اور باطنی مشاہدات میں مدد ملتی ہے۔ "مقابیس المجالس" میں ہے کہ خواجہ فرید نے زیارت بیت اللہ کے ذکر کے دوران فرمایا کہ "جب ہم مکہ معظمہ پہنچے (تو) ہمیں طواف کرنے کے لیے حرم شریف لے گئے۔ پہلے ہم باب السلام سے بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ میں اپنے منہ میں کپڑا ڈالے ہوئے داخل ہوا۔ اس خیال سے کہ پہلے کعبۃ اللہ پر آنکھ کھولوں گا میں نے جب پہلی بار دیکھا تو سخت گریہ طاری ہو گیا نیز وداع کے وقت مجھ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ گلا بیٹھ گیا۔ اگرچہ بیت اللہ پتھر سے بنا ہوا ہے لیکن اس قدر حسین و جمیل اور محبوب ہے کہ کوئی محبوب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ آج کل بیت اللہ کا غلاف ریشمی اور اس پر طلائی کام ہوا ہے لیکن آنحضرت ﷺ کے زمانے مبارک میں غلاف، درختوں کے پتوں سے بنا ہوا اور یا ہوتا تھا...... جب میں بیت اللہ شریف میں داخل ہوا تو مجھے یہی یاد ہے کہ چند رکعت نماز نفل ادا کیں اور بس، باقی تمام وقت بے خودی اور محویت کی حالت طاری تھی۔"

(رکن الدین: ص ص ۳-۸۰۲)

بے خودی کی یہ کیفیات سفر حج سے متعلق "دیوان فرید" کی تقریباً سات یا آٹھ کافیوں میں نظر آتی ہیں اور ان کیفیات کا اظہار "سفرنامہ فریدی" سے اتنا واضح نہیں ہو پاتا۔ مکے پہنچنے پر خواجہ فرید نے یہ کافی کہی:

آ پہنتم چندیں مکے ایہیں شہر مبارک ہے

ہن پتھر سیجھ پھلاں دی ہے دھوڑی تول گلاں دی

شب باد صبا من بھاندی تا صبح جھلیندی پچھے

توڑے لگدے دھکے دھکے اکھ ول ول یار ڈوں تکے

تن آگ محبت بھجے دل درداں لذت چکھے

"مقابیس المجالس" جلد سوم مقبوس-۲ میں خواجہ فرید نے کعبہ شریف اور مکہ شہر کے بارے میں اپنے مشاہدات بیان کیے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کعبہ شریف کی چھت کے اوپر کبوتر پرواز نہیں کرتے اور میں نے کبھی کعبے کی دیوار پر بیٹ نہیں دیکھی۔ اس کے بعد خواجہ فرید نے مکے کے جانوروں کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ: "دوسری عجیب بات جو میں نے وہاں دیکھی، یہ تھی کہ مکہ معظمہ کے بازار اور گلی کوچوں میں کثرت سے جانور یعنی گدھے اور اونٹ موجود ہوتے تھے لیکن کسی جانور نے کبھی کسی کے لات نہیں ماری حالانکہ لوگ ان جانوروں کے ساتھ جسم رگڑتے ہوئے گزرتے تھے۔ ایک اور عجوبہ جو ہم نے وہاں دیکھا، یہ تھا کہ مکہ کے بازاروں میں خاص کر بازار صفا مروہ میں کثرت سے کتے سوئے رہتے تھے اور لوگ کثرت سے وہاں چلتے پھرتے تھے لیکن کتوں کو کسی کی پرواہ نہ تھی۔ خاموش سوئے رہتے تھے اور نہ کسی دروازے پر ٹکڑوں کی خاطر جاتے تھے، باوجودیکہ اس بازار میں بہت سے نانبائی بیٹھے روٹی اور گوشت فروخت کر رہے تھے، کتے اسی طرح سوئے رہتے تھے۔" (رکن الدین: ص ص ۴۰-۴۳۹)

دوران طواف حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ساتھ خواجہ فرید کی ملاقات کا حال بھی مصنف نے بیان کیا ہے۔ حاجی صاحب سلسلہ چشتیہ میں ایک جدید شاخ "امدادیہ" کے بانی اور بر صغیر کے ایک عظیم فکری اور تحریکی ادارے دیوبند کے روحانی قائد اور مرشدِ اعلی تھے۔ علاوہ ازیں مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ ایسے مشائخ کے پیرو مرشد تھے۔ انگریزی استعمار کے خلاف علما و مشائخ کو منظم کرنے اور تحریکِ جہاد کو ابھارنے میں بھی آپ کا بڑا حصہ تھا۔ مصنف لکھتا ہے:

"اول روز جب حضور حرم شریف میں حاضر ہوئے ہیں، آپ طواف میں تھے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب بھی حاضر حرم شریف ہوئے۔ آپ کے سر مبارک پر کلاہ فریدی دیکھ کر فرمانے لگے کہ شاہ صاحب! آپ شاہ غلام فرید کے ہمراہیوں میں سے ہیں؟ حضور نے گردن نیچے کر کے فرمایا کہ غلام فرید یہی خاکسار ہے۔ یہ سن کر گلے سے لپٹ گئے اور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ برادر میں مدت سے تم سے ملنے کا مشتاق تھا، جس کے سر پر اس قسم کا کلاہ دیکھتا تھا، تمہارا حال دریافت کرتا تھا، الحمد للہ کہ آج ملاقات ہوئی، الغرض ایسا اتحاد قائم ہوا کہ دونوں برگزیدہ آفاق سے ہیں، کہ گاہے حاجی صاحب حضور سے ملنے تشریف لاتے، کبھی حضور حاجی صاحب کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ تا قیام بیت اللہ شریف یہی صورت رہی اور بعد واپس آنے کے بھی رسل رسائل جاری رہا۔" (دیکھیں ص ص ۹۹-۳۹۸)

"مقابیس المجالس" کے مطابق خواجہ فرید نے اپنی ایک مجلس میں بھی کافی دیر تک حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ذکر کیا اور کہا کہ: "عربستان میں سلسلہ چشتیہ زیادہ تر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی بدولت پھیلا ہے جو چشتی صابری ہیں۔ آپ کا اصل وطن ہندوستان میں مقام پانی پت [۱] ہے لیکن انگریزوں کی مخالفت کی وجہ سے آپ ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں، کہ جائے امن حصن حصین ہے، قیام پذیر ہو گئے"۔ مقابیس کے مترجم نے مقبوس کے ترجمے کے بعد اضافہ کیا ہے کہ: "حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کو بھی سلسلہ چشتیہ میں خلافت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بمقام مکہ معظمہ ملی تھی۔" (رکن الدین: ص ۵۳-۳۵۱)

## آیا شہر مدینہ

۲۱ر ذوالحجہ کو خواجہ فرید مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ سفر اونٹوں پر کیا گیا، کرایہ شتر فی کس ۳۳ روپیہ تھا۔ مرزا احمد اختر نے مکہ سے مدینے تک کا تقریباً پندرہ دنوں کا سفر بمشکل آدھے صفحے میں بیان کیا ہے۔ شیخ عبد الرحیم مدنی نے آ کر خواجہ فرید کا استقبال کیا اور قافلہ کو ساتھ لے کر "محل حرم محترم اور روضہ مطہرہ رسول مقبول" کی زیارت سے مشرف ہوئے "بہت سے لوگ مدینہ کے داخل سلسلہ شریف ہوئے" مدینہ میں خواجہ فرید "روحانیت حضرت شیخ یحییٰ مدنی" سے اویسی طور پر فیض یاب ہوئے۔"

سفرِ حج سے متعلق خواجہ فرید کی واردات قلبی کا عکس ہمیں ان کی کافیوں میں نظر آتا ہے ان کی

---

[۱] حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا تعلق غالباً 'تھانہ بھون' سے تھا۔

ایک مشہور نعتیہ کافی "اتھاں میں مٹھڑی نت جان بلب" (کافی نمبر ۲۲) شوق وصال اور لذت فراق کی ایک سانس لیتی ہوئی تجسیم ہے۔ اس کیفیت میں اگر کہیں کوئی شے ٹھہرتی ہے تو وہ پیر مہر علی شاہؒ کی نعت "کیوں دلڑی اداس گھنیری اے" ہی ٹھہر سکتی ہے۔ شہر مدینہ کے قریب پہنچ کر خواجہ فرید پر جو واردات گزری اس کا اظہار ان کی کافیوں ۸۶ اور ۸۷ میں ہوتا ہے۔

اج شبریاں شغدف بھاندے ہن     متاں دیس پنل دے آندے ہن    (۸۷:۱)

مولانا عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں کہ "عرب میں کرایہ کے اونٹوں پر مختلف قسم کے پاکھرے ڈالتے ہیں بعض کی پشت پر صرف ایک چادر کی صورت کجاوا کس دیتے ہیں، اس کو شبری کہتے ہیں بعض اونٹوں پر دونوں پہلوؤں میں کجاوے کی صورت دو نشستیں بنا دیتے ہیں ان کو شغدف کہتے ہیں۔" (عزیز الرحمٰن: ص ۲۹۱)

یہ شعر "پنل کے دیس" کی خوشبو کا بیان ہیں۔ خواجہ فرید کی ان کافیوں میں وصال کی کیفیات ہیں:

بدلیں جڑ گھنگور مچائی     پھوگیں لانیں خنکی چائی
ناز کریندی لائی لائی     عارف عبرت کھاندے ہن
(۸۷:۵)

باد شمالی لرکے لرکے     بارش رم جھم برکے برکے
اکھیاں پھرکن لوں لوں مرکے     ٹھر گئے گوشے ہاں دے ہن
(۸۶:۳)

وادیاں راہ مدینے والیاں     ساگی باغ بہشتی چالیاں
ہر ہر آن سدا خوشحالیاں     سکھ سرے، ڈکھ ماندے ہن
(۸۶:۶)

اور اس کے بعد "تھیواں صدقے صدقے آیا شہر مدینہ" (کافی نمبر ۱۵۴) مدینے میں داخل ہونے کا واضح بیان کرتی ہے۔ خواجہ فرید کی بعض کافیوں میں یہی مدینہ کی وادی پھیل کر روہی کے استعارے میں بھی تبدیل ہوتی ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ روہی کا رنگ روپ ہی انہیں سرزمین عرب میں نظر آیا۔ روہی کے کرڑ، کنڈے، لائی، لانے پھوگ، اور باد شمالی ہی "دیار حبیب" کی کیفیت وصل کو سمونے کے کام آتے ہیں۔

ہر ہر قطرۂ آب ہے کوثر     گرد غبار ہے مشک تے عنبر
کرڑ کنڈا شمشاد صنوبر     خار وی شکل بہار دی ہے
(۱۶۱:۳)

## اج سانولڑے مکلایا

سفر حج سے واپسی اور دیار حبیب سے جدائی کی کیفیات بھی خواجہ فرید کی کافیوں "اج سانولڑے

مکلایا'' اور ''ہائے عرب شریف سدھائی'' میں ملتی ہیں۔ ان کافیوں میں واپسی کے سفر کی منزلوں کے اشارے بھی ملتے ہیں۔

اے پہلی منزل حدے بئی شہر مبارک جدے
کلھ بحر دی شدے مدے اج عدن ویندی مکلائی
(۳: ۲۷۰)

(ترجمہ: یہ پہلی منزل حدہ کی ہے۔ دوسری شہر مبارک جدہ کی ہو گی۔ کل سمندر کا اتار چڑھاؤ ہو گا آج عدن جدا ہو رہا ہے۔)

''سفرنامہ فریدی'' خواجہ فرید کی سوانح اور کلام کی تفہیم کی ایک اہم کڑی ہے جسے ''دیوان فرید'' کی ان مخصوص کافیوں کے ساتھ رکھ کر ایک بڑے جسمانی اور روحانی سفر کے احوال و مقامات کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ سفرنامہ ایک ایسی تصویر ہے جس میں خواجہ فرید کی کافیاں روح پھونک دیتی ہیں۔ مجموعی طور پر ان کافیوں کا مزاج فراقیہ ہے جن کا مطالعہ ایک الگ موضوع ہے۔ اس سفر کی الوداعی کافیاں لذت سفر کا پتہ دیتی ہیں۔

توں باجھوں سانول گھر وچ ہاں بے شک سخت سفر وچ
تھل مارو بنجڑے بر وچ ہم سختی روز سوائی
(۷: ۲۷۰)

خواجہ فرید مدینہ منورہ میں تقریباً ایک ماہ گزارنے کے بعد ۱۲ر صفر ۱۲۹۳ھ کو بوقت عشاء بیت اللہ میں حاضر ہوئے اور جملہ رسوم ادا کر کے ''باب الوداع'' سے باہر آئے۔ تیرہ کو روانہ طرف جدہ کے ہوئے...... چودہ کو بوقت صبح داخل جدہ ہوئے وہاں اژدحام خلائق ہوا جو برائے زیارت خواجہ کے آئے تھے اور بہت سے مرید ہوئے۔ ۱۶ر ماہ مذکور بوقت سواری جہاز، اور تہی دستوں کو بھی ہمراہ لیا کہ جن کے کرایہ میں کئی ہزار روپیہ خرچ ہوا اور لنگر سے ان کو کھانا ملنے کا حکم ہوا۔ ۱۹ر تاریخ کو بوقت دوپہر عدن میں داخل ہوئے۔ ۲۴ر تاریخ کو وہاں سے روانہ ہوئے۔ دوسری ماہ ربیع الاول کو بوقت عشاء قریب بمبئی کے پہنچے اس سفر دریا میں ایک روز طوفان آیا۔ جب جہاز میں پانی آنے لگا، تمام اہل جہاز و کپتان جہاز، متردد ہو کر دست بستہ......'' (صفحہ ۴۰)

راقم الحروف کے پاس موجود فوٹو اسٹیٹ کتاب میں واپسی کا حال یہیں تک موجود ہے اس سے آگے صفحہ ۴۱ اور ۴۲ غائب ہے۔ صفحہ ۴۳ سے ۴۵ تک مولوی محمد ابراہیم ساکن کرانہ (قصبہ واقع ضلع مظفر نگر، یوپی۔ یہ مرزا احمد اختر، مصنف کتاب کا علاقہ ہے) مولانا نظام الدین مصحح مطبع مجتبائی دہلی، مولانا محمد عبدالرحمن مالک رسالہ ''زبان'' دہلی و شارح مثنوی معنوی، مرزا فخر الدین گورگانی دہلی اور مولوی محمد نظام الدین عشق

کیرانوی کی خواجہ فرید کی شان میں لکھی ہوئی اردو اور فارسی نظمیں، مرزا احمد اختر کی اپنے مرشد کے حضور ایک فارسی غزل اور چار متفرق اشعار چھپے ہوئے ہیں۔ کتاب کے بیک ٹائٹل (صفحہ ۴۶) پر "مختصر حالات چاچڑاں شریف" لکھے ہوئے ہیں۔

سفرنامے میں کچھ تاریخوں کا ہیر پھیر بھی ہے۔ سفرنامہ نگار نے اپنی تصنیف "مناقبِ فریدی" میں کچھ تاریخیں درج کی ہیں جو کہ سفرنامے کی گمشدہ کڑیوں کو ملانے میں مدد دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا نور احمد فریدی کے دیوان میں شامل سیٹھ عبید الرحمٰن کی فراہم کردہ تاریخوں سے بھی سفرنامے کی تاریخوں کا ایک دو مقامات پر اختلاف ہے۔ (فریدی: ص ۳۸-۳۷) ۱۲ر شوال ۱۲۹۲ھ سے ۱۴ر ربیع الاول ۱۲۹۳ھ تک پانچ ماہ سے زائد عرصے کے اس سفر کے مختلف مرحلوں کی تاریخ وار ترتیب کے لئے "مناقب فریدی" کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔

کتاب میں مصنف نے تقریباً تین سو اولیا کا ذکر بھی کیا ہے جن کے مزارات پر خواجہ فریدؒ نے دوران سفر حاضری دی۔ ان اولیا کے حالات میں جہاں کہیں وضاحت کی ضرورت تھی حواشی دے دئے گئے ہیں۔

مصنف نے دہلی کے مزارات کی جو فہرست دی ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ فرید نے ان کے والد دارالخت کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھی لیکن نقشے میں مصنف نے اپنے والد کی تاریخِ ولادت یا وفات دونوں نہیں دیں۔ (دیکھیں ص ص ۱۷۲، ۳۵۳)

## ۴ کشف الخلافۃ

یہ کتابچہ ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں قیصر ہند پریس الہ آباد سے طبع ہوا جو حضرت خواجہ فریدؒ کے خلفا کے احوال پر مشتمل ہے۔ رسالے کا موضوع خلافت ناموں کا اجرا اور ان پر چند افراد کے اعتراضات سے متعلق ہے جس کے جواب میں مصنف نے یہ رسالہ لکھا۔ رسالے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خواجہ فریدؒ کی زندگی میں شائع ہوا۔

## تحقیقی جائزہ

۔ رسالہ کشف الخلافۃ میں مصنف سمیت کل ۲۹ خلفاء کے نام درج ہیں۔ علاوہ ازیں مصنف نے مناقبِ فریدی حصہ اول (مطبوعہ دسمبر ۱۸۹۶ء) کے آخر میں بھی خلفاء کی فہرست دی ہے، بعد ازاں خلفاء کا تفصیلی ذکر مرزا احمد اختر نے "سوانح عمری فرید ثانی" میں کیا ہے۔ جو خواجہ فرید کی وفات کے ایک یا دو برس بعد شائع ہوئی۔ مذکورہ بالا تینوں کتابوں میں سے اشاعت کی اولیت مناقبِ فریدی حصہ اول کو حاصل ہے۔ اس کتاب میں (۱) سید احمد جان صاحب خراسانی (۲) سید بہادر شاہ صاحب بھیرہ والے اور (۳) سید مومن شاہ علی پوری کا ذکر خلفاء میں کیا گیا ہے لیکن ۱۹۰۱ء میں چھپنے والے رسالہ کشف الخلافۃ میں ان حضرات کے نام خلفا میں شامل نہیں کیے گئے بعد ازاں خواجہ فرید کے وصال (۱۹۰۱ء) کے بعد چھپنے والی

"سوانح عمری" میں (۱) بلند خان صاحب پنجابی (۲) میاں عبد اللہ شاہ صاحب مغفور سکنہ کالاباغ (۳) سائیں موج شاہ صاحب سکنہ بدن پور تحصیل بیلہ (۴) خواجہ کرم الدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ پر اراں شریف (۵) خاتم الخلافت نواب قیصر خان مگسی والیٔ ریاست جھل بلوچستان (۶) سید عبد العزیز دہلوی اور (۷) سید مؤمن شاہ صاحب سکنہ بستی پیر ضلع مظفر گڑھ کے نام بھی خلفاء میں شمار کئے گئے ہیں جو کہ "کشف الخلافت" کی فہرست میں شامل نہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ "مناقبِ فریدی" (۱۸۹۶ء) اور "سوانح عمری فرید ثانی" (اندازا مطبوعہ ۳-۱۹۰۲ء) میں کم از کم دس نام ایسے ہیں جو کہ مسئلہ خلافت پر خصوصی طور پر لکھے گئے۔ رسالے "کشف الخلافت" (۱۹۰۱ء) میں نہیں ملتے۔ اگر ان دس ناموں کو کشف الخلافت کی فہرست میں شامل کر لیا جائے تو خواجہ فرید کے خلفاء کی تعداد تقریباً ۳۹ بنتی ہے۔

مقابیس کے مترجم کپتان واحد بخش سیال نے اپنے مقدمے میں ۱۳/ خلفاء کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بارہ خلفاء کا ذکر تو کشف الخلافۃ میں ایک دو ناموں کے ہیر پھیر کے ساتھ موجود ہے۔ مثلاً کشف الخلافۃ کے مولوی نبی بخش مرحوم بجوی کو سیال صاحب نے میاں نبی بخش مہریوالہ لکھا ہے (ص ۸۰) اور مقابیس میں مولوی رکن الدین نے بھی "مہریوالہ" ہی لکھا ہے۔ (ص ۸۴۲) لیکن بلند خان ناگوری کا نام کشف الخلافۃ میں نہیں ہے البتہ سیال صاحب اور مولوی رکن الدین نے مذکورہ صفحات پر ان کا ذکر کیا ہے جبکہ خواجہ فرید کے وصال کے بعد چھپنے والی "سوانح عمری" میں مرزا احمد اختر نے "بلند خان پنجابی" کا ذکر خلفاء میں کیا ہے۔ سیال صاحب نے تو مرزا احمد اختر کو بھی خلفاء میں شامل نہیں کیا۔

ادھر مولانا نور احمد خان فریدی نے "دیوان فرید" کے مقدمہ میں کل نو (۹) اکابر خلفاء کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے چار خلفاً (۱) خواجہ محمد بخش نازک کریم (۲) خواجہ فضل حق مہارویؒ (۳) دیوان ولایت شاہ بخاریؒ (۴) حافظ محمد صاحبؒ ساکن حاجی پور شریف کے نام کشف الخلافۃ اور سیال صاحب کے ساتھ مشترک ہیں۔ یہی چار نام صاحب ہفت اقطاب نے (ص ۱۲۴) بھی خصوصی خلفاء میں دئے ہیں۔ اور محمد بشیر اختر نے "فقر فرید" (ص ۴۷) میں بھی انہی چار "ممتاز خلفاء" کا ذکر کیا ہے۔

مولانا فریدی نے تین خلفاء سید میر احمد خراسانی (۲) سید بہادر شاہ صاحب بھیرہ والے (۳) سید مومن شاہ صاحب علی پوری کا ذکر بھی کیا ہے۔ جن کے نام کشف الخلافۃ کے علاوہ کپتان واحد بخش سیال نے بھی نہیں دئے۔ البتہ یہ تینوں نام مرزا احمد اختر نے مناقبِ فریدی حصہ اول میں دئے تھے۔

مولانا نور احمد فریدی نے ایک خلیفہ "میاں نصیر بخش شاہ صاحبؒ" کا نام بھی دیا ہے۔ جو سیال صاحب کی فہرست میں شامل نہیں البتہ کشف الخلافۃ میں "صاحبزادہ میاں نصیر الدین برادرِ خورد میاں کرم الدین صاحب سجادہ نشین پر ارہ" کا نام ملتا ہے۔ علاوہ ازیں مرزا احمد اختر نے "سوانح عمری" میں بھی "میاں

نصیر الدین" کا نام لکھا ہے ممکن ہے یہ ایک ہی نام ہو۔ البتہ "سوانح عمری" میں ۲۸واں خلیفہ "میاں صاحب خواجہ کرم الدین صاحب سجادہ خانقاہ پراراں ریاست بہاولپور" کو لکھا گیا ہے۔ جن کے برادر خورد "میاں نصیر الدین صاحبؒ" ہیں۔ جبکہ کشف الخلافۃ میں "میاں کرم الدین صاحبؒ" کا نام خلفاء میں شامل نہیں کیا گیا۔ مناقب جلد اول میں مصنف نے فہرست خلفا میں صاحبزادہ میاں فضل حق مہارویؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "صاحبزادہ میاں فضل حق ابن صاحبزادہ نصیر بخش مہاروی نبیرہ حضرت نور محمد بہبل مہارویؒ، میاں نصیر بخش صاحب حضرت محبوب الٰہی خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ان کے والد خواجہ نور حسنؒ ابن خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ حضرت سلطان الاولیا قاضی محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔" (دیکھیں ص ۱۷۷) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ درست نام میاں نصیر بخش نہیں بلکہ میاں نصیر الدین ہی ہو سکتا ہے۔

مرزا احمد اختر نے "سوانح عمری" میں چوبیسواں خلیفہ "سید مؤمن شاہ صاحب سکنہ بستی پیر ضلع مظفر گڑھ" کو لکھا ہے یہ نام کشف الخلافۃ میں بھی نہیں اور نہ ہی سیال صاحب کے ہاں اس کا ذکر ملتا ہے۔ البتہ مناقب حصہ اول اور مولانا فریدی نے "سید مومن شاہ صاحب علی پوری" کا نام لکھا ہے۔ یہ دونوں نام ایک ہی ہیں یا علیحدہ علیحدہ خلفا ہیں؟ "سوانح عمری" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ فرید نے فرمایا تھا کہ سید امیر احمد جانؒ و سید بہادر شاہ و سید مومن شاہ ان کو خلافت نہیں ہے۔" (دیکھیں ص ۴۷۴) اس کے باوجود مصنف "سوانح عمری" کے اختتام پر "سید مومن شاہ" کا نام نہیں دے سکتے، اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ "سوانح عمری" کے آخر میں چوبیسویں خلیفہ "سید مؤمن شاہ صاحب" ہیں جو "مومن شاہ صاحب" کے نام کے ساتھ منسوب نہیں کئے جا سکتے۔

مقابس کے ایک سرسری مطالعے سے تقریباً تیرہ خلفا کو خلافت نامے دینے کا ذکر سامنے آتا ہے۔ سب سے پہلے ۱۶؍اگست ۱۸۹۹ء میں آٹھ خلفا (۱) میاں نبی بخش مہریوالہؒ (۲) مولوی احمد بخش ساکن جہ (۳) مولوی خان محمدؒ (۴) میاں نبی بخشؒ (۵) میاں محمد یعقوبؒ ساکن چاچڑاں شریف (۶) بلند خان ناگوری (۷) میاں عبد الرحمٰن الہ آبادی اور (۸) حکیم امام الدین کیرانوی کے نام اجازت بیعت و خلافت دے کر ان کے خلافت ناموں پر حضرت خواجہ فریدؒ نے اپنے ہاتھ سے دستخط فرما کر خلافت نامے شہزادہ مرزا احمد اختر کے سپرد کئے تاکہ وہ ہر خلیفہ کے حوالے کر دیں (رکن الدین: ص ۸۴۲)

بعد ازاں ۲۵؍اگست ۱۸۹۹ء کو صاحبزادہ میاں نصیر الدین برادر خورد میاں صاحب میاں کرم الدینؒ صاحب پراروی کے خلافت نامے پر حضرت اقدس (خواجہ فرید) نے خود دستخط فرمائے (پراراں شریف، الہ آباد تحصیل لیاقت پور ضلع رحیمیار خان سے تین میل غرب کی جانب واقع ہے)۔

(رکن الدین: ص ۸۵۴)

۱۱ر ذیقعد ۱۳۱۸ھ (مارچ ۱۹۰۱ء) کے ایک مقبوس میں "حضرت اقدس کے ایک خلیفہ" مولانا ابو محمد عبدالودود قادر بخش ساکن جزائر انڈمان کے ایک خط کا ذکر ہے جو مرزا احمد اختر نے خواجہ فریدؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس خط میں ابو محمد عبدالرحیم صوبہ دار رجمنٹ ہفتم رنگونی کے بارے میں عطائے خلافت کی سفارش کی گئی تھی۔ ۴روز بعد ۱۵ ذیقعد کو مولانا ابراہیم سکنہ رنگون ملک برما کے بارے میں خلافت نامہ لکھا گیا۔ (رکن الدین : ص ص ۶۴-۱۰۶۳)

۱۹ر ذوالحجہ ۱۳۱۸ھ (اپریل ۱۹۰۱ء) کے ایک مقبوس کے مطابق "مولوی محمد قاسم سکنہ سیماں کو جو ڈیرہ غازیخان کے مضافات میں ہے اجازتِ بیعت حاصل ہوئی اور اس راقم الحروف (مولوی رکن الدین) کے خلافت نامے کی طرح خلافت نامہ لکھا گیا۔" (رکن الدین : ص ۱۰۷۹)

اشاراتِ فریدی (مقابیس المجالس) کی مندرجہ بالا عبارات میں تیرہ خلفا کا ذکر ملتا ہے۔ ممکن ہے دیگر عباراتِ خلافت راقم کی نظر سے رہ گئی ہوں یا پھر اردو مترجم نے فارسی کے بہت سے مقبوس چھوڑ دئے ہیں، اُن میں ایسا ذکر موجو ہو۔

مقابیس کے مطالعے سے ایک اہم بات سامنے آتی ہے کہ کم از کم بارہ (۱۲) خلفا کے خلافت نامے ماہِ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ (اگست ۱۸۹۹ء) اور ماہِ ذوالحجہ ۱۳۱۸ھ (اپریل ۱۹۰۱ء) کے درمیان لکھے گئے لیکن کشف الخلافت کے مصنف مرزا احمد اختر نے لکھا ہے کہ "۱۳۱۶ھ (مئی ۱۸۹۸ء تا اپریل ۱۸۹۹ء) میں دریائے رحمت حضرت شیخ (خواجہ غلام فریدؒ) کا موجزن دیکھ کر ایک فہرست مرتب کر کے دربارِ عام میں پیش کی"۔ (دیکھیں ص ۴۲۱)

پہلے یہ کہ مرزا احمد اختر کی اس فہرست میں سوائے بلند خان ناگوری کے، مقابیس کے باقی تمام نام شامل ہیں جنہیں مقابیس کے مطابق ۱۳۱۷ھ (۱۸۹۹ء) کے چوتھے ماہ ربیع الثانی میں خلافت نامے بھجوائے گئے اور بعض کو تو مزید ایک برس بعد ماہ ذی قعد اور ذوالحجہ ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۱ء) میں خلافت نامے عطا ہوئے۔

دوسری بات یہ کہ "سوانح عمری" میں بھی مرزا احمد اختر نے لکھا ہے کہ : "چنانچہ بعض کو ۱۳۱۸ھ، بعض کو ۱۳۱۹ھ میں خرقہ خلافت و مثالِ خلافت سے سرفراز فرمایا" (دیکھیں ص ۴۷۱) لیکن ۱۳۱۶ھ میں جاری کردہ فہرستِ خلافت دیکھ کر یہ حیرت ہوتی ہے کہ اس میں بہت سے ایسے نام بھی شامل ہیں جنہیں کافی عرصہ بعد خلافت ملی۔ "سوانح عمری" میں مصنف نے شیخ عبدالرحمن الہ آبادی اور فقیر محمد یعقوب چشتی کی خلافت ملنے کا واقعہ ۱۳۱۷ھ میں اور مولانا رکن الدین کو ۱۳۱۸ھ میں بیان کیا ہے جبکہ یہ تینوں نام ۱۳۱۶ھ کے حوالے سے کشف الخلافۃ میں بھی موجود ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ "سوانح عمری فرید ثانیؒ" میں مرزا احمد اختر نے حضرت خواجہ کے وصال سے تقریباً ۱۵ دن پہلے ماہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ (جولائی ۱۹۰۱ء) کے حالات لکھتے ہوئے بیان کیا ہے

کہ: "بیس (۲۰) ربیع الاول بوقتِ صبح بعد نمازِ اشراق حضور صحن میں جلوہ افروز تھے دربار عام تھا............ بعد میں نے فہرست خلفا ملاحظہ کرائی۔ اس کو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ سید امیر احمد جان (خراسانی) و سید بہادر شاہ و سید مومن شاہ، ان کو خلافت نہیں ہے۔ میرے رومال کے ذریعے سے یہ مرید کرتے ہوں گے۔ بعد میں اٹھ کر اپنے ڈیرے پر آیا۔ بعد میرے ایک صاحب نے عرض کیا کہ قبلہ منکران فقراً و حاسدان اعتراض کرتے ہیں کہ شاہزادہ احمد اختر کی سفارش سے خلافتیں ملی ہیں، سفارشی خلافت ناجائز ہوتی ہے۔ اس وقت تو کچھ جواب نہ فرمایا۔ دربار برخواست ہوا، حضور داخل خوابگاہ ہوئے بعد دو گھنٹے کے جب بیدار ہوئے اس وقت میاں نبی بخش صاحب و میاں غوث بخش صاحب کہ عزیزان حضرت سے ہیں اور میاں واحد بخش صاحب وغیرہ خدام موجود تھے کہ وہ صاحب بھی آگئے جنہوں نے خلافت کے بارے میں عرض کیا تھا۔ ان کو دیکھ کر نہایت قبض وبسط کے ساتھ بحوالہ سیر الاولیا و سبع سنابل واخبار الاخیار و تذکرۃ الاولیا و مکتوباتِ کلیمی کے خلافت کا بیان فرمایا جس کو اس سگِ درگاہ نے قلمبند کر کے ساتھ رسالہ "کشف الخلافۃ" کے موسوم کیا۔" (دیکھیں ص ص ۷۵۔۴۷۴)

یہی بیان کچھ وضاحت اور اسما کے اضافے کے ساتھ کشف الخلافت میں بھی آیا ہے لیکن ۱۳۱۶ھ کے حوالے سے جبکہ یہ واقعہ بقول مصنف خود جولائی ۱۹۰۱ء (۱۳۱۹ھ) میں خواجہ فرید کے وصال سے تقریباً پندرہ دن پہلے پیش آیا تھا۔ علاوہ ازیں کشف الخلافت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی ہے جبکہ خواجہ فرید حیات تھے۔ مذکورہ بالا واقعے کے تقریباً پندرہ روز بعد ۷ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ (۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء) کو خواجہ فرید کا وصال ہوا۔

کیا یہ ممکن تھا کہ ان پندرہ دنوں میں مصنف نے یہ رسالہ لکھ کر اسے الہ آباد بھجوایا اور خواجہ فرید کی وفات سے پہلے طبع کرا لیا۔ جبکہ "سوانح عمری" کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا احمد اختر خواجہ فرید کے وصال کے آخری لمحات تک چاچڑاں شریف میں مقیم رہے اور ان کے آخری دنوں کے لمحے لمحے کے عینی شاہد ہیں۔ دوسرا اہم ماخذ مقابیس المجالس بھی ۱۲ ربیع الاول تا ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۱ء) کے درمیانی حالات بیان نہیں کرتا ممکن ہے کہ اردو مترجم نے حذف کر دیے ہوں۔

دیگر نکتہ یہ بھی ہے کہ "سوانح عمری" کے مندرجہ بالا طویل اقتباس میں خواجہ فرید کا بیان مصنف نے نقل کیا ہے کہ: "سید امیر احمد جان و سید بہادر شاہ و سید مومن شاہ ان کو خلافت نہیں ہے۔ میرے رومال کے ذریعے سے یہ مرید کرتے ہوں گے۔" لیکن مصنف نے تو ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۶ء) میں مناقب حصہ اول میں ان تینوں حضرات کے نام خلفا میں تحریر کر دیے تھے بلکہ اس کے بعد مناقب حصہ دوم (۹۹-۱۸۹۸ء) میں ان ناموں کو خلفا میں دہرا لیا گیا۔ "سوانح عمری" میں بھی مصنف نے کشف الخلافۃ کے تقریباً تمام نام شامل کرنے کے علاوہ چار نام مزید بھی شامل کئے ہیں۔

## بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَقُولَنَّ شُکْراً بِغَیْرِالْحِسَابْ لِمَنْ رَشَّ مِنْ نُورِہ فِی التُّرَاب

اَلَا ذَرَّۃً مِّنْہُ سِرٌ دَقِیْق بَلِ اعْلَمْ لَھَا ضَوْءَ شَمْسِ الْحَقِیْق

فَقَدْ سَالَ فِیْ کُلِّ اَوْقَاتِھَا اِلٰی ذَاتِھَا کُلَّ ذَرَّاتِھَا

اَلَا عَیْنُ ذَاتٍ مُرَبِّیْ نَبِیُ فَمِنْ ثَمَّ فِیْ الْکُلِّ کَانَ الْعَلِیُ

وَ عَبْد'' خِطَابُہٗ شَرِیْفٍ کَرِیْمٌ فَمَا فَوْقَہٗ لَیْسَ لَقَبٌ'' عَظِیْمٌ''

شَفِیْعًا یَکُوْنَنَّ یَوْمَ التَّنَادْ وَ اَشْھَد عَلٰی ذٰلِکَ بَیْنَ الْبِلَادْ

وَ وَحْی'' کَمَاءٍ فَکَانَ الْخَتَمْ عَلَی الْبَدْرِ اَعْنِیْ شَفِیْعُ الْاُمَمْ

(ترجمہ:(۱) میں اس ذات کا بے حد شکر گذار ہوں جس نے مٹی میں اپنے نور سے ترشح فرمایا۔ (۲) خبر دار ہر ذرہ اس کے راز کا مظہر ہے بلکہ ہر ذرے کو نور شمس سے معمور سمجھ (۳) وہ ذات ہر وقت ہر ذرے کو اپنی طرف کھینچتی اور مائل کرتی ہے۔ (۴) جان لے کہ مربی عالم نبیٔ اکرم عین ذات ہیں اور وہ ہر مقام بلند پر فائز ہیں۔(۵) انہیں 'عبد' ایسا انتہائی شرف و کرامت والا خطاب ملا جس سے بلند تر کوئی خطاب نہیں (۶) وہ طویل ترین دن میں سب کی سفارش کریں گے۔ اس بات کی شہادت میں پوری دنیا میں دوں گا۔ (۷) اور پانی کی طرح زندگی بخش وحی اس بدر نبوت اور شفیع الامم پر ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے۔)

صلوٰۃ اللہِ علیہ و علی آلہ الطاھرین و اصحابہ الفانین فی الحق لفنائہ و الباقین ببقائہ (اللہ کی رحمتیں ہوں ان پر اور ان کی آل پاک پر اور ان کے اصحاب پر جو اپنی ذات سے حق میں فنا ہو کر بقا

حاصل کر چکے ہیں ) اما بعد بندہ خبر دادۂ دہر ذرہ کمتر احمد اختر خلف اکبر محمد
دارابخت میران شاہ ولیعہد حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی
خاتم السلاطین گورگانی نور اللہ تربتہ و برّد اللہ روحہ برادران دینی و محبان اہل
یقینی کی خدمت بابرکت میں عرض پرداز ہے جو کہ بمصداق مضمون افاضت
مشحون عند ذکر الصالحین تنزلت رحمۃ (نیکو کاروں کے ذکر سے اللہ
کی رحمت نازل ہوتی ہے ) یعنی صالحین کے ذکر کے وقت نازل ہوتی ہے رحمت
اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے المرء مع من احب (آدمی کا حشر
اسی ذات کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے ) یعنی آدمی ساتھ اس شخص
کے کہ جس کو دوست رکھتا ہے، چونکہ اس فانی کو بزرگان دین صاحبان اہل
یقین کے حالات تحریر کرنے کا شوق ہے جیسا کہ دیکھنے تذکرۃ الفقرا اور مجموعہ
تصوف و کرامات قادری و تذکرۃ اولیا ہند مطبوعہ میور پریس دہلی سے منکشف
ہو سکتا ہے پس مدت دراز سے یہ ارادہ تھا کہ کوائف عمری و خوارق و کرامت
قبلۂ راستان کعبہ واقفان خواجہ خواجگان حاجی حرمین شریفین منظور بارگاہ
ایزد وحید حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام فرید صاحب اوام اللہ اجلالہ مع
سلاسل پیران عظام کے تحریر کروں مگر ہر کار موقوف ہے اپنے وقت پر۔
الحال ۲۶ ماہ ذیقعدکہ وہ تاریخ حضور کے پیدائش کی ہے ۱۳۱۴ ہجری / اپریل
۱۸۹۷ء میں برائے آگاہی برخورداران مرزا محمد شاہ و مرزا محمود شاہ و مرزا
مسعود شاہ کہ داخل سلسلۂ غلامان حضور موصوف ہیں لکھنا شروع کر کے
ساتھ مناقب فریدی کے موسوم کیا مثنوی :۔

گوہر شاہوار بحر وحید
انجم تابدار برج مجید

ماہتاب منازل صمدی

آفتاب شعاع ذوالمجدی

آسمان جلالت عرفان

ابر باران قطرۂ ایقان

بزم اسرار را سراج منیر

خواجہ خواجگان بفضل کثیر

زبدۃ الاصفیاء والا دید

قدوۃ الاولیا غلام فرید

زید اللہ مجدہ مددًا

و مجد اللہ فضلہ امدًا

مستفیض است احمد اختر ازو

دل من و اثما منور ازو

(ترجمہ: (۱) بحرِ توحید کا چمکتا موتی۔ بزرگی کے برج کا روشن تارا۔

(۲) مقام صمدیت کی منزلوں کا چاند۔ ذات پاک صاحب مجد کی شعاعوں کا سورج

(۳) عرفان کا باجلال آسمان۔ یقین و ایمان کے قطرات برسانے والا بھرپور بادل

(۴) رموز الٰہی کی مجلس کا روشن چراغ۔ ڈھیر ساری فضیلتوں کا مالک خواجوں کا خواجہ

(۵) بلند نگاہ برگزیدہ لوگوں کا حاصل۔ اولیائے کرام کا پیشوا مگر ذات فرید (یکہ و تنہا) کا غلام (غلام فرید)۔

(۶) اللہ تعالیٰ اس کے شرف کو بے انتہا بڑھائے اور خدا وند کریم اس کی فضیلتوں کو مجد و فضل بخشے تا قیام قیامت۔

(۷) احمد اختر اس سے فیض یاب ہے۔ میرا دل سدا اس سے روشن ہے)

ناظرین سے امید ہے کہ خطا کو عین عطا سے معاف فرما کر اس فقیر پر تقصیر کو دعا خیر سے یاد فرماویں۔

بر کریما کارہا دشوار نیست

## مناجات مؤلف

خداوندا بجرم مصطفائی
بعظمت اہل بیت اصطفائی
بپاک پنجتن آن اہل تطہیر
بعز تہائی یاران وفا گیر
بحرمت چار یاران صفا کیش
بہ برکت آن شہیدان جفا ریش
بالطف خواجگان اہل چشتی
بحق جملہ پیران بہشتی
طفیل آں فرید الدین ثانی
بنام آں سخی کن مہربانی
کہ تالیف مرا مقبول گردان
دل ہر یک بدان مشغول گردان

(ترجمہ: (۱) اے خداوندا حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کے لطف و کرم کے صدقے اور ان کی برگزیدہ اہل بیت کی عظمت کے طفیل۔

(۲) ان اہل تطہیر پنجتن پاک کے صدقے اور (نبی کے) وفادار یاروں کی عزت کے واسطے سے

(۳) چار یاران صفا کیش کے وسیلہ سے اور کفار و مشرکین ظالم و جابر سلاطین زمانہ کے ہاتھوں شہید ہونے والوں کی شہادت کی برکت سے

(۴) خواجگان اہل چشت اور تمام پیران اہل بہشت کے لطف و کرم کے صدقے

(۵) اس فرید الدین ثانی (خواجہ غلام فرید) کے طفیل اور اس مرد سخی کے نام سے مجھ پر مہربانی فرما

(۶) میری اس تالیف (مناقب فریدیہ) کو قبولیت عطا فرما تاکہ ہر ایک کا دل اس کے

واضح ہو کہ خرقہ درویشی درگاہ رب العزت سے بشب معراج جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات خاتم الانبیاء، شافع روز جزا کو مرحمت ہوا حضرت نے وہ خرقہ شریف جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ کو دے کر دس صاحبوں کو اپنا مرید صاحب اجازت بنایا جو عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ قطعہ:

دہ یار بہشتی اند قطعی
بوبکر عمر علی و عثمان
طلحہ است زبیر و بو عبیدہ
سعد ست و سعید عبدالرحمٰن

اور بموجب مذہب درویشان خرقہ پوشوں کے جناب امیر کرم اللہ وجہ نے ستر صاحبوں کو خرقہ خلافت عطا فرمایا انمیں یہ حضرات عشرہ مبشرۂ علی کہلاتے ہیں یعنی جناب امیر المومنین امام حسن رضی اللہ عنہ دوم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ سوم خواجہ حسن بصری، چہارم خواجہ کمیل بن زیاد پنجم حضرت سلمان فارسی ششم مدایونی قلندر ہفتم خواجہ اویس قرنی ہشتم ابو المقتدر شرتح نہم شیخ عین الدین شامی دہم عبداللہ مکی علم بردار رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین۔ بیت ؎

جو عشرہ مبشرہ جناب علی ہیں وہ مقبول حق اور محب نبی ہیں

پس جب فقر بڑھا تو چار پیر مقرر ہوئے اول پیر حضرت امام حسن دوم حضرت امام حسین سوم خواجہ کمیل بن زیاد چہارم خواجہ حسن بصری یہ پیر شریعت کہلاتے ہیں نزدیک بعض مشائخ کے اول پیر خواجہ حسن بصریؒ دوم

خواجہ کمیل بن زیاد سوم خواجہ اویس قرنی چہارم خواجہ سری سقطی یہ پیر طریقت مشہور ہیں بعضے عبداللہ مکی و عبداللہ بحری کو بھی پیروں میں شمار کرتے ہیں اور اسی طرح فقرائے دلق پوش چار فقیر مانتے ہیں اول فقیر...... دوم فقیر آدم صفی اللہ سوم جناب رسول اللہ چہارم فقیر علی مرتضیٰ اور سلسلہ ہفت گروہ بھی جناب علی سے ہیں:

اول گروہ کمیلیہ خواجہ کمیل بن زیاد سے دوسرا گروہ بصریہ خواجہ حسن بصری سے تیسرا گروہ اویسیہ خواجہ اویس قرنی سے چوتھا گروہ قلندریہ خواجہ مدایونی قلندر سے پانچواں سلمانیہ خواجہ سلمان فارسی سے چھٹا گروہ سریہ خواجہ سری سقطی سے ساتواں گروہ نقشبندیہ اول ظہور اس کا حضرت ابابکر صدیق سے ہوا بعدہٗ سلسلہ جناب علی میں شامل ہو گیا بعد اس کے چودہ خانوادے جاری ہوئے اور ہر ایک میں بے انتہا اولیاء ہوئے اور تا قیامت ہوتے رہیں گے پھر ہر ایک خانوادہ سے اور جدید گروہ نکلے چہاردہ خانوادے سے پانچ بالعموم چشت اور نو قادریہ کہلاتے ہیں پانچوں خانوادہ چشت یہ ہیں زیدیہ خواجہ عبدالواحد زید سے دوم عیاضیہ خواجہ فضیل بن عیاض سے سوم ادہمیہ خواجہ ابراہیم ادہم بلخی سے چہارم ہبیریہ خواجہ ہبیرۃ البصری سے پنجم چشتیہ خواجہ ابو اسحاق چشتی سے ان حضرات کے سلاسل اور کوائف آگے بیان ہونگے خانوادہ ادہمیہ سے گروہ خضرویہ خواجہ احمد خضرویہ سے جاری ہوا کہ مرید حاتم اصم کے وہ مرید شقیق بلخی کے وہ مرید خواجہ ابراہیم بلخی کے ۳۴۰ ہجری / ۹۵۱ء میں فوت ہوئے۔ خانوادہ چشتیہ سے گروہ چشتیہ خواجہ ابو اسحاق چشتی سے شروع ہو کر خواجہ بزرگ معین الدین اجمیری تک ختم ہوا دوسرا گروہ کرمانیہ شاہ عبداللہ کرمانی سے جاری ہوا۔ کہ مرید خواجہ

بزرگ کے تھے سوم گروہ کریمیہ پیر کریم سیلونی سے کہ مرید خواجہ بزرگ کے تھے چہارم گروہ صابریہ مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر سے جاری ہوا۔ مرید خواجہ فرید الدین اول کے تھے ۱۳ ربیع الاول ۶۰۹ھ / ۱۲۱۲ء مطابق سنہ جلوس سلطان جلال الدین خلجی کے وفات پائی۔ مزار پیران کلیر میں ہے پنجم گروہ قلندریہ شرف الدین بو علی قلندر سے جاری ہوا کہ مرید شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے وہ مرید امام الدین ابدال کے وہ مرید خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ۱۳ رمضان ۳۶۴ ہجری / ۷۵-۹۷۴ء میں وفات پائی مزار پانی پت میں ہے ششم گروہ پیر کباری و توزی پیر کبار بن شورہ سے جاری ہوا کہ مرید خواجہ مودود چشتی کے تھے ۵۵۰ ہجری / ۱۱۵۵ء میں فوت ہوئے مزار افغانستان میں۔ ہفتم گروہ نظامیہ محبوب الٰہی سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء سے جاری ہوا ہشتم حسامیہ شیخ حسام الدین مانک پوری سے جاری ہوا کہ مرید نور الدین قطب عالم کے وہ مرید شیخ علاؤالدین بنگالی کے وہ مرید شیخ سراج الدین اخی کے وہ مرید سلطان المشائخ کے ۸۸۴ ہجری / ۱۴۷۹ء میں فوت ہوئے مزار مانک پور میں نہم نظام شاہی شیخ نظام الدین نارنولی سے کہ مرید حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۹۹۹ ہجری / ۹۱-۱۵۹۰ء میں فوت ہوئے مزار نارنول میں دھم گروہ قلندر شاہی شیخ عزیز مکی سے کہ مرید خضر رومی کے وہ مرید خواجہ قطب الدین کے یازدہم جلیلیہ پیر جلیل سے کہ خواجہ بزرگ کے مرید مشہور ہیں مزار لکھنؤ میں دوازدہم حمزہ شاہی شیخ حمزہ سے جاری ہوا کہ مرید شیخ بہاء الدین کے وہ مرید سید محمد گیسو دراز دہلوی کے ۷۹۵ ہجری / ۹۳-۱۳۹۲ء میں فوت ہوئے ان کے فقیر حمزہ (حمزیہ) کہلاتے

ہیں۔ سیز دہم گروہ سلیم شاہی شیخ سلیم چشتی سے جاری ہوا کہ مرید شیخ ابراہیم چشتی کے تھے ۲۹ رمضان ۹۷۹ ہجری / ۱۵۷۲ء میں وفات پائی مزار سیکری فتح پور میں چہاردہم گروہ فخریہ مولانا فخر الدین فخر جہان دہلوی سے جاری ہوا اس گروہ کے تین شاخ ہیں جو خواجہ شاہ سلیمان صاحب کے مرید ہیں وہ سلیمانی جو خواجہ نیاز احمد صاحب کے مرید ہیں وہ نیازی جو مولانا ضیاء الدین جیپوری کے مرید ہیں وہ ضیائی کہلاتے ہیں پانزدہم گروہ فریدیہ حضرت مولانا شاہ غلام فرید ثانی سلمہ الرحمانی سے جاری ہوا اس گروہ میں بعد نصف شب کے سونا منع بلکہ حرام ہے یہ لوگ عاشق اسم ذات بالجہر ہوتے ہیں کھڑی ٹوپی کانوندار (کان رکھنے والی، کاندار) زیب سر رکھتے ہیں۔

اور خانوادہ ہائے قادریہ کی کیفیت یہ ہے اول خانوادہ حبیبیہ خواجہ حبیب معظم عجمی سے جاری ہوا کہ مرید خواجہ حسن بصری کے تھے ۳ ربیع الاول ۱۵۶ ہجری / ۷۷۲-۷۳ء میں وفات پائی مزار ملک عجم میں دوم خانوادہ طیفوریہ طیفور الدین شامی سے جاری ہوا کہ مرید عین الدین شامی کے وہ مرید علی مرتضیٰ کے بعض اس خانوادے کو بایزید بسطامی سے مانتے ہیں وفات خواجہ بایزید کی ۱۶۱ ہجری [۱] میں ہوئی اس خانوادہ سے دو گروہ جاری ہوئے اول طبقاتی شاہ بدیع الدین قطب المدار سے جاری ہوا کہ مرید طیفور الدین شامی کے تھے اس گروہ کی سڑسٹھ (۶۷) شاخیں ہیں اور پانچ خلیفہ مشہور تر ہیں باقی چھیانوے خلیفہ کل ہوئے ہیں خلیفہ اول سید جمال الدین جان من جنتی بڑی عمر کے فقیر گزرے ہیں ۹۵۱ ہجری / ۱۵۴۴ء میں بمقام ہیلسہ

---

[۱] نفحات الانس کے مطابق آپ کی وفات ۲۶۱ھ بمطابق ۷۵-۸۷۴ء میں ہوئی بعض نے ۲۳۴ھ بمطابق ۴۹-۸۴۸ء بھی کہا ہے۔

علاقہ کوچ بہار میں فوت ہوئے ان کے مریدوں کے باون فرقہ ہیں وہ دیوان گان کہلاتے ہیں دوسرے قاضی مظہر ظاہر وصال ان کا ۸۱۴ھ / ۱۴۱۱ء میں ہوا ان کے مرید عاشقان کہلاتے ہیں وہ نو پٹی عاشقان مشہور ہیں عاشقان سوختہ شاہی و کمر بستہ کلامی و مکھا شاہی و امام نوروزی و لعل شہبازی و کمال قادری و کریم شاہی و بابا گوپالی تیسرے خلیفہ مدار صاحب کے سید ابو محمد خواجہ آرغون صاحب سجادہ وفات ان کی ۸۹۷ ہجری / ۹۲-۱۴۹۱ء میں ہوئی مزار مکن پور میں ان کے مریدین خادمان کہلاتے ہیں ان کے چار فرقہ ہیں اور خدام آستانہ شریف بھی انہی کی اولاد سے ہیں چوتھے خلیفہ کے فقیر طالبان کہلاتے ہیں ان کے دو فرقہ ہیں دوسرا گروہ شطاریہ شیخ عبداللہ شطاری سے جاری ہوا کہ مرید شیخ طیفوری کے وہ مرید شیخ محمد عاشق خدا کے وہ مرید شیخ خدا قلی کے وہ مرید شیخ محمد خدا قلی کے وہ مرید خواجہ ابو الحسن خرقانی کے ۶۳۳ ہجری / ۳۶-۱۲۳۵ء میں فوت ہو کر قلعہ منڈو مین مدفون ہوئے تیسرا خانوادہ کرخیہ خواجہ معروف کرخی نے جاری ہوا کہ مرید خواجہ داؤد طائی کے وہ مرید خواجہ حبیب عجمی کے ۲ محرم ۲۰۰ ہجری / ۱۶-۸۱۵ء میں فوت ہوئے گروہ نقشبندیہ کا توسُّل اسی خانوادہ سے ہے چوتھا خانوادہ سقطیہ خواجہ حسن سری سقطی [۱] سے جاری ہوا کہ مرید خواجہ معروف کرخی کے تھے ۳ رمضان ۲۵۳ ہجری / ۸۶۷ء میں وفات پائی مزار بغداد میں اس خانوادہ سے گروہ نوریہ جاری ہوا شیخ ابو الحسن نوری سے کہ مرید خواجہ سری سقطی کے تھے وفات ان کی ۲۹۵ ہجری / ۸-۹۰۷ء میں ہوئی پانچواں خانوادہ جنیدیہ خواجہ جنید بغدادی سے کہ مرید

---

[۱] نفحات میں آپ کا نام سری بن المغلس سقطی اور کنیت ابو الحسین لکھی گئی ہے۔

خواجہ سری سقطی کے تھے ۲۷ رجب ۳۰۲ ہجری / ۱۵-۹۱۴ء میں وفات
پائی مزار بغداد میں چھٹا خانوادہ گازرونیہ خواجہ ابواسحاق گازرونی سے جاری
ہوا کہ مرید شاہ عبداللہ خفیف گازرونی کے وہ مرید خواجہ محمود کے وہ مرید
خواجہ جنید بغدادی کے ۲۴۶ ہجری / ۸۶۰ء میں وفات پائی ساتواں خانوادہ
طرطوسیہ خواجہ ابوالفرح طرطوسی سے جاری ہوا کہ مرید شیخ عبدالواحد عزیز
یمنی کے وہ مرید شیخ ابوبکر شبلی کے وہ مرید خواجہ جنید بغدادی کے ۴۴۷
ہجری / ۱۰۵۵ء میں وفات پائی اس خانوادہؒ سے بیس گروہ جاری ہوئے۔
اول گروہ قادریہ حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی سے جاری ہوا کہ
مرید شیخ ابوسعید مبارک مخزمی کے وہ مرید شیخ ابوالحسن قریشی الہکاری کے
وہ مرید شیخ ابو الفرح طرطوسی کے وفات آپ کی ۹ر ربیع الثانی ۵۶۲
ہجری / ۱۱۶۷ء میں ہوئی مزار بغداد میں دوم گروہ رزاقیہ سید عبدالرزاق
بن غوث پاک سے جاری ہوا کہ مرید اپنے پدر کے تھے ۵۹۵ ہجری /
۹۹-۱۱۹۸ء میں وفات پائی مزار بغداد میں سوم گروہ وہابیہ سید عبدالوہاب
سے جاری ہوا مرید اور فرزند غوث پاک کے تھے ۲۵ شوال ۶۰۳ ہجری /
۱۲۰۷ء میں فوت ہوئے مزار بغداد میں چہارم گروہ قبیشیہ سید قبیش سے کہ
مرید و خواہر زادہ غوث پاک کے تھے پنجم گروہ میاں خیل شاہ خلیل شامی
سلیمان جہاز گرواک سے کہ مرید سید عبدالرزاق کے تھے ششم گروہ محمد
شاہی شاہ محمد حیات سے کہ مرید شیخ عبداللہ خلیفہ غوث پاک کے تھے ۶۵۸
ہجری / ۱۲۶۰ء میں وفات پائی مزار بغداد میں ہفتم گروہ غفور شاہی شیخ
عبدالغفور اعظم پوری سے کہ ۸ شعبان ۷۵۵ ہجری / ۱۳۵۴ء میں وفات
پائی نہم گروہ نعمت اللہ شاہی شاہ نعمت اللہ ولی سے کہ اولاد غوث پاک سے تھے

اور مرید بھی اپنے جدی سلسلہ میں تھے عہد فیروز شاہ بہمنی ۸۳۴ ہجری / ۳۱-۱۴۳۰ء میں وفات پائی مزار کوہ پھیلی پر اس گروہ کے فقیر تاج ترکی رکھتے ہیں دہم گروہ سید شاہی سید محمود سفرنامہ لاہوری سے کہ مرید سید موسیٰ کے وہ مرید سید شمس الدین کے وہ مرید سید یعقوب کے وہ مرید سید عبداللہ شاہ قادری کے وہ مرید سید علی کے وہ مرید سید احمد کے وہ مرید سید اصغر کے وہ مرید شاہ ابوالفرح کے وہ مرید سید عبدالوہاب بن غوث پاک کے ۹۴۳ ہجری / ۳۷-۱۵۳۶ء میں وفات ہوئی مزار لاہور میں یازدہم گروہ بہلول شاہی سلطان العارفین بہلول دریائی سے کہ مرید شاہ لطیف اللہ کے وہ مرید شاہ جمال اللہ حیات المیر زندہ جاوید کے انکو خرقہ شاہ نصیر الدین قریشی سہروردی سے بھی پہنچا تھا ۹۸۳ ہجری / ۷۶-۱۵۷۵ء میں وفات ہوئی دوازدہم گروہ قمیصیہ سید شاہ قمیص بن ابی الحیات گیلانی سے کہ اولاد سے سید عبدالرزاق بن غوث پاک کے تھے اور مرید بھی جدی سلسلہ میں تھے ۳ ذیعقدہ ۹۹۲ ہجری / ۱۵۸۴ء وفات پائی مزار ملک بنگالہ میں سیزدہم گروہ میر شاہی و میاں خیل میاں میر بالا پیر لاہوری سے کہ مرید سید خضر سیوستانی کے اور پیر صحبت شاہجہاں بادشاہ کے ۹۵۷ ہجری / ۱۵۵۰ء میں وفات پائی مزار لاہور میں چہاردہم گروہ حسین شاہی شاہ لال حسین لاہوری سے کہ مرید بہلول دریائی کے تھے۔ پیر صحبت اکبر اعظم کے ۱۰۰۸ ہجری / ۱۶۰۰-۱۵۹۹ء میں وفات پائی مزار لاہور میں۔ پانزدہم گروہ ہاشم شاہی میر علی ہاشم چہار ضرب سے کہ مرید اولاد سلسلہ غوث پاک سے تھے ۷ ار شوال ۱۱۳۵ ہجری / ۲۳-۱۷۲۲ء میں فوت ہوئے۔ شانزدہم گروہ مقیم شاہی سید محمد قاسم سے کہ مرید حیات المیر بغدادی کے اولاد غوث پاک

سے تھے ۱۰۵۵ ہجری / ۱۶۴۵ء میں فوت ہوئے گروہ ہفدہم نوشاہی خواجہ فضیل نوشاہی سے کہ سلسلہ نسب و مریدی سید عبدالوہاب بن غوث پاک سے ملحق ہے ۱۰۵۵ ہجری / ۱۶۴۵ء میں فوت ہوئے گروہ ہشت دہم جباریہ سید عبدالجبار سے جاری ہوا گروہ نوزدہم محمود شاہی محمود اوشی سے کہ فقیر اس گروہ کے رسی مونج کی گلے میں باندھتے ہیں بستم گروہ سدو شاہی یہ پیر بھائی بہلول دریائی کے تھے گروہ بست یکم خاکساریہ شاہ خاکسار اپرم پار سے جاری ہوا ہشتم خانوادہ فردوسیہ شیخ نجیب الدین کبرئ فردوسی سے کہ مرید شیخ وجیہ الدین ابو حفص کے وہ مرید شیخ اسود احمد دینوری کے وہ مرید شیخ ممشاد علو دینوری کے ۶۱۸ ہجری / ۱۲۲۱ء میں وفات پائی مزار بغداد میں اس خانوادہ سے ایک گروہ بڈھن شاہی پیدا ہوا یعنی خلیفہ شاہ بڈھن دیوان مرید شیخ مظفر بلخی کے وہ مرید یحییٰ منیری کے وہ مرید شیخ نجیب الدین فردوسی کے وہ مرید شیخ رکن الدین دہلوی کے وہ مرید شیخ بدر الدین سمرقندی کے وہ مرید شیخ نجیب الدین کبرئ فردوسی کے ۸۰۰ ہجری / ۹۸-۱۲۷۹ء میں وفات پائی اس کی کئی شاخیں ہیں۔

نواں خانوادہ سہروردیہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے جاری ہوا کہ مرید شیخ ضیاء الدین کے وہ مرید شیخ ابو نجیب سہروردی کے وہ مرید شیخ عبداللہ ابو محمد کے وہ مرید شیخ اسود احمد دینوری کے ۶۳۱ ہجری / ۳۴-۱۲۳۳ء میں وفات پائی۔ مزار بغداد میں اس خانوادہ سے بھی کئی گروہ نکلے۔

اول گروہ صوفیہ حمید الدین صوفی دہلوی سے کہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے ۱۹ رمضان ۶۷۸ ہجری / ۸۰-۱۲۷۹ء میں وفات پائی

مزار دہلی کہنہ میں ہے۔ دوم گروہ جلالیہ منیر شاہ میر سرخ بخاری[1] سے کہ مرید شیخ بہاء الدین ملتانی کے وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے ۱۹ جمادی الاول ۶۹۹ ہجری / ۱۳۰۰ء میں وفات ہوئی۔ اس گروہ کے فقیر ہرن کا سینگ رکھتے ہیں وقت عشق کے اسکو جاتے ہیں سوم گروہ لعل شہبازیہ سید لعل شہباز سے کہ مرید شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تھے ۷۶۴ ہجری / ۶۳-۱۳۶۲ء میں فوت ہو کر سندھ میں مدفون ہوئے بمقام سیوہان چہارم گروہ مخدومیہ سید جلال الدین جہانیاں سے کہ مرید سید لعل سرخ (جلال الدین سرخ میر بخاری) کے تھے ایک سو ایک پیروں سے خرقہ خلافت حاصل کیا ۷۸۵ ہجری / ۱۳۸۳ء میں وفات ہوئی مزار اُچ میں۔ پنجم گروہ کرم علی جھلی شاہ کرم علی جھلی سے کہ مرید شیخ محمد کشمیری کے انکا سلسلہ سید لعل سرخ سندھی سے ملحق ہوتا ہے فقیر اس گروہ کے تازیانہ رکھتے ہیں وقت عشق کے اپنے بدن پر مارتے ہیں ششم گروہ موسیٰ شاہی کہ سدا سہاگ مشہور ہے شاہ موسیٰ احمد آبادی کہ مرید شاہ سکندر ربودلہ کے وہ مرید شاہ جیو لعل قلندر کے وہ مرید شاہ جمال مجرد کے وہ مرید شیخ ابراہیم گرم سیل کے وہ مرید ضیاء الدین سہروردی کے وفات آپ کی ۸۵۳ ہجری / ۱۴۴۹ء میں ہوئی مزار احمد آباد میں آپ کے بعد آپ کے مرید سید عماد الدین کو مشائخین احمد آباد نے صاحب سجادہ کیا اور سرخ اوڑھنی دی ہفتم گروہ رسول شاہی سید رسول شاہ الوری سے کہ مرید شاہ نعمت اللہ ولی کے وہ مرید شاہ داؤد کے وہ

---

[1] محمد دین کلیم کے مطابق آپ کا نام جلال الدین اور لقب جلال سرخ بخاری تھا، آپ کو میر سرخ بھی کہا جاتا تھا۔ پیدائش آپ کی ۵۹۰ھ بمطابق ۱۱۹۳ء اور وفات ۶۹۰ھ بمطابق ۱۲۹۱ء اچ شریف میں ہوئی۔ لفظ 'مخدوم' سے سال وفات نکلتا ہے۔ (سہروردی اولیائے لاہور۔ ص ص ۹۸-۱۰۰)

مرید شاہ سخی حبیب اللہ کے وہ مرید اسماعیل کے وہ مرید سید شاہ مرتضیٰ آنند
کے وہ مرید سید عبدالرزاق کے وہ مرید شاہ اللہ داد کے وہ مرید شاہ بندگی
کے وہ مرید شاہ منجن گوشہ نشین کے وہ مرید خواجہ اسحاق کے وہ مرید شاہ
داؤد قریشی کے وہ مرید سید صدرالدین راجو قتال دہلوی کے وہ مرید مخدوم
جہانیاں کے مزار الور میں اس گروہ کے فقیر چہرہ سے خاک لگاتے ہیں تکونا
رومال سر سے باندھتے ہیں چار ابرو کا صفایا رکھتے ہیں رات کا سونا حرام مانتے
ہیں ہشتم گروہ میران شاہی شاہ میران موج بندگی سے کہ مرید سید جلال
سرخ کے خاندان کے تھے ۹۴۰ ہجری / ۳۴-۱۵۳۳ء میں فوت ہوئے
مزار علاقہ بہاولپور میں نہم گروہ عیدروسیہ سید عبداللہ مالکی عیدروسی سے کہ
مرید شیخ ابوبکر کے سات واسطوں سے شیخ الشیوخ سے ملتے ہیں دہم گروہ قاسم
شاہی حاجی قاسم سے کہ مرید شیخ محمد کشمیری کے ۱۰۳۳ ہجری /
۲۴-۱۶۲۳ء میں فوت ہوئے اس گروہ کے فقیر پیروں میں گھونگرو باندھ
کر مجالس فقرا میں دھمال کرتے ہیں یازدہم گروہ رزاق شاہی شاہ
عبدالرزاق سے کہ مرید شاہ محمد میران بندگی کے ۱۰۴۶ ہجری /
۳۷-۱۶۳۶ء میں فوت ہوئے مزار لاہور میں دوازدہم گروہ دولا شاہی
شاہ دولا دریائی سے کہ مرید سید ناسرمت کے وہ مرید پیر برہان الدین کے وہ
مرید سید صدرالدین کے وہ مرید شیخ رکن الدین دہلوی کے وہ مرید شیخ ابو
الفتح ملتانی کے ۱۰۷۵ ہجری / ۶۵-۱۶۶۴ء میں فوت ہوئے اس گروہ کے
فقیر خاک سے الف اپنی پیشانی پر ہیں جمع اللہ میں بجائے سلام کے عشق
اللہ و فقر اللہ کہتے ہیں جواب میں سدا را عشق (سدا رہے عشق؟) پاتے ہیں یہ الف
اللہ کے فقیر بھی مشہور ہیں سیزدہم گروہ سدو شاہی امیر سادات خان نجار

سے جاری ہوا کہ شاہ دولہ دریائی کے پیر بھائی اور ہم زمانہ تھے چہاردہم گروہ اسماعیل شاہی شاہ اسماعیل سے کہ مرید شیخ عبدالکریم کے وہ مرید مخدوم طیب کے وہ مرید مخدوم برہان الدین کے وہ مرید شیخ چنن کے وہ مرید شیخ سیلون کے وہ مرید شیخ حسام الدین متقی ملتانی کے وہ مرید سید شاہ عالم احمد آبادی کے وہ مرید سید راجن قتال دہلوی کے وہ مرید مخدوم جہانیاں کے ۱۰۸۵ ہجری / ۷۵-۱۶۷۴ء میں فوت ہوئے پانزدہم گروہ حلیم شاہی شیخ بہاء الدین حلیم سہروردی سے کہ مرید شیخ شہر اللہ کے وہ مرید شیخ یوسف سہروردی کے وہ مرید شیخ برہان الدین سہروردی کے وہ مرید شیخ صدرالدین کے وہ مرید شیخ محمد کے وہ مرید شیخ الاسلام سہروردی کے وہ مرید شیخ رکن الدین کے وہ مرید شیخ صدرالدین حکیم کے وہ مرید شیخ اسماعیل سہروردی کے وہ مرید مخدوم جہانیاں کے شازدہم گروہ حبیب شاہی شاہ حبیب ملتانی سے کہ مرید شیخ عبدالکریم کے تھے ہفدہم گروہ مرتضیٰ شاہی شاہ، مرتضی آنند سے کہ مرید شیخ عبدالکریم موصوف الصدر کے تھے، ملک دکن میں ایک گروہ آنندی نام سے بھی مشہور ہے۔ ہیزدہم گروہ ناتھ شاہی اس کا سلسلہ نہیں ملا۔

خانوادہ جنیدیہ سے پانچ گروہ جاری ہوئے اول گروہ انصاریہ یہ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری سے جاری ہوا کہ مرید خواجہ ابوالحسن خرقانی کے وہ مرید شیخ ابو عباس احمد کے وہ مرید شیخ عبداللہ سنجری کے وہ مرید شیخ ابو احمد جبزیری کے وہ مرید خواجہ جنید بغدادی کے ربیع الآخر ۴۸۱ ھ / ۱۰۸۸ء میں وفات پائی، مزار ہرات میں دوم گروہ رفعی (رافعیہ / رفاعیہ) سید احمد کبیر رفعی (رفاعی؟) سے کہ مرید سید جلال الدین قادری گیلانی کے وہ

مرید شیخ ابو نضیل محمد کے وہ مرید شیخ علی قادری کے وہ مرید سید علی بن ترکان کے وہ مرید شاہ مومنین کے وہ مرید شیخ ابو بکر شبلی کے وہ مرید خواجہ جنید بغدادی کے فقیر اس گروہ کے گرز آہنی رکھتے ہیں جمع اللہ میں اپنے بدن پر ضرب لگاتے ہیں ۲۲ جمادی الاول ۵۷۲ ہجری / ۱۱۷۶ء میں وفات پائی سوم گروہ یسویہ خواجہ احمد یسوی سے کہ مرید خواجہ یوسف ہمدانی کے وہ مرید خواجہ ابو علی فارمدی کے وہ مرید خواجہ ابو قاسم گرگانی کے وہ مرید شیخ ابو عثمان مغربی کے وہ مرید خواجہ ابو علی کاتب کے وہ مرید خواجہ علی رودباری کے وہ مرید خواجہ جنید بغدادی کے چہارم گروہ زاہدیہ خواجہ فخر الدین زاہد سمرقندی سے کہ مرید خواجہ قطب الدین عبد المجید کے وہ مرید خواجہ ابو اسحاق گازرونی کے بعض اس کو سلسلہ گازرونیہ میں شمار کرتے ہیں پنجم گروہ اولیائی شاہ اولیاء سداپوری سے کہ مرید سلسلہ شیخ احمد کے تھے اور چھٹا گروہ چشتی نام سے بھی مشہور ہے گروہ نقشبندیہ اس کا کچھ ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے خواجہ بہاء الدین نقشبند سے ہے کہ مرید خواجہ امیر کلال کے وہ مرید خواجہ محمد بابا سماسی کے وہ مرید خواجہ عزیز رامتینی کے وہ مرید خواجہ عبد الخالق غجدوانی کے وہ مرید خواجہ ابو یوسف ہمدانی کے وہ مرید خواجہ ابو علی فارمدی کے وہ مرید خواجہ ابو الحسن خرقانی کے وہ مرید خواجہ بایزید بسطامی کے ۳ ربیع الاول ۷۹۱ ہجری / ۱۳۸۹ء میں وفات پائی مزار قصر عارفان توابع بخارا میں یہ گروہ تین نام سے پکارا جاتا ہے ایک نقشبندیہ دوم نقشبندیہ مجددیہ سوم نقشبندیہ ابو العلائی اس گروہ کے جو فقیر گدائی کرتے ہیں وہ شبکو چراغ ہاتھ میں لے کر مناقب پڑھتے ہوئے گشت کرتے ہیں۔

**فائدہ:** ایک نیا فرقہ عارف شاہی ہوا ہے سید عارف شاہ سہس

پوری سے کہ اثنا عشری تھے علی جی متصل دہلی میں ان کی قبر ہے چٹی ٹہی والے کہلاتے ان کے فقیر ان سے اوپر اپنا سلسلہ نہیں بتا سکتے لہذا جمع اللہ سے خارج ہیں ایسے ہی فقیر شتر اشاہی اور گدا نارائینی بھی جمع اللہ سے خارج ہیں۔

## طبقہ دوم

**مناقب اول** درذکر حضرت خاتم المرسلین شفیع المذنبین رحمت للعالمین صاحب المعراج [۱] بشیر ونذیر مسکین ویٰسین [۲] صاحب السیف والعلم احمد مجتبٰی محمد مصطفٰی صلواۃ اللہ علیہ وآلہ الطاہرین واصحابہ الاجمعین کہ بہترین موجودات بلکہ ظہور ہر موجودات نور وجود باوجود اس محبوب معبود سے ہے جیساکہ فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُورِی (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو مخلوق فرمایا) اور یہ بھی ارشاد ہے لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (اے میرے محبوب اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) پس یہ حکم حضرت کی بزرگی پر قوی دلیل ہے حضرت صحیح النسب شرفائے مکہ قبیلۂ قریش سے ہیں کہ جنکی شرافت مثل آفتاب عالمتاب کے روشن اور منور ہے سلسلہ حضور پُر نور کا از جانب پدر یعنی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف اور سلسلہ از طرف مادر یعنی آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک بیبی آمنہ بنت وہب بن [۳] عبدالمناف موصوف الصدر۔ حضور کے ۱۹۹ اسم مبارک ہیں ہر ایک ان میں انسب اور اولیٰ اور پر تاثیر ہے مگر حضور اسم مسکین کو بہت دوست رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ

---

[۱] صاحب تاج والمعراج - [۲] طہٰ ویٰسین کے بجائے مصنف نے مسکین دے کر ایک جدت پیدا کی ہے

[۳] یہاں مصنف سے سلسلے میں ایک واسطہ ' منبہ بن عبدالمناف ' رہ گیا ہے

اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَ مِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ (اے اللہ! مجھے مسکینوں کے ساتھ زندہ رکھ، مسکینوں میں موت دے اور روزِ حشر مسکینوں کے ساتھ اٹھانا) یعنی بار خدایا زندہ رکھ تو مجھ کو مسکین اور موت دے تو مجھ کو مسکین اور اٹھائیو مجھ کو دن قیامت کے مسکینوں میں حضرت امام عبداللہ یافعی مکی فرماتے ہیں کہ دو جملہ اول کے کافی تھے واسطے بشارت مساکین کے چہ جائیکہ اٹھا تو مجھ کو گروہ مساکین میں اس سے اور زیادہ بشارت واسطے مسکینوں کے پائی جاتی ہے سبحان اللہ باوجود اس رتبۂ عالی کے حضور کے کیا خیالات تھے ہمیشہ حضور مسکینوں اور یتیم بچوں کو بہت دوست رکھتے اور جملہ احباب اور اصحاب کو ان کی خبر گیری کے لئے تاکید اکید فرماتے ولادت باسعادت حضور کی بعد از طلوع صبح صادق بروز دو شنبہ ماہ ربیع الاول سال واقع فیل عہد نوشیروان عادل کے بیالیسویں سال جلوس میں ہوئی انتقال سکندر رومی کو اسوقت چھ سو بہتر برس گزرے تھے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے تا ولادت حضور چھ سو برس گزرے تھے اور جو معجزات کہ وقت پیدائش اور وقت شیر خواری و خورد سالی کے ظہور میں آئے سب کتب ہائے مطولہ میں مشروحاً درج میں اور بعمر چہل سال بماہ رمضان المبارک نزول وحی کا ہوا بعض کے نزدیک بروز دو شنبہ ۳ ربیع الاول شروع سال اکتالیس میں نزول ہوا اس عرصہ میں جو معجزات حضور سے ظہور میں آئے وہ کسی نبی کو میسر نہیں ہوئے کہ جو کتب ذیل سے منکشف ہو سکتے ہیں یعنی صحاح ستہ و معارج النبوت و مدارج النبوت و اعجاز نبوی و تاریخ حبیب اللہ سیر محمدی وغیرہ۔ مثل نزول قرآن مجید و معجزہ شق القمر وغیرہ ایک ہزار معجزہ درج ہیں اور بروایت صحیح اور مشہور تر معراج

ستائیسویں شب رجب المرجب کو ہوئی اور ہجرت حضور کی با حضرت ابا بکر صدیق شب ۷ ۲ صفر یا غرہ ربیع الاول تیرہویں سال نبوت سے ہے جس روز حضور مکہ معظمہ سے باہر تشریف لائے ہیں وہ روز شنبہ تھا بعض نے پنجشنبہ لکھا ہے اور داخلہ حضور کا مدینہ طیبہ میں بروز دو شنبہ ۱۹ ربیع الاول کو ہوا وفات حضرت کی بوقت چاشت بروز دو شنبہ بارہ یا گیارہ ربیع الاول ہجرت سے گیارہویں سال حجرہ بی بی عائشہ صدیقہ میں ہوئی اور اس ہی جگہ جسد مبارک زمین میں سپرد کیا گیا عمر شریف حضرت کی ۶۳ سال کی ہوئی اس عرصہ میں کل سوا گیارہ سیر جو نوش فرمائے۔

چوں شفیع الوریٰ بہ جنت رفت

روح اکبر ز اہل بیت گزشت

(ترجمہ : جب مخلوق خدا کی سفارش کرنے والے اس جہان سے سدھارے تو ، اہلِ بیت کرام کی جان نکل کر رہ گئی )

خلفاء حضرت کے طبقہ اول میں بیان ہو چکے ہیں۔

**مناقب دوم** در ذکر شیر بیشہ ولایت و کرامت حامی دین و ملت صاحب علم والقلم علی مرتضیٰ شیر خدا اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ کنیت آپ کی ابو الحسن و ابو تراب و لقب مرتضیٰ و حیدر و صفدر و کرار و نام نامی علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف اور نام آپ کی والدہ کا فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد المناف تھا ولادت باسعادت حضرت کی خانہ کعبہ میں بروز جمعہ ۱۳ رجب واقعہ فیل سے تیس سال بعد اور وہ یہی ذات بابرکات تھی کہ خورد سالی میں اقرار نبوت کر کے ایمان لائی اور ہجرت رسول مقبول علیہ السلام سے ۳۵ یا ۳۶ ویں سال مسند خلافت پر جلوہ گر ہو کر پانچ سال تین ماہ

افزایش و درستگی دین احمدی میں مصروف رہے حضرت امام اول آئمہ ہدٰی ہیں اور امام حنبل صاحب فرماتے ہیں کہ جس قدر فضائل مجھ کو جناب علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل ہوئے وہ اور کسی اصحاب نبوی سے حاصل نہ ہوئے سبحان اللہ حضرت کا وہ رتبہ عالی تھا کہ پروردگار عالم نے آپ کے واسطے کئی بار ردشمس [۱] فرمایا خلفاء آپ کے طبقہ اول میں بیان ہوئے۔

**نقل** ہے کہ جب خرقہ درویشی درگاہ رب العزت سے جناب سرور کائنات علیہ السلام کو مرحمت ہوا تو ایک روز حضور نے صحابہ کو جمع فرما کر اول حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یا صدیق اگر میں خرقہ درویشی تم کو دوں تو تم اسکا کیا شکر ادا کرو گے انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صدق کروں گا اور صدق کو رواج دوں گا یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یا عمر اگر خرقہ خلافت تم کو دوں تم اسکا کیا شکر ادا کرو گے ؟ انہوں نے عرض کی کہ حضور بندہ عدل کرے اور مظلوموں کی داد دے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مائل ہو کر ارشاد کیا کہ یا عثمان اگر وہ خرقہ درویشی تم کو دوں تو تم اسکا کیا شکر ادا کرو گے آپ نے عرض کی پیرومرشد بندہ حیا کرے اور بردباری کو کام فرماوے بعد اس کے جناب مولا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا کہ یا علی اگر وہ خرقہ درویشی تم کو دوں تو تم اسکا کیا شکر ادا کرو گے ؟ آپ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں پردہ پوشی کروں کسی کی عیب گوئی عیب جوئی کے درپے نہ ہوں بلکہ تاامکان بندگان خدا کی عیب

---

[۱] ردشمس (سورج کو دوبارہ طلوع کرانا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا معجزہ ہے اور وہ بھی صرف ایک بار ہوا ہے جبکہ حضرت علی کی نمازِ عصر قضا ہو چکی تھی۔

پوشی میں کوشاں رہونگا عفو تقاصیر کا پیشہ کروں گا یہ تقریر دلپذیر سن کر جناب سرور عالم مسرور ہوئے اور زبان دُرر بیان سے فرمایا کہ یا علی جواب تم نے موافق رضائے الٰہی اور میری ضمیر کے دیا یہ فرما کر خرقہ مرحمت فرمایا اور سردار اولیاء امت بنایا خزینہ معرفت کی کلید عطا کی یعنی بغیر متابعت علی اور مریدان علی کے منزل مقصود پر پہنچنا غیر ممکن ہے اللہ تعالی نے علی کو وہ مرتبہ بخشا کہ جس کے غلامان غلاموں سے معجزات مثل انبیائے سلف کے ظہور میں آئے جب تک اس گھر میں جس نے سر نہیں جھکایا علم معرفت نصیب نہیں ہوا سلسلہ جملہ فقرا کا حضرت ہی سے ملتا ہے مرتبہ غوثیت و ہدایت و قطبیت و قطب المداریت جس کو ملا ہے علی کی متابعت سے ملا ہے وفات حضرت کی اکیس ماہ رمضان ۴۰ ہجری / ۶۶۱ء میں بعمر ۶۳ سال ہوئی یعنی دست عبد الرحمٰن ملعون بن ملجم سے جام شہادت چکھا چار سال چھ ماہ کارِ خلافت کو انجام دیا مزار مقدس نجف اشرف میں زیارت گاہ خلائق ہے خلفا طبقہ اول میں بیان ہو چکے۔

**مناقب سوم** در ذکر حضرت قطب العارفین پیشوائے اہل یقین سراج الہدایت مقتدیٔ اہل ولایت واقف اسرار خفی و جلی حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ العزیز کنیت آپکی ابو محمد و ابو سعید کہ کبار تابعین حضرت شاہ ولایت شاہ مردان علی سے تھے اور خرقہ خلافت دست حق پرست شیر خدا سے پہنا یہ خرقہ وہ تھا کہ شب معراج رسول مقبول کو مرحمت ہوا اور آپکے سلسلہ میں مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی تک چلا آیا فضائل اور کرامت و مقامات حضرت کے احاطہ تقریر و تحریر سے باہر ہیں ایک یہی جملہ کافی ہے کہ بایزید جنید و شبلی وغیرہ اولیا نے آپ کی غلامی پر فخر

کیا اور آج تک جو ولی اللہ گزرے ہیں سب کے سب اس ہی دریا کے قطرہ ہیں اس ہی در پر جبہہ سائی کرتے ہیں آپ ہمیشہ وعظ نصیحت میں رہتے اتباع سنت نبوی میں بہ دل کوشش فرماتے جو فاسق فاجر آپ کے سامنے آتا تائب ہوتا سلسلہ نسب آپ کا خواجہ اویس قرنی سے ملتا ہے اور والدہ آپ کی اموال ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے تھیں ولادت آپ کی مدینہ طیبہ میں خانہء رسول مقبول ہوئی اور وہیں پرورش پائی رسول مقبول بھی آپ پر نہایت مہربانی فرماتے اور ام المومنین بوجہ حسن لطافت آپکے آپ کو حسن لؤ لؤ فرماتی تھیں ایک روایت یہ ہے کہ آپ مروارید کی تجارت کرتے تھے آخر اس مال و زر کو راہ خدا میں ایثار کر کے خدمت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میں حاضر ہو کر مرید ہوئے سات روز بعد روزہ افطار کرتے ستر برس آپ کا وضو ساقط نہیں ہوا اگر بہ نیت ثواب تجدید وضو فرماتے بعد ریاضت شاقہ کے خرقہ خلافت حاصل کر کے پیشوائے فقراء ہوئے یعنی سلسلہء چہار دہ خانوادوں کا حضرت سے ملحق ہو کر جناب امیر تک پہنچتا ہے خوارق و کرامت آپ کی بے شمار کتب تواریخ مثل سیر الاولیا و سفینۃ الاولیا و اخبار الاخیار و تذکرۃ الاولیا و خزینۃ الاصفیا و تحائف رشیدی و تذکرۂ اولیائے ہند مطبوعہ میور پریس دہلی مؤلفہ فقیر میں موجود ہیں وصال حضرت کا بروز جمعہ ۵ رجب ۱۱۲ ہجری / ۷۲۹ ء میں ہوا مزار شریف بصرہ میں حاجت روائے خلق ہے خلفا آپ کے خواجہ عبد الواحد بن زید خواجہ حبیب عجمی شیخ عتبہ شیخ محمد واسع صاحب سجادہ و ابن زرین و رابعہ بصری۔

**مناقب چہارم** در ذکر خواجہء خواجگان ثموم (سموٗ ؟) المکان، والا دودمان حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہ خلیفہء راستین

خواجہ حسن بصری کے اور صاحب کشف و کرامت جامع الحسنات عمدۃ المشائخ زبدۃ الاولیائے عصر کنیت آپ کی ابو الفضل اور خرقہ تبرک حضرت خواجہ کمیل بن زیاد خلیفہ جناب علی سے بھی حاصل کیا تھا اور انہی سے علوم ظاہری کی تکمیل کی صائم الدہر قائم اللیل کہ بعد تین روز کے روزہ افطار کرتے تین لقمہ سے زیادہ نوش نہ فرماتے ہمیشہ تفرید و تجرید کے ساتھ بسر فرماتے رہے پہلے آپ بہت مالدار تھے جب جاذب حقیقی نے اپنی طرف کھینچا کل مال راہ خدا میں دیکر تارک ہوئے اس روز سے جب کسی سائل کے دینے کو درہم یا دینار ہاتھ میں لیتے فوراً ہاتھ پاک کرتے چنانچہ میں نے اپنے خواجہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ (خواجہ غلام فرید) کو بھی دیکھا ہے اول تو روپیہ اشرفی کو ہاتھ لگاتے نہیں کبھی اتفاق سے قوالوں کو دینے کو یا کسی مرید صادق کی نذر لی تو بعد اس کے ہاتھ پاک کرتے ہیں سبحان اللہ حضرت سے کوئی اپنے کسی پیر کی سنت ترک ہوتی ہوگی ؟ ظاہراً تو بالکل اپنے پیران عظام کی صفات حسنات سے موصوف ہیں ایک روایت یہ ہے خواجہ نے جناب علیؑ سے بھی کچھ پڑھا تھا آخر مرض الموت میں آپ بہت ضعیف ہو گئے تھے قوت حس و حرکت نہ رہی تھی ایک روز نماز کا وقت آگیا خادم وضو کرانے کو اس وقت موجود نہ تھا آپنے جناب باری میں التجا کی کہ الٰہی اس وقت کی نماز جاتی ہے میں مجبور ہوں تھوڑی دیر رحم کر کہ نماز ادا کر لوں پھر تو مالک ہے یہ کہتے ہی آپ کی قوت درست ہوئی اوٹھے وضو کیا نماز پڑھی بعد اس کے پھر وہی صورت ہوگئی ایک روز دربار حضرت خواجہ صاحب چاچڑاں شریف میں بھی ذکر ہو رہا تھا حضرتؒ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جو شخص پابندی نماز کی کرتا ہے اور حفاظت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کی نماز کبھی قضا نہیں کراتا اور واسطے ہر

مسلمان کے معراج المومنین نماز ہے وصال حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید کا ۲۷ صفر ۱۷۷ھ / ۷۹۳ء میں ہوا مزار بصرہ میں۔ حضرت کو استفادہ جناب امام حسن رضی اللہ عنہٗ اور شیخ ابی غیاث منصور بن معمرا لسلمی کوفی سے بھی تھا اور خرقہ تبرک عبد اللہ و عبد الرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ علیہ سے بھی حاصل کیا تھا خلفاء آپ کے خواجہ فضیل بن عیاض خواجہ ابو یعقوب سوسی خواجہ ابو فضل بن زرین۔ چنانچہ سلسلہ شیخ اسماعیل قصری کا کہ وہ اصحاب شیخ ابو نجیب سہروردی کے تھے اور سلسلہ شیخ نجم الدین کبریٰ فردوسی کا یہ دونو سلسلہ خواجہ ابو یعقوب سوسی سے ملحق ہوتے ہیں۔

**مناقب پنجم** در ذکر پیشوائے اولیاء ذیل حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہ عظمائے مشائخ کبار و اولیائے عالی قدر سے تھے کنیت آپ کی ابو علی و ابو فیض متوطن کوفہ جائے مولد آپ کا سمر قند مصاحب و خلیفہ خواجہ عبد الواحد بن زید کے اور شیخ ابی غیاث بن منصور بن معمر سُلَمی کوفی سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا کہ وہ مرید محمد بن مسلم کے وہ مرید حبیب معظم کے وہ مرید حضرت ابابکر صدیق کے۔ اخبارات صحیحہ سے ثابت ہے کہ پہلے آپ کوفہ میں آکر امام اعظم صاحب کی صحبت میں رہے وہاں کے تمام اولیاء سے ملے بعد بطلب بیعت حضرت خواجہ حسن بصری کے بصرہ میں آئے چونکہ انکا وصال ہو چکا تھا خواجہ عبد الواحد بن زید کے مرید ہو کر محنت شاقہ کر کے خرقہ خلافت حاصل کر کے مکہ معظمہ میں آکر سکونت اختیار کی **نقل** ہے کہ جب ہارون رشید خلیفہ بغداد مکہ معظمہ میں آیا اور فضل ربیع اپنے وزیر نیک تدبیر کو ہمراہ لے کر واسطے زیارات اولیا اللہ کے چلا اول حضرت عبد الرزاق صنعانی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ اگر

آپ پر کچھ قرض ہو تو وہ ادا کر دیا جائے انہوں نے قبول کیا خلیفہ نے ان کا قرض ادا کیا بعد اس کے خدمت حضرت سفیان بن عتبہ آیا اسی طرح ان کا بھی قرض ادا کیا اور جو اس وقت میں اولیائے عہد سے مکہ میں حاضر تھے سب سے مل کر وزیر سے فرمایا کہ اہل اللہ سے ملنے کی امید ہے وزیر نے عرض کی کہ کل حضرات سے آپ ملے مگر ہاں ایک خواجہ فضیل باقی ہے الغرض آپ کی بھی خدمت میں آیا تو رات ہو چکی تھی آپ اپنے حجرہ میں تلاوت قرآن کر رہے تھے چراغ روشن تھا حضرت نے انکو آتے دیکھ کر در بند کر لیا وزیر نے در حجرہ پر دستک دی آپ نے فرمایا تم کون ہو جو رات کو پھرتے ہو وزیر نے عرض کی امیر المومنین ہارون رشید ہے آپ نے چراغ گل کیا اور در کھولا یہ دونو اندر گئے خلیفہ نے ٹٹول کر آپ کے قدموں کو ہاتھ لگایا آپ نے فرمایا ہارون ہاتھ بہت نرم رکھتا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ ہیزم دوزخ ہوں یہ سنکر خلیفہ رویا اور عرض کی کچھ اور ارشاد کیجئے آپ نے فرمایا تو متوصلان مصطفیٰ سے ہے ایسا نہ ہو کہ بروز قیامت ان کے روبرو شرمندہ ہو اس نے عرض کی کہ کچھ فرمایئے آپ نے ارشاد کیا کہ خدا سے ڈر اور خلق خدا پر رحم کر اور طریقہ ادب پر رہ، عزت آل واصحاب رسولِ مقبول مدِ نظر رکھ۔ بدیر یہ روتا رہا آخر عرض کی کہ اگر کچھ قرض ہو تو اس کو میں ادا کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہارون مجھ پر ایسا قرض ہے کہ جس کا ادا کرنا میرے ہی ذمہ ہے۔ وہ طاعتِ الٰہی ہے۔ پس خلیفہ روتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا اور تہہ دل سے معتقد ہوا۔

ملفوظات خواجگانِ چشت سے **نقل** ہے کہ خلیفہ ہارون رشید ایسا بیمار ہوا کہ امید زندگی کی نہ رہی۔ اطبا نے بھی جواب دے دیا۔ مجبور ہو کر

حضرت سے رجوع کی آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ صرف الحمد شریف پڑھ پڑھ کر دم کیا اس کو صحت ہوئی۔ اس جگہ یہ نکتہ قابلِ بیان کرنے کے ہے یعنی ہارون رشید مکہ کے تمام اولیا سے ملا کسی کے ساتھ اعتقاد درست نہ ہوا، ہوا تو خواجہ فضیل سے ہوا۔ حالتِ بیماری اور یاسِ زندگی میں کسی کے ہاتھ سے شفانہ ہوئی، ہوئی تو خواجہ فضیل کے ہاتھ سے ہوئی اس کا آج تک یہ اثر چلا آتا ہے۔ جب اس کی اولاد کو بعد ایک مدت دراز کے ہندوستان میں اوج ہوا تو اس کا اعتقاد بھی حضرت ہی کے مریدوں کے ساتھ درست ہوا یعنی نواب صاحب بہاول خان اول[۱] بانی و والی ریاست بہاولپور نے حضرت مولانا خواجہ نور محمد صاحب مہاروی[۲] سے بیعت کی اور تمام عمر معتقد رہے۔ خانقاہ تیار کرائی جاگیر نذر کی۔ بعد ان کے نسلاً بعد نسل ہر والی ریاست بہاولپور کو اس ہی دودمانِ فیض توامان سے ارادت اور عقیدت رہی۔ چنانچہ عالی جناب معلیٰ القاب نواب رکن الدولہ نصرت جنگ حافظ الملک مخلص الدولہ نواب صادق محمد خان بہادر عباسی[۳] جی سی ایس آئی والی ریاست بہاولپور دام اقبالہٗ و اجلالہٗ کو جو ارادت اور عقیدت ہمارے حضرت خواجہ صاحب خواجہِ خواجگان حاجی حرمین شریفین مولانا و مرشدنا حضرت خواجہ شاہ غلام فرید صاحب دام فیوضہم سے ہے مرید کو پیر سے ایسی ہی ہونی چاہئے۔ لکھا ہے کہ حضرت خواجہ فضیل نے تمام عمر کبھی تبسم تک نہیں کیا۔ ہمیشہ خوفِ الٰہی سے رویا کرتے تھے۔ وصال حضرت کا تین ربیع الاول ۱۸۷ھ / ۸۰۳ء میں ہوا۔ مزار پر انوار مکہ معظمہ میں بمقام

---

[۱] دورِ حکومت ۱۷۴۶ء تا ۱۷۴۹ء۔ اس حکمران نے ۱۷۴۸ء میں شہر بہاولپور آباد کیا۔ [۲] پیدائش ۱۱۴۲ھ / ۱۷۳۰ء، وفات ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۱ء۔ [۳] پیدائش ۱۸۶۱ء، دورِ حکمرانی ۱۸۶۶ء تا ۱۸۹۹ء

جنت البقیع متصل مزار بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہے۔ خلفا آپ کے سلطان ابراہیم ادہم بلخی و شیخ محمد شیرازی و خواجہ بشر حافی و شیخ ابی رجا عطا و خواجہ عبداللہ سیاری۔

**مناقب ششم** در ذکر بادشاہ دین و دنیا حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کنیت آپ کی ابواسحاق مرید اور خلیفہ خواجہ فضیل بن عیاض کے اور خواجہ عمران بن موسیٰ بن زید راعی و شیخ منصور سُلَمی سے بھی خرقہ تبرک پہنچا تھا اور روحانیت خواجہ اویس قرنی سے فیض پایا۔ پانچ فاقوں کے بعد کاہِ سبز بے نمک سے افطار کرتے۔ کم سوتے جامہ پیوندی رکھتے۔ حضرت امام اعظم صاحب سے بھی ہم صحبت رہے ہیں۔ امام صاحب آپ کو سیدنا و سندنا ابراہیم فرماتے خواجہ جنید آپ کو مفاتیح العلوم کہتے کیفیت آپ کی پیدائش و ترکِ سلطنت اور خوارق و کرامت اکثر کتب میں درج ہے۔ ایک بار ایک درویش آپ کے پاس آیا آپ نے اس سے پوچھا کہ آپ روزی کس طرح پیدا کرتے ہیں۔ اس فقیر نے کہا۔ ملتا ہے تو کھالیتا ہوں نہیں ملتا تو صبر کرتا ہوں آپ نے فرمایا یہ کام کتوں کا ہے کہ ملا تو کھایا نہ ملا صبر کیا۔ مردوں کا یہ کار ہے کہ اگر نہ ملا تو صبر کیا اور جب ملا اس کو ایثار کیا۔ چنانچہ یہی کیفیت ہمارے خواجہ صاحب کی ہے کہ جو فتوح ہوتا ہے سب مساکین و سائلین کے پیش کش کر دیا جاتا ہے۔ شام تک ایک حبہ بھی نہیں رہتا بلکہ بعض وقت قرض لے کر بھی دے دیا جاتا ہے۔ وصال حضرت سلطان کا بعمر ایک سو دو سال بشب جمعہ ۲۸ جمادی الاول ۲۶۲ھ / ۸۷۶ء میں ہوا مزار ملک شام میں قریب مزار لوط علیہ السلام کے واقع ہے وقت وصال کے ہاتف غیب نے یہ

ندادی تھی اَلَا اِنَّ اِمَا مُ الْاَرْضِ قَدْ مَات (بے شک آج زمین کا امام فوت ہو چکا ہے) خلفا آپ کے خواجہ حذیفۃ المرعشی و خواجہ شقیق بلخی۔

**مناقب ہفتم** در ذکر ماہر اسرار خفی و جلی حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی قدس اللہ سرہ العزیز کہ مرید و خلیفہ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی کے عالم با عمل صاحب تصانیف کثیرہ تیس سال آپ کا وضو سوائے متوضا کے شکست نہیں ہوا اور چھ روز بعد افطار فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اہل دلوں کی غذا اور قوۃ روح کلمہ طیبہ ہے پس جب تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوئے رہنمائی خضر علیہ السلام سے خدمت سلطان ابراہیم میں آکر چھ ماہ میں علم الٰہی کی تکمیل کر کے خرقہ خلافت پایا۔

**نقل** ہے کہ ایک روز آپ خوف الٰہی سے زار و زار رو رہے تھے ایک شخص نے پوچھا اس قدر بیقراری کس واسطے ہے کیا تم اللہ کو رحیم و کریم غفور نہیں جانتے آپ نے ارشاد کیا کہ اللہ فرماتا ہے فَرِیْقٌ '' فِی الْجَنَّۃِ وَ فَرِیْقٌ '' فِی السَّعِیْرِ یعنی ایک فرقہ جنتی ایک ناری ہے پس نہ معلوم میں کس فرقہ میں ہوں اس نے کہا جب یہ خبر نہیں تو دوسروں کو بیعت کر کے کیوں ان کا رستہ بھی بند کرتے ہو یہ سن کر آپ نے نعرہ مارا اور بیہوش ہو گئے ہاتف نے ندادی کہ حذیفہ میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں اور اصحاب جنت سے کروں گا یہ آواز کل حاضرین نے سنی اور اس ہی دن تین سو آدمی مسلمان ہوئے۔ وصال آپ کا ۲۴ شوال ۲۵۲ھ / ۸۶۶ء یا ۲۷۲ھ / ۸۸۶ء میں ہوا مزار بصرہ میں۔ خلیفہ آپ کے خواجہ ھبیرۃ البصری۔

**مناقب ہشتم** در ذکر عاشق روح پاک محمدی حامی دین احمدی حضرت خواجہ ھبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ عظمائے کاملین و کبرائے محققین

مرید و خلیفہ خواجہ حذیفۃ المرعشی کے لقب آپ کا امین الدین، سترہ برس کی عمر میں عالم تبحر ہوئے ہر روز دو ختم قرآن کرتے ریاضت اور مجاہدہ کو حد کمال پہنچایا ایک روز محبت الٰہی میں اللہ صاحب کو پکار رہے تھے کہ غیب سے آواز ہوئی اے ھبیرہ میں نے تجھے بخشا تو حذیفہ کے پاس جا آپ بحکم خدا خواجہ حذیفۃ المرعشی کے خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے چونکہ مرید ہونے سے بیس سال پہلے مجاہدہ کر چکے تھے ایک ہفتہ میں قرب الٰہی حاصل کیا بعد ایک سال کے خرقہ خلافت پایا لذائذ دنیا کو ایسا ترک کیا تھا کہ وہ شیرینی زبان پر بھی نہ رکھتے تھے۔

**فائدہ** ایک ہفتہ میں قرب الٰہی کا حاصل کرنا تعجبات سے نہیں ہے یہ امر شیخ کی زبر دستی اور اپنے حق و نسبت پر موقوف ہے۔ چنانچہ حضرت دارا شکوہ قادری فرماتے ہیں کہ میں چھ ماہ کے مجاہدہ میں منزل مقصود کو پہنچا اور بعض کو میرے زیرِ تعلیم ہمروزہ مقامات فقر کھل گئے۔ کاملین کی نظر کیمیا اثر ہوتی ہے بعض کو صرف کامل کی نظر فیض اثر پڑتے ہی کشود کار ہو گیا ہے بلا کسی مجاہدہ اور مشاغلہ کے۔ وصال خواجہ ہبیرۃ البصری کا ۲۸۷ھ / ۹۰۰ء بتاریخ ہفتم شوال کو ہوا مزار بصرہ میں۔ خلیفہ آپ کے ممشاد علو دینوری۔

**مناقبِ نہم** در ذکر حضرت خواجہ کریم الدین علو دینوری کے پیشوائے سلسلۂ چشتیہ مقتدائے سلاسل قادریہ و سہروردیہ صاحبِ ریاضت و مجاہدہ حافظِ کلام ربانی مقامات فقر میں شانِ عالی رکھتے تھے۔ مرید و خلیفہ خواجہ ہبیرۃ البصری اور خواجہ جنید بغدادی سے بھی خرقہ خلافت پایا اور چند بزرگوں سے استفادہ اٹھایا۔ مشائخ عراق میں صاحب کشف و کرامت باعزمت آپ پہلے بہت مالدار تھے جب جاذبِ حقیقی نے اپنی طرف جذب

کیا کل مال و منال راہ خدا میں دے کر رو بقبلہ کر کے عرض کی الٰہی عیال و اطفال اپنے کو تیرے سپرد کیا ان کا رزق تیرے ذمہ ہے پس جب دینور سے جانب مکہ معظمہ روانہ ہوئے راہ میں دیکھا کہ ایک شخص کھانے کا خوان سر پر رکھے بزودی چلا جاتا ہے آپ نے پوچھا تو کون اور یہ کھانا کس کے واسطے لئے جاتا ہے اس نے جواب دیا کہ شیخ میں رجال الغیب ہوں پروردگار عالم کی طرف سے یہ خدمت میرے سپرد ہے کہ ہر روز تیرے عیال و اطفال کو کھانا پہنچاتا ہوں۔ وصال حضرت کا ۲۹۹ھ / ۱۲-۹۱۱ء میں ہوا مزار قصبہ دینور میں ہے۔ خلفا آپ کے خواجہ ابو اسحاق و خواجہ اسود احمد دینوری۔

**مناقبِ دہم** در ذکر خواجہ گرامی حضرت شرف الدین ابو اسحاق شامی کہ خلیفہ خواجہ ممشاد کے عالم علوم ظاہری و باطنی صاحب زہد و ریاضت از خلق بے نیاز و از حق دمساز در درویشان ہمراز در اولیا ممتاز آپ سات روز کے بعد افطار فرماتے اور ارشاد کیا کرتے تھے کہ معراج الفقرأ جوع یعنی معراج فقیروں کی بھوک ہے پس اول جب ارادہ مرید ہونے کا ہوا چالیس روز برابر استخارہ کیا آخر ہاتف غیب نے آواز دی کہ اے ابو اسحاق ممشاد علو دینوری کی خدمت میں جا۔ یہ سن کر حاضر خدمت پیر ہو کر مرید ہوئے اور سات برس پیر کی خدمت میں حاضر رہ کر تکمیل کر کے خرقہ خلافت پایا۔ بعد وہاں سے رخصت ہو کر قصبہ چشت میں آکر متمکن ہوئے جو شخص ایک بار آپ کی مجلس میں شریک ہوتا پھر تا عمر مرتکب گناہ کا نہ ہوتا ۔ جب آپ کو وجد ہوتا جملہ حاضرین کو بھی وجد ہوتا تھا اور نیز مستجاب الدعوات تھے ۔ وصال آپ کا چودہ ربیع الثانی ۳۲۹ ہجری / ۹۴۰ء میں ہوا۔ مزار شہر عکہ ملک شام میں۔ آپ کے مزار پر غیب سے چراغ روشن

ہوتا ہے وہ صبح تک روشن رہتا ہے باد و باران اس کو ضرر نہیں پہنچاتے۔ خلیفہ آپ کے خواجہ ابو احمد ابدال چشتی۔

**مناقب یازدہم** در ذکر حضرت عاشق اللہ الصمد خواجہ ابو احمد ابدال چشتی بن سید فرسنافہ بن سید ابراہیم بن سید حی بن سید حسن بن سید محمد معالی بن ناصر الدین بن سید عبد اللہ بن سید امام حسن مثنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید و خلیفہ خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی کے چھ ماہ رمضان ۲۶۰ ہجری / ۸۷۴ء میں پیدا ہوئے سات برس کی عمر میں مجلس خواجہ میں حاضر ہونے لگے تھے عالم علوم ظاہری و باطنی تھے۔ سات روز کے بعد افطار کرتے آٹھ برس ریاضت شاقہ کر کے خرقہ خلافت پایا جس پر نظر الطاف ڈالتے وہ صاحب کرامت ہوتا بیمار کو شفا ہوتی ایک بار عالت سفر ایسے شہر میں پہنچے کہ وہاں کے لوگ ایسے دشمن اسلام تھے کہ مسلمان کو پکڑ کر جلا دیتے تھے۔ الغرض آپ کو بھی مسلمان جان کر در پے تخریب کے ہوئے آپ نے فرمایا تم مت تکلیف کرو میں جاتا ہوں یہ کہہ کر مصلا آگ پر ڈال کر دو رکعت نماز ادا کی۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ لوگ مسلمان ہوئے وصال حضرت کا غرہ جمادی الثانی ۳۵۵ ہجری / ۹۶۶ء میں ہوا مزار قصبہ چشت میں معدن فیوض یزدانی ہے خلیفہ آپ کے خواجہ ابو محمد و خواجہ خدابندہ۔

**مناقب دوازدہم** در ذکر پیشوائے اہل یقین مقتدائے عاشقین حضرت خواجہ ابو محمد ناصح الدین بن خواجہ ابو احمد ابدال چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کہ ولی مادر زاد اور خلیفہ اپنے پدر عالی قدر کے تھے۔ ولادت حضرت کی اول شب عاشور ۳۳۱ ہجری / ۹۴۲ء میں ہوئی آپ کے والد نے اس ہی شب کو رسول مقبول کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے احمد

اپنے فرزند کا نام میرے نام پر رکھنا۔ جب پیدا ہوئے معاکلمہ پڑھا تمام عشرہ شریف دن کو دودھ نہ پیا ڈھائی برس کی عمر سے کم خوری کم خفتنی اختیار کی جب ساڑھے چار برس کے ہوئے تختی دے کر پڑھنے بٹھایا اس تختی پر غیب سے لکھا ہوا یہ ظاہر ہوا بسم اللہ الرحمن الرحیم علم القرآن رب یسر ولا تعسر رب زدنی علما بعد چند عرصہ کے حافظ ہوئے ساتواں برس تھا کہ نماز با جماعت ادا کرنے لگے اور خلوت اختیار کی۔ جو کچھ جس کے حق میں فرماتے اس ہی طرح ہوتا۔ بیسویں سال یتیم ہوئے اور مسندِ مشیخت پر بیٹھے اکثر کنویں میں لٹک کر نماز معکوس ادا کرتے تھے۔ بعد تا آخر عمر پشت زمین سے نہیں لگائی۔ سات روز بعد ایک خرمہ کھا کر قدرے پانی پی لیا کرتے تھے وصال آپ کا غرہ رجب ۴۱۵ ہجری / ۱۰۲۴ء میں ہوا مزار قصبہ چشت میں خلفا آپ کے خواجہ ابو یوسف و خواجہ محمد کاکو و خواجہ استاد مردان صاحب سجادہ۔

**مناقب سیز دہم** در ذکر دُرِ دریائے معرفت عظمائے مشائخ چشت اہل بہشت حضرت خواجہ ابو یوسف الحسینی چشتی بن سید محمد سمعان بن سید ابراہیم بن سید محمد بن سید حسین بن عبد اللہ ملقب بہ علی اکبر بن حضرت امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مرید و خلیفہ اپنے ماموں خواجہ ابو محمد صاحب کے صاحبِ کرامات ظاہری و باطنی بعد وصال اپنے ماموں کے مسند مشیخت پر متمکن ہو کر چندے وہاں قیام کر کے ہرات میں آئے۔ وہاں سے چل کر موضع کنگ میں وارد ہوئے وہاں ایک درویش اہلِ دل تھے۔ بحکم رسول مقبول ان کی دختر نیک اختر سے نکاح کیا۔ وہاں سے معہ اپنی اہلیہ کے واپس قصبہ چشت میں آئے۔ آپ کے دو فرزند پیدا ہوئے۔

خواجہ مودود چشتی و خواجہ تاج الدین ابوالفتح جب عمر شریف آپ کی پچاس برس کی ہوئی تو نزد مزار حاجی خلیفہ کے جو خواجہ ابو اسحاق کے مرید و خلیفہ تھے اپنے دست مبارک سے گپھا کھود کر اس میں دس سال معتکف رہے۔ اس وقت میں خواجہ عبد اللہ انصاری آپ کی خدمت میں آئے اور رجال الغیب اور قوم جنات زیارت کو آیا کرتے تھے و ہنوز ہمارے شیخ کی خدمت میں آتے ہیں وصال آپ کا ۳ رجب ۴۵۹ ہجری / ۱۰۶۷ء میں ہوا مزار قصبہ چشت میں۔ خلیفہ آپ کے خواجہ مودود چشتی و خواجہ عبد اللہ انصاری

## مناقب چہار دہم درذکر قطب الاقطاب شمع صوفیان چراغ

چشتیان قطب الدین حضرت خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کے ۔ مرید و خلیفہ اپنے والد کے تھے۔ یگانہ روزگار محبوب پروردگار صاحبِ اسرار مخزن الانوار اللہ تعالیٰ نے جسم مبارک کو وہ لطافت عطا فرمائی تھی کہ ہوا پر پرواز کرتے تھے سات برس کی عمر میں حافظ ہوئے سولہ برس کی عمر میں پٹکہ فضیلت پایا۔ منہاج العارفین خلاصۃ الشریعت آپ کی تصنیفات سے ہیں آپ صاحب توشہ بھی ہیں۔ ۲۹ ویں سال یتیم ہو کر صاحبِ سجادہ ہوئے۔ کئی حج کئے بیت المقدس میں زیارتِ مزارات انبیا واولیا کرام سے مشرف ہوئے ملک شام کی سیر کی۔ بلخ و بخارا کے بزرگوں سے ملے اس سفر میں ہزاروں مرید ہوئے۔ سینکڑوں خوارق و کرامت کا ظہور ہوا۔ ہمیشہ ہوا پر پرواز کر کے زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوتے۔ ایک بار شیخ احمد جام بھی آپ سے ملنے آئے تھے۔ ولادت باسعادت حضرت کی ۴۳۰ ہجری / ۳۹-۱۰۳۸ء میں ہوئی اور وفات غرہ رجب ۵۲۷ ہجری / ۱۱۳۳ء میں مزار قصبہ چشت میں حاجت روائے خلق ہے۔ خلفا آپ کے ایک ہزار بیان کرتے ہیں

مگر مشہور تر یہ ہیں خواجہ الی احمد صاحب پسر آپ کے و حاجی شریف زندنی و شاہ سبحان و شیخ ابو نصر شکیبان زاہد سیستانی و شیخ حسن تبتی و شیخ وتو مخاطب بہ پیر کبار افغان و شیخ احمد بدردن و خواجہ سبز پوش آزربیجانی و شاہ عثمان رومی و خواجہ ابوالحسن بانی۔

**مناقب پانزدہم** درذکر صاحب احوال عجیبہ و مقاماتِ غریبہ مشائخ ابدال پیشوائے اہل کمال نیر الدین خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہ العزیز صاحب سخاو عطا مجاہد باللہ عالم علوم شریعت و طریقت و معرفت و حقیقت۔ **نقل** ہے کہ ایک سائل آپ کی خدمت میں آیا عرض کی کہ سات لڑکیاں رکھتا ہوں دستگیری کیجئے کہ ان کے فرض سے ادا ہوں آپ نے فرمایا کل تیرے لئے کچھ تجویز کروں گا وہ سائل واپس اپنے گھر آتا تھا رستہ میں ایک یہودی ملا اس نے پوچھا کہاں گیا تھا۔ اس نے ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا اگر سات برس شیخ میری غلامی کرے تو میں سات ہزار روپیہ دوں کیونکہ وہ خود محتاج تیری کیا دستگیری کرے گا۔ سائل نے آکر حضرت سے یہودی کا حال بیان کیا۔ آپ اس ہی وقت یہودی کے پاس گئے فرمایا کہ منظور ہے اس نے سات ہزار سائل کو دیئے۔ آپ اس کی خدمت میں رہنے لگے۔ جب یہ خبر بادشاہ وقت کو ہوئی اس نے سات توڑا آپ کے پاس بھیجے آپ نے وہ درویشوں کو ایثار کئے اور فرمایا کہ میں سات برس کا اقرار کر چکا ہوں بعد اس کے جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔ یہ کرامت دیکھ کر اس نے آپ کو آزاد کیا اور خود مسلمان ہوا گویا یہ سنت علی مرتضیٰ کی تھی۔ سبحان اللہ آپ کے مریدوں میں اب بھی ایسے خداترس اور سخی موجود ہیں جنہوں نے ہزاروں لڑکیوں، لڑکوں کی شادیاں کرادیں۔ بالکل اللہ کے نام پر بیچے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں

اپنے حضرت صاحب شاہ غلام فرید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے ایثار کی کیفیت چشم خود بیان کرتا ہوں کے ماہ ذی حجہ میں سترہ ہزار روپیہ ایثار فرمایا دوسرے ماہ میں گیارہ ہزار دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ پیروں کا اثر مریدوں میں ضرور ہوتا ہے۔ مگر وہ مرید کہ جو صادق اور قدم بقدم پیروں کے ہوں۔ ایک روز منجانب نواب صاحب بہاولپور گیارہ ہزار پیش کش ہوئے۔ شام تک اس میں سے خرمہرہ بھی نہ بچا۔ وصال خواجہ حاجی شریف زندنی کا دسویں رجب ۶۱۲ ہجری / ۱۲۱۵ء میں ہوا۔ مزار معلیٰ بمقام زند علاقہ بخارا میں۔ خلیفہ آپ کے خواجہ عثمان ہارونی۔

**مناقب شانزدہم** درذکر غواص بحر معرفت صاحب عزمت وکرامت شیر بیشہ معانی حضرت ابی النور خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ حافظ کلام ربانی عالم علوم ظاہری وباطنی صاحب ترک و تجرید پُر جلال باکمال مرید و خلیفہ خواجہ حاجی شریف زندنی کے ستر برس ریاضت شاقہ میں بسر کی ۔ مستجاب الدعوات تھے بعد حصول خرقہ خلافت کلاہ ترکی زیب سر کر کے اس کو رواج دیا اور فرمایا کہ یہ کلاہ اس کو زیبا ہے جو چہار ترک اختیار کرے اول ترک دنیا دوم عقبیٰ و ترک جملہ مقاصد سوائے حق سوم ترک خورو خواب مگر بقدر ضرورت جائز ہے چہارم ترک خواہش نفس۔ آپ اول درجہ کے مجاہد و سیاح اور کئی حج کیے وفات حضرت کی ۶ شوال ۶۱۷ ہجری / ۱۲۲۰ء میں ہوئی۔ مزار مکہ معظمہ میں، عمر شریف آپ کی ۹۱ سال ہوئی۔ خلفاء یہ ہیں خواجہ معین الدین سنجری، سید محمد ترک نارنولی، شیخ سعدی لنگوی، شیخ نجم الدین صغریٰ۔

**مناقب ہفت دہم** درذکر بادشاہ دین و دنیا سلطان الاصفیاء

نبیرۂ حیدر کرار بنیہ احمد مختار محبوب مصطفیٰ عاشق خدا شاہ ولایت ہندوستان پیشوائے اولیاء زمان مروج دین حضرت خواجہ خواجگان معین الملت والدین خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی ثم اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز بن سید غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسین بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام علی رضا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کی والدہ کا اسم مبارک بی بی ماہ نور یا خاص الملیحہ تھا از جانب پدر سید حسینی از جانب مادر حسنی جائے مولد قصبہ سنجر علاقہ خراسان میں ہے ولادت با سعادت حضور کی ۵۳۷ ہجری / ۴۳-۱۱۴۲ء میں ہوئی گیارہ برس کی عمر میں یتیم ہوئے بعد آپ کو ابراہیم قلندر سے فیض ہوا جس کی وجہ سے کل مال واملاک جو کہ ترکہ پدر سے ملا تھا راہ خدا میں دے کر سیاحت اختیار کی۔ اول سمرقند میں آکر قرآن حفظ کیا بعد تھوڑے عرصہ میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوئے بعد اس کے قصبہ ہارون ملک نیشاپور میں آکر خواجہ عثمان کے مرید ہوئے۔ بعد تکمیل کار فقر کے خرقہ خلافت پایا۔ بعد اس کے بغداد میں آکر حضرتؒ غوث پاک کی صحبت سے استفادہ اٹھایا اور بغداد کی سیر کی۔ خواجہ نجم الدین کبریٰ سے ملے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ ضیاء الدین سہروردی سے ملاقات کی بعد کرمان میں آکر خواجہ اوحد الدین کرمانی سے خرقہ خلافت پایا بعد اس کے ہمدان میں آکر خواجہ یوسف ہمدانی سے استفادہ صحبت اٹھایا وہاں سے تبریز میں آکر خواجہ ابو یوسف تبریزی سے ملے اور شیخ جلال الدین تبریزی سے دوستی ہوئی وہاں سے پھر اصفہان میں آکر شیخ محمود اصفہانی سے مل کر ممند میں آئے وہاں خواجہ ابو سعید ممندی سے ملے وہاں سے اشتر آباد میں آکر خواجہ ناصر الدین اشتر آبادی سے ملے کہ یہ بایزید

بسطامی کی اولاد سے تھے اور ایک سو بیس برس کے ہو چکے تھے وہاں سے غزنی آ
کر شیخ عبدالواحد غزنوی سے ملے وہاں سے ہندوستان میں رونق افروز ہو کر
داخل اجمیر شریف ہوئے سادی دیو کہ جس کو تمام اجمیر پوجتی تھی اس کو ایسا
مطیع کیا کہ وہ آج تک آپ کے مریدوں کی خدمت بجا لاتا ہے۔ اجے پال
جوگی کو مسلمان کیا اور ہندوستان میں بنائے اسلام قائم فرمائی ہزار در ہزار
خوارق و کرامت ذات بابرکات سے ظہور میں آئیں اور آپ کے غلامانِ
غلاموں سے وقتاً فوقتاً ظہور کرامت ہوتا رہتا ہے۔ ہندوستان چونکہ آپ کی
ولایت اور جاگیر ہے رسول مقبول کی طرف سے۔ بغیر متابعت آپ کے کسی
ولی کی ولایت کرامت یہاں رہ نہیں سکتی جو اولیاء ولایات سے وارد ہند
ہوئے سب نے پہلے حضور کے مزار معلیٰ پر اعتکاف کیا بعد استفادہ روحانیت
حضرت و حسب الحکم یہاں متمکن ہوئے چنانچہ حضرت شاہ بدیع الدین
قطب المدار باوجودیکہ مدار وقت تھے مدار تمام دنیا میں ایک ہی ہوا کرتا ہے
بعد فوت ہونے اس کے دوسرا ہوتا ہے مگر جب وارد ہندوستان ہوئے کوکلہ
پہاڑی پر چلہ کیا حسب الحکم خواجہ کے پہلے کالپی پھر مکن پور میں آکر قیام
فرمایا وفات حضرت خواجہ بزرگ کی ۶ رجب ۶۳۳ ہجری / ۱۲۳۶ء میں
ہوئی مزار گہربار اجمیر شریف میں حاجت روائے خلق ہے حضور کے تین
فرزند تھے اول خواجہ ابو سعید کہ عمر ان کی پچاس برس کی ہوئی دوسرے
خواجہ فخرالدین کہ بعد انتقال حضرت خواجہ کے بیس سال زندہ رہے ستر
برس کے ہو کر فوت ہوئے مزار ان کا قصبہ سردار علاقہ اجمیر میں ہے
تیسرے خواجہ حسام الدین کہ جو ابدالوں میں مل گئے۔ خلفاء حضور کے
خواجہ قطب الدین و خواجہ فخرالدین و شیخ حمید الدین و شیخ محسن و خواجہ

سلیمان غازی و خواجہ یادگار و شیخ شمس الدین و خواجہ حسن خیاط و شیخ صدر الدین کرمانی و شیخ محمد ترک نارنولی و شیخ علی سنجری و شیخ وحید و سلطان مسعود غازی و پیر کریم سیلونی و شاہ عبداللہ کرمانی شاہ ولایت بنگالہ و بی بی حافظہ جمال دختر خواجہ و اجے پال جوگی مخاطب بہ عبداللہ۔

## مناقب ہشت دہم در ذکر قطب العارفین سراج السالکین

سید المحبوبین مقتدائے راستین قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی ثم دہلوی بن سید کمال الدین بن سید موسیٰ بن سید احمد اوشی بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ۔ حضور انور ڈیڑھ برس کی عمر میں یتیم ہوئے پانچ برس کی عمر میں حسب ہدایت خضر علیہ السلام شیخ ابو حفص کے پاس پڑھنے بیٹھے پندرہ سپارہ آپ کو حفظ یاد تھے جو شکم مادر میں آپ نے والدہ سے سن کر یاد کئے تھے بعد تحصیل علوم ظاہری کے حضرت خواجہ بزرگ کے مرید ہو کر بعد تکمیل علم الٰہی کے خرقہ خلافت پایا اطراف و جوانب کی سیر کی۔ سترہ برس کی عمر میں عہد سلطان شمس الدین التتمش میں دہلی آکر متمکن ہوئے سلطان حضور کا مرید ہوا جس پر اس وقت کے علمائے ظاہری نے بہت کچھ غلغلہ مچایا آخر سب شرمندہ ہو کر مرید و معتقد ہوئے جیسا کہ ملفوظات میں موجود ہے میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک روز خواجہ بزرگ اور حضرت معہ دیگر درویشان بوقت صبح اولیاء مسجد میں کہ تالاب شمسی پر ہے جلوہ افروز تھے آپ کو اشتہائے طعام ہوئی یکایک ایک طباق آسمان سے آتا معلوم ہوا خواجہ بزرگ نے ہاتھ بلند کیا کہ اس انعام الٰہی کو لیں وہ اور بلند ہو گیا اس پر انہوں نے حاضرین سے فرمایا جس کی

قسمت کا ہو لو۔ غرض کل حاضرین با تمکین نے لینا چاہا جب کسی کے ہاتھ نہ آیا خواجہ بزرگ نے آپ کی طرف اشارہ کیا جب آپ نے ہاتھ دراز کیا وہ طباق آپ کے ہاتھ میں آگیا دیکھا تو اس میں روٹی اجنبی شکل کی گول کنارہ دار اس کو کاک کہا اس روز سے آپ کاکی مشہور ہوئے۔ حضرت سلیمان علی نبینا کی یہ نقل مشہور ہے کہ حضرت اپنے تخت پر چلے جاتے تھے جب اس جگہ آئے کہ جہاں روضہ مطہرہ ہے دیکھا کہ فرشتہ طبق نور کے لا لا کر زمین میں بھر رہے ہیں آپ نے عرض کی کہ الٰہی یہ کیا اسرار ہے حکم ہوا کہ نبی آخر الزمان کی امت میں قطب الاقطاب ہوگا اس جگہ اس کا مرقد بنے گا اس وجہ سے یہاں نور بھرا جاتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے اس وقت عرض کی کہ الٰہی مجھ کو بھی تو نے اسی نبی کی امت میں پیدا کیا ہوتا جس کی امتوں کا یہ رتبہ اور یہ خاطر سبحان اللہ کیا رتبہ عالی ہے۔ ایک بار خواجہ بزرگ نے دہلی سے اجمیر شریف لے جاتے وقت فرمایا تھا قطب الدین تم کو سپرد خدا کیا اور دہلی کو تمہاری حفظ و امان میں چھوڑا۔ ولادت حضور کی بوقت شب بمقام اوش ۵۸۲ ہجری / ۷-۱۱۸۶ء میں ہوئی اور وصال بہ شب چہار شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ ہجری / ۱۲۳۶ء میں ہوا۔ مزار پر انوار دہلی متصل مہرولی درگاہ قطب صاحب مشہور ہے طالب دنیا و مولیٰ فیض یاب ہوتے ہیں جو گورنر جرنل ہندوستان میں تشریف لا کر حاضر دربار معلی ہوتا ہے وہ پانچ سو روپیہ چڑھاتا ہے تاریخ۔

شہِ قطبِ دین مختیارِ زمان
کہ نور'' علی نور تھا بے گمان
گیا جب کہ دنیا سے وہ نیک نام

کہا احمد اختر نے جنت مقام

خلفاء آپ کے فرید الدین گنج شکر و خواجہ بدرالدین غزنوی و شیخ برہان الدین بلخی و شیخ ضیاء الدین رومی و قاضی حمید الدین سہروردی و سلطان شمس الدین التتمش بادشہ دہلی و بابا سنجری بحر دریاء مولانا فخر الدین حلوائی و خواجہ پیرو شیخ سعد الدین و شیخ محمود بہاری دہلوی و مولانا احمد حاجزی و سلطان ناصر الدین غازی و شیخ محمد برہان الدین حلوائی و شیخ احمد تیماجی و شیخ حسین و شیخ فیروزو شیخ بدر الدین موئے تاب و شاہ خضر قلندر رومی و شیخ نجم الدین قلندر۔ ان حضرات سے تین زیادہ مشہور ہیں ایک بابا صاحب دوسرے خواجہ بدرالدین غزنوی کہ ان کے مرید شیخ عماد الدین ابدال تھے ان کے مرید شیخ شہاب الدین عاشق خدا، ان کے مرید حضرت بو علی شاہ قلندر تھے تیسرے خلیفہ شاہ خضر قلندر رومی صاحب گروہ قلندر شاہی۔

**مناقب نوز دہم** در ذکر نیّر برج معرفت مہر سپہر ولایت فرد الافراد نیک نہاد عالی مرتبت والا منزلت حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر مسعود اجودھنی قدس اللہ سرہ العزیز بن شیخ جمال الدین بن سلیمان بن شعیب بن احمد بن یوسف بن محمد بن شہاب الدین بن احمد فرخ شاہ بادشاہ کابل بن نصیر الدین بن محمود شیمان شاہ بن سلیمان شاہ بن مسعود بن عبداللہ بن واعظ اصغر بن واعظ اکبر بن ابوالفتح بن اسحاق بن سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی [۱] اور

---

[۱] بابا فریدؒ کا جو شجرہ نسب مصنف نے دیا ہے دیگر کتب اس کی تائید نہیں کرتیں مثلاً مصنف نے بابا فرید کے والدِ محترم جمالی الدین سلیمان کو دو مختلف ہستیوں میں تبدیل کر کے جمال الدین بن سلیمان لکھا ہے اسی طرح دیگر اسماء میں بھی کافی غلطیاں ہیں جبکہ محمد دین کلیم (ص-۷۳) اور محمد آصف خان کی تحقیق مختلف ہے، آصف خان نے خلیق احمد نظامی اور سیر الاقطاب کے حوالے سے درج ذیل شجرہ دیا ہے۔ (باقی اگلے صفحے پر)

مولانا وجیہہ الدین خجندی کے آپ نواسے تھے جائے مولد [۱] آپ کا موضع کھوٹی وال قریب مہاران کے کہ اب اسکو چاولی مشائخ کہتے ہیں۔ مرید ہونے سے چند سال قبل ریاضت اور مجاہدہ کر چکے تھے بعد مرید ہو کر کار فقر کی تکمیل کر کے خرقہ خلافت پایا گو ظاہرا متاہل تھے مگر ترک و تجرید کے ساتھ ایام گزاری کرتے تھے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور حضرت خالہ زاد برادر اور دونوں بزرگوں میں نہایت اتحاد تھا خوارق و کرامت اظہر من الشمس ہیں جن کے مرید خواجہ نظام الدین اولیاء اور سید علی احمد صابر صاحبان سے ہوں ان کی بزرگی کا کیا ٹھکانہ ہے کتب ہائے تواریخ کے دیکھنے سے آپ کے کمالات بخوبی ظاہر ہو سکتے ہیں کچھ زبان زد خواص و عوام بھی ہیں مفصل طور پر تذکرۃ الاولیائے ہند مطبوعہ میور پریس دہلی میں تحریر کر چکا ہوں وصال حضرت کا بعمر نوے پچانوے سال بعہد غیاث الدین بلبن ۲ جلوس میں بتاریخ پانچ محرم بروز سہ شنبہ ۶۶۶ ہجری / ۱۲۶۷ء [۲] میں ہوا مزار گہربار پاک

---

جس پر انہوں نے اختلافی بحث بھی کی ہے (ص ص ۳۴-۴۰)

بابا فرید بن سلیمان بن شعیب بن محمد احمد بن یوسف بن شہاب الدین المعروف فرخ شاہ کابلی بن فخر الدین محمود بن سلیمان بن مسعود بن عبد اللہ واعظ الاصغر بن ابو الفتح واعظ الاکبر بن اسحٰق بن ناصر بن عبد اللہ بن حضرت عمرؓ

[۱] مصنف نے بابا فریدؒ کی جائے پیدائش کے بارے میں بھی غلط لکھا ہے۔ بابا فریدؒ ملتان سے دس بارہ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں 'کوٹھے وال' میں پیدا ہوئے۔ جبکہ چاولی مشائخ نام کا دیہات بورے والا (ضلع وہاڑی) سے گیارہ میل کے فاصلے پر ہے جسے آج کل چک 'دیوان صاحب' کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں مہاراں یا مہار شریف کا قصبہ ضلع بہاولنگر کی تحصیل چشتیاں سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ جو حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کی جائے پیدائش ہے یعنی بابا فریدؒ کے شہر پاکپتن سے مہار شریف کے درمیان سڑک کے راستے تقریباً ۱۲۹ میل کا فاصلہ ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں محمد آصف خان ص ص ۲۹ تا ۳۴)

[۲] آصف خان کے مطابق تاریخ پیدائش ۵ محرم ۶۷۹ھ / ۷ مئی ۱۲۸۰ء اور وفات ۵۸۴ھ / ۱۱۸۸ء ہے۔

پٹن شریف میں حاجت روائے خلق ہے آپ پندرہ برس کی عمر میں بمقام ملتان مرید ہوئے بعد اس کے اسی (۸۰) برس اور زندہ رہے خلفاء حضرت کے محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیاء مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری خلیفہ سوم قطب جمال ہانسوی کہ بابا صاحب سے دو برس پہلے فوت ہو چکے تھے و شیخ بدرالدین سلیمان و شیخ شہاب الدین گنج عالم و شیخ نظام شہید و شیخ یعقوب و شیخ نصیر الدین شکر گنج پسران بابا صاحب وبدرالدین اسحاق غزنوی و شیخ دہار و خادم و شیخ زین الدین دمشقی و شیخ شکر ریز و شیخ علی شکر باران و شیخ علی الحق سیالکوٹی و شیخ محمد سراج و شیخ دہنی و شیخ جمال عاشق کامل و شیخ نجیب الدین متوکل برادر خورد حضرت و شیخ صدر الدین دیوانہ و شیخ داؤد پالہی دہلوی و شیخ جلال الدین و شیخ رکن الدین و سید محمد بن محمود کرمانی و شیخ منتخب الدین و برہان الدین غریب و شیخ یوسف برہان الدین صوفی ہانسوی و شیخ محمد شاہ غوری و مولانا محمد مولہانی (؟) و مولانا علی بہاری و شیخ محمد نیشاپوری و شیخ حمید الدین مکانی۔

**مناقب بستم** در ذکر شاہنشاہ ولایت شناور دریائے معرفت ماہر اسرار حقیقت صاحب عزمت و کرامت سراج الہدایت نظام الملت شیخ المشائخ محبوب الٰہی حضرت سید احمد سلطان نظام الدین اولیاء زری زر بخش بدایونی ثم الدہلوی قدس اللہ سرہ العزیز بن سید احمد دانیال بن سید علی بخاری بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن سید امام تقی رحمۃ اللہ علیہ اور از طرف مادر یعنی بی بی زلیخا والدہ حضرت بنت سید جعفر غریب بن سید ابوالفاخر بن سید محمد اطہر کہ خلیفہ غوث پاک کے تھے بن سید حسین بن سید علی بن سید احمد بن ابی عبداللہ موصوف الصدر۔ ولادت باسعادت حضور کی بمقام

بدایون شریف بروز آخری چہار شنبہ ماہ صفر بعد از طلوع ۶۳۶ ہجری / ۱۲۳۸ء عہد سلطانہ رضیہ بیگم میں ہوئی پانچ برس کی عمر میں یتیم ہوئے۔ حسب کوشش اپنی والدہ ماجدہ سے چند روز میں پڑھ لکھ کر پمعہ فضیلت پایا۔ بعد واسطہ صحیح کرنے حدیث کے مع اپنی والدہ ماجدہ کے دہلی میں تشریف لا کر اول آبادی شہر میں زیرِ قلعہ کہنہ قریب مکان شیخ نجیب الدین متوکل کے متمکن ہوئے۔ دونوں بزرگوں میں نہایت اتحاد پیدا ہوا۔ بعد پاکپتن حاضر ہو کر پندرہ رجب بروز چہار شنبہ ۶۵۵ ہجری / ۱۲۵۷ء عہد سلطان نصیر الدین محمود میں حضرت بابا صاحب کے مرید ہو کر ریاضت اور مجاہدۂ شاقہ کر کے دوسری ربیع الاول بروز چہار شنبہ ۶۵۶ ہجری / ۱۲۵۸ء میں خرقہ خلافت پایا۔ بعد حسب الامر پیر روشن ضمیر دہلی تشریف لا کر آبادیٔ شہر میں اس جگہ قیام فرمایا کہ جہاں اب مقبرہ حضرت ہمایوں بادشاہ واقع ہے۔ چنانچہ احاطہ مقبرہ میں جانب دریا ایک کوٹھڑی ہے کہتے ہیں کہ یہ جگہ حضرت کے عبادت کرنے کی تھی۔ بعد اس کے جب ۶۸۶ ہجری / ۱۲۸۷ء میں معز الدین کیقباد تخت نشین ہوا اس نے متصل مکان حضور کے اپنی رہائش کے لئے محل تعمیر کر کے اس کا (نام) کیلو کھری رکھا وہاں ازدحامِ خلائق رہنے لگا۔ آپ اس جگہ سے دلبر داشتہ ہوئے اور نقل مکانی کا ارادہ کیا تھا۔ مگر حسبِ اشارۂ غیبی اس ہی جگہ قیام پذیر رہے۔ جیسا کہ مطولات میں موجود ہے **نقل** ہے کہ جب سلطان قطب الدین مبارک شاہ ۷۱۷ ہجری / ۱۸-۱۳۱۷ء میں صدر آرا ہوا اور اپنے بھائی خضر خان کو مارا یہ حضور کا مرید تھا۔ عمارات آستانہ شریف اس ہی کے بنوائے ہوئے ہیں۔ سلطان کو کچھ خضر خان کا خیال ہوا کچھ اس کے مشیر

قاضی محمد غزنوی نے بھڑکایا۔ کچھ حضور کے اخراجات سے جلتا اور شرمندہ ہوتا تھا آخر درپے تخریب کے ہوا آپ کو اپنے مکان پر بلانا چاہا۔ حضرت نے فرمایا ہمارے پیروں کا یہ طریق نہیں ہے کہ امراء کے گھر جاویں اس پر بہت اصرار کیا آخر یہ کہا کہ چاندرات کو ضرور مبارکباد کو آویں قدرت خدا سے بروز چاندرات اس ہی شب کو ان کا جرنل خسرو خان پانچ ہزار سوار سے آیا اور محل بادشاہی کا بندوبست کر کے ۷۲۰ ہجری / ۲۱-۱۳۲۰ء میں اس کو مع عیال و اطفال قتل کر کے خود بادشاہ ہوا۔ سچ ہے ؎

مردانِ خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جدا نباشند

(ترجمہ: خدا کے بندے خدا نہیں ہوتے، مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے)

ان کے ستانے ان سے بد ظنی رکھنے میں ایسی ہی سزائے واجبی ملتی ہے اس ہی طرح جب غیاث الدین تغلق ۷۲۰ ہجری / ۱۳۲۰ء میں بادشاہ ہوا جب بنگالہ کا دورہ کر کے واپس آنے لگا حضور کو لکھا کہ تمہاری وجہ سے ازدحامِ خلائق رہتا ہے متعلقینِ سلطانی کو جگہ نہیں ملتی تم اپنے واسطے اور جگہ تجویز کر لو۔ اس پیام سے حضور کو ملال ہوا اور زبانِ فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا۔ ہنوز دہلی دور است۔ حاضرین کو یقین ہوا کہ اب سلطان یہاں نہ آئے گا۔ چنانچہ جب وہ داخل دہلی ہو کر قلعہ تغلق آباد میں ٹھہرا اس ہی شب کو مکان کی چھت کے نیچے دب کر مر گیا۔ اس کی جگہ ۷۲۵ ہجری / ۱۳۲۵ء میں سلطان محمد عادل شاہ بادشاہ ہوا۔ اس کے سن جلوس اول یعنی بتاریخ سترہ ربیع الآخر ۷۲۵ ہجری / ۱۳۲۵ء حضور کا وصال ہوا لنگر کا خرچ روزمرہ حضرت کا دو ہزار اشرفی روز کا تھا۔

**فائدہ** : حضرت کو سوائے حضرت شیخ فرید الدین اول اجودھنی اپنے پیرو مرشد کے کسی دوسرے سے استفادۂ درویشی نہیں ہے۔ جو کوئی کسی طرح سے بیان کرے وہ قابلِ ثبوت نہیں ہے بلکہ کذب ہے۔ خلفا حضور کے شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی و شیخ سراج الدین عثمان و شیخ قطب الدین منور پسر شیخ برہان الدین بن قطبِ جمال ہانسوی شیخ قطب الدین منور کے والد اور دادا دونو صاحب بابا صاحب کے روبرو فوت ہو گئے تھے بابا صاحب نے آپ کو حضرت سلطان جی صاحب کا مرید کرا کر سپرد فرمایا انہوں نے سلطان جی صاحب سے علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کی ان کا جو سلسلہ ہے نظامیہ ہے۔ چوتھے خلیفہ شیخ حسام الدین ملتانی و مولانا جمال الدین نصرت خانی و مولانا فخر الدین و مولانا ابو بکر منڈوی و مولانا فخر الدین مروزی و مولانا علم الدین نیلی و شیخ برہان الدین غریب و مولانا یوسف و مولانا وجیہہ الدین پاٹلی و مولانا شمس الدین و مولانا فصیح الدین و قاضی محی الدین کاشانی و مولانا شیخ محمد و مولانا شہاب الدین و امام الدین و خواجہ کریم الدین سمرقندی و شیخ جمال الدین اودھی و مولانا جمال الدین و قاضی شرف الدین و مولانا کمال الدین یعقوب و مولانا بہاء الدین و خواجہ امیر خسرو دہلوی و شیخ مبارک و خواجہ معز الدین و خواجہ ضیاء الدین برنی و شیخ تاج الدین داوری و مولانا مؤید الدین انصاری و خواجہ شمس الدین خواہر زادہ خواجہ امیر خسرو صاحب و نظام الدین شیرازی و خواجہ سالارو شیخ فخر الدین میرٹھی و شیخ علاء الدین اندپتی و شیخ شہاب الدین کنتوری و مولانا حجۃ الدین ملتانی و شیخ بدر دین. قواری و شیخ رکن الدین چنبری و شیخ عبد الرحمٰن سارنگپوریؒ و حاجی احمد بدایونی و شیخ لطیف الدین و شیخ نجم الدین محبوب و شیخ شمس الدین دھاری و خواجہ یوسف

بدایونی و شیخ سراج الدین حافظ و قاضی شاد علی و مولانا قوام الدین یکدانہ و مولانا برہان الدین سادری و مولانا جمال الدین اودھی و شیخ نظام الدین مولوی و قاضی عبد الکریم قدونی و قاضی قوام الدین قدوری و مولانا علی شاہ جاندار و خواجہ تقی الدین خواہر زادہ حضرت سید محمد کرمانی و سید یوسف حسنی و شاہ وحید شاعر قلندر و امیر علائی سنجری [۱] و قاضی فخر الدین جبوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔

**مناقب بست و یکم** در ذکر سراج العاشقین شمع بزم محبوبین ہادئ شریعت رہنمائے طریقت محرم اسرار حقیقت و معرفت شاہنشاہ ولایت قطب الآفاق محبوب رب العالمین حضرت مخدم نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز بن سید یحیٰ بن سید عبد اللطیف یزدی کہ سادات حسنی تھے آپ کے جد وارد ہندوستان ہو کر لاہور میں قیام پذیر ہوئے سید یحییٰ صاحب لاہور میں تولد ہوئے بعد ملک اودھ میں آکر قیام کیا۔ وہاں حضرت مخدوم صاحب تولد ہوئے نو برس کے تھے کہ یتیم ہو گئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو مولانا عبد الکریم شیروانی کے پاس پڑھنے بٹھایا بعد ان کے مولانا افتخار الدین گیلانی سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ اوئل ہی سے طبع عالی ترک و تجرید کی طرف مائل تھی نماز پنجگانہ با جماعت ادا فرماتے۔ صائم الدہر قائم الیل رہتے بوقت افطار برگ سنبھالو سے روزہ کھولتے۔

[۱] پورا نام نجم الحسن تخلص حسنؔ، امیر حسن علائی سنجری کے نام سے مشہور ہیں آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات 'فوائد الفواد' کے نام سے جمع کیے جس کے بارے میں امیر خسرو کہا کرتے تھے کہ: "کاش فوائد الفواد میری طرف منسوب ہوتی اور میری تمام تصنیفات امیر حسن کے نام ہوتیں"۔ علاوہ ازیں مصنف نے صاحبِ سیر الاولیاء' سید مبارک احمد امیر خورد کرمانی کا نام بھی خلفاء میں نہیں دکھایا؟

اکیس برس برابر ریاضت و مجاہدہ شاقہ کر کے بعمر چالیس سال دہلی تشریف لا کر حضرت سلطان جی صاحب کے مرید ہوئے تمام دن رات خدمت شیخ میں حاضر رہتے آخر خرقہ خلافت پاکر تربیت مریدوں میں مصروف ہوئے۔ لکھا ہے کہ چراغ دہلی حضرت سلطان جی صاحب نے خطاب عطا کیا۔ دوسری روایت یہ کہ بعد وصال سلطان جی صاحب امام عبداللہ یافعی نے مکہ معظمہ میں اپنی مجلس میں فرمایا کہ مولانا نظام الدین کا وصال ہوا اب مولانا نصیر الدین چراغ دہلی ہیں۔ بعد وصالِ پیر کے جب آپ صاحب سجادہ ہوئے اس وقت سلطان محمد عادل شاہ نے بہکانے دشمنانِ اہل اللہ سے آپ کو کہلا بھیجا کہ ہماری مملکت سے نکل جاؤ آپ دہلی سے چل کر نارنول پہنچے وہاں ایک شب قیام فرما کر صبح تین کوس گئے تھے کہ خبر پہنچی کہ سلطان مر گیا آپ واپس تشریف لا کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ یہ ذکر ۷۵۲ ہجری / ۵۲-۱۳۵۱ء کا ہے اس وقوعہ سے پانچ برس بعد بعمر ساٹھ سال دہلی میں کل پچیس سال ہدایت خلق فرما کر بتاریخ ۱۳ رمضان المبارک شب جمعہ ۷۵۷ ہجری / ۱۳۵۶ء بعہد سلطان فیروز شاہ تغلق داخل باغِ ارم ہوئے۔ تاریخ ؎

واصل حق نصیرالدین محمود
ازیں دارِ فنا چوں نقل فرمود
مؤلف گفت سال رحلتِ او
نصیرالدین ولی مشکل کشا بود

ترجمہ: (اللہ کی ذات کے واصل نصیر الدین محمود نے جب اس دارِ فانی سے انتقال فرمایا، تو مؤلف نے اس کے سال وفات کے لئے کہا کہ 'نصیر الدین مشکل کشا ولی تھے')

مزار مقدس دہلی کہنہ میں مشہور ہے آبادی چراغ دہلی خلفاء آپ کے شیخ کمال الدین علامہ و سید محمد گیسو دراز بندہ نواز دہلوی کہ ۸۲۵ ہجری / ۱۴۲۲ء میں انتقال کر کے گلبرگہ شریف ملک دکن میں مدفون ہوئے تیسرے خلیفہ میر سید محمد بن جعفر مکی الحسینی و ملک زادہ احمد و مولانا معین الدین عمرانی و مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت و میر سید علاء الدین برادر زادہ مخدوم جہانیاں و شیخ یوسف صاحب تحفۃ النصائح و محمد وجیہہ الدین ادیب و سید علاء الدین کشوری و قاضی محمد ساوی فاضل و شیخ سلیمان رودولوی شیخ متوکل کشوری و شیخ دانیال و شیخ قوام الدین و قاضی عبدالمقتدر و مولانا خواجگی و مولانا احمد تھانیسری و شیخ زین الدین خواہر زادہ حضرت و شیخ صدر الدین حکیم و شیخ سعد اللہ کیسہ دوز۔

## مناقب بست و دوم در ذکر عالم علم ربانی واقف سرِ یزدانی

شیخ زمان محدث دوراں خواجہ خواجگان پیشوائے عارفان سراج العاشقین محبوب محبوب رب العالمین حضرت مولانا خواجہ شیخ کمال الدین علامہ کہ خلفائے عظام و اولیائے کرام و خواہر زادۂ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ سلسلہ نسب آپ کا جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔ عالم حدیث و تفسیر و اصول و فقہ علامۂ زمان یگانۂ دوران تھے اس وجہ سے مخاطب بہ علامہ ہوئے ریاضت اور مجاہدہ میں طاق عبادت میں شہرہ آفاق بعد عطائے خرقہ خلافت احمد آبادِ گجرات میں تشریف لے جا کر ہدایت خلق میں مصروف ہو کر اس جگہ کو معدنِ اولیاء و مخزن اہل اللہ بنایا اور بدرجہ غایت قبولیت پائی بعد چندے قیام کے پھر واپس دہلی تشریف لائے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق آپ کا نہایت معتقد تھا وصال آپ کا

۲۷ شوال ۷۵۲ ہجری / ۱۳۵۱ء میں ہوا مزار گنبد بار صحن آستانہ حضرت مخدوم صاحب میں زیارت گاہ خلائق ہے آپ کے مزار کے متصل کاتب الحروف کے والد کا مزار ہے سنگ مرمر سے بنا ہوا۔ خلیفہ آپ کے شیخ سراج الدین چشتی و خواجہ مقیم الدین۔

**مناقب بست و سوم** در ذکر شیخ العارفین مقتدائے عاشقین پیشوائے سالکین مقبول بارگاہ صمدی حضرت خواجہ سراج الدین چشتی کہ خلیفہ اعظم و پسر بزرگ خواجہ کمال الدین صاحب کے تھے صاحب کشف و کرامت و عشق و محبت و ذوق و شوق اپنے عہد میں قبولیت عظیم پائی جب آپ کے والد کا انتقال ہونے لگا آپ کو خلوت میں بلا کر نعمت چشتیہ نظامیہ سے مشرف فرمایا اس روز سے یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ جس پر نظر فیض اثر پڑتی وہ محبت الٰہی میں مست ہوتا تھا وصال آپ کا یکم جمادی الاول ۷۶۴ ہجری / ۱۳۶۳ء مطابق ۳۹ جلوس فیروز شاہ کے ہوا مزار شریف پیران پٹن محلہ برکات پورہ میں ہے۔ خلفاء آپ کے شیخ معین الدین، شیخ علم الدین صاحب سجادہ سوم شیخ مجد الدین چہارم شیخ سعد الدین کندوری پانچویں شیخ محمد عالم پسران حضرت مگر دو صاحبوں سے سلسلہ جاری ہے ایک شیخ علم الدین صاحب کہ ان سے ہمارا سلسلہ درست ہے دوسرے شیخ مجد الدین صاحب۔

**مناقب بست و چہارم** در ذکر عالم علم حقانی ماہر سرّ یزدانی حامیٔ دین متین پیشوائے اہل یقین حضرت شیخ علم الدین قدس اللہ سرہ العزیز کہ مرید و خلیفہ اپنے پدر بزرگوار کے تھے اور حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نواز سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا ۲۶ صفر بروز چہار شنبہ ۸۰۹

ہجری / ۱۴۰۶ء مطابق ۲۰ جلوس سلطان محمود شاہ تغلق میں وصال ہوا مزار فیض آثار پیران پٹن میں اپنے والد کے مقبرہ میں ہے خلفاء آپ کے بہت گزرے ہیں مگر ہمارا سلسلہ حضرت شیخ راجن صاحب سے ہے کہ صاجزادہ حضرت کے تھے۔

**مناقب بست پنجم** درذکر مجموعہ خوبی ہائے فراوان مصدر فیوض یزدانی عاشق رب ذوالمنن حضرت شیخ محمود ملقب بہ راجن قدس اللہ سرہ العزیز کہ مرید و خلیفہ اپنے پدر بزرگوار شیخ علم الدین صاحب کے تھے محدث وقت شیخ عمد صاحب راز و نیاز آپ کو سوائے اپنے سلسلہ کے اور چند سلسلوں سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا چنانچہ سلسلہ سہروردیہ میں شیخ ناون سے سلسلہ مغربیہ میں شیخ کھٹو سے اور دوسرے سلسلہ چشتی میں شیخ ابوالفتح سے کہ مرید و خلیفہ سید محمد گیسودراز کے تھے تیسرے سلسلہ چشتی میں شیخ عزیز اللہ متوکل سے۔ وصال حضرت کا ۲۲ صفر ۹۰۰ ہجری / ۱۴۹۴ء مطابق ۶ جلوس سلطان سکندر لودھی میں ہوا مزار شریف پیران پٹن میں ہے خلفاء آپ کے چار ہوئے مگر ہمارا سلسلہ حضرت شیخ جمال الدین جمن سے ہے۔

**مناقب بست و ششم** درذکر درویش کامگار قطب الابرار حضرت شیخ جمال الدین جمن قدس اللہ سرہ العزیز کہ مرید و خلیفہ اپنے والد شیخ محمود راجن صاحب کے تھے صاحب زہد و تقویٰ و صاحب ذوق شوق و خوارق و کرامت اور نہایت سلیم الطبع گزرے ہیں اور شیخ نصیر الدین ثانی سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا کہ وہ مرید آپ کے چچا شیخ مجد الدین صاحب کے اور صاحب خانقاہ تھے ۲۹ ربیع الاول ۹۰۴ ہجری / ۱۴۹۸ء میں بدست کفاران شہادت پائی اور جاپانیر میں وہیں مدفون ہوئے آپ صاحب دیوان

بھی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں اشعار حضرت شیخ جمال الدین جمن:

ایکہ بہ نمودی جمالت را بہ اطوارِ دگر
بہر جنت ساختی ہر سو خریدارِ دگر

طالب حسن خودی بر خود نظر ہائے مے کنی
نیست ما را جز محبت با خودت کارِ دگر

گاہ پوشی دلق صوفی گہہ قبائے سلطنت
مظہرے سازی دگر از بہر اظہارِ دگر

نہ جُمَنْ[1] آشفتہ تنہا بر رخ زیبائے تو
زلف تو دارد بہر موئے گرفتارِ دگر

(ترجمہ: (۱) اے وہ ذات کہ جو اپنے جمال جہان آرا کو مختلف انداز سے دکھاتی ہے اور جس نے اپنی جنت کو آباد کرنے کے لئے ہر طرف سے نئے نئے خریدار پیدا کر رکھے ہیں۔

(۲) اپنے حسن کے خود ہی طالب ہو اور خود ہی اپنے آپ کو دیکھتے رہتے ہو، ہمیں تو تیری محبت کے سوا تجھ سے اور کوئی کام نہیں۔

(۳) کبھی صوفی (فقیر) کی گدڑی پہن کر آتا ہے اور کبھی لباسِ سلطنت میں جلوہ گر ہوتا ہے ہر اظہار کے لئے ایک نیا مظہر اختیار کرتا ہے (اور نیا چولا بدلتا رہتا ہے)

(۴) تیرے پر کشش چہرے پر صرف جمن ہی قربان نہیں ہے، تیری زلف تو ہر بال میں نیا شکار پھنساتی ہے)

دیگر

اے جلوۂ جمال تو در جملہ کائنات[2]

---

[1] اردو میں عام طور پر جمن کو میم مشدد سے بولا جاتا ہے مگر یہاں جُمَنْ میم مفتوح سے بروزن [illegible] ہے

[2] خواجہ فرید علیہ الرحمۃ مصنف کے مرشد نے بھی اپنے سلسلۂ عالیہ کے اس مردِ باکمال [illegible] اس غزل پر فارسی میں غزل کہی ہے جو زمانۂ طالب علمی میں ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء کے لگ بھگ کہی گئی اور ان کی پہلی کتاب فوائد فریدیہ کے تتمہ پر چھپی ہے۔ مطلع اور مقطع اگلے صفحے کے حاشیے پر ملاحظہ کیجئے۔

دے مظہر کمالِ تو اعیان ممکنات

جاریست بحر فیض وجودِ تو ہر طرف

گر خانقاہ باشد وگر دیر و حرمنات[۱]

طالع شد آفتابِ ظہورِ تو بر عدم

احداث یافت زان ہمہ ذراتِ محدثات

فی الجملہ ہرچہ ہست ہمہ حسنِ روئے تست

گر بنگرم بدیدۂ دل در تعینات

چوں از وجود خویش بکلی عدم شدم

دیدم جمالِ قدس بہ ہر ذات و ہر صفات

(ترجمہ : (۱) اے وہ ذات یا جمال جس کے جمال کے جلوے پوری کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں ، اور عالم امکان کے تمام اعیان ( مظہر ذاتِ عین) تیرے ہی کمالات کے مظہر ہیں ۔

(۲) تیرے فیض کرم اور جود و سخا کا سمندر ہر طرف جاری و ساری ہے ، چاہے وہ خانقاہیں ہوں یا حرم ، بت خانے ہوں یا مندر ۔

(۳) جب تیرے ظہور کے آفتاب نے عالم عدم پر طلوع فرمایا تو ، تمام محدث (نوپیدا) ذروں کے اندر حیات دوڑ گئی ۔

(۴) میں اگر دل کی آنکھوں سے عالم اعیان کا مطالعہ کروں تو کائنات میں جو کچھ بھی ہے سب کا سب تیرے حسن کا پرتو ہے ۔

(۵) جب میں نے اپنے ہونے (وجود) سے بالکل جان چھڑا لی تو ہر ذات و صفات میں مجھے تیرا ہی جمال نظر آیا ۔

## مناقب بست و ہفتم در ذکر مقبول بارگاہِ اللہ الصمد شیخ

---

یک بار رخ نما بہ من اے فخر کائنات ۔ باد از جناب حضرتِ حق تو صد صلوات

در دیدۂ فرید قدم رنجہ کن گہے ۔ تا سجدہ کردہ جاں بدہد در کفِ دوپات

[۱] سومنات یا حرمات ؟

الاحد حضرت شیخ حسن محمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کنیت آپ کی ابی صالح کہ ۹۰۲ ہجری / ۹۷-۱۴۹۶ء میں بمقام احمد آباد تولد ہوئے بعد تحصیل علوم ظاہری و باطنی کے چند کتب تالیف فرمائیں چنانچہ تفسیر محمد و تقسیم الاوراد و رسالہ چہار برادران و حاشیہ تفسیر بیضاوی و حاشیہ قوۃ القلوب و حاشیہ بر شرح مطالع از قسم ثانی کہ نہایت مستحکم ہے اور حاشیہ بر ترتیب الارواح کہ وہ آپ کی تصنیفات سے ہے۔ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری نے اپنی کتاب گلزارِ ابرار میں آپ کا جو ذکر خیر تحریر فرمایا ہے اس کے دیکھنے سے آپ کا کمال معلوم ہوتا ہے سلسلہ نسب آپ کا یہ ہے یعنی شیخ حسن محمد صاحب بن شیخ احمد مشہور میاں جیو بن نصیر الدین ثانی بن شیخ مجد الدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ کمال الدین علامہ بارہ برس کی عمر میں تحصیل علوم ظاہر سے فارغ ہو کر شیخ جمال الدین جمن کے مرید ہو کر ریاضت شاقہ کر کے کار فقر کی تکمیل کی۔ سولہ برس کی عمر میں مسند مشیخت پر بیٹھے سینتالیس سال ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ سلسلہ قادریہ میں شیخ محمد غیاث نور بخش قادری سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور شیخ محمد غیاث نور بخش صاحب کو سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں شیخ جمن صاحب سے بیعت تھی وصال حضرت کا ۲۸ ذیقعد اور روز شنبہ قبل از ظہر ۹۸۲ ہجری / ۱۵۷۵ء بعہد سلطنت بہلول لودھی ہوا۔ مزار احمد آباد محلہ شاہ پورہ۔ خلیفہ آپ کے شیخ محمد صاحب۔

**مناقب بست و ہشتم** در ذکر مظہر اللہ الصمد حضرت شیخ محمد بن شیخ حسن محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرید و خلیفہ اپنے پدر عالی قدر کے اسم مبارک آپ کا شمس الدین و خطاب از روحانیت حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی قطب محمد ولادت باسعادت آپ کی ۹۵۶ ہجری / ۱۵۴۹ء

عہد حضرت نصیر الدین ہمایوں بادشاہ میں بمقام احمد آباد گجرات ہوئی آپ ولی مادر زاد اور عالم تبحر، صاحب زہد و تقویٰ و ریاضت و مجاہدہ و کشف و کرامت با عظمت باہیبت متصف باوصاف محمدی صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم تھے۔ وفات آپ کی بوقت چاشت بروز یکشنبہ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۴۰ ہجری / ۱۶۳۰ء بعہد اکبر اعظم ہوئی۔ مزار پُر انوار پہلوئے پدر میں۔ آپ کے چار فرزند تھے شیخ عزیز اللہ و شیخ سراج الدین و شیخ حسن محمد و شیخ محمود پدر شیخ یحیٰ مدنی مگر سلسلہ حضرت کا آپ کے نبیرہ شیخ یحییٰ مدنی سے جاری ہے۔

**مناقب بست و نہم** در ذکر قطب الاولیاء سراج الاصفیا مقبول بارگاہ لم یزلی حضرت محی الدین شیخ یحیٰ مدنی قدس اللہ سرہ العزیز بن شیخ محمود بن شیخ احمد میاں جیو بن نصیر الدین ثانی بن شیخ مجد الدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ کمال الدین علامہ کنیت آپ کی ابو یوسف آپ دو برادر تھے دوسرے بھائی کا نام شیخ فرید تھا وہ بھی عالم ظاہری و باطنی و صاحب وجد و سماع تھے۔ ولادت آپ کی بیسویں رمضان بروز پنج شنبہ ۱۰۱۰ ہجری / ۱۶۰۲ء میں ہوئی اور وصال ۲۸ صفر ۱۱۲۲ ہجری / ۱۷۱۰ء میں ہوا۔ مزار گہربار مدینہ طیبہ میں زیرِ قبہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی کے واقع ہے۔ خلفاء آپ کے یہ ہیں شیخ کلیم اللہ جہان آبادی شیخ محمد فاضل بن شیخ فیروز، شیخ فتح محمد غیاث الدین کرانوی قادری صاحب خانقاہ یہاں ہر سال آپ کی گدڑی نکلتی ہے و شیخ خان محمد۔

**مناقب بست دہم**[1] در ذکر شیخ الاولیاء سلطان الاصفیا پیشوائے عرفان مقتدائے صلحا مجاہد باللہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ

---

[1] بست دہم نہیں بلکہ درست عدد سیہ (تیسواں) ہوگا

اللہ علیہ بن حاجی نور اللہ بن شیخ احمد بن شیخ حامد صدیقی آپ کے اجداد جد سے آ کر پہلے لاہور میں مقیم ہوئے۔ عہد حضرت شاہجہاں بادشاہ میں دہلی کی سکونت اختیار کی۔ ولادت آپ کی ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۲۰ ہجری / ۱۶۱۱ء میں ہوئی یعنی یہی سن بنائے جامع مسجد دہلی ہے۔ خاندان بزرگان راقم سے کل بادشاہوں کو آپ سے اور آپ کی روح پاک سے اعتقاد رہا۔ چنانچہ جدِ راقم و والدِ راقم ضرور عرس شریف میں شامل ہوتے تھے۔ آپ کثیر التصانیف گزرے ہیں۔ مرجع الخلائق تھے آپ کی تصنیفات سے تفسیر کلیمی و سواء السبیل و تسنیم و عشرۂ کاملہ و کشکول و مرقع و رقعاتِ کلیمی و الہاماتِ کلیمی در سلسلہء منطق وغیرہ بتیس کتب ہیں۔ آپ مرید و خلیفہ شیخ یحیٰ مدنی کے اور شیخ ابو الفتاح قادری سے بھی تکمیل کی۔ اور محترم لاہوری اور سید محمد کبروی قادری سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا۔ وفات آپ کی ۲۴ ربیع الاول شب سہ شنبہ پہر بھر رات رہے ۱۱۴۲ ہجری / ۱۷۲۹ء میں ہوئی۔ مزار معلیٰ لال قلعہ دہلی اور جامع مسجد کے متصل میدان میں ہے خلفاء آپ کے صاحب زادہ حامد سعید و صاحب زادہ حافظ فضل اللہ و صاحب زادہ حافظ احسان اللہ فرزندان حضرت و شیخ محمد ہاشم داماد حضرت و مولانا نظام الدین اورنگ آبادی و حافظ محمود و شیخ جمال الدین و شیخ مداری ناگوری و شاہ ضیاء الدین و شاہ اسد اللہ و شاہ جلال الدین و شاہ جلیل قادری۔

**مناقب سی و یکم** در ذکر حامیٔ دین متین مقتدائے عاشقین پیشوائے اہلِ یقین کہ خلیفہ محبوبینِ حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی قدس اللہ سرہ العزیز کہ سلسلۂ نسب آپ کا شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہے از جانب مادر سید محمد گیسو دراز صاحب سے ملتا ہے جائے مولد آپ کا

کاکوری ہے ملک پورب میں متصل لکھنؤ۔ ایام طالب علمی میں دہلی آکر شیخ کلیم اللہ صاحب کے مرید ہوئے بعد مجاہدہ تامہ کے خرقہ خلافت پایا اور صاحب ولایت ملک دکن ہو کر اورنگ آباد میں قیام فرما کر ہدایت میں مصروف ہوئے۔ ۸۲ سال کی عمر میں بارہ ذیقعد شب سہ شنبہ بعد نماز عشا ۱۱۴۲ ہجری / ۱۷۳۰ء میں وصال ہوا مزار گوہر بار اورنگ آباد میں ہے۔

خلفاء آپ کے خواجہ کامگار خان و محمد علی و خواجہ نور الدین و مولانا فخر الدین و سید شاہ شریف و شاہ عشق اللہ و غلام قادر خان و محمد یار بیگ طورانی و محمد جعفر و شیر محمد و کرم علی شاہ و چمن شاہ۔

**تعریف اورنگ آباد** : اورنگ آباد میں ہزاروں ولی اللہ کے مزارات ہیں۔ قلعہ یہاں کا نہایت بلند و مستحکم ہے پہلے نام اس کا دیوگڑھ تھا جب سلطان محمد تغلق کہ ۷۹۳ ہجری / ۱۳۹۰ء میں بادشاہ ہوا اس نے بعد فتح دکن اس کا نام دولت آباد رکھا۔ بعد اس کے حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے اس کو از سر نو درست کیا بازار پُر زیب بنا کر ان میں پانی کے نل جاری کئے عمدہ عمدہ عمارات بنا کر اورنگ آباد نام رکھا اور انتقال کر کے وہیں ۱۱۱۸ ہجری / ۱۷۰۷ء میں مدفون ہوئے۔

**مناقب سی و دوم** در ذکر حضرت قطب العارفین سراج السالکین عمدۃ الواصلین عاشق رب العالمین حضرت مولانا فخر الدین محبِ نبی فخر جہان دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز عالم بے بدل درویش بے مثل خلیفہ اکمل اپنے والد ماجد حضرت مولانا شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ ولادت باسعادت حضرت کی ۱۱۲۲ ہجری / ۱۱-۱۷۱۰ء میں بمقام اورنگ آباد ہوئی جب آپ کے پیدا ہونے کی خبر حضرت شیخ کلیم

اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی انہوں نے تہنیت نامہ تحریر فرمایا اور اپنے ملبوس خاص سے پیراہن حضرت کے واسطے تیار کر کے بھیجا اور تحریر فرمایا کہ نام اس سعید ازلی کا فخر الدین رکھنا اور لفظ مولانا کے ساتھ یاد فرمایا یعنی پہلے لفظ مولانا آپ کے حق میں حضرت شیخ نے فرمایا جب عمر شریف سات برس کی ہوئی رسول مقبول کو خواب میں دیکھا کہ پانچ دانہ قہوہ یعنی بن مرحمت فرمائے جو بیدار ہو کر اپنے دست مبارک میں پائے جس کی کیفیت مناقب فخریہ میں موجود ہے پس جب عمر حضرت کی پندرہ برس کی ہوئی خرقہ خلافت پایا۔ سولہویں سال یتیم ہوئے۔ آٹھ برس ریاضت شاقہ میں مصروف رہ کر کار درویشی کی تکمیل کی۔

**فائدہ** وجہ تسمیہ لفظ محبّ نبی کی تصریح مناقب المحبوبین میں بحوالہ حضرتِ مہاراں صاحب قبلہ بخوبی موجود ہے مگر میں نے اپنے جد امجد ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ سے اس طرح سنا ہے کہ جب حضرت نے مقام فنا فی الرسول حاصل کیا اس کے بعد آپ کے پیران عظام کی روحانیت کی طرف سے آپ کو محبِ نبی کا خطاب مرحمت ہوا۔ اور آپ کے اسم مبارک کے ہمراہ رائج ہوا۔ الغرض بعد تکمیل کار کے برائے ستر حال خود مائل بہ فن سپاہ گری ہوئے اول ہمت یار خان و نواب نظام الدولہ ناصر جنگ بہادر کی صحبت میں رہے جب وہ معتقد ہوئے اور کسی قدر راز کھلا تو وہاں سے چل کر جانب ڈیرہ جات [1] تشریف لا کر مہاراجہ کوڑا رام والیٔ ریاست گڑھ مہاراجہ کے افسر فوج ہوئے. یہ علاقہ داخل ضلع مظفر گڑھ ہے وہاں بہت سے کار نمایاں کئے جس کی وجہ سے مہاراجہ حضور سے خوش تھا آخر

[1] ڈیرہ جات سے مراد ڈیرہ غازیخان اور ڈیرہ اسماعیل خان ہے۔

جب اس کی جنگ رئیس ٹوانہ سے ہوئی وہ حضور کی کرامت سے فتح ہوئی اور
مہاراجہ حضرت کا معتقد ہوا چونکہ یہ امر برائے ستر حال نہ کے اختیار کیا تھا
یہاں آپ کی کرامت کا شہرہ ہوا۔ بوقت شام معہ ہر دو ہمراہیان وہاں سے
روانہ ہو کر روضہ منورہ حضرت خواجہ بزرگ پر حاضر ہو کر بعد استفادہ
روحانیت خواجہ مرخص ہو کر اورنگ آباد کا اذن کیا۔ اثنائے راہ میں سو
بھیلوں سے بہ نفسِ نفیس مقابلہ کر کے ان کو زیر کیا آخر وہ تمام گاؤں مسلمان
ہوا۔ وہاں سے چل کر رونق افروز اورنگ آباد ہوئے۔ گو حضور کو ستر حال
متصور تھا مگر حسبِ اصرار حضرات ہم خرقہ خصوص خواجہ کامگار خان
صاحب مسند مشیخت پر متمکن ہو کر ہدایتِ خلق میں مصروف ہوئے۔ قبولیتِ
عظیم پائی بعد حسبِ اجازت روحانیت و حکم خواجہ بزرگ واشارۂ غیبی ۱۱۶۵
ہجری / ۵۲-۱۷۵۱ء بمطابق اول سال جلوس حضرت احمد شاہ بادشاہ
گورگانی میں رونق افروز دہلی ہو کر کڑہ پھلیل میں چندے قیام فرما کر بعد چند
روز شیش محل میں قیام فرما کر ہدایت خلق میں مصروف رہے بعد اس کے
بیرون اجمیری دروازہ کے خانقاہ عالی تیار ہوئی۔ اس اثناء میں پاکپٹن شریف
حاضر ہو کر زیارت بابا صاحب سے مشرف ہو کر چندے معتکف رہے
مزارات لاہور و پانی پت شریف سے مشرف ہو کر واپس دہلی میں رونق افروز
ہوئے اس سفر میں مولانا نور محمد صاحب و میر کلو و خوشحال غلام پابہ رکاب
تھے دہلی میں مشہور ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور سٹیشن صاحب
ریذیڈنٹ سے حضرت ہی نے صفائی کرائی اور حضرت اکبر ثانی آپ کے مرید
ہوئے بعد میں جو اعتقاد حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ کو
حضور کی خدمت میں تھا اظہر من الشمس ہے چنانچہ فرماتے ہیں اشعار:

اے ظفر جو گوہر مقصود تھا اپنا
جناب فخر دیں کی وہ مددگاری سے ہاتھ آیا

دیگر

جس کو حضرت نے کہا الفقر فخری اے ظفر
فخر دیں فخرِ جہاں پر وہ فقیری ختم ہے

دیگر

لوگ کہتے ہیں ظفر اب میں تو جو کچھ ہوں سو ہوں
لیکن اپنے فخرِ دین کے کفش برادروں میں ہوں

دیگر

ظفر دشوار ہے ہر چند اہل معرفت ہونا
مگر صدقہ سے فخر الدیں کے ہو سکتا سب کچھ ہے

پس حضور کی روح پر فتوح سے تو عشق تھا ہی مگر اس خاندان کے مریدوں سے بھی نہایت الفت رکھتے تھے۔ جو مرید اس دودمان فیض توامان کا وارد دہلی ہوتا تھا اس سے نہایت محبت سے پیش آتے چناچہ میاں حسن عسکری کہ مرید خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے تھے ان پر نہایت مہربانی کرتے جب شاہزادہ جہاں خسرو و کاؤس شکوہ کو حضرت اکبر شاہ ثانی نے حضرت قاضی محمد عاقل صاحب خلیفہ حضرت مولانا نور محمد صاحب کا مرید کرایا ہے حضرت سے بھی نہایت اتحاد ہو گیا تھا چنانچہ فرماتے ہیں شعر :

دل فدا کرتے ہیں نامِ فخر دیں پر اے ظفر
ہم ہیں عاقل ربط عاقل سے دلی رکھتے ہیں ہم

یہ شعر دیوان کلیات ظفر میں موجود ہے۔ **نقل** ہے کہ جن دنوں حضور دہلی

رونق افروز ہوئے ہیں اس زمانہ میں حضرت خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامت پر علمائے دہلی نے غلغلہ مچار کھا تھا آخر آپ نے سب کو مات دے کر ان کے کلام کے رد میں کتاب فخرالحسن تحریر فرمائی اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و مولانا شاہ عبدالقادر و مولانا رفیع الدین وغیرہ حضرات نے آپ کی ولایت پر اقرار کیا۔ **نقل** ہے کہ جب وقت وصال حضرت مولانا صاحب کا نزدیک پہنچا جملہ مشائخان دہلی و خلفاء و حضرت میاں صاحب سید صابر بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ بعد آپ کے کونسا خلیفہ صاحب سجادہ ہوگا مولانا صاحب نے فرمایا کہ میں اپنا قائم مقام اپنے ایک خلیفہ کو کر کے فارغ ہو چکا ہوں دریافت کیا کہ وہ کون ہے فرمایا کہ یہ میاں صاحب نور محمد مہاروی باقی واسطے رسم ظاہری کے تم کو اختیار ہے جس کو چاہو بٹھاؤ۔ آخر بعد از نماز عشاء شب شنبہ تھی حضرت کا وصال ہوا تمام شب تیاری کلمہ خوانی رہی صبح نعش مبارک دھوم دھام سے اٹھایا تمام امیر و غریب پا پیادہ روتے ہوئے ہمراہ تھے شہر میں عجیب ایک ماتم تھا حضرت اکبر شاہ بادشاہ راجہ کے بازار کے پاس آکر ملے یہ کیفیت تھی ان کی کہ تا قطب صاحب تک روتے گئے اور جب تک قبر شریف میں رکھ کر مٹی دی ہے برابر روتے رہے اور فرماتے رہے کہ دہلی کا فخر تو فخر صاحب سے تھا اور نام مرشد پر بہت کچھ خیرات کیا یہ نقل میں نے میر عبداللہ مغفور خلف سید صابر بخش صاحب قدس سرہ العزیز سے سنی تھی وفات حضرت کی بتاریخ ہفتم جمادی الثانی ۱۱۹۹ ہجری / ۱۷۸۵ء میں بمقام شاہجہان آباد ہوئی مزار گہر بار عقب مسجد آستانہ فیض نشانہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی کے واقع ہے۔

تاریخ آپ کی شیخ جہانگیر دوسری واقف غیب تیسری فخر المرسلین

بعد انتقال کے بروز سوموار بوجہ عدم موجودگی مولانا قطب الدین صاحب سید احمد صاحب کو گدی پر بٹھا کر رسم تعزیت ادا کر دی گئی تھی خلفاء حضرت کے بیشمار ہوئے ہیں ان میں سے چند حضرات تبرکاً تحریر ہوتے ہیں واضح ہو کہ خلفاء حضرت سے تین طبقہ ہوئے ایک وہ کہ جنہوں نے ترک تجرید کے ساتھ عبادت حق میں ایام بسر کئے وہ یہ ہیں حضرت شاہ عبداللہ و شاہ ظہور اللہ و سید شمس الدین و محمد فتح اللہ و صوفی یار محمد و عصمت اللہ و شاہ محمد بیدار و حاجی محمد واصل و سید فخر الدین مست و میاں احمد و میرزا محمدی بیدار شاہ قمر الدین و محمد سلیم و پیر شاہ و شاہ محمد غوث، شیخ گل محمد، حافظ سعد اللہ، میر محمد عظیم، نواب نظام الملک، حافظ محمد سعد اللہ و شاہ مراد و شیخ محمد مراد و شیخ امان و میر کلو و شاہ حاجی احمد و حاجی خدا بخش خوشحال خادم خاص۔

طبقہ دوسرا وہ کہ جنہوں نے اپنی اوقات کو کچھ وعظ و پند کچھ درس تدریسِ علم دین کچھ عبادت حق پر تقسیم کیا مائل بہ پیری مریدی نہ ہوئے وہ یہ ہیں مولوی روح اللہ، مولوی غلام فرید مولوی جمال الدین بہرام پوری، مولوی مکرم، مولوی فرید الدین ثانی، مولوی روشن علی، مولوی حسن محمد، مولوی حسن، مولوی عبداللہ ثانی و مولانا سید محمد، مولوی ضیاء الدین، مولوی عبداللہ شاہ، مولوی شمس الدین، مولوی ظہور اللہ، مولوی خدا بخش۔

طبقہ سوم وہ کہ جن حضرات عالی درجات نے اول علم دین حاصل کیا طلبائے دین کو فیض پہنچایا بعدہ ریاضت ہائے شاقہ کر کے کار فقر کو بہ تکمیل پہنچایا کہ مراتب ہائے عالی متعالی و مقامات بلند حاصل کر کے فخر دارین حاصل کیا اور

لکھو کہا بندگان خدا گم کردہ راہ کو ہدایت فرما کر راہ مستقیم دکھائی اپنے پیروں کا نام روشن کیا انکا سلسلہ جاری رکھا خزینہ معرفت الٰہی کی کنجیاں اپنے ہاتھ میں لے کر علیٰ قدرِ مراتب اپنے مریدوں کو تقسیم کیا جس کی وجہ سے وہ حضرات بمرتبہ ولایت و غوثیت و قطبیت و قطب المداریت و ابدالیت پر فائض ہوئے وہ حضرات یہ ہیں

اول حضرت قبلہ عالم مولانا خواجہ نور محمد صاحب مہاروی کہ جن کا ذکر آگے آویگا دوم مولانا عماد الدین سید محمد المعروف میر محمدی دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز کہ رؤسائے ذوالاحتشام و علمائے عالی مقام و صحیح النسب سادات عظام دہلی سے تھے اول اپنے ماموں حضرت سید فتح علی شاہ قادری قدوسی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ صاحب تجرید و تفرید اور دنیا سے بے نیاز و از حق دمساز تھے اندر شاہجہان آباد کے بھوجلا پہاڑی پر آسودہ ہیں ان سے تعلیم پائی بعد اس کے حضرت مولانا صاحب کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ شاہِ ولایت قلعہ معلیٰ کے بنائے گئے یعنی جو شاہ زادے، شاہ زادیاں حضرت مولانا صاحب کے مرید تھے ان کی تعلیم و ہدایت آپ کے سپرد ہوئی اور بعد انتقال حضرت مولانا صاحب کے جملہ شاہ زادے اور شہر کے امیر، غریب سب آپ کے مرید ہوئے تا حیات آپ کی نادرات سے کوئی اہلِ قلعہ سے دوسری جگہ بیعت ہوا ہو گا، خوارق اور کرامات حضرت کے ہنوز زبان زدِ خواص عام ہیں یہاں تک کہ جدِ راقم کو بھی آپ سے نہایت اعتقاد اور الفت تھی۔ خلاف دیگر اہلِ خانقاہ کے آپ کی حیات اور بعد از ممات کے برابر جلوسی سواری سے آکر شریک عرس ہوتے تھے وفات حضرت کی ۱۲۴۲ ہجری / ۲۷-۱۸۲۶ء میں ہوئی مزار اندر شہر دہلی کے متصل چتلی قبر کے زیارت

گاہ ہے خلفاء آپ کے یہ ہیں مرزا نجستہ بخت بن شاہ عالم بادشاہ، ان کے خوارق و کرامت بھی مشہور ہیں شاہ زادہ سلیم بن اکبر شاہ بادشاہ، میران شاہ محمد داراخت ولی عہد بہادر والدِ راقم میر جلال الدین، مولوی گل محمد، مولوی نوازش علی، شیخ ابراہیم ذوق[۱]، مرزا روشن بخت گورگانی کہ فضائل حضرت کے تذکرۃ الفقراء میں تحریر ہو چکے۔ سوم قطب العارفین عاشق رب العالمین حضرت مولانا قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کہ فرزند دلبند و خلیفہ حضرت مولانا فخر صاحب کے تھے۔ صاحب راز و نیاز و ریاضت و مجاہدہ کاملِ وقت شیخ الہند[۲] گزرے ہیں مرتبہ حضرت کا قریب قریب اپنے والد بزرگوار کے تھا۔ نہایت متقی صاحب کشف و کرامت ۱۸ محرم ۱۲۳۳ ہجری / ۱۸۱۷ء میں وفات پائی۔ بعد آپ کے مولانا غلام نصیر الدین میاں کالے صاحب صاحبِ سجادہ ہوئے اور اوائل میں بطور امیرانہ بسر فرماتے رہے بعد فقر کی طرف رجوع کی چند روز میں کمال کو پہنچے پندرہ صفر ۱۲۶۲ ہجری / ۱۸۴۶ء میں انتقال کیا۔ مزار مہرولی شریف میں متصل دہلی کے ہے۔ آپ کے بھی بہت سے خلیفہ ہوئے ہیں بعد آپ کے حضرت مولانا غلام نظام الدین مغفور صاحب سجادہ ہوئے۔ عجب مُد تہذیب با ادب مخیّر و فیاض تھے۔ اوائل میں نا معلوم کس وجہ سے طبع عالی لہو و لعب کی طرف مشغول رہی بعد اس کے چند روز کے مجاہدہ میں کار فقر کی تکمیل کر کے

[۱] اس کتاب کے آخر میں شامل "ارشاداتِ فریدی" کے ارشاد دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ فرید کو ذوق کے اشعار پسند تھے جن میں سے دو اشعار کا انہوں نے حوالہ بھی دیا ہے بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ وہ حضرت میر محمدی کے مرید تھے۔

[۲] یہ نکتہ بھی تحقیق طلب ہو سکتا ہے کہ شیخ الہند کا خطاب مرزا احمد اختر سے پہلے بھی کہیں کسی نے استعمال کیا ہے؟

حالت محویت میں ہو گئے تھے۔ تمام لذائذ دنیوی کو ترک کر دیا تھا۔
ہزاروں آپ کے مرید ہوئے اکثر کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ وفات حضرت
کی اکیس شوال ۱۲۹۲ ہجری / ۱۸۷۵ء میں ہوئی اور پہلوئے والد اپنے میں
مدفون ہوئے چونکہ لاولد تھے آپ کے بعد برادرِ حقیقی مولانا غلام معین
الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب سجادہ ہوئے یہ حضرت مجذوب تھے اور
سیف زبان جو کچھ حالت جذب میں منہ سے نکل جاتا تھا فوراً اس کا ظہور ہوتا
تھا۔ نامِ حضرت ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ سے نہایت الفت تھی ہمیشہ انہی کا
ذکر سنا کرتے اور خود بھی فرماتے ان کی اولاد سے بہت شفقت سے پیش آتے
مزار پہلوئے والد میں ہے وفات حضرت کی ۲۷ صفر ۱۳۰۶ ہجری /
۱۸۸۸ء میں ہوئی چونکہ آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی آپ بھی لاولد رہے
بعد آپ کے، آپ کے برادر حضرت مولانا کمال الدین صاحب سلمہ اللہ
تعالیٰ صاحب سجادہ ہوئے۔ سوم بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کہ عالم با عمل
عاشق بے مثل خلیفہ اکمل حضرت مولانا فخر صاحب کے تھے۔ صاحب وجد و
سماع و اہل راز و نیاز از دنیا بے نیاز حضرت سے بھی بہت کچھ فیض جاری ہوا
ہے۔ بعد آپ کے آپ کے خلیفہ سید میر عیوض علی دہلوی صاحب سجادہ
ہوئے۔ ان کے بعد ان کے خلیفہ مولانا ظہیر الدین کیرانوی کار خلافت کو
انجام دے کر ۱۲۰۸ ہجری / ۹۴-۱۷۹۳ء میں انتقال کر کے قصبہ بنت
میں مدفون ہوئے چہارم مولانا شمس الدین صاحب ان کے خلیفہ حاجی میر
لعل صاحب دہلوی ہوئے ان کے بعد مرزا اللہ بخش بیگ صاحب صاحب
سجادہ ہوئے حاجی میر لعل صاحب کو مولانا صاحب سے بھی بیعت تھی پنجم
مولانا میر ضیاء الدین جیپوری کہ نہایت بزرگ صاحب کرامت گزرے

ہیں خوارق و کرامت آپ کے مشہور ہیں مزار حضرت کا جیپور میں زیارت گاہ ہے۔ ششم شاہ عبد الوہاب بیکانیری ہفتم شاہ محمد غوث کیرت پوری ہشتم قاضی احمد علی بھوپالی یہ تینوں صاحب بھی باسلسلہ گزرے ہیں۔ نویں سید شاہ اوا والی دہلوی قادری کہ ان کو اپنے آبائی سلسلہ قادریہ میں بھی بیعت تھی اور اپنے باپ کے سجادہ بھی تھے مگر حضرت مولانا بھی آپ پر کمال شفقت فرماتے تھے بلکہ محبوب فخری مشہور تھے۔ دسویں حضرت سید شاہ نیاز رحمۃ اللہ علیہ عظمائے اولیاء متاخرین کبرائے خلفاء راستین مولانا فخر صاحب سے تھے ذات بابرکات عاشق جانباز محبّ باسوز و گداز بانیاز از دنیا بے نیاز عالم ظاہری و باطنی آپ خورد سالی میں یتیم ہوئے سایہ عاطفت حضرت مولانا صاحب میں پرورش پائی حضور ہی سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کر کے خرقہ خلافت پایا ولادت باسعادت حضرت مولانا نیاز احمد صاحب کی ۱۱۷۳ ہجری / ۶۰-۱۷۵۹ء میں ہوئی اور وفات آپ کی بتاریخ ششم جمادی الثانی ۱۲۵۰ ہجری / ۱۸۳۴ء بمقام بانس بریلی ہوئی۔ عمر شریف آپ کی بہتر برس کی تھی مزار پر انوار بمقام بانس بریلی زیارت گاہ خلق ہے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں خرقہ خلافت حضرت سید عبد اللہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پہنچا آپ کے دو صاحب زادے اول حضرت مولانا خواجہ شاہ نظام الدین سلمہ اللہ تعالیٰ صاحب سجادہ ہوئے ذات بابرکات سے فیض عام جاری ہے۔ دوسرے حضرت مولانا نصیر الدین مغفور صاحب کشف و کرامت بالکل قدم بقدم فخر صاحب تھے۔ اس سلسلہ کے مرید اور مریدوں کے مریدوں سے تمام دنیا میں فیض عام جاری، مولوی محمد سمیع صاحب آپ کے خلیفہ بڑے زبردست گزرے ہیں ان کے مرید میاں مستان شاہ صاحب تابلی موجود

ہیں۔

**مناقب سی و سوم** در ذکر خورشید برج ولایت شہباز مقام ابدیت نیّر فلک ہدایت اسد برج غوثیت فخر العاشقین مظہر رب العالمین سید الواصلین وارث ممالک مرسلین قطب المدار معدنِ انوارِ اللہ الصمد حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی قدس اللہ سرہ العزیز نام نامی و اسم گرامی حضرت کا بھبل اور حضرت مولانا فخر صاحب نے نور محمد خطاب عطا فرمایا قوم آپ کی کھرل مشہور ہے کہ یہ شاخ قوم پنوار کی ہے۔ پنوار قوم ہندوستان میں مشہور و معروف ہے۔ پیران دھار اس قوم کا دار السلطنت تھا اس قوم میں پہلے بھی بڑے بڑے خدا پرست اور بھگت گزرے ہیں جن کے اذکار و حکایات صالحات سے اہل ہند کی کتب پُر ہیں۔ آپ کے والد کا نام ہندال اور والدہ کا نام عاقل بی بی بنت کمال قوم چٹہ متوطن قصبہ بھولرہ[۱] کہ مہاران شریف سے پانچ کوس جنوب میں ہے۔ اور جائے مولد آپ کا موضع چوٹالہ ہے متصل مہاران شریف جانب شرق قلمرو بہاولپور۔ آپ مادر زاد ولی تھے چنانچہ شاہ فتح دریا نیکو کار اکہ مخدوم جہانیاں کے صاحب سجادہ اور غوث وقت تھے انہوں نے آپ کی والدہ کو خورد سالی میں دیکھ کر آپ کے پیدا ہونے کی خبر دی تھی اور نیز حافظ احمد سادی چیرے والہ نے بھی خبر دی تھی کہ عاقل بی بی کے شکم سے غوث وقت پیدا ہو گا ولادت باسعادت حضرت کی ۱۴ ماہ رمضان المبارک وقت شب ۱۱۴۲ ہجری / ۱۷۳۰ء بمقام چٹالہ میں ہوئی آپ کے تولد سے تھوڑی قبل آپ کے والد نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر میں چراغ روشن ہے اس کا تیل تمام عالم میں پھیلا ہوا ہے اور تمام گھر

---

[۱] ممکن ہے یہ چولستان کا قلعہ پھولڑہ ہو۔

معطر ہے۔ جب اس کی تعبیر حافظ احمد صاحب موصوف الصدر سے دریافت کی انہوں نے فرمایا کہ اس گھر میں وہ چشم چراغ معرفت پیدا ہوگا کہ جس کے نور سے تمام عالم منور ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب عمر شریف حضرت کی پانچ برس کی ہوئی حافظ مسعود صاحب مہاروی سے قرآن شریف پڑھا اور حفظ کیا بعد اس کے موضع ہبلانہ علاقہ پاکپتن شریف میں شیخ احمد صاحب کھوکھر سے چند کتب پڑھیں بعد اس کے ڈیرہ غازیخان میں طالب علمی کی اس کے بعد لاہور میں چندے پڑھتے رہے بعد اس کے دہلی میں جاکر حضرت مولانا فخر صاحب کی زیارت سے مشرف ہو کر ان کی خدمت میں حاضر رہ کر مرید ہوئے اور علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کر کے خرقہ خلافت پایا اور تعلیم مریدوں میں مصروف ہوئے۔ مولانا صاحب نہایت مہربانی اور اعزاز فرماتے تھے جس پر بعضے حاسد جلتے تھے۔ جس پر حضرت فخر صاحب قبلہ نے یہ فرمایا تھا ؂

تن مٹکی[۱] من جھیرنا[۲] سُرَت[۳] بلوون ہار[۴]
ماکھن[۵] پنجابی لے گیا چھاچھ[۶] پیو سنسار[۷]

پس اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ وہ نعمت جو کہ سینہ بسینہ جناب علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے حضرت سلطان المشائخ اور ان سے مولانا فخر صاحب تک سلسلہ وار چلی آئی ہے وہ حضرت کو مرحمت ہوئی اور آپ نے وہ نعمت حضرت مولانا قاضی محمد عاقل صاحب کو مرحمت فرمائی صریح اس کا یہ ثبوت موجود

[۱] مانا، مٹی یا مٹکی سرائیکی میں اس برتن کو کہتے ہیں، جس میں دودھ جمایا جاتا ہے اور پھر اسی میں بلویا جاتا ہے [۲] جھیرنا: جس سے لسی بلوتے ہیں ۔[۳] سرت. خیال، تصور، قوتِ ذکر۔[۴] بلونے والا۔
[۵] مکھی ۔[۶] لسی۔[۷] جگ، دنیا۔

ہے اپنے چھوٹے بیٹے میاں نور حسن صاحب کو اپنے روبرو قاضی صاحب موصوف کا مرید کرایا۔ **نقل** ہے کہ ایک روز حضرت مولانا فخر صاحب نے حضرت مہاروی صاحب کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اے نور محمد سبحان اللہ کجاد کن کجا پاکپٹن قدرت پروردگار کو دیکھنا چاہئے کہ مجھ کو دکن سے تم کو پاکپٹن سے لایا اور یہ سنجوگ جوڑا اور یہ شعر پڑھا ۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم

ز خاکِ مکہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبی است

(ترجمہ: بصرہ سے حسنؒ (بصری) حبش سے بلالؓ اور بلاد روم سے حضرت صہیب رومیؓ (تو صدق و اخلاص سے آ کر فیض یاب ہو گئے) مگر نبیؐ آخر الزماں کے اپنے گھر (خاک مکہ) میں سے ابو جہل یونہی رہ جاتا ہے ۔ تعجب کی بات ہے ۔)

حضرت مستجاب الدعوات تھے خطرات پر فوراً آپ کو آگہی ہو جاتی تھی ساہو جاٹ[1] آپ کی ادنیٰ توجہ سے زیارتِ رسولِ مقبول ﷺ سے مشرف ہوا اور وہ حضرات کہ جنہوں نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا مشاغلہ و مجاہدہ (کے بعد) خرقہ خلافت پایا ان کو کیا کچھ مرتبہ نصیب ہوا ہو گا۔ کئی ہندو فقیر کہ جو جوگ کرم میں پوری دستگاہ رکھتے تھے انہوں نے آپ سے مباحثہ کئے اور آخر آپ کے طفیل ان کو دولت ایمان نصیب ہوئی۔ سلسلہ حضرت کا شرق سے غرب جنوب سے شمال تک جاری ہے ایک یہ بھی تاثیر ہے کہ جس کو آپ کے سلسلہ میں خلافت ملتی ہے اس کو ضرور فتوحات ظاہری و باطنی حاصل ہوتا ہے دل اس کا غنی ہو جاتا ہے۔ **نقل** ہے کہ جن دنوں حضرت لاہور میں تشریف فرماتے کچھ تو تنگی تھی کچھ خیال نفس کشی کا تھا بوقت شب واسطے گدائی کے نکلے ایک جگہ کیچڑ تھی آپ کا پیر پھسلا آپ گر پڑے کپڑے

---

[1] صاہو 'ص' سے لکھا جاتا ہے جو صاحب کا بگاڑ ہے

ناپاک ہوئے اس وقت آبدیدہ ہو کر آپ نے دعا کی کہ الہی اس بلا سے نجات دے چونکہ مستجاب الدعوات تھے دعا قبول ہوئی فتوحات بے شمار ہونے لگا۔ پھر تاحیات کسی سے حاجت سوال کی نہ ہوئی خداوند تعالیٰ غیب سے کشود کار فرماتا رہا۔ دوسری یہ کہ قاضی محمد عاقل صاحب سا ایسا مرید ملا کہ جس کی وجہ سے اخراجات دنیا کی طرف سے بالکل بے پرواہی ہو گئی تھی، جس کو حضرت قاضی صاحب کے کوائف میں بیان کروں گا۔ آپ کے اور کئی برادر تھے ملک سلطان و ملک برہان اور ملک عبداللہ صاحب۔ وصال قبلہ عالم کا بتاریخ سوم ذی الحجہ ۱۲۰۵ ہجری / ۱۷۹۱ء مطابق ۳۱ جلوس حضرت عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ میں ہوا۔ مزار مقدس بمقام مہاران معروف بہ تاج سرور میں زیارت گاہ ہے۔ تاریخ ہوئی :

حیف واویلا جہاں بے نور شُد

(ترجمہ: افسوس اور واویلا کرنے کا مقام ہے کہ دنیا اندھیر ہو گئی ہے)

حضور کے تین صاحبزادے ہوئے اول حضرت خواجہ نور الصمد شہید کہ مرید حضرت مولانا فخر صاحب مبرور کے تھے دوم خواجہ نور احمد صاحب یہ مرید اپنے پدر قبلہ عالم کے ہوئے سوم خواجہ نور حسن صاحب یہ مرید حضرت سلطان الاولیاء مولانا قاضی محمد عاقل صاحب کے تھے ان صاحبوں کی اولاد مہاران و مگھیر ان شریف میں آباد ہے۔ اکثر وہ صاحبان سلسلۂ حضرت قاضی محمد عاقل میں مرید ہوتے ہیں۔

خلفاء حضور کے حضرت قاضی محمد عاقل صاحب کہ ذکر آپ کا آگے بیان ہو گا دوم خلیفہ حافظ محمد جمال ملتانی کہ عالم علوم ظاہری عارف باللہ صاحب وجد و سماع تھے ایک مدت دراز اپنے شیخ کو وضو کراتے رہے۔

منکران علاقہ ملتان کو رجوع کیا ذکر جہر باآواز بلند کرتے آپ ہی کی برکت سے ملتان تاخت سکھان سے محفوظ رہا۔ ولایت ملتان درگاہ فخری سے آپ کو ملی تھی ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کے پیر اپنے پیر سے کس طریقہ سے ملتے تھے آپ نے فرمایا اس طرح ملتے تھے جیسے بندہ خدا سے ملتا ہے۔ وصال آپ کا بروز چہار شنبہ پنجم جمادی الاول [۱] کو ہوا۔ مزار ملتان میں۔

ان کے مریدوں میں یہ صاحب نامور [۲] گزرے ہیں۔ صاحبزادہ غلام فرید و مولوی عبدالعزیز [۳] و مولوی محمد عمر سوکڑوی تونسوی و مولانا

---

[۱] حافظ جمال اللہ ملتانی کی تاریخ پیدائش عمر کمال خان نے 'فقہائے ملتان' میں ۱۱۲۵ھ / ۱۷۱۳ء لکھی ہے جبکہ ' نور جمال' (انگریزی ترجمہ) میں ڈاکٹر مہر عبدالحق نے ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء لکھی ہے دونوں مصنفین سنِ وفات ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء لکھتے ہیں سرائیکی میں ان کی بلند پایہ سی حرفی بھی موجود ہے۔

[۲] حافظ جمال اللہ ملتانی کے نامور مریدوں میں مصنف نے منشی غلام حسن گانمن شہید کا ذکر نہیں کیا جنہوں نے اپنے مرشد کے احوال میں ایک شاندار کتاب 'انوار جمالیہ' بھی لکھی تھی۔ وہ سرائیکی اور فارسی کے بلند پایہ وحدت الوجودی شاعر تھے اور سرائیکی شعری اصناف 'ڈھولا' اور 'گھڑولی' کے موجد بھی سمجھے جاتے ہیں۔ منشی غلام حسن گانمن موسیقی میں بھی بڑی دسترس رکھتے تھے اور انہوں نے ملتانی کافی میں 'خیال گانمن' کے نام سے ایک راگنی بھی ایجاد کی تھی۔ ان کی سرائیکی کافی کا ایک بند ملاحظہ کیجئے:

نیڑے ہو کر دور جلیندیں  کائی تاں ویدن ڈس ماہیا

نیناں دے نیڑے وس ماہیا

تاریخِ ادبیات (جلد ۱۴ حصہ دوم) کے مطابق منشی صاحب کی ولادت ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء اور شہادت، ملتان کا ؛ فاع کرتے ہوئے ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۸-۴۹ء میں ہوئی۔

[۳] حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز پریہارویؒ سال ۱۳۰۰ھ / ۱۷۴۸ء میں قصبہ پریہار تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ خرقۂ خلافت حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ سے حاصل کیا اور کسبِ فیض حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ و خواجہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانیؒ و مولانا خواجہ خدابخش خیرپوریؒ سے حاصل کیا۔ حدیث، فقہ، عقائد، علم الکلام، طب، ریاضی، نجوم، ہیئت، جفر، رمل یعنی اس دور کے جملہ علوم میں

خدابخش ملتانی کہ غرہ صفر ۱۲۵۱ ہجری / ۱۸۳۵ء مطابق ۳۱ جلوس حضرت اکبر شاہ ثانی فوت ہوئے۔

تیسرے خلیفہ قبلہ عالم مہاروی صاحب کے سلطان التارکین برہان العارفین دلیل الواصلین پیشوائے عاشقان حبیب سبحان حضرت خواجہ محمد سلیمان چشتی رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالوہاب بن عمر خان بن خان محمد قوم افغان جعفر قبیلہ مدانی جائے مولد آپ کا موضع کہ کھتی[۱] ہے حضرت مادر زاد ولی تھے۔ جس کی کیفیت مناقب المحبوبین میں مفصل درج ہے۔ خورد سالی میں یتیم ہوئے جب ساڑھے چار برس کے ہوئے پڑھنے بیٹھے مُلّا یوسف سے پندرہ سپارہ پڑھے کچھ حاجی صاحب سے پڑھا بعد تونسے میں چند روز طالب علمی کی بعدہ موضع لانگہ میں رہے اس کے بعد کوٹ مٹھن شریف میں آکر سلطان الاولیاء حضرت مولانا قاضی محمد عاقل قدس سرہ العزیز کے مدرسہ میں تحصیل علوم ظاہری فرمائی بلکہ چند کتب حضرت خواجہ احمد علی صاحب خلف قاضی صاحب موصوف الصدر سے پڑھیں وہ آپ پر نہایت شفقت فرماتے خورد و نوش کی خبر گیری کرتے۔ حضرت قاضی صاحب اکثر آپ کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ اس نوجوان طالب علم میں سے بوئے محبت آتی ہے یہ غوث وقت قطب عہد ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اکثر تقریب اعراس میں

---

کامل تھے تقریباً دو سو کے قریب تصانیف کیں جو ضائع ہو گئیں۔ فقہ پر ان کی معرکۃ الآراء کتاب 'نبراس' مشہور ہے، حافظ جمال اللہ ملتانی کے حالات پر کتاب ' گلزارِ جمالیہ ' بھی لکھی۔ اور بھی کئی دقیق علوم پر تصانیف موجود ہیں (عمر کمال خان۔ ص ۳۳) آپ کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ جو کتاب ایک بار پڑھتے اسے لفظ بہ لفظ سنا دیتے یا نقل کر دیتے۔ حضرت پیر مہاروی کے حافظہ کا ذکر خواجہ فرید بھی اپنی مجالس میں کرتے تھے۔ (مقابیس المجالس۔ ص۔ ۸۸۹)

[۱] موضع گڑگوجی

آپ حضرت قاضی صاحب کے ہمراہ رہے ہیں۔ جیسا کہ مناقب المحبوبین میں اوچ کا واقع درج ہے آپ مزار مخدوم جہانیاں صاحب پر مہاروی صاحب کے مرید ہوئے۔ اور حسب اجازت پیر روشن ضمیر کے دہلی جاکر زیارت حضرت فخر صاحب قبلہ سے مشرف ہوئے حضرت مہاروی صاحب کو آپ کی نہایت تلاش تھی چنانچہ مولانا نور محمد صاحب حاجی پوری بحکم قبلہ عالم آپ کی تلاش میں ہمیشہ کوہستان سنگھڑ میں جایا کرتے تھے جب آپ مرید ہوئے تو قبلہ عالم نے حاجی پور والے صاحب کو تحریر فرمایا کہ وہ شاہباز کہ جس کی مدت سے تلاش تھی وہ میرے دام میں آگیا ہے تم تکالیف سفر اب نہ اٹھانا ۱۱۹۱ ہجری / ۱۷۷۷ء میں بعمر سولہ سال دہلی گئے وہاں سے آکر مہاراں شریف میں ریاضت شاقہ کر کے خرقہ خلافت پایا۔ سلسلہ آپ کا شرق سے غرب جنوب سے شمال تک جاری ہے ہزاروں خوارق و کرامت زبان زد خواص و عام ہیں خضر علیہ السلام سے ملے سید احمد مدنی نے بحکم رسول مقبول آکر آپ سے بیعت کی مولانا غلام نصیر الدین عرف میاں کالے صاحب نبیرۂ حضرت فخر صاحب نے آپ سے استفادہ اٹھایا دوسری بار جو حضرت دہلی تشریف فرما ہوئے تو میرے جد اور والد سے بھی ملے اس موقع کے دیکھنے والے ابھی زندہ ہیں وصال حضرت کا بروز پنجشنبہ ساتویں صفر ۱۲۶۷ ہجری / ۱۸۵۰ء مطابق ۱۵ جلوس حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ کے ہوا مزار تونسہ شریف میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت کے دو صاحبزادہ تھے خواجہ گل محمد صاحب دوسرے خواجہ درویش محمد صاحب دونوں حضرات باتصرف ظاہری و باطنی بانسبت بامروت صاحب عظمت و کرامت گزرے ہیں اور دونوں حضرات کی اولاد موجود ہے

۔ مگر بعد وصال خواجہ صاحب کے صاحبزادہ آفاق حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش صاحب بن خواجہ گل محمد صاحب صاحبِ سجادہ ہوئے مسند آرائے مشیخت ہو کر ہدایت خلق میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ ذات بابرکات کو سلامت رکھے کہ آپ کی ذات فیض آیات سے ہزاروں بلکہ لاکھوں بندگان خدا افیضان ظاہری باطنی سے مشرف ہوتے ہیں بندہ بھی حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔

خلفاء حضرت خواجہ شاہ سلیمان چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش صاحب سجادہ و حاجی محمد رمضان چشتی لاہوری صائم الدہر قائم اللیل تین رمضان ۱۲۸۲ ہجری / میں فوت ہوئے و شیخ محمد یار کہ فرید عصر تھے و مولوی محمد علی و سید محمد علی خیر آبادی مولانا احمد تونسوی صاحب زادہ نور بخش صاحب مہاروی غلام قطب الدین غلام فرید برادر خواجہ محمود، مولوی نور جہانیاں بہاولپوری، مولوی شہسوار، حافظ برخوردار، مولوی سرفراز، میاں عبدالشکور، سردار خان ولایتی، حسن شاہ قندھاری و حسن عسکری دہلوی، مولوی قیام الدین دہلوی، میاں عبداللہ شاہ، میاں منور علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سکنہ علاقہ گوڑ گانوہ۔

چوتھے خلیفہ حضرت مہاروی صاحب کے مولانا نور محمد نارو والہ بن صالح محمد سب سے پہلے قبلہ عالم سے آپ ہی نے بیعت کی اور سب سے پہلے خرقہ خلافت پایا عالم علوم ظاہری و باطنی صاحبِ کشف و کرامت با عظمت گزرے ہیں۔ قبلہ عالم بھی ان پر مہربانی فرماتے جملہ مرید اور صاحبزادہ آپ کو بزرگ مانتے تھے چنانچہ حضرت سلطان الاولیاء سے ایک ان کے مرید نے پوچھا کہ حضرت نارووالے صاحب کی دست گاہ فقر میں کہاں تک ہے آپ

نے ارشاد فرمایا کہ جوان سا ہو وہی دریافت کر سکتا ہے دوسرے کی مجال نہیں بڑے بڑے کاملین وقت قدم بوسی کرتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ چاروں خلیفہ قبلہ عالم کے مثل چار یار جناب سرورِ کائنات (ﷺ) گزرے ہیں وصال آپ کا بتاریخ ششم جمادی الاول ۱۲۰۴ ہجری / ۱۷۹۰ء مطابق ۳۴ جلوس ابو المظفر عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ میں ہوا۔ مزار بمقام حاجی پور مادہ تاریخ آپ کا "چراغ" ہے بعد آپ کے میاں غلام رسول صاحب صاحبزادہ کلاں صاحب سجادہ ہوئے ان کے بعد ان کے صاحبزادہ حافظ محمد صاحب صاحب سجادہ ہیں۔ یہ ہی میرے شیخ کے خلفاء سے ہیں۔ خلفاء ان کے عبداللہ خان چانڈیہ اور مولوی حسن خان راجنپوری، مولوی نور محمد برڑہ، محمد پوری، مولوی ابوبکر حاجی پوری، مولوی محمد عمر حکیم سید پوری۔ نواح حاجی پور میں مشہور ہے کہ نارو والہ صاحب کے حکم سے دریائے سندھ کئی میل ہٹ گیا تھا اور آپ کی وفات کی خبر سن کر قبلہ عالم نے فرمایا تھا کہ "چندے اور رہتے تو تمام عالم ان کے نور سے منور ہوتا۔"

پانچویں خلیفہ قبلہ عالم مہاروی صاحب کے قاری عزیزاللہ و قاری صبغۃ اللہ [۱] و میاں محمد فاضل نیکوکارہ و میاں غلام حسین بھٹی و غلام محمد کیڑی والہ [۲] حافظ ناصر۔ یہ گویا سب مل کر مثل عشرہ مبشرہ کے تھے باقی مولوی محمد مسعود جہانگہ والہ و چشتی نور الحق سکنہ شہر فرید و غلام محمد سکنہ میر اوالی و محمد غوث بجیدانہ و حافظ پھل جویا و محمد بخش چشتی تاج سروری و اصالت خان و نواب لطف اللہ خان و نواب غازی الدین خان و مولوی نور محمد بہل سکنہ نواح بہاولپور مولوی محمد حسین چنڑ و میاں اکبر لکھی، حافظ نبی

[۱] ممکن ہے نام صبغت اللہ ہو۔ [۲] کھیڑی والا

، مولوی محمد اکرم ڈیرہ غازی خانی، مولوی محمد عجیب گڑھی اختیار خان، مخدوم شیخ محمود سید پوری، مخدوم نوبہار اوچی[۱] صاحب سجادہ اوچہ شریف مخدوم عبدالوہاب اوچی، مخدوم عبدالکریم اوچی، مخدوم محبت جہانیاں اوچی، مولوی تاج محمود ساکن گڑھی اختیار خان، شیخ جمال چشتی فیروزپوری، حافظ عظمت، میرن شاہ، سید صالح محمد شاہ و دین محمد شاہ ساکن بھٹی و میاں احمد گوندل شیخ نظام بخش کہ اولاد قطب جمال ہانسوی تھے و شاہ عبدالعزیز ہندی، مولوی ضیاء الدین مہاروی، خلیفہ عبداللہ، مولوی عبدالرحمٰن سندھی و حضرت مولانا سلطان محمود صاحب کوریجہ رحمۃ اللہ علیہ برادر حقیقی حضرت سلطان الاولیاء و حضرت مولانا خواجہ قاضی احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرزند دلبند حضرت سلطان الاولیاء قدس اللہ سرہ العزیز، مہاروی صاحب کے کل خلفاء کامل و مکمل گزرے ہیں۔

**مناقب سی و چہارم** در ذکر حضرت سلطان الاولیاء شمس الہدیٰ قطب العارفین محبوب رب العالمین سراج العاشقین قدوۃ الواصلین حضرت مخدوم قاضی شیخ محمد عاقل صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کہ اعظم خلفائے حضرت قبلہ عالم مہاروی و مقبول بارگاہ فخری راغ دودمان نظامی عالم ظاہری و باطنی صاحب وجد و ذوق و شوق کہ اولاد سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے (تھے)۔ طریق حضرت کے بزرگوں کا سہروردیہ تھا اور کئی پشت سے بزرگ حضرت کے سلسلۂ سہروردیہ میں کامل اور صاحب سلسلہ ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ کشش آب و دانہ سے بزرگان حضرت سے جناب مخدوم زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اوائل سلطنت حضرت جہانگیر بادشاہ نور

---

[۱] از خاندان مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ

اللہ مرقدہ میں بمقام منگلوٹ شریف علاقہ ملتان میں سکونت پذیر ہوئے ان کے دو فرزند پیدا ہوئے ایک صاحبزادہ حبیب اللہ وہ فوت ہوئے اور صاحبزادہ کلاں حضرت محبوب اللہ الصمد مخدوم نور محمد نے نشوئمایایا جب ان کا شہرہ فضل و کمال بلند ہوا اور دور دور سے لوگ فیضان ظاہری و باطنی سے مستفیض ہونے لگے اسی اثناء میں امیر ارادت خان وزیر دوم شاہجہان بادشاہ غازی حضرت کے مرید ہوئے آخر ایک روز وزیر نے موقع پاکر بادشاہ کے روبرو اپنے شیخ حضرت مخدوم صاحب کے اوصاف حمیدہ اور انکا حسب ونسب بیان کیا جس پر حضرت ظل سبحانی خلیفہ رحمانی صاحبقران ثانی حضرت شاہجہان بادشاہ غازی اعلیٰ اللہ مقامہ فی الجنۃ کے دربار فیض آثار سے پانچ ہزار بیگہ پختہ اراضی واسطے اخراجات حضرت مخدوم صاحب کے پیشکش ہوئی اور ایک فرمان مزین بدست خطِ خاص مرحمت ہوا جسکو مجنسہ واسطے ملاحظہ خادمان اسی دودمان کے تحریر کرتا ہوں۔ نقل فرمان شاہجہانی مطابق اصل :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ الخ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ الخ

(ترجمہ : (۱) بیشک اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے الخ
(۲) اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) الخ

مورخہ بست و پنجم شہر ربیع الاول ۷ جلوس مطابق ۱۰۴۴ ہجری / ۱۶۳۴ء بدین مضمون کہ :

درین زمان فرمان سعادت نشان فرخندہ عنوان بعرض اینکہ موازی پنجہزار بیگہ زمین قابل زراعت از پرگنہ منگلوٹ سرکار

صوبہ دار الامان ملتان دروجہ مدد معاش بنام خادمان کرامت نشان پیر مرشدِ طریقت ہادیٔ راہ حقیقت راہبر راہ شریعت و معرفت غواص بحر عرفان زبدۂ خدا پرستان حضرت قبلہ میاں صاحب مخدوم نور محمد کوریجہ دام اللہ ظلہ و شرفہ معہ فرزندان از ابتدائے فصل خریف تابہ کشت اردی بہشت فصلی مقرر است امر رفیع القدر شرف صدور یافت کہ زمین مذکورہ بمیانصاحب مغرالیہ [۱] عنایت فرمودیم کہ حاصلات آنہا فصل بفصل سال بسال صَرف ما یحتاج خود نمودہ دعائے خیر دولت ابد پیوند اشتغال مفیر مودہ باشند باید کہ حکام و عمال و جاگیر داران و کروریان حال و استقبال و اہل پرگنہ اراضی مذکور در محل نیک پیمودہ حسب الحکم اشرف الا علی این امر جلیل القدر را مستمر دانستہ در زمین مذکورہ از مالیہ سرکار یکصد و چہل چاہ چک بستہ و یک مسجد مبارک و سرائے رنگین پختہ درس خواندن طالب علمان ساختہ بتصرف میانصاحب معزالیہ دہند و بوجہات و سائر جہات اخراجات مثل مغلیہ و پیشکش و جرمانہ و خالصانہ و محصولانہ و دروغگانہ و مہرانہ و دہ نیمی و مقدمی و صدودی و قانو گوئی و ضبط ہر سال و تکرار زراعت و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند و در ہر سال و ہر فصل سند مجدد نطلبند واجب الارشاد عمل نمودہ تخلف نورزند تحریر بتاریخ ہشتم محرم الحرام ۱۰۴۴ ہجری / ۱۶۳۴ء

(ترجمہ : زمانۂ حضر میں سعادت کی نشانی اور برکت کا نشان رکھنے والا ایک فرمان اس غرض سے (جاری ہوا) کہ تقریباً پانچ ہزار بیگھا (پچیس سو ایکڑ) قابل

[۱] مشیر الیہ؟

کاشت زمین پرگنہ (ضلع) منگلوٹ سرکار (صوبہ) دارالامانملتان (کی طرف سے )
خدام بارگاہ کرامت نشان ، پیر و مرشد طریقت ، ہادیٔ راہ حقیقت م رہبر راہ شریعت و
معرفت عرفان کے سمندر کے غواص خدا پرستوں کے حاصل حضرت قبلہ میاں
صاحب مخدوم نور محمد کوریجہ اللہ ان کے شرف اور کمانے کو دائم رکھے اپنی اولاد
سمیت، خریف اور ربیع کے آغاز و انجام کی تمام فصلیں حوالے کی گئیں ہیں ۔ حکم
والاشان صادر ہوا کہ مذکورہ اراضی میاں صاحب مذکور کو عنایت کی ہیں ان کی
فصل بہ فصل آمدنی ہر سال اپنی ضروریات میں لا کر اس ہمیشہ رہنے والی
حکومت کے لئے دعا میں مشغول رہیں ۔ واضح ہو کہ حکام کارندوں ، جاگیرداروں ،
موجودہ اور مستقبل کے کروڑیوں اور ضلع (پرگنہ) کے لوگوں (کے روبرو) کسی اچھے
وقت میں زمین کی پیمائش کر دی جائے ۔ اشرف و اعلیٰ حکم کے مطابق اس جلیل
القدر کام کو دائمی اور پختہ سمجھا جائے ۔ اس زمین (جاگیر) میں سرکاری مالیہ
(کی مد سے ) ایک سو چالیس (۱۴۰) پختہ کنویں بمع سامان ایک مسجد مبارک اور
طالبانِ علم کے درس و تدریس کے لئے ایک پختہ و رنگدار (چونا گچ) سرائے تعمیر کر
کے میاں صاحب مذکور کے حوالے کئے جائیں ۔ اور محصولات اور ہر قسم کے سرکاری
اخراجات (ٹیکس وغیرہ ) مثلاً مغلیہ (ٹیکس) اور پیشکش ( نذرانہ ٹیکس) اور
جرمانہ ، خالصانہ ، محصولانہ ، دروغ گانہ ، مہرانہ ، دہ نیمی ، مقدمی ، صدودی ،
قانونگونی (کے ٹیکس) سالانہ ضبطی ، سال میں دوبارہ فصل کرنے کا ٹیکس ، اور
تمام دیوانی ہرجانے اور سلطانی مطالبات کے لئے (میاں صاحب مذکور کے ساتھ)
کوئی مزاحمت نہ کی جائے ۔ اور ہر سال یا ہر نئی فصل کے لئے نئے سند (حکمنامہ) نہ
طلب کریں ۔ اس حکم واجب الارشاد کی تعمیل کی جائے اور کسی قسم کی خلاف
ورزی نہ کی جائے ۔ تحریر مورخہ ۸/ محرم الحرام ۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴ء)

دیگر یہ فرمان وہ ہے کہ ۱۴ جلوس حضرت ابو المظفر محی الدین عالمگیر بادشاہ
غازی سے مرحمت ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مہر شاہی

متصدیان محالات حال و استقبال پرگنہ منگلوٹ سرکار صوبہ ملتان
بدانند کہ حسب الامر جلیل القدر موازی پنج ہزار بیگہ اراضی

خارج جمع پرگنہ مذکور مطابق اسناد حکام در وجہ معاش میانصاحب مخدوم نور محمد کوریجہ جیو بشرط قبض و تصرف مرحمت شدہ باید کہ حسب الامر والا قدر اراضی مسطورہ را بشرط قبض و تصرف حسب الضمن بصرف آنہا واگذارند و تغیر و تبدل را بہ آن راہ ندہند و بوجہے من الوجوہ مزاحمت نرسانند کہ حاصلات آنزا صرف معیشت خود نمودہ بدعائے دوام دولت پردازند و اگر در محلے دیگر داشتہ باشند اعتبار نہ کنند درین باب تاکید دانند فی التاریخ پنجم شہر ذی حجہ ۱۴ جلوس مطابق ۱۰۸۱ ہجری۔

(ترجمہ: ضلع پرگنہ منگلوٹ صوبہ (سرکار) دارالامان ملتان کہ حاضر ملازمت اور آنے والے تمام ڈپٹی کمشنران اور تحصیلدارانؒ کو جان لینا چاہئے کہ جلیل القدر حکم کے تحت موازی پانچ ہزار بیگھہ اراضی جمع بندی محال مذکور (منگلوٹ) میں سے حکام کے اسناد کے مطابق میاں صاحب مخدوم نور محمد کوریجہ جیو کے وجہ معاش کے لئے تصرف و قبضہ سمیت مرحمت کی گئی ہے۔ والا شان حکم کے تحت تم کو چاہئے کہ ریکارڈ کے مطابق اراضی کا قبضہ و تصرف ان کے حوالے کر دیا جائے اور اس حکم میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ برتا جائے اور کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے تاکہ وہ اس کی آمدنی اپنے اخراجات میں لاکر اس حکومت کے دوام و بقا کی دعا میں مشغول رہیں۔ اس بارے میں تاکید مزید ہے کہ اگر یہ جاگیر کسی اور مقصد کے لئے رکھی گئی ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہ کریں۔

تحریر ۵/ذی الحج ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۲ء

..........۱۴ جلوس..........)

نقل فرمان تیمور شاہ بادشاہ کابل خلف احمد شاہ ابدالی نقل مطابق اصل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مہر شاہی

متصدیان محالات حال و استقبال منگلوٹ سرکار صوبہ ملتان بدانند

کہ حسب الامر جلیل القدر موازی پنجہزار یگہ اراضی معہ چاہان
پختہ و جاری آبنوش چھجووالہ وابواب زمین داری و عہدہ قضا چنانچہ
رسوے ازدواجی و نکاح خوانی و رسوم اسقاط و مانگ خوشہ ہر
اجناس وغیرہ از پرگنہ مذکورہ و پرگنہ گوگران وہند علی پور و کوٹ
مٹھن و موضع یاریوالی مطابق بنہاد احکامِ سابقہ در وجہ مدد معاش
حضرت میانصاحب رضوان منزلت غفران مرتبت محبوب
الصمد مخدوم نور محمد کوریجہ جیو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بشرط قبض و
تصرف مرحمت شدہ آمدہ۔ باید کہ عمال و جاگیرداران و کروریان
پرگنات مذکورہ حسب الحکم اشرف الاقدس الارفع الاعلی اراضی
مسطورہ ؛ مع ابواب مرقوم الصدر بشرط قبض و تصرف حسب
الضمن از محل قدیم بدستور سابقہ بہ تصرف فضائل کمالات
مرتبت حقائق و معارف منزلت زبدۃ العلماو الفضلا قاضی صاحب
قاضی شریف محمد و قاضی نور محمد و قاضی عاقل محمد و غلام محمد و محمد
رضا بزرگان کوریجہ از اولاد مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ واگزارند و
تغییر و تبدیل را بہ آں راہ ندہند و بوجہ من الوجوہ حال بزرگان
مشار الیہما از فرمان و ہر انچہ درباب اجرائے معمولات مدد معاش و
عہدہ قضا مواضعات مذکورہ وجوہات معاف مسلم دانستہ تخلف نور
زند ہیچ گونہ مزاحمت نرسانند کہ بزرگان موصوفون حاصلات آنرا
فصل بفصل سال بسال صرف حوائج مایحتاج خود ہا نمودہ بدعائے
دوام دولت ابد اشتغال پردازند اگر در محلے دیگر داشتہ باشد آنرا
اعتبار نسازند و درین باب تاکید مزید دانستہ ازان امر خلاف نور

زند تحریر بتاریخ شہر صفر المظفر ے جلوس۔

(ترجمہ :منگلوٹ سرکار ملتان کے موجودہ و آئندہ حکام مال جان لیں کہ حکم والا شان کے مطابق موازی پانچ ہزار بیگھا اراضی پانی پلانے والے پختہ اور جاری چاہات (کنویں) نالہ چھجو والہ ، سمیت ، زمینداری کے مراتب اور عہدۂ قضا ، اور شادی و نکاح پر مقرر رسوم ، اسقاط اور ہر فصل پر خوشوں کی مانگ (طلب) مذکورہ بالا پرگنہ سے اور پرگنہ گوگران و بند علی پور و کوٹ مٹھن ، موضع یارے والی سے حضرتؒ میاں صاحب رضوان منزلت ، غفران مرتبت ، محبوب الصمد ، مخدوم نور محمد کوریجہ جیو راضی اللہ تعالی عنہ کے مدد معاش کی خاطر بمع تصرف و قبضہ دئے گئے تھے . اب چاہئے کہ کارندے ، جاگیرداران اور مذکورہ پرگنوں کے کروڑی ، اشرف اقدس ارفع و اعلی حکم کے مطابق مذکورہ اراضی مذکورہ بالا ابواب (مدات و سہولیات) تصرف اور قبضہ سمیت قدیم الایام سابق دستور کے مطابق فضائل و کمالات مرتبت ..... ا بزرگان کوریجہ ( جو کہ مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ہیں ) کو واگذار کر دی جائے . اس میں کسی قسم کی تبدیلی کو دخل نہ دیا جائے . اور کسی بھی وجہ سے مذکورہ بالا بزرگان کے حق میں جو فرمان معمولات مدد معاش وا گذار اور جاری کرنے اور مذکورہ مواضعات کے عہدۂ قضا دینے اور دیگر معافیات کی سہولیات دینے میں کوئی خلف ورزی اور کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے تاکہ بزرگان موصوف ہر سال فصل بہ فصل ان کی آمدنیوں کو اپنی ضروریات زندگی پر خرچ کر کے اس دائمی حکومت کی بقا و دوام کے لئے دعا میں مشغول رہیں .

اگر یہ جاگیر کسی اور مقصد میں رکھی گئی ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہ کریں . اس سلسلے میں مزید تاکید کی جاتی ہے ان احکام کی خلاف ورزی نہ کی جائے . )

یہ تینوں اسناد اور دیگر اسناد کہ جو منجانب صوبہ دار ملتان و محکمہ دیوان صادر ہوتے رہے ہیں موجود ہیں سب بندہ کی نظر سے گزرے ہیں کل کی نقل کرنے میں طوالت ہوتی۔

پس مخدوم صاحب محبوب اللہ الصمد حضرت مخدوم نور محمد کے تین فرزند ہوئے بڑے فرزند سلطان مخدوم باغلی (باغ علی ؟) یہ لاولد رہے دوسرے مخدوم محمد یعقوب صاحب تیسرے حاجی محمد اسحاق صاحب کہ مزار

ان کا مقام بھرون ضلع ڈیرہ غازی خان میں اور وہیں ان کی اولاد آباد ہے اور صاجزادہ دوم محمد یعقوب صاحب کے بھی دو صاجزادہ ہوئے بڑے مخدوم غلام حیدر سلطان مشہور گانمن سلطان یعنی سندھی زبان میں غلام حیدر کا گانمن ہوا ہے۔ ان کا مزار یاراوالی کنارۂ دریائے سندھ پر ہے اور وہیں ان کی اولاد آباد ہے۔ دوسرے صاجزادہ مخدوم محمد شریف ان کے دو فرزند ہوئے بڑے قاضی نور محمد صاحب جن کا ذکر آگے ہوگا دوسرے سلطان الاولیاء قاضی محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہ پسر مخدوم محمد شریف صاحب بمقام یاراوالی لبِ دریائے سندھ پر آکر مقیم ہوئے اور اس علاقہ کے تمام امیر و غریب آپ کے معتقد ہوئے اور مٹھن خان رئیس بلوچ کہ جو اس علاقہ میں سربرآوردہ امیر کبیر اور آپ کا مرید صادق تھا ایک بار حضرت کا گزر اس جگہ ہوا کہ جہاں کوٹ شریف آباد ہے سطحِ ہموار دریا کا کنارہ جنگل پر فضا دیکھ کر پسند کیا اور خان موصوف کو ارشاد فرمایا کہ مشیت ایزدی اسی طرح ہے کہ اس جگہ شہر آباد ہو اور یہ اللہ والوں کا مسکن بنے چونکہ یہ تیری ملک ہے اگر تو اس جگہ شہر آباد کرے تو اس کی وجہ سے تا قیام قیامت تیرا نام رہے یہ کلام صداقت انضمام سن کر خان خوش ہوا اور عرض کی کہ اگر حضور بھی اس جگہ قیام پذیر ہوں تو امید قوی ہے کہ برکت قدوم فیض لزوم سے جلد شہر آباد ہو گا چنانچہ تھوڑے سے عرصہ کے بعد شہر نہایت پُر ترتیب آباد ہو کر کوٹ مٹھن کے نام سے مشہور ہوا اور حضرت کی سکونت کے لئے ایک حویلی حسب دستور اس ملک کے تیار ہوئی چنانچہ نواب کبیر محمد خان حضرت کا نہایت معتقد تھا اور فرمانروائے ڈیرہ غازی خان بھی نہایت فرمانبرداری کرتا تھا۔

**فائدہ** عرف اس خاندان کا کوریجہ کہ منسوب بطرف کوربن پنون کے ہے

اور دراصل قریشی فاروقی ہیں جیسا کہ نسب نامہ سے ہویدا ہو گا اور خانصاحب رکن الدولہ نصرت جنگ بہادر محمد بہاول خان مغفور بھی معتقد ان حضرت سے **نقل** کرتے ہیں کہ ایک بار خان موصوف واسطے دعا طلبی کے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میاں سرائی والیٔ حیدر آباد سندھ جو اس وقت شاہ خراسان کے ناک کا بال ہے بوجہ بھڑ کانے دشمنوں کے مجھ سے بد ظن معلوم ہوتا ہے اور مجھ کو طلب کرتا ہے اس سے پہلے بھی آپ کی دعا سے کئی بار اللہ تعالیٰ نے کرم کیا حضرت نے ایک لفظ زبان حق ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ جب روبرو اس کے جانا اسکو زبان پر لانا خدا سب طرح فضل کرے گا ۔خان موصوف ارشاد حضور بجا لایا برکت اس لفظ سے بہت اعزاز پایا اور زنجیر فیل بھی بارگاہ میاں سرائی سے خان موصوف کو عنایت ہوا۔ الغرض بعد تھوڑے عرصہ کے حضرت مخدوم صاحب کے ہاں میاں نور محمد صاحب بمقام کوٹ مٹھن متولد ہوئے اور ناز و نعمت سے پرورش پائی اور تحصیل علم دین میں مشغول رہے۔ جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے، حسب سفارش حاکم ڈیرہ غازی خان ، بارگاہِ سلطانی سے آپ کو عہدۂ قضا مرحمت ہوا۔ وہ عہدہ حضرت کی اولاد میں اب تک موجود ہے تمام علاقہ میں ان کے نائب کارروائی کرتے ہیں۔

بعد اس کے جب وہ آفتاب ہدایت برج حمل میں آیا یعنی حضرت قاضی محمد عاقل صاحب حمل میں آئے تو ان کی والدہ ماجدہ کو کشف ہونے شروع ہوئے ، ہر روز نئے نئے عجائبات نظر آنے لگے۔ انہوں نے اپنے شوہر جناب مخدوم صاحب موصوف کی خدمت میں ایک دن اپنی کیفیت بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو تمہارے شکم میں قطب زمان ہے، اس

کا اظہار کسی سے نہ کرنا۔ جب بعد نو ماہ کے حضرت قاضی تولد ہوئے اور جو جو کرامت اور خوارق حضور سے خورد سالی میں ظاہر ہوئے ان کا بیان کرنا خالی طوالت سے نہیں۔ اس مختصر میں اتنی گنجائش نہ تھی انشاء اللہ پھر کسی وقت مفصل عرض کروں گا۔

**حلیہ مبارک** ...... چہرہ مبارک مائل باستطالت ...... اور ابرو و چشم مبارک ابھری ہوئی اور کشیدہ تر اور گردن اور رنگ مبارک سُرخ سفید، ذات مبارک بامتانت اور استخوان جوڑوں کے بزرگ اور سر انگشتان باریک، کف دست فراخ و نرم اور ریش مبارک جب برآمد ہوئی تو نہایت نرم تھی اور آخر عمر میں جب سفید ہوئی تو قریب حدین کے قدرے قدرے سیاہی باقی تھی۔ الغرض جب عمر پانچ برس کی ہوئی آپ کی بسم اللہ کی گئی، تھوڑے عرصہ میں کلام مجید مع قرأت کے حفظ کیا۔ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، کہ یکتائے زمان و محدث دوران تھے، جملہ علوم حاصل کئے بعد اس کے طبع شریف مائل بہ درس و تدریس ہوئی چنانچہ بمقام کوٹ مٹھن شریف مدرسہ دینی قائم فرمایا اور علماء ملازم رکھے اور خود بھی بہ نفسِ نفیس قریب سو طلباء کے تعلیم علوم فرماتے تھے اور واسطے قوت لایموت طلباء کے لنگر خانہ جاری فرمایا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں صدہا طالب علم جمع ہو گئے اور خراسان و ہندوستان سے بہت علماء ملنے آئے۔ چنانچہ صاحب ''تکملہ سیر الاولیاء'' تحریر کرتے ہیں کہ جن روزوں میں علم ظاہری تحصیل کرتا تھا اس قدر کتابیں پڑھائی جاتی تھیں (کہ) بعض کا ان میں سامع ہوتا بعض کا (قاری) فارسی (درسی ؟) کتب[۱] یہ ہیں: شرح ہدایہ حکمت

[۱] یہ کتابیں عربی میں ہیں لہٰذا کتابت کی غلطی ہے یا مصنف کا سہو۔

میر ہاشم، شرح عقائد خیالی، مطول، تلویح، توضیح شیخ الاسلام نور محمد مدقق، بر مقدمات اربع، شرح وقایہ مع حواشی ہدایہ، شرح مواقف مع مولوی و زواہد ثلاثہ اور حدیث شریف سے مشکوۃ شریف، احیاء العلوم و بعض (ابواب) صحیح بخاری اور تصوف میں لوائح، شرح قصیدہ فارضیہ خمریہ، سواء السبیل تسنیم، فصوص الحکم، عوارف۔ مگر حضرت کتب تصوف اور احادیث کے پڑھانے میں زیادہ کوشش فرماتے تھے۔

جب وقت دوسرے کام کا آیا اور جاذب حقیقی نے اپنی طرف کشش کی تو اول سلسلہ بیعت حضرت کا جناب قبلہ عالم مہاروی خواجہ نور محمد صاحب کے ساتھ قائم ہوا اس کو صاحب خیر الاذکار و صاحب تکملہ سیر الاولیاء وغیرہ نے بھی کچھ بیان کیا ہے یعنی میاں نور محمد صاحب برادر کلاں حضرت غریب نواز جناب قاضی محمد عاقل قدس سرہ العزیز تحصیل علوم ظاہر سے فارغ ہوئے تو طبع درویشی و خدا پرستی کی طرف راجع ہوئی اگرچہ والد بزرگوار آپ کے کامل وقت خاندان سہروردیہ میں باسلسلہ تھے بلکہ نسلاً بعد نسلاً صاحب سلسلہ تھے چونکہ مشیت ایزدی سے نسبت صاحبزادگان دوسری جگہ تھی آپ نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ ایک شہباز بلند پرواز قطب الوقت شیخ عہد اس ملک میں آویگا اس سے تمہارا سلسلہ بیعت قائم ہوگا میں بھی اسکا مشتاق دیدار ہوں چنانچہ انہی دنوں میں آوازہ مشیخت و کرامت حضرت قبلہ عالم جناب مولانا صاحب مہاروی بلند ہوا ہزاروں بندگان خدا فیضیاب ہوئے اور حضرت قاضی صاحب میاں نور محمد صاحب کو بھی شوق زیارت حضرت مہاروی صاحب دامنگیر ہوا اتفاقاً میاں نور محمد صاحب موضع یاراوالی کہ قریب شہر سیت پور کے ہے اور حضرت کے ملک میں تھا تشریف لے گئے۔

ایک روز حضرت میاں صاحب واسطے نماز مغرب مسجد میں تشریف فرماتھے کہ حضرت جناب مہاروی صاحب معہ جماعت درویشان حق آگاہ کے اسی مسجد میں تشریف فرما ہوئے جو کہ وقت قریب تھا (چونکہ وقت نماز قریب تھا) جملہ حاضرین نے جناب مہاروی صاحب کے پیچھے نماز ادا کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو میاں نور محمد صاحب نے جمال اس آفتاب وعالم تاب پر نظر کی دیکھتے ہی بے تاب ہو گئے اور ہیبت اور صولتِ ہمراہیان دیکھ کر تھوڑی دیر متحیر ہوئے بعدہ باادب ایک درویش سے پوچھا کہ یہ حضرت کون ہیں کہاں تشریف رکھتے ہیں اس نے حضرت کا نام اظہار کیا اور کہا کہ مہاران شریف میں تشریف رکھتے ہیں یہ سنتے ہی بیتاب ہوئے حضرت کے قدموں پر سر رکھا اور نہایت خوش ہوئے اور بے ساختہ چند اشعار مشتاقانہ پڑھے اور عرض کی کہ حضور کی خبر مجھ کو پہلے میرے والد ماجد نے دی تھی اور بہت کچھ آپ کی تعریف فرماتے تھے کہ اس ملک میں ایک قطب وقت شاہ ولایت آنے والا ہے اس سے تمہارا سلسلہ درست ہو گا میں بھی اس کا مشتاق دیدار ہوں اس ہی وجہ سے ہم کو مرید بھی نہیں فرمایا اور ایک ملازم کو گھوڑے پر سوار کر کے بطلب برادر عزیز القدر روانہ کیا کہ جلد ان کو لے آویں۔ پس وہ ملازم شباشب کوٹ شریف میں آیا اور مہاروی صاحب کا آنا اپنے آقائے نامدار کا سلسلہ ارادت قائم ہونا عرض کیا۔ سنتے ہی سلطان الاولیاء کے بھی شوق قدم بوسی دامنگیر ہوا، فرط شوق میں پاپیادہ حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کیا اور حضرت قبلہ عالم کو کوٹ شریف میں لا کر چند روز مہمان داری وخدمت گزاری میں مصروف رہے اور حضرت مخدوم محمد شریف صاحب والد قاضی صاحب اور مہاروی صاحب دونوں برگزیدہ

آفاق میں کمال اتحاد پیدا ہوا، بعد چند روز کے قبلۂ عالم رخصت ہو کر مہاراں شریف میں رونق افروز ہوئے اور جانبین سے سلسلۂ خط و کتابت شروع ہوا۔

آخر اس ہی سال عرس حضرت مخدوم جہانیاں[۱] میں سلطان الاولیاء بھی حاضر ہوئے اور قبلۂ عالم بھی رونق افروز ہوئے، اُس ہی مجمع عام میں سلطان الاولیاء مرید ہوئے اور اس ہی روز خرقۂ خلافت پایا، کس واسطے کہ زیر تعلیم اپنے والد ماجد کے کار فقر کی تکمیل کر چکے تھے۔ بار دیگر حسب الارشاد پیر روشن ضمیر مجاہدہ شاقہ کر کے نعمت چشتیہ نظامیہ حاصل کر کے مرتبۂ قطبیت فائز ہوئے۔ چنانچہ نواب غازی الدین خان اپنی کتاب اسماء الابرار میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تین پہر کامل ذکر جہر فرماتے تھے۔ چند دنوں میں حضرت خدمت شیخ میں مہاراں شریف حاضر تھے اور ایک چوبارہ پر رہا کرتے تھے، جب وہاں جہر فرماتے تو شہر فرید تک آواز آتی تھی۔ شہر فرید مہاراں شریف سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے۔

اور حافظ صاحب محمد جمال ملتانی سے **نقل** ہے کہ ذات فیض آیات حضرت شریعت پناہ، طریقت دستگاہ ایسا مجاہدہ کرتے تھے کہ متاخرین سے کسی نے کم کیا ہوگا یعنی بوقت نیم شب بیدار ہو کر بعد تہجد تابہ صبح ذکر جہر میں مشغول رہتے تھے پھر بعد نماز ظہر کے تابہ وقت نماز عصر ذکر جہر کرتے اور ذکر جہر سے ایسی دوستی رکھتے کہ آخر عمر میں بہت کچھ ضعف ہو گیا تھا مگر تا وقت وصال ذکر جہر حضرت سے ترک نہیں ہوا۔

---

[۱] حضرت سید جلال الدین حسین نام اور جہانیاں جہاں گشت کے لقب سے مشہور ہوئے آپ مخدوم سید احمد کبیر سہروردی کے بیٹے اور سید جلال الدین سرخ میر عاری کے پوتے تھے۔ ۷۰۷ھ / ۸-۱۳۰۷ء میں پیدا ہوئے سنِ وصال ۷۸۵ھ / ۱۳۸۴ء ہے

حافظ گل محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار بندہ سے ارشاد فرمایا کہ ذکر جہر زیادہ کیوں نہیں کرتے باوجودیکہ جوان ہو بہ نسبت میرے کہ بوڑھا ہوں اور تجھ سے زیادہ ذکر جہر کرتا ہوں، اس روز سے میں نے بجائے ایک پہر کے ذکر جہر کچھ زیادہ کیا اور حضرت کی ریاضت کا اندازہ کیا جائے تو اس ضعیفی میں مجھ سے بدرجہا زیادہ تھا۔ سبحان اللہ ابتدائے سلوک میں کیا حال ہوگا اور حضرت چہار ضربی جہر کرتے تھے، شمار آپ کے مجاہدہ احاطہ تحریر سے باہر ہے مگر جس قدر کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ مجاہدہ حبس دم کو بکمال پہنچایا اور ایک روز ارشاد فرمایا کہ شغل حبس دم مثل مارِ سیاہ کے ہے اوپر خزانہ کے۔ جو کہ اس سے نہ ڈرا خزانہ پر پہنچا، پھر فرمایا کہ شغلِ حبس افیون ہے جو عادی ہو جاتا ہے پھر چھوڑ نہیں سکتا مگر طالب کو چاہئے کہ اس شغل کو روبرو مرشد کے شروع کر کے تکمیل کرے ورنہ بعض اوقات بوجہ نادانی کے بعض عضو بیکار ہو جاتا ہے پھر اس کا علاج مرشد کے سوا دوسرا نہیں کر سکتا۔ طریق اس شغل کے کئی ہیں، ادنیٰ فائدہ اس کا یہ ہے کہ اگر سالک محنت کرے تو اوائل ہی میں کشف ہونے لگتا ہے اور جو طریق کہ خاندان عالیہ قادریہ کا ہے اس کا پہلا سبق کشف قبور ہے اور ذکر سلطان الاذکار بھی بکمال پہنچایا تھا چنانچہ جب ذکر جہر سے فارغ ہوتے ذکر سلطان الاذکار میں مشغول ہوتے۔

ایک ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب رضی اللہ عنہ کے برادر کلاں حضرت قاضی نور محمد کے خدام کے پاس کچھ روپیہ ٹھیکہ علاقہ ڈیرہ غازی خان کا رہ گیا، اس وجہ سے کہ آپ ضامن تھے حاکم ڈیرہ غازی خان نے آپ کو قید کیا اور خاص ایک مکان آپ کے واسطے مقرر کیا۔

وہ فرماتے ہیں جب میں اس مکان میں گیا تو میں نے حضرت مولانا مرشدنا حضرت فخر صاحب کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ واسطے ایک حکمت کے تجھ کو یہاں لایا گیا ہے، تمہارے نیچے جو بستر بچھا ہے اس میں جس قدر پیوند ہیں اتنے ہی ماہ تم کو اس جگہ رہنا ہوگا چنانچہ جب شمار کیا تو نو پیوند تھے پس مجھ کو یقین ہوا کہ نو ماہ اس جگہ رہنا ہے۔ میں نے نو ماہ اس جگہ مجاہدہ میں بسر کئے اگر وہ نو ماہ مجھ کو نصیب نہ ہوتے تو شاید نتیجہ شغل سے بے نصیب رہتا اور پھر انہوں نے ارشاد کیا کہ ناروو والے صاحب اور میرے بھائی نے بزورِ ولایت میری خلاصی چاہی مگر میں نے اس کو قبول نہ کیا کیونکہ جو اس طرف سے ہے وہ رحمت ہے اور فرمایا کہ وہ قید نہ تھی، خلاص قید بشریت سے تھی اور واسطے خلاصی کے ہمارا محل امتحان تھا۔ سبحان اللہ بڑے وہ کچھ اور چھوٹے یہ کچھ، محک امتحان پر دونوں کا مال کھرا رہا۔

خواجہ گل محمد صاحب احمد پوری مرید خاص حضرت کے فرماتے ہیں کہ بزرگان اس خاندان عالی کے بانسبت اور سخی ابن سخی اور عالم اور حامیٔ دین، مسکین نواز گزرے ہیں۔ اگر (چہ) حضرت قاضی محمد شریف صاحب بھی طلباء کو درس کراتے اور مساکین کو روٹی دیتے تھے مگر حضرت کے ہاں ابتدائے سلوک سے لنگر جاری اور بہت سے طلبا کو وظیفہ ملتا تھا چنانچہ حضرات عالی درجات اس دودمان فیض توامان نے رسم بزرگوں کو ہاتھ سے نہیں دیا بلکہ نسلاً بعد نسلاً (نسل) مضاعف ہوتا چلا آیا ہے چنانچہ سخاوت اور اخراجات حسنات میرے شیخ حضرت بندہ نواز خواجہ خواجگان حضرت خواجہ غلام فرید صاحب دامت برکاتہٗ کے ورد زبان خاص و عوام ہیں۔ عیاں راچہ بیاں حضرت خواجہ گل محمد صاحب فرماتے ہیں ایک بار تمام اس ملک میں ایسا

قحط ہوا کہ تمام عالم پر فاقہ گزر رہا تھا، غلہ کم دستیاب ہوتا تھا بلکہ
زردار بھی مجبور تھے اور یہ فقیر اس زمانہ میں حاضر تھا۔ بسبب امساکِ باراں
کے نہ حضور کی املاک میں کچھ پیدا ہوا نہ کچھ فتوح ہوتا تھا، جب کبھی غیب
سے کچھ پہنچتا تھا اس وقت روٹی پکتی، مسکین اور طلبا پر تقسیم ہوتی اگر تقسیم
مساکین اور متعلمین سے کچھ بچتا تو حضرت بھی برائے صد رمق نوش فرماتے
اگر اس موقع پر سائل آجاتا تو اپنا حصہ اس کو عطا فرماتے، آپ صرف پانی
سے افطار کرتے اور خوش ہوتے اور شکر پروردگار عالم بجا لاتے اور فرماتے
کہ الحمد للہ کہ یہ بھی سنت پیروں کی ادا ہوئی اور حضرت سلطان المشائخ رحمۃ
اللہ علیہ کے اول اول فقر و فاقہ کو یاد فرما کر زار زار روتے۔ بعد تھوڑے
دنوں کے وہ ہوا بدلی املاک میں پیداوار اطراف و جوانب سے فتوحات شروع
ہوا اور امرا، وزرأ، سلاطین اس درگاہ آسمان جاہ پر جبہ سائی کرنے لگے۔ ہر
وقت ایک دربار شاہی معمور رہتا تھا۔ حضرت خواجہ گل محمد سے نقل ہے کہ
حضرت اوپر چارپائی یا اور دوسری اونچی جگہ کے بیٹھ کر وضو کیا کرتے کہ وضو
کے پانی کی چھینٹ نہ پڑے، بلا ضرورت دوسرا وضو نہ فرماتے کہ پانی کا
اسراف منع ہے اور تمام سر مبارک کا مسح کرتے اور ریش مبارک اگرچہ
بھری ہوئی تھی سب کو خوب دھوتے مسح ریش جائز نہ رکھتے اور بلا کسی عذر
قوی کے غسل عیدین و جمعہ ترک نہیں ہوا اور ادائے نماز کا یہ طریقہ تھا کہ
ہمیشہ حضر اور سفر میں نماز با جماعت اول وقت مسجد میں پڑھتے اور فرماتے اگر
ایسی ہی کبھی سخت بیماری ہوتی تو حجرہ شریف میں نماز ادا کرتے ورنہ خواہ
مسجد دور ہو یا قریب مسجد میں جا کر نماز پڑھتے اور جماعت کو کبھی ترک نہ
کرتے اور نفل زیادہ نہ پڑھتے فقط سنت مؤکدہ پر اکتفا کرتے مگر بعد نماز

مغرب چھ رکعات صلوات اوابین اور دو رکعت حفظ ایمان ادا فرماتے اور عشا کے وقت چار رکعت فرض دو مؤکدہ اور وقت تہجد دو رکعت نماز تہجد اور تین وتر اور وقت اشراق دو رکعت نمازِ استفادہ اور دو رکعت نمازِ استخارہ اور چار رکعت نمازِ ضحٰی ادا فرماتے اور نماز ظہر میں کوئی بڑی سورت یا بڑا رکوع اور وقت عصر اوسط اور وقت مغرب اختصار کے ساتھ قرأت کرتے اور امام کو بھی یہی تعلیم تھی اور تسبیحاتِ رکوع و سجود فرض و نفل میں آہستہ گیارہ بار ادا کرتے۔ معلوم ہوا کہ اکثر اوقات شغل اور ذکر جہر میں صرف فرماتے جیسا کہ بالا ذکر ہوا۔ اگر کسی وقت تعلیم کتبِ تصوف یعنی کوئی مسئلہ بند ہوتا تو نماز میں خود بخود حل ہو جاتا ایک روز ارشاد فرمایا کہ یہ مسئلہ حضرت قبلہ فخر صاحب سے اس طرح تحقیق ہوا کہ میزان رکوع یہ ہے کہ دونوں ہاتھ زانوں پر اس طرح رکھنا (کہ) تمام ہاتھ تا بہ ہر دو دوش مستقیم و مستوی رہیں کہ کہنی میں خم نہ پڑے۔

اور اوقات مبارک حضرت کے اس طرح پر منقسم تھے یعنی بعد نماز مغرب سنت و نفل گوشۂ خلوت میں ادا کرتے بعد اس کے شغل میں مشغول رہتے بعد اس کے چند لقمہ طعام تناول فرماتے کہ عشا کی اذان ہوتی، مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کرتے اور جو طالبِ بیعت یا وظیفہ حاظر ہوتے ان کی تعلیم تلقین میں مصروف ہوتے یعنی اس ہی شغل میں وقت نماز تہجد آجاتا۔ جب نصف شب باقی رہتی تجدید وضو فرماتے اور نماز تہجد اور وتر ادا کرتے بعد اس کے کبھی مراقبہ میں کبھی ذکر جہر میں باضربِ شدید کے مصروف رہتے۔ اگر جاڑے کی راتیں ہوتی تھیں تو پانچ پارہ قرآن مجید اور منزل دلائل الخیرات پڑھتے بعد اس کے تازہ وضو کر کے سنت فجر اپنے مکان پر ادا کر کے فرض با

جماعت ادا فرماتے بعد چار گھڑی دن چڑھے تک حجرہ شریف میں مشغول ہو کر حضور اور شہود میں رہتے۔ کبھی شب کو ذکر جہر کرتے، اتفاق نہ ہوتا تو صبح کو ذکر جہر میں مصروف ہوتے اور موسم سرما میں آخر شب کو تلاوت قرآن کرتے اور موسم گرما میں بعد زوالِ آفتاب کے اور جب ڈیڑھ پہر دن باقی رہتا حجرہ سے بر آمد ہو کر طلبا کو سبق پڑھاتے اور حاجت روائی خلق میں مصروف رہتے مگر قریب دوپہر کے قیلولہ فرما کر ڈیڑھ پہر دن رہے تک اوراد میں مصروف رہتے۔ جب وقت ظہر کا آتا نماز ادا کر کے سبق پڑھاتے یا حجرہ شریف میں مشغول بحق ہوتے اور نماز عصر تخمیناً اڑھائی گھڑی دن رہے ادا کرتے اور فرماتے تاخیر عصر مستحب ہے لیکن آسمان پر زردی آنے سے پہلے ادا کرنی چاہئے اور بعد ادائے عصر کے ایک ہزار درود شریف پڑھنے کا ورد تھا۔ اور غذا کی یہ کیفیت تھی شبا روزی پچاس درم تک نوش فرماتے ہونگے اور بعد ہضم طعام قدرے پانی نوش کرتے اور فرماتے کہ معنی خیر الطعام کے یہی ہیں کہ جب ایک کھانا ہضم ہو لے تب پانی پیوے چنانچہ ہضم بعد چھ ساعتِ نجومی کے ہوتا ہے۔

اور لباس کی یہ صورت تھی، کرتا عربی اور کلاہ قادری اور بر وقت سواری گاہے سر مبارک پر دستار گاہے سلاری یعنی لنگی زیب سر فرماتے تھے۔ اکثر پوشاک لطیف زیب تن فرماتے، باریک پارچہ سے اجتناب فرماتے اور فرماتے تھے کہ جب میں دہلی حاضر ہوا ہوں تو حضرت مولانا مرشدنا فخر الملت والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقت رخصت ارشاد فرمایا تھا کہ غذائے لطیف وجامہ نظیف استعمال کیا کرو۔ حضرت سلطان الاولیا یعنی حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ حکمت اس کلام کی مجھ کو جب معلوم ہوئی کہ میں نے

ملفوظ حضرت خواجہ عبد اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ [۱] دیکھے۔ اس میں مرقوم ہے، سالک کو چاہئے کہ غذا و لباس پاک و لطیف استعمال کرے کہ انوار لطیف ورود ہوتے ہیں، اور پائجامہ تہ بند پہنتے اور دوش مبارک پر اقسام لنگی سے لنگی فقیرنی یا لاچہ یعنی لنگی سیاہ یا لنگی سلاری کہ شہر فرید میں عمدہ بنتی ہیں رکھتے۔ ریشمی لنگی کبھی مستعمل (استعمال) [۲] نہیں فرماتے اور جوتا سادہ پہنتے تھے اور پابندی سنت نبوی کی اس قدر تھی کہ وضو میں مسواک کرتے بعد وضو ظہر و عشا کے داڑھی میں کنگھا کرتے بعد نماز عشا کے حسب طریقہ مسنون سرمہ لگاتے۔

سبحان اللہ پروردگار عالم نے حضرت کو وہ خلق محمدی عطا کیا تھا کہ حضرت کا لطف ہر کہ و مہ پر یکساں اور عام تھا۔ حاضر و غائب میں کچھ تفاوت نہ تھا۔ جس وقت خلقت برائے حصول مطالب دین و دنیا یا سعادت قدم بوسی کے ہجوم کرتی، پراگندہ خاطر نہ ہوتے بلکہ کشادہ پیشانی سے ہر ایک کا ہر ایک مطلب سن کر جواب باصواب مرحمت فرماتے اور جب کبھی خلقت بہت غل مچا کر آپ کو پکارتی آپ متبسم ہو کر فرماتے کہ یہ مجھ کو بہرہ جانتے ہیں۔

---

[۱] درست نام خواجہ عبید اللہ احرارؒ ہے جو حضرت ملا یعقوب چرخی کے مرید تھے اور وہ مرید تھے خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے جن کا سلسلہ تیرہ واسطوں سے حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے اور نقشبندیہ کہلاتا ہے۔ معروف صوفی اور شاعر حضرت مولانا نور الدین محمد عبد الرحمٰن جامیؒ انہی مولانا عبید اللہ احرار کے مرید تھے۔ مولانا جامی کی کتاب لوائح کا درس بڑے بڑے صوفیا دیا کرتے تھے اور خواجہ فریدؒ بھی مولانا جامی کی کتابوں کے بہت شائق تھے۔ علم توحید پر مولانا جامی کی ایک کتاب خواجہ فرید کے ہاتھ کی لکھی ہوئی، تھلہ شریف (احمد پور لمہ) کے خواجہ نصیر الدین محمود کے پاس محفوظ ہے جو خواجہ فرید نے تقریباً سترہ برس کی عمر میں (۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء) نقل کی۔

[۲] مستعمل، اسم مفعول ہے اور یہاں اس کے استعمال کا محل نہیں۔

اکثر ہوا ہے کہ حضور محفل و مجالس میں رونق افروز ہیں اور لوگ زور زور سے عرض حال کرتے ہیں بعض شانے پکڑ پکڑ کر ہلاتے ہیں مگر بوجہ استغراق بالذات کے حضرت کو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ چنانچہ کہا ہے اَلصُّوفی کائِن '' بائِن '' یہ معنی چہرہ پر جلوہ گر ہوتے تھے اور استغراق کی یہ صورت تھی کہ اکثر حاضرین سے دریافت فرماتے کہ بہت دن بعد ملے (ہو) وہ عرض کرتے کہ ہم حاضر خدمت ہیں آپ فرماتے کہ معاف کیجئے کہ میں نے آپ کو دیکھا نہ تھا ایک روز فرمایا کہ قیام اللیل فقیر کے واسطے اولیٰ ہے اگر نہ ہو سکے تو اس آیہ پر عمل کرے کما قال اللہ تعالیٰ قُمِ الَّیلَ اِلَّا قَلِیۡلًا نِّصۡفَہٗۤ اَوِانۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلًا اَوۡزِدۡ عَلَیۡہِ پس سالک کو چاہئے کہ بعد نماز عشا کے کچھ پڑھے جب پہر بھر رات جائے آرام کرے اور ٹھیک آدھی رات یا کچھ زیادہ میں بیدار ہو کر صبح تک مشغول حق رہے۔

اور حضرت قبلہ عالم و عالمیان کو سماع نہایت مرغوب تھا مگر حسب شرائط معمورہ (ماموره) وہ یہ ہے کہ سوائے مجالس اعراس کے خود قوالوں کو طلب کر کے سماع نہ سنتے تھے اور تین عرس فرماتے تھے ایک اپنے والد کا دوسرا حضرت مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سوم حضرت مہاروی صاحب کا ہر عرس میں چار مجلس ہوا کرتی تھیں کبھی زیادہ بھی اور لنگر برابر چار دن تک بلا روک ٹوک ہر کس و ناکس فقیر اور غنی سبکو عام طور سے جاری رہتا تھا چنانچہ وہی رسم ہنوز جاری ہے میرے شیخ کے عہد دولت یعنی زمانہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب حفظ اللہ تعالیٰ و سلمہ دائماً میں تعداد اعراس بھی زیادہ ہیں اور جو درویش کہ دور دراز مقامات سے آکر شامل اعراس ہوتے ہیں ان کی خدمت گزاری حسب لیاقت ان کے کی جاتی ہے اور نقد بھی ایک رقم معقول

پیشکش کی جاتی ہے اور سیکڑوں طالب دین و دنیا آتے ہیں پس جو طالب دنیا ہیں ان کا دامن زر سے پُر ہوتا ہے جو طالب مولا آتے ہیں وہ بھی کامیاب ہو کر جاتے ہیں سبحان اللہ یہ قول حضور کی شان میں مرزا محمد و شاہ کا بہت مناسب اور راست ہے یعنی اس نے اپنے قصیدہ مطبوعہ ماہ جون ۹۶ (۱۸) ء میں لکھا ہے۔

مریدے کہ بر آستان شُد مقیم
ز درگاہ او دین و دنیا خرید
بسا مستفیضاں ز ارشادِ او
درخشندہ چوں خاطرے ما نہ دید

آمدم بر سر مطلب یعنی حضرت قبلہ و کعبہ جناب فیض مآب حضرت قاضی صاحب کو اکثر اشعار اسیری و مولانا جامی و مولانا احمد جام و مولانا مغربی پر وہ وجد و حالت ہوتی تھی کہ جس کا بیان کرنا احاطہ تحریر سے باہر (ہے) اور جس وقت حضرت کو حالت ہوتی تھی حاضرین مجلس سے ہر کہ ومہ کو علیٰ قدر مراتب حالت سکر طاری ہوتی اور حضرات اہل دل کی تو یہ حالت اور کیفیت ہوتی تھی کہ وجد میں آکر مثل مرغ نیم بسمل کے تڑپتے اور نہایت غلو کرتے یاران محرم راز سے بعض پر ظن وفات ہو جاتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ عجب کیفیت طاری ہوتی تھی مگر آداب سماع سے کوئی رکن بھی فرو گذاشت نہ ہوتا تھا اور یاران و خادمان غمگسار حضرت سے حضرت خواجہ گل محمد صاحب وغیرہ کبار کو بعض شعر مثنوی پر نہایت ذوق و شوق و وجد ہوتا تھا اکثر مولانا اسیری کے اشعار کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ دیگر بزرگان کی تمام غزل میں ایک مسئلہ ہوتا بخلاف اشعار مولانا اسیری کے کہ ہر شعر میں مسئلۂ دیگر بیان فرماتے

ہیں۔ ایک بار حضرت مجلس سماع میں معہ یاران کے رونق افروز تھے قوالوں نے مولانا ہلال (ہلالی) کی غزل شروع کی جس پر حضرت کو وجد ہوا اور بہت دیر تک جست و جھندگی فرماتے رہے بعد افاقت کے تا اختتام مجلس روتے رہے اور آہ سرد بھرتے رہے اس روز سے جب آپ کی مجلس میں یہ غزل گاتے تھے آپ کو نہایت وجد اور گریہ ہوتا تھا وہ غزل یہ ہے ؎

ساقیا جامے بدہ تا مست و لا یعقل شوم
شاید از غم ہائے دوران لمحۂ غافل شوم

**نقل** ہے کہ عرس حضرت قبلہ عالم بمقام مہاران شریف حضرت سلطان الاولیاؒ و حافظ جمال ملتانی و دیگر درویشان حق آگاہ جمع تھے مہاران کے قوالوں نے نواب غازی الدین خان کی یہ غزل شروع کی ؎

خوبیٔ جلوۂ دیدارِ تو سبحان اللہ
لمعۂ مطلعِ انوار تو سبحان اللہ
جان بکف خیل خریدار بہر سو جمع اند
یوسفا رونقِ بازارِ تو سبحان اللہ

اس غزل کے پہلے شعر پر قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حالت ہوئی جب قوالوں نے دوسرا شعر شروع کیا حضرت حافظ ملتانی کو حالت ہوئی پس جب قوال شعر اول کہتے حضرت کو حالت ہوتی اور جب دوسرا شعر پڑھتے حافظ صاحب کو حالت ہوتی اس میں بہت دیر تک یہی کیفیت رہی ان دونو بزرگوار کے پرتو کی بدولت جملہ حاضرین کے بدن میں لرزہ اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

**نقل** ہے کہ سلطان الاولیاؒ کئی بار دہلی شریف برائے زیارت حضرت مولانا

مرشدنا محبّ نبی حضرت مولانا فخر صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے حاضر ہوئے ہیں ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کوٹ مٹھن شریف سے واسطے زیارت حضرت خواجہ صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے تشریف لے جاتے تھے جب بمقام خانپور آئے کسی نے کہ دیا کہ حضرت قبلۂ عالم مہاران میں نہیں ہیں دہلی شریف تشریف لے گئے ہیں اس امر کے سنتے ہی نہایت خوشی کے ساتھ راہی طرف دہلی کے ہوئے رستہ بیکانیر سے اور سواری کو واپس کوٹ مٹھن شریف روانہ فرمایا ۔ سبحان اللہ پیروں کے ساتھ جب ایسے عقائد تھے تب اس مرتبہ کو پہنچے الغرض بعد قطع منازل داخل شاہجہان آباد ہو کر خانگاہ شریف حضرت مولانا فخر صاحب میں پہنچ کر قدمبوسی حاصل کی ۔ پس حضرت قبلہ عالم حضرت کو ہمراہ لے کر درِ حجرۂ مبارک حضرت مولانا صاحب پر حاضر ہوئے دروازہ حجرہ بند تھا حضور مشغول تھے قبلہ عالم نے دستک دی آپ نے فرمایا کیستی (کون ہو؟) قبلہ عالم نے عرض کیا نور محمد مہاروی فرمایا، چرا آمدہٗ (کیوں آئے ہو؟) انہوں نے عرض کی کہ قاضی صاحب کوٹ مٹھنی آئے ہیں واسطے زیارت اور قدم بوسی کے درِ دولت پر استادہ ہیں ارشاد ہوا کہ ایشاں را نزدِ من بفرستید (انہیں میرے پاس بھیج دو!) پس قبلۂ عالم واپس اپنے حجرہ میں آئے اور حضرت قاضی صاحب نے جا کر قدمبوسی حاصل کی حضور مولانا صاحب نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آئے حضور نے حضرت قاضی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ میاں صاحب تمہارے دو تین روز کے بعد مہاراں جاویں گے اور تم ابھی آئے ہو۔ چند روز میرے پاس رہو آپ نے عرض کیا کہ غریب نواز جو نوازش اور کرم کہ بندہ پر فرمایا جاتا ہے اگر میرے پیر کے ہاتھ سے مرحمت ہو تو اَنسب واولیٰ ہو

اور بندہ کو رخصت ملے تا کہ پابرکاب مرشد کے میں جاؤں۔ پس حضرت مولانا صاحب یہ کلام صداقت انضمام سن کر آپ کے اعتقاد پر بہت خوش ہوئے اور قبلہ عالم سے فرمایا میں سفارش کرتا ہوں کہ جو شفقت قاضی صاحب پر کرتے تھے اب اس سے زیادہ میری طرف سے کرنا قبلہ عالم نے قبول کیا چنانچہ حضرت ہمراہی پیر مرشد خود کئی بار دہلی جاکر زیارت و عنایت حضرت مولانا صاحب فخر الاولیاؒ سے مشرف ہوئے دوسری بار چندے حاضر رہ کر علاوہ فیضان باطنی کے چند مسائل تصوف و توحید کی صحت کی اور تیسری بار جو حاضر دہلی ہوئے حضرت مولانا صاحب قدس سرہ العزیز نے قاضی صاحب کو چار کتب مرحمت فرمائیں ایک مکتوبات حضرت عبدالقدوس گنگوہی کہ بمقام منگھیر ان صاحبزادہ فقیر بخش (نصیر بخش ؟) کے خاندان میں موجود ہے حاشیہ اس کا مولانا صاحب نے اپنے دست مبارک سے بنایا ہے۔ دوم مطول سوم سوأالسبیل چہارم ایک مجموعہ کہ جس میں چند نسخہ ہیں لوائح جامی اور اس کی شرح اور قصیدہ خمریہ و شرح رباعیات مولانا جامی و لوائح وغیرہ اور وقت رخصت کے ذکر جہر کی تاکید فرمائی اور ترکیب ختم کبیر کی اجازت دی چنانچہ تاحال اس دودمان والا شان میں کثرت جہر اور نیز پڑھنا ختم کبیر کا بدستور جاری ہے۔

ایک روز روبرو حضرت مولانا کے حضرت مہاروی صاحب اور قاضی صاحب دونو حاضر تھے حضرت مہاروی صاحب نے عرض کی قاضی صاحب کی ذات مجمع برکات ہے مگر باوجود اجازت فیض رسانی خلق اور داخل کرنا مسلمانوں کا اس سلسلہ عالیہ میں یہ اس طرف توجہ نہیں کرتے یہ سن کر آپ کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا عرض کی کہ حضرت یہ امر خطیر ہے اس وجہ

سے سکوت ہے حضرت مولانا صاحب اور حضرت مہاروی صاحب دونو حضرات نے مہربان ہو کر فرمایا کہ ایک دن ایسا آویگا کہ خلائق شرق و غرب تمہارے در پر جبہ سائی کرے گی اس ہی روز سے رجوعات و فتوحات از حد ہونا شروع ہوا اور تاہنوز وہ رجوع اور فتوح بر قرار چلا آتا ہے بلکہ ایثار اور بڑھ گیا ہے۔

**نقل** کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت سلطان الاولیا قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ میرے اجداد سے مولوی محمود نامی ایک بزرگ تھے صاحب نسبت ان کے پاس ایک لنگڑا فقیر طالب علمی کرتا تھا ایک روز مولوی صاحب کے ایک بیٹے خورد سال نے بطریق کھیل اس فقیر کا لنگڑا پیر پکڑ کر کھینچا اس کو تکلیف ہوئی اس وقت اس فقیر نے کہ اہل کمال تھا فرمایا کہ تو مجھ فقیر سے ہنسی کرتا ہے پس چاہتا ہے تو بھی مثل میرے لنگڑا ہو جاوے یہ سن کر مولوی صاحب موصوف نے اس فقیر کو فرمایا کہ تمہاری شاگردی کا مجھ کو یہ نفع ہوا میرے بیٹے کو اپنا سا لنگڑا کرنا چاہتے ہو اس فقیر نے عرض کی استاد میں ایسا کہتا ہوں کہ تمہاری اولاد سے نسلاً بعد نسلاً (نَسلٍ) بطناً بعد بطناً (بطنٍ) ایک صاحب دل ہوتا رہے گا اس روز سے اس خاندان میں ایک صاحب دل ہوتا ہے جو صاحب کمال ہوتا ہے اس کے ایک زانو میں ضرور درد پیدا ہوتا ہے چنانچہ حضرت کو بھی درد زانو تھا اور آپ کے والد کے بھی عارض حال تھا اب تک وہ اثر چلا آتا ہے۔ چنانچہ میرے شیخ قبلہ و کعبہ کو بھی اس درد کی شکایت ہے۔

**نقل** ہے کہ حضرت سلطان الاولیا عازم قلات تھے جب روہڑی شریف پہنچے اور میاں جان محمد خلیفہ اپنے کے مکان پر رونق بخش ہو کر زیارت موئے مبارک سرور کائنات مفخرِ موجودات سے مشرف ہوئے وہ مکان یکایک

مضطر ہو گیا اور تمامی حاضرین وقت پر حالت طاری ہوئی چندے وہاں قیام فرما کر بمقام بھاگ ناڑی تشریف فرما ہوئے قاضی محمد مراد بھاگ ناڑوی مرید ہوئے ایک روز انہوں نے عرض کیا کہ اس جگہ اکثر فقرائے سہروردیہ اور نقشبندیہ سے باوقعت اور مرجع خلائق ہیں جن کو سماع سے انکار ہے اور اہل سماع کو بہت برا اور بدعتی کہتے ہیں بلکہ مجھ پر بھی طعنہ زن ہیں کہ قاضی اور عالم ہو کر ایک بدعتی کے مرید ہوئے امیدوار ہوں کہ ان کو جواب دندان شکن چاہیئے آپ نے فرمایا کہ گفتار دنیا سے ملول ہونا نہ چاہئے تم اپنے کام سے غافل نہ رہو جو کچھ کہے اس کو کہنے دو تمہارے پیروں پر بڑے بڑے حملے ہوئے ہیں انہوں نے کسی کی بھی پروانہ کی اور بحث کرنا بھی نامناسب ہے۔ کس واسطے کہ فقیر کا مذہب لَارَدَّ وَلاکَدَّ ہے چپ ہو رہو۔ تھوڑے ہی دنوں بعد تاریخ عرس حضرت فخر صاحب آپہونچی آپ نے قاضی صاحب کو حکم دیا کہ کچھ کھانا کچھ شیرینی تیار کراؤ اور سماع کیونکہ یہاں حضرات عالی درجات سماع نہیں سنتے اور ان کا شریک ہونا ضرور ہے بعد رخصت ان کے برائے دعوت یاران اہلِ چشت کے دروازہ بند کر کے سماع بھی کرادیا جائے گا ۔اسی واسطے قوالوں کا حاضر رہنا بھی ضرور ہے۔ الغرض کل سامان مہیا ہوا اور جملہ درویش تاریخ معینہ پر حاضر ہوئے اور ختم شروع کیا جب قاری نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہا سلطان الاولیاء کو حالت ہوئی اس روز نہایت غلو فرمایا پس آپ کو جب حالت ہوئی جملہ منکران سماع کو حالت ہوئی آخر قوال حاضر ہوئے اور اعلانیہ طور پر سب نے قوالی سنی سب معتقد ہوئے کئی صاحبوں نے تجدید بیعت کی پس جس جگہ وہاں حضرت کو حالت ہوئی تھی اس جگہ چند مدت یہ کیفیت رہی کہ جو شخص جاتا وہاں اس کو حالت

ہوتی بلکہ جانوروں کو بھی حالت ہوتی تھی۔

**نقل** ہے کہ ایک روز حضرت بمقام روہڑی شریف مکان میاں جان محمد صاحب اپنے خلیفہ کے اس نشست سے بیٹھے تھے جیسے زمیندار لوگ بیٹھتے ہیں۔ یعنی دونوں گھٹنے استادہ اور لنگی کمر اور گھٹنے سے لپیٹے بیٹھے تھے کہ قاضی جان محمد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کہتے ہیں فقیر مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں اس کی کیا صورت ہے آپ نے دونوں سرے لنگی کے ان کے ہاتھ میں دیئے اور کہا کہ اس کو کھینچو جب انہوں نے لنگی کو کھینچا لنگی صاف کمر سے نکل گئی فرمایا کہ اس کی یہ صورت ہے وہ لنگی مبارک اب تک قاضی جان محمد کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ صاحب مناقب المحبوبین **نقل** کرتے ہیں کہ حضرت سلطان الاولیا نے وصال سے پہلے چھ ماہ خواب میں رسول علیہ السلام کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے قاضی میں تجھ سے بہت خوش ہوں کہ تم نے میری سنت کی بہت محافظت کی اور اسکو رواج دیا میں تمہارے ہی واسطے آیا ہوں جو کہنا ہو کہو آپ نے عرض کی کہ سوائے محبت خدا اور متابعت حضور کے اور کچھ نہیں چاہتا وہ کہتے ہیں کہ میں نے صاحبزادہ میاں نصیر ؒ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میں نے اکثر مردمان کوٹ مٹھن کے فقیروں سے اپنی والدہ ماجدہ سے اور خواجہ محمود صاحب بھی روایت کرتے ہیں کہ بعد دیکھنے اس خواب کے سایہ حضور کا گم ہو گیا تھا۔ آپ اس کو نہایت چھپاتے تھے۔ چنانچہ در حجرہ سے دالان مسجد تک چھپر ڈلوا دیئے تھے تاکہ افشائے راز نہ ہو

**فائدہ** معلوم رہے کہ اولیا وارث ملک نبوت ہیں اگر بسبب کمال متابعت محمدی صلوۃ اللہ علیہ کے یہ رتبہ حاصل کیا ہو تو کچھ تعجب نہیں ہے کس واسطے

کہ خدا فرماتا ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (نقل از مناقب المحبوبین)۔ نیز خواجہ گل محمد فرماتے ہیں کہ ایک روز آٹھویں ماہ صفر شب چہار شنبہ کو سینہ مبارک پر خراش نزلہ کی معلوم ہوئی اور عارضہ ربعہ پیدا ہوا۔ ایک روز حضور نے ارشاد فرمایا کہ حضرت قبلہ مہاروی صاحب نے از راہ کرم مجھ کو خبر دی تھی کہ تمہاری عمر سے تھوڑے دن باقی رہیگے ایک واردات عظیم الشان پیش آئے گی مقصود کلی حاصل ہو گا اب تک مجھ کو اس کا انتظار ہے صرف اتنا ہی فرما کر اور کچھ نشان اس واردات کا نہ فرمایا۔ یہ بندہ اور تین دیگر مقربین بارگاہ میں اس وقت حاضر تھے بعض نے خوش ہو کر عرض کیا کہ عمر شریف حضرت کی ابھی دراز ہے اور یہ راقم چونکہ علم طب میں بھی مہارت رکھتا تھا ظناً و تجربۃً یہ معلوم ہوا کہ مرض طول کھینچے گا چنانچہ بعد چار ماہ کے ظہور اس واردات کا ہوا کہ ایک روز وقت اشراق کا تھا اور حضرت استغراق میں تھے کہ بے اختیار زبان مبارک سے کلام صادر ہوا کہ :

امروز تمام ہر ج سفر کشیدم    شد خوب کہ بہ منزلے رسیدم

یاران سے جو حاضر تھے حیران رہے اور حضور سے دریافت کیا کہ حضرت اس ہی جگہ تشریف فرمایئں سفر کس جگہ کا ہوا اس کا نام کیا ہے؟ یہ کہ کر یار زار و نزار رونے لگے بعض آہ و فغان کر کے چیخیں مارنے لگے بعد تھوڑی دیر کے جب رونا موقوف ہوا پھر عرض کی کہ حضرت نے کیا ارشاد فرمایا تھا آپ نے جواب دیا کہ خیر ہے خیال تھا۔ الغرض بعد اس کے یہ صورت عجب ہوئی کہ اس روز سے حجرہ سے باہر نہ نکلے اور دروازے بند کرا دیئے اندھیری شب میں کبھی پہر بھر رات گئے باہر تشریف لاتے اور پہر رات رہے پھر حجرہ شریف میں تشریف لیجاتے جب خدام نے اس کا سبب دریافت کیا تو ارشاد

ہوا کہ تابش آفتاب ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ اس پر عرض کیا کہ شب کو تو آفتاب نہیں ہوتا فرمایا کہ پہر بھر رات گئے تک اثر آفتاب باقی رہتا ہے اور جب پہر رات باقی رہتی ہے اسکا اثر شروع ہو جاتا ہے۔

الغرض خواجہ گل محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت کو بسبب (متابعتِ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سایہ گم ہو گیا ہے میرے دل میں یقین آیا کہ میرا خواب صادق ہے کیونکہ یہ فعل حضور کا پردہ پوشی کے واسطے ہے پس میں بھی اس جستجو میں ہوا اور دیگر یاروں کو ہدایت کی کہ وہ بھی تفحص کریں ہم نے نہایت کوشش کی مگر کسی کو سایہ حضرت کا معلوم نہ ہوا آخر خدمت حضور میں بطریق مسئلہ ملتمس ہوئے کہ یا قبلۂ عالم! کسی ولی کا بھی سایہ گم ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ بسبب متابعت رسول مقبول علیہ السلام کے آخر عمر میں سایہ گم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بابا فرید شکر گنج کا قبل از وصال سایہ گم ہو گیا تھا لیکن ستر اس کا واجب تھا حضرت بابا صاحب نے عذر درد زانو کر کے باہر آنا چھوڑ دیا تھا پھر میں نے عرض کیا کہ غلام نے خواب میں دیکھا ہے کہ ذات بابرکات کو حق تعالیٰ نے یہ مرتبہ مرحمت فرمایا آخر میں نے دلیری کر کے عرض کیا کہ تاریکی کا اختیار کرنا یہی معلوم ہوتا ہے اور وہ یہی واردات تھی جس کی نسبت مہاروی صاحب نے حضور کو بشارت دی تھی یہ سنکر بہت آہستہ یہ ارشاد فرمایا یہ تمہارا حسن ظن ہے۔ سبحان اللہ کیا استقلال کے ساتھ اسرار الٰہی کو چھپاتے اور حرمت نبوی کو مدِ نظر رکھتے تھے مرض الموت سے چھ ماہ کے بعد آٹھویں رجب المرجب ۱۲۲۹ ہجری / ۱۸۱۴ء میں آپ کا وصال ہوا وقت وصال کے مکان تمام معطر ہو گیا تھا چونکہ وصال حضور کا موضع شدانی میں ہوا اور نعش مبارک کو

کوٹ مٹھن شریف میں مدفون کیا حضرت خواجہ محمود صاحب فرماتے ہیں کہ شدانی سے کوٹ مٹھن آتے تھے جب نماز پیشمیں[1] کی تکبیر ہوئی میرے دل میں مصرع گزرا

روز ہشتم بود از ماہ رجب

نماز سے فارغ ہو کر اس مصرع کے عدد جمع کیے تو پورے آئے سمجھا کہ یہ تصرف آپ کا تھا تاریخ وصال:

دل ز داغِ درد پر سوز و تعب
جان بلب شد سخن میگوید بلب
رفت از دارِ فنا سوئے بقا
رہبر دینِ ہدیٰ عالی نسب
مظہرِ نورِ محمد فخرِ دین
شہ محمد عاقلِ محبوبِ رب
ہادیٔ خلقِ خدا رفت از جہان
حسرتا دردا دریغا صد عجب
آہ و واویلاً و صد افسوس و درد
کز جہان نورِ جہان شد محتجب
خم تہی گشت و نماندہ صاف و دُرد
دُرد باقی بہر مست و مضطرب
چونکہ تاریخ مہ و سال وصال
از دل پُر دردِ خود کردم طلب

---

[1] پیشمیں سرائیکی زبان میں نماز ظہر کو کہتے ہیں

سر ز جیب بے خودی بر کرد و گفت
روز هشتم بود از ماہِ رجب

**نقل** ہے کہ بعد چند سال وفات سے دریائے سندھ نے کوٹ مٹھن کی طرف رجوع کی اور مکانات کو منہدم کرنا شروع کیا جب دریا قریب روضہ مطہرہ کے آیا تو حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا خدا بخش صاحب کہ آپ کے سجادہ نشین اور نبیرہ بھی تھے اپنے خلفا اور جملہ مردمان چاچڑاں شریف کو لے کر کوٹ مٹھن تشریف لیجا کر صندوق نعش مبارک قبر سے نکالا آپ کی تشریف آوری اور نعش مبارک کا نکالنا جوارِ کوٹ شریف کے ہزار ہا آدمی جمع ہو گئے تھے بالاتفاق سب نے حضرت خواجہ صاحب موصوف الصدر سے عرض کی کہ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ زیارت چہرہ مبارک سے مشرف ہوں یہ سن کر اول تو حضرت نے سکوت کیا آخر جب ان کا الحاح اور شوق زیادہ دیکھا تھوڑی دیر مراقبہ فرما کر نہایت بشاشت کے ساتھ پٹرۂ صندوق کھولا گیا چونکہ یہ وقوعہ وفات سے چودہ برس کے بعد ہوا تھا کفن جیسا پہنایا گیا تھا جنسہٖ ویسا ہی تھا اور جب روئے مبارک سے چادر کفن اٹھائی گئی اسوقت دیکھا گیا کہ چہرہ مبارک پر جو بعض جگہ غسل کا پانی رہ گیا تھا وہ بدستور موجود تھا۔ **نقل** ہے کہ بعد وصال حضرت قبلہ عالم مہاروی صاحب ان کی اولاد و امجاد کی بھی ویسے ہی خدمت گزاری فرماتے رہے۔ یعنی غلہ کشتیوں پر بار کرا کر براہ دریا خود لے کر جاتے تھے سبحان اللہ پیر پرستی اس ہی کو کہتے ہیں۔

**نقل** ہے کہ حضرت قبلہ عالم کو سلطان الاولیا سے نہائیت الفت تھی ہمیشہ کوٹ شریف میں تشریف لایا کرتے تھے ایک بار حضرت مولانا قاضی احمد علی

صاحب کی شادی تھی حضرت سلطان الاولیا نے عرضی خدمت قبلہ عالم میں ارسال کی کہ بندہ زادہ کا عقد ہے حضور بھی رونق افروز ہو کر بزم احبا کو روشن اور منور فرماویں ادھر ایک عرضی قاضی نور محمد صاحب برادر حضرت سلطان الاولیا نے ارسال کی بندہ زادی کا کار خیر ہے اور وہ بھی وہ ہے کہ جس کو حضور اپنی دختر فرماتے ہیں حضور کا شریک ہونا ضرور ہے۔ چنانچہ قبلہ عالم شادی سے کئی روز پہلے معہ خلفا و خدام و دیگر مریدان رونق افروز کوٹ شریف ہوئے ایک روز مولوی احمدی واعظ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت غوث پاک نے کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ طَعَامُ مُرِیْدٍ حَرَامٌ ، عَلٰی شَیْخٍ آپ کس وجہ سے مریدوں کا کھانا کھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مرید مثل صحابہ کے ہیں رسول خدا نے کبھی اصحاب کبار کی دعوت رد نہیں کی کیا اولیا کا مرتبہ سرور کائنات سے زیادہ ہے۔ پھر مولوی احمد صاحب نے کہا کہ اول تو آپ اپنے گھر میں اتفاق کریں یعنی آپ جائز فرماتے ہیں اور آپ کے خلیفہ اعظم یعنی قاضی محمد عاقل صاحب مال سلطنت اور مال مریدوں سے پرہیز کرتے ہیں اس پر قبلہ عالم نے فرمایا کہ ان کا ذکر نہ کیجئے ان کے مزاج میں کمال احتیاط ہے ان کا اتقا بڑھا ہوا ہے یہ امیر زادہ بھی ہیں جب زیادہ تر بحث ہوئی آخر نارو والے صاحب نے کہا کہ مراد کلام پاک سے یہ ہے کہ اگر خواہش نفس کے ساتھ ہے حرام ہے اور (سبب) تنزل کا اور اگر بے خواہش نفس کے ہے جائز ہے۔

**نقل** ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء تین بار دہلی شریف تشریف فرما ہوئے ہیں دو بار مرشد کے ہمراہ ایک بار اکیلے پس جس بار اکیلے گئے ہیں اس دفعہ حضرت مولانا صاحب قبلہ سے اکتساب علوم ظاہری و باطنی فرمایا حضرت

نہایت فصیح اور امام مناظرہ تھے اکثر مسائل توحید پر جو علماء دہلی سے مباحثہ ہوا اس کی وجہ سے آپ کی تمام شہر میں شہرت ہو گئی تھی کہ ایک سندھی مولوی کہ وہ درویش اور مولانا صاحب کے خادمون سے ہے نہایت فصیح اور فن مناظرہ میں باکمال ہے چونکہ حضرت اکبر شاہ ثانی جد امجد کاتب الحروف حضرت مولانا صاحب کے مرید تھے ہر وقت خانقاہ شریف کے نگران اور اہل خانقاہ کے خبر گیر رہتے تھے آپ کی خبر ان کو بھی ہوئی ایک بار جو حضرت مولانا صاحب بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے بادشاہ نے عرض کی کہ حضرت میں نے سنا ہے کہ کوئی سندھی مولوی کہ غلامان حضرت سے ہیں نہایت فصیح ہیں میں بھی ان کو دیکھنا چاہتا ہوں اس پر حضرت ممدوح نے آپ کے حلم و علم کی نہایت تعریف کی اور دوسرے دن بہمراہی حضرت صاحبزادہ مولانا قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بادشاہ کے پاس بھیجا بادشاہ آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مولانا کبھی کبھی ضرور مجھ سے ملتے رہیں چنانچہ جب چند بار بادشاہ سے ملنے کا اتفاق ہوا تو بادشاہ نے مرزا جہان خسرو بہادر اور مرزا کاؤس شکوہ بہادر کو روبرو مولانا صاحب کے بہت شوق سے آپ کا مرید کرایا کہ جو مجھ کو اپنے خاندانی طور سے معلوم ہے اور جب آپ دہلی سے رخصت ہونے لگے ہیں اور بادشاہ سے رخصت ہونے گئے تو بادشاہ نے ایک شتر اور ایک اسپ مع ساز نُقرئی اور ایک کمل دکھنی اور ایک تسبیح سلیمانی ایک مسواک ایک کنگھا ایک ڈُبنگ عطر کا اور کچھ نقد آپ کے رخصتانہ کے طور پر مولانا صاحب کی خدمت میں بھیجدیا۔

مشہور ہے ہمیشہ حضرت کل اپنی فتوحات کو قبلہ عالم کی نذر کر دیا کرتے تھے بلکہ جب مہاران شریف میں حاضر ہوتے پہلے قبلہ عالم کے

مودی کا حساب چکا کر بعد حضرت پیر و مرشد کی قدم بوسی سے مشرف ہوتے اور بعد انتقال قبلہ عالم کے تا حیات صاجزادگان کی خدمت گزاری کرتے رہے ہر فصل پر اس قدر غلہ کہ جو چھ ماہ کے خرچ کو کافی ہو کشتیوں پر بار کرا کر خود لیجایا کرتے تھے ایک بار منجانب صاجزادۂ نور الصمد صاحب نواب صاحب والی ریاست بہاولپور نواب بہاول خان بہادر کو یہ شک پیدا ہوا کہ صاجزادہ صاحب ارادہ تسخیر ملک کا رکھتے ہیں اس پر ناخوش ہو کر معافی ضبط کی جو سالانہ پیشکش ہوتا تھا بند کیا اس حالت میں حضرت ہی امداد و خدمت گزاری تمام اہل و عیال قبلہ عالم کی فرماتے رہے اور آخر نواب صاحب موصوف سے صفائی کرادی۔

**نقل** ہے کے ایک بار امساک باران کی وجہ سے خلق اللہ پر نہایت تنگی اور بوجہ سخت گرمی کے خلقت تباہ ہوئی جاتی تھی آخر لوگوں نے حضرت سے التجا کی کہ آپ دعا فرماویں کہ باران رحمت ہو آپ نے فرمایا کہ آپ صاحب مجھ کو نہ معلوم کیا سمجھتے ہیں میں ایک معمولی ملا آدمی ہوں لاکھوں آدمیوں کی دعا کا تو کچھ اثر نہیں ہوتا میرے اکیلے کی دعا سے کیا ہوگا ہاں یہ کرنا چاہئے کہ شب کو مساجد میں اذانیں کہی جاویں امید ہے کہ پروردگار عالم رحم کرے گا اس عمل کو بہت تاثیر ہے۔ چنانچہ اس ہی شب کو اذانیں ہوئیں قریب صبح کے ایسی بارش ہوئی کہ تمام ملک سیر اب ہو گیا سبحان اللہ حضرت بالکل قدم بقدم اپنے پیران عظام کے تھے اظہار کرامت کو اچھا نہ سمجھتے تھے اگر کسی کا کوئی کار ہوتا تو اس کو ایسی ہی خوبصورتی سے اجرا فرمادیا کرتے تھے۔

**نقل** ہے ایک بار لنگر تیار ہو چکا تا ہنوز تقسیم نہ ہوا تھا کہ بہت سے فقیر آگئے اور اس روز چاول وغیرہ بھی سوائے تیار شدہ لنگر کے موجود نہ تھے مہتمم لنگر

نے عرض کی کہ کیا کیا جائے فقیر بہت آگئے کھانا کم ہے اور نہ مودی خانہ میں چاول ہیں جو جلد تیار ہو جاویں آپ نے فرمایا ہیچ اندیشہ نیست (کوئی فکر کی بات نہیں) اور اپنی لنگی مبارک کہ اکثر دوش مبارک پر رہتی تھی اس کو دے کر فرمایا کہ کل کھانا ایک جگہ رکھ کر اوپر سے یہ لنگی ڈال کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر تقسیم کرنا شروع کر چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تمام فقرا اور مساکین کو کھانا تقسیم ہو کر بہت کچھ بچ رہا لنگری خوشی خوشی دوڑا آیا اور عرض پرداز ہوا کہ حضور کی کرامت اور لنگی کی برکت سے سب کو لنگر پہنچ گیا ہے اور بہت کچھ باقی ہے آپ نے فرمایا توبہ کر میری کرامت اور لنگی بیچاری میں کیا برکت یہ خواص اور برکت بسم اللہ شریف کا ہے اور بہت دیر تک بسم اللہ شریف کے فضائل بیان فرماتے رہے اور فرمایا کہ بسم اللہ شفا ہے ہر مرض کے واسطے، کلید ہے ہر مشکل کی جو کام بسم اللہ کہہ کر کیا جاتا ہے اللہ صاحب اس میں برکت دیتے ہیں اس کو لکھ کر پاس رکھنا ہر بلا سے بچاتا ہے اور یہ ترکیب اس کی واسطے فتوحات ظاہری کے مجربات سے ہے یعنی بعد ہر نماز کے سات سو بار بلا ناغہ معہ اول و آخر درود شریف کے پڑھا کرے اور اکیس (بار) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کاغذ پر لکھ کر آٹے میں گولیاں بنا کر آبِ رواں میں روز ڈال دیا کرے اور لنگری کو حکم دیا کہ یہ بچا ہوا کھانا غربائے شہر کے گھروں میں پہنچا دو۔ چنانچہ وہ کھانا غربائے شہر کو تقسیم ہوا۔

نسب نامہ مخدوم زکریا صاحب کا اس طرح ہے یعنی مخدوم محمد زکریا بن شیخ حسین بن شیخ پریائن شیخ حاجی بن شیخ نوننداین شیخ حاجی بن شیخ صدر الدین بن یعقوب بن شیخ حاجی فضل اللہ بن شیخ پریائن شیخ تارایعنی طاہر بن شیخ دھماچ بن شیخ پنون بن شیخ کور بن شیخ پریائن حسین بن محمد بن محسن بن موسیٰ بن زید بن

ناصر بن حسن بن یوسف بن عیسیٰ بن احمد بن محمد بن عبد اللہ بن منصور بن مالک بن یحیٰ بن محمد بن سلیمان بن ناصر بن عبد اللہ بن امیر المؤمنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مالک بن یحیٰ عین شباب میں لشکر اسلام کے ہمراہ وارد ملک سندھ ہوئے اور ایک مدت جہاد کرتے رہے آپ کے ایک صاحبزادہ تھے یعنی منصور بن مالک ان کی کیفیت یہ ہے کہ جس قدر عرب مملک سندھ میں سکونت پذیر تھے سب نے ان کو سردار قوم مقرر کیا تھا صاحب زہد و تقویٰ اور سردار ایک ہی ساتھ رہے ان کے بعد ان کے فرزند عبد اللہ بن منصور صاحب جاہ و جلال ہوئے ان کی اولاد بھی یکے بعد دیگرے صاحب مرتبہ ہوتی رہی مگر بوجہ عروج ونزول (تنزل وزوال) روزانہ کے ایک جگہ سکونت پذیر نہیں ہوئے عیسیٰ بن یوسف نے ترک دنیا کر کے فقر اور زہد اختیار کیا اور ان کے فرزند ان ہی کے قدم بقدم رہے بعدہ محسن بن موسیٰ نے پھر رجوع طرف معاملات دنیا کے کی اور محمد بن محسن نے رتبہ عالی حاصل کیا اور اقبال ان کا بدرجہ کمال کو پہنچا اس وقت وطن ان کا سندھ زیرین تھا اور شیخ کور بن شیخ پنول جد قوم گزرے ہیں کورجہ کے معنی اولادِ کور مثل میرزا کے یعنی اولاد امیر پس شیخ کور کے کئی فرزند تھے ان سب کی اولاد جُدے جُدے (جدا جدا) نام سے نامزد ہے اور اس سلسلہ میں شیخ پریا بن حاجی اعلا رئیس ہوئے ہیں اور شیخ حسین بن پریار کن سلطنت گزرے ہیں قیام ان کا ٹھٹھہ میں تھا وہاں ان کی عمارات کے کھنڈر اب بھی ان کی عظمت دکھا رہے ہیں جب ان کو جاذب حقیقی نے اپنی طرف کھینچا ترک امارات کر کے سلسلہ سہروردیہ میں مرید ہو کر کار فقر کو بکمال پہنچا کر مرجع خلائق ہوئے اور ساتھ لقب مخدوم کے ملقب

ہوئے ان کے فرزند مخدوم محمد زکریا منگلوٹ شریف میں آکر مقیم ہوئے۔

ذکر حضرت سلطان العاشقین پیشوائے اہل یقین مقتدائے دین مظہر فیض خفی و جلی حضرت صاحبزادہ **مولانا خواجہ احمد علی صاحب** قدس اللہ سرہ العزیز کہ جملہ علوم میں مہارت کامل رکھتے تھے ذات جامع الکمالات منبع حلم و حیا معدن سخا و عطا اور خلق محمدی تو گویا پروردگار عالم نے کوٹ کر بھر دیا تھا لباس سادہ شرعی زیب تن رکھتے ہر کہ و مہ سے نہایت تہذیب کے ساتھ پیش آتے اوائل عمر میں بڑے جفار تھے مگر آخر میں اس کو ترک فرما دیا تھا اور زہد اور مجاہدہ کو بکمال پہنچا کر مرتبہ ولایت فائز ہوئے اور بیعت حضرت کو قبلہ عالم مہاروی صاحب سے تھی اور قبلۂ عالم نے ایک بار حضرت سلطان الاولیا سے فرمایا تھا کہ احمد علی میرا ہے اس کی طرف سے مطمئن رہو کہ اللہ تعالی اسکو بدرجہ کمال پہنچا دے گا۔ الغرض بعد وصال حضرت سلطان الاولیا پدر خود آپ مسند مشیخت پر سجادہ نشین ہوئے خواجہ گل محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز خلوت میں بندہ سے ارشاد فرمایا کہ بعد وصال حضرت سلطان الاولیا کے پروردگار عالم نے ساتویں دن اپنی عنایت بیغایت سے مجھ کو بمقصود پہنچایا الحمد للہ علیٰ ذالک اور بعد وصال حضرت سلطان الاولیا کے ایک سال ایک ماہ چند یوم ہدایت خلق میں مصروف رہ کر بتاریخ نہم ماہ شعبان المعظم ۱۲۳۱ ہجری / ۱۸۱۶ء میں اس دار ناپائدار سے رحلت فرمائی مزار شریف حضرت کا بھی کوٹ شریف میں ہے۔

مشہور ہے کہ حضرت خلاف اہل سندھ کے خوبرو اور باخلق اور نازک مزاج تھے رحم دل جب باہر برآمد ہوتے لباس مکلّف ہوتا گھر میں بالکل فقیرانہ بسر

فرماتے نہایت فصیح اور بلیغ تھے جو علاقہ جات ٹھیکہ میں تھے وہ صرف برائے ستر حال اور پرورش خدام کے واسطے تھے فتوح بہت کم قبول کرتے یتیم اور مسکینوں کو زیادہ دوست رکھتے تھے حضرت کے دو صاحبزادہ تھے ایک حضرت خواجہ خدا بخش قدس اللہ سرہ العزیز جن کا ذکر آگے آوے گا دوسرے حضرت مولانا خواجہ تاج محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ حضرت اسم با مسمّٰی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شک محمود ہی پیدا کیا تھا نہایت پاک طینت بابرکت صاحب نسبتِ زہد و تقویٰ عاشق محمد بی صلواۃ اللہ علیہ و سلم اور صاحب سلسلہ گزرے ہیں آپ کے بھی مزار اور خاندان سے فیض عام جاری ہے بمقام شدانی بر لب دریائے سندھ۔ مزار آپ کا بھی کوٹ مٹھن شریف میں جدا مقبرہ عالی ہے۔

ذکر حضرت مریم صفات رابعہ درجات صاحبزادی حضرت سلطان الاولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ مرید اپنے والد بزرگوار کی تھیں صائم الدہر قائم اللیل صاحب راز و نیاز و کشف و کرامت چنانچہ خواجہ گل محمد صاحب آپ کی کرامت سے ایک شمہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان رابعہ عصر کا انتقال ہوا تو میں نے واقعہ میں دیکھا کہ جو مریدان حضرت سلطان الاولیا سے فوت ہوتا ہے۔ اس کی شفاعت وہ عفت پناہ بہشت آرام گاہ فرماتی ہیں چنانچہ ایک صاحب دل نے جنابہ کی تاریخ اس طرح لکھی ہے۔ رباعی:

رابعہ ثانی دل از دنیا گرفت
یا سبک راہے سوئے عقبیٰ گرفت
گفت تاریخش بمن ہاتف ز غیب
جائے زیرِ دامنِ زہرا گرفت

ذکر خلفائے ذوی الاحتشام دیاران نیک فرجام حضرت سلطان الاولیا حضرت مولانا خواجہ قاضی محمد عاقل صاحب قدس اللہ سرہ العزیز تعداد خلفائے نامدار حضرت کے کثیر تھی اس جگہ چند حضرات کا ذکر تبرکا کیا جاتا ہے۔ خلیفہ اول جانشین حضرت صاحبزادہ مولانا احمد علی صاحب مسبوق الذکر دوم حضرت مولانا خواجہ خدا بخش صاحب نبیرۂ اکبر سلطان الاولیا کہ بعد وصال خواجہ احمد علی صاحب اپنے والد کے صاحب سجادہ ہوئے آپ کا ذکر مشروحاً آگے آویگا۔ سوم حضرت مولانا سلطان محمود صاحبؒ کہ خلفا اعظم حضرت سے تھے اور بعض مریدوں کو حضرت سلطان الاولیا برائے تعلیم آپ کے سپرد فرمایا کرتے تھے۔

**نقل** ہے کہ جب میاں محمد اعظم کو نئی نئی خلافت ملی تھی ایک روز انہوں نے حضرت سلطان الاولیا کی خدمت میں عرض کیا کہ میاں سلطان محمود صاحب کو پروردگار عالم نے مرتبہ فنا و بقا بخشا ہے۔ حضرت سلطان الاولیا نے فرمایا کہ مراتب فنا کے بہت ہیں اللہ تعالیٰ نے جملہ ان کو عطا فرمائے۔ بیس برس تک آپ خدمت حضرت سلطان الاولیا میں حاضر رہے ہیں ایک روز آپ خدمت والا حضرت سلطان الاولیا میں حاضر ہوئے حضور نے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ سلطان محمود پیر شدۂ (سلطان محمود بوڑھے ہو گئے ہیں) اس کلام کے سنتے ہی آپ کو وجد ہوا اسپر حضور نے ارشاد فرمایا کہ سلطان محمود عجیب فراخ حوصلہ ہیں کہ جب تک ابواب ارادت ان پر کشادہ نہیں ہوتے سماع میں شورش اور حالت ان کو نہیں ہوتی آپ نہایت باادب اور محبوب درگاہ مرشدی اور سماع دوست و کثیر الوجد تھے جب حاضر مجلس معلیٰ ہوتے حضور باکمال توجہ سے پیش آتے ایک بار مجلس سماع میں آپ کو وجد ہوا قریب تھا کہ وصل حقیقی

میسر ہوا اور طائر روح قالب خاکی کو چھوڑ کر اپنے آشیانہ کی طرف رجوع کرے حضرت سلطان الاولیا نے یہ کیفیت معائنہ فرما کر قوالی کو بند کرنے کا حکم دیا بعد اختتام مجلس کے فرمایا کہ اگر قوالی بند نہ کیجاتی تو روح تمہاری قالب سے وداع ہوا چاہتی تھی اور فرمایا کہ " بابا دوستی پنہان بسیار خواب است" (بابا محبت پوشیدہ اچھی ہوتی ہے) اور ارشاد فرمایا۔

از درون باش آشناؤ و وزبرون بیگانہ وش
این روش باید ترا اندر جہان آموختن

(ترجمہ: دل سے دوست رہو اور باہر سے بیگانہ وش رہو، جہان میں تجھے یہ روش اختیار کرنی چاہئے۔)

اور شغل حبس دم بہت کرتے تھے خواجہ گل محمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اس بندہ پر نہایت شفقت فرماتے تھے چنانچہ در حین حیات سلطان الاولیا و بعد اعلیٰ حضرت میری تعلیم و تربیت میں کوشش موفور فرماتے رہے وفات حضرت کی تیسری ربیع الآخر بروز یکشنبہ وقت زوال آفتاب عالمتاب ۱۲۳۹ ہجری / ۱۸۲۳ء میں ہوئی مزار بمقام خان بیلہ۔

چہارم خلیفہ حضرت سلطان الاولیا کے حاجی حرمین شریفین مولوی حافظ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ ترک و تجرید و مجاہدہ اور اول درجہ کے سیاح صاحب سلسلہ گزرے ہیں کئی بار برائے زیارت حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمیر شریف حاضر ہوئے ہیں ناگور میں زیادہ ٹھیرنے کا اتفاق ہوا ہے وہاں بھی آپ کے بہت سے مرید ہوئے ہیں علم تصوف کے بڑے عالم تھے کتاب تسنیم حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کر کے اسکا نام تنسم رکھا ہے اور میر ا ایساغوجی پر حاشیہ لکھا۔

خلیفہ پنجم سر حلقہ مخزن اسرار الٰہی صورت عشق مجسم خلیفہ محمد اعظم جیور رحمۃ اللہ علیہ صاحب ذوق و شوق عاشق باللہ آپ کی تحصیل شرح عقائد تک تھی کس واسطے کہ عین طالب علمی میں شغل غالب ہو گیا تھا کہ ہر طرف سے صورت شغل دکھائی دیتی تھی یعنی جس طرف نظر کرتے اسم ذات نظر آتا آپکے حق میں حضرت سلطان الاولیا فرمایا کرتے تھے کہ اسپر اوائل میں وہ وارداتیں ہوئیں کہ جو انتہا میں ہوتی ہیں اور جب آپ کو وجد ہوتا تھا زمانہ استقبال کی خبر دیدیا کرتے تھے اکثر حضرت سلطان الاولیا کے ساتھ سفر اور حضر میں ہمدم رہے ہیں۔ اوصاف حمیدہ آپ کے زبان زد خواص و عام ہیں آپ کی عادت تھی جو طالب آپ کی خدمت میں آتا آپ اس کی حاجت بر لاکر اسکو غنی کرتے۔

چھٹے خلیفہ حضرت قاضی جان محمد صاحب۔ ساتویں خلیفہ حضرت قاضی محمد مراد صاحب۔ آٹھویں خلیفہ حضرت محمد شرف الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ صاحب کشف و کرامت بانسبت صاحب سلسلہ گزرے ہیں ہزاروں بندگان خدا کو ذات بابرکات سے فیضان الٰہی نصیب ہوا ہے۔ نویں خلیفہ مولوی گل محمد صاحب یہ بھی ذاکر شاغل صاحب باطن عالم علوم ظاہری و باطنی و کشف و کرامت صاحب سلسلہ گزرے ہیں۔ دسویں خلیفہ حضرت مولوی احمد یار صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ نہایت بزرگ اور شہرۂ آفاق گزرے ہیں مزار آپ کا بمقام کوٹ سمابہ زیارت گاہ ہے۔ گیارہویں خلیفہ میاں شریف محمد صاحب عاشق و سالک و صاحب نسبت و مشغول و سالک کہ آپ کی صحبت سے بہت سے لوگوں نے استفادہ اٹھایا ہے مزار آپ کا بمقام شدانی ہے۔ بارہویں خلیفہ مولوی ڈنہ صاحب کہ شاغل باللہ نیک طینت ملک

سیرت صاحب سلوک و مجاہدہ و روشن دل گزرے ہیں۔ تیرہویں خلیفہ حاجی محمد نصرت خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ حل مسائل تصوف میں ید طولار کھتے تھے باقی اور دیگر خلفا عرب و عجم و فارس و روم و شام و خراسان و ترکستان وغیرہ وغیرہ میں گزرے ہیں چودھویں خواجہ گل محمد صاحب احمد پوری جامع تکملہ سیر الاولیا۔ یہ حضرت مرید حضرت سلطان الاولیاؒ کے اور خرقہ خلافت حضرت خواجہ سلطان محمود صاحب خلیفہ حضرت سلطان الاولیا سے حاصل کیا نہایت بابرکت اور صاحب خانقاہ گزرے ہیں ان کے فضائل تکملہ سیر الاولیا کے دیکھنے سے بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔ ۹ محرم الحرام ۱۲۴۳ ہجری / ۱۸۲۷ء میں انتقال فرمایا مزار احمد پور شرقی علاقہ بہاول پور میں ہے۔

## شجرۂ چشتیہ منظوم صاحب جامع سلاسل فخریہ ترتیب دادہ مرزا محمود شاہ بن مؤلف کتاب ہذا

ایکہ از گنج خفی در عین اظہار آمدی
با ہمہ اسمائے حسنی خود نمودار آمدی

کردی از اطلاق خود از نقطۂ وحدت ظہور
با لباس میم احمد کار مختار آمدی

حسن مجمل را چو از اعیاں مفصل ساختی
کسوتِ شیرِ خدا پوشیدہ کرار آمدی

از تجلیٔ جمالِ خود حسن بصری شدی
ہمچو عبد الواحد ، الواحد بہ اطوار آمدی

از ظہورِ فیض خود گشتی مسمّی با فضیل
بر سریرِ بلخ سلطانِ جہاندار آمدی

گہ سدید الدیں شدی در عشق از راہِ سدِ اد
گہ امین الدیں امینِ رازِ دلدار آمدی
کسوت ممشاد پوشیدی بصد شانِ علو
شام ابو اسحاق را چو صبح دلدار آمدی
خود الی احمد شدی و قدوہ دنیا ؤ دیں
ناصر الحق بو محمد بخت بیدار آمدی
گاہ بو یوسف شدی و گاہ مودودِ جہان
عارفِ کامل شدی و محرم اسرار آمدی
در طوافِ کعبۂ معنی شدی حاجی شریف
ہمچو عثماں مقتدائے حزب ابرار آمدی
از پئے ہر مُستَعیں کردی معین الدیں لقب
رحمتِ اہلِ جہان خورشید انوار آمدی
مرکزِ عالم گرفتی در محیطِ فیض خود
عین قطب الدیں شدہ بر عرش سیّار آمدی
خود فرید الدیں شدی و خود نظام الدیں شدی
خود شدہ محبوبِ حق سلطان سالار آمدی
خود نصیر الدیں شدہ روشن چراغِ دہلوی
خود کمال الدیں شدہ در عین اظہار آمدی
از پئے تلقین عالم خود سراج الدیں شدی
خود تو علمِ حق شدہ با خوب اطوار آمدی
خود شدہ محمود راجن خود جمال الدیں شدی

خود شدہ خواجہ حسن چو حُسنِ دلدار آمدی

خود شدہ شیخ المشائخ ہم محمد اسم کرد

خود شدہ محیائے مدنی قطب ہر کار آمدی

کرد در دہلی تجلی خود کلیم اللہ شدی

خود نظامُ الدین شدہ خورشید انوار آمدی

از پئے فخر مشائخ خود تو فخر الدیں شدی

در نظامی خاندان چوں دُرِ شہوار آمدی

کردی از نور ازل نورِ محمد راعیاں

در مہاراں بہر کیفِ نیک کردار آمدی

پس بامدادِ شریعت سرورِ ہر دو جہان

قاضیٔ عاقل محمد شد بہ اَسرار آمدی

بہر بخشش شد خدا بخشِ ولی در چاچڑاں

خود شدہ فخرِ جہاں خورشید انوار آمدی

شمعِ بزمِ چشتیاں شد اسمِ خود کردہ فرید

رہبریٔ ما غلاماں چوں بہ تکرار آمدی

پس بحقِ خواجگانِ چشت ایں محمودؔ را

خاتمہ بالخیر فرما زاں کہ غفار آمدی

(ترجمہ :(۱) اے وہ ذات کہ خزانۂ مخفی سے عین ظہور میں آئی ، اپنے تمام اسمأ حسنیٰ کے ساتھ خود نمودار ہوئی ۔

(۲) اپنے مطلق ہونے سے نقطۂ وحدت کے ذریعے ظہور فرمایا میم احمد کا لباس پہن کر کاروبارِ عالم کا مختار بن کر آیا ۔

(۳) اپنے حسن مجمل کو جب اعیان کے ذریعے پھیلا دیا تو شیرِ خدا کا لباس زیب کر کے کرار بن کر آگیا ۔

(۴) اپنے حسن کی تجلی سے حسن بصری کی شکل اختیار کی ، اور عبدالواحد کی طرح الواحد کے انداز میں آیا۔
(۵) اپنے فیض کے ظہور کے ظہور سے فضیل نام دہرایا ، اور بلخ کے تخت پر سلطان جہاندار بن کر بیٹھ گیا۔
(۶) عشق میں سیدھی راہ پر چلنے کے لئے کبھی سدید الدین بن کر آیا اور کبھی دلدار کے رازوں کا امین بن کر امین الدین کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔
(۷) صد شانِ بلندی کے ساتھ ممشاد کی پوشاک پہن لی ابو اسحق کی شام کے لئے محبوب کی صبح بن کر آگیا۔
(۸) خود ہی ابی احمد بن کر دین و دنیا کا پیشوا ہوا ، اور پھر ناصر الحق ابو محمد کی شکل میں بختِ بیدار بن کر آیا۔
(۹) کبھی ابو یوسف بنا اور کبھی مودود جہان ہوا ، عارف کامل بھی خود بنا اور محرم اسرار بھی خود۔
(۱۰) کعبۂ مقصود کے طواف میں حاجی شریف بن کر آیا ،اور پھر عثمان کی طرح جماعتِ ابرار کا امام بن کر آیا۔
(۱۱) ہر مدد طلب کرنے والے کی خاطر معین الدین کا لقب اختیار کیا ، اہلِ جہان کے لئے سورج کی طرح سراپا رحمت بن کر آیا۔
(۱۲) اپنے محیطِ فیض کے اندر تمام عالم کے مرکز کو قابو کر لیا ، عین قطب الدین بن کر عرش کی سیر کرنے لگا
(۱۳) فرید الدین بھی خود بنا اور نظام الدین بھی خود ، اور پھر خود محبوب الٰہی سلطان الاولیاء بن کر سب کا سالار ہوا۔
(۱۴) خود ہی نصیر چراغ دہلوی بن کر روشن ہوا ، اور پھر خود کمال الدین بن کر عین اظہار میں آگیا۔
(۱۵) دنیا کو تلقین کرنے کی خاطر خود ہی سراج الدین بنا ، اور پھر خود ہی علم الحق بن کر عجب انداز سے ظاہر ہوا۔
(۱۶) محمود راجن بھی خود بنا اور جمال الدین (جمن) بھی خود ، اور پھر خود ہی خواجہ حسن بن کر حسنِ دلدار کا مظاہرہ کیا۔
(۱۷) خود شیخ المشائخ بن کر محمد نام رکھایا اور خود ہی یحییٰ مدنی بن کر ہر کام پورا کرنے کیلئے قطب بن گیا۔
(۱۸) دہلی میں تجلی فرما کر خود ہی کلیم اللہ بن گیا ، اور خود ہی نظام الدین بن کر

سورج کی طرح انوار پھیلائے۔
(۱۹) مشائخ پر فخر کرنے کے لئے تو خود ہی فخر الدین بنا ، خاندان نظامیہ میں دُرّ شہوار بن کر آگیا۔
(۲۰) نور ازل سے نور محمد کو ظاہر فرمایا ۔مہاراں شریف کے اندر ہر کیفیت کے لحاظ سے نیک کردار بن کر آگیا۔
(۲۱) سرور عالم کی شریعت کی مدد کے لئے قاضی عاقل محمد بن کر اسرار و رموز کا منبع بن کر آیا۔
(۲۲) بخشش اور عطا کے لئے چاچڑاں میں خدا بخش ولی بن کر آیا ، اور پھر خود ہی فخر جہان بن کر سورج کی طرح عالم کو منور کرنے لگا۔
(۲۳) اپنا نام فرید رکھ کر بزم چشتیاں کی شمع بنا ، ہم غلاموں کی رہنمائی کے لئے دوبارہ (فرید ثانی بن کر) آگیا۔
(۲۴) اے اللہ ! خواجگان چشت کے طفیل اس محمود کا خاتمہ باالخیر فرمانا کیونکہ تیری ذات غفار ہے۔)

**مسئلہ** اگر خدانخواستہ مرید کو پیر کی جانب سے کسی قسم کا شک واقع ہو تو اس مرید کو چاہئے کہ تجدید بیعت کرے ورنہ نقصان ہوتا ہے۔

**مسئلہ** بعد انتقال شیخ کے اس کے خلیفہ سے بیعت کرنا مستحن ہے۔

قاضی صاحب کے ایک مرید نے آپ سے ایک سوال کیا کہ ایک شخص نے چند پیروں سے بیعت کی ان میں کونسی بیعت درست ہے آپ نے جواب میں فرمایا کہ جس پر اس کا اعتقاد واثق ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے المرأمع من احب اور اس کی نظیر میں فرمایا کہ حضرت غوث پاک سے ایک نے پوچھا کہ ایک شخص ہے کہ اس نے حضرت سے بیعت نہیں کی مگر وہ اپنے کو حضرت کا مرید مشہور کرتا ہے کیا وہ آپ کے فیضان و برکات سے مشرف ہو سکتا ہے غوث پاک نے فرمایا کہ جس نے صدق دل سے اپنے تئیں میرا مرید قرار دیا اور اعتقاد اس کا درست ہوا ظاہرا کو بیعت نہ کی ہو وہ میرے جملہ اصحاب سے ہے۔

**مسئلہ** اگر کسی وجہ سے کوئی مرید اپنے پیر سے مرتد ہو جائے تو اسکو چاہیے کہ توبہ کرے کچھ کفارہ دے اور ایک دن میں پانچ سو نفل ادا کرے اور چند روز خلق خدا اور مساجد کی خدمت میں مصروف رہے۔

**مسئلہ** کسی شخص کا ارادہ ہو کہ میں فلاں شخص سے بیعت کروں اور کسی عذر قوی سے بیعت نہ کر سکا اور شیخ کو بھی اس پر آگاہی ہوئی تو شیخ کو لازم ہے اسے اپنا مرید تصور کر کے فاتحہ خیر سے اس کو یاد رکھے اور مبروص کی بیعت بھی ازروئے حدیث کے درست ہے۔

**مسئلہ** بیعت زوجہ کی زوج سے جائز نہیں ہے اور فاسق اور فاجر ملحد اور زندیق سے بھی بیعت جائز نہیں ہے اور جس طرح عورتوں کی امامت درست نہیں ہے اس ہی طرح عورتوں سے بیعت کرنا بھی درست نہیں ہے۔

## قصیدہ

بصیرے علمِ حقانی معین الدین اجمیری — خبیرِ سرِّ یزدانی معین الدین اجمیری
غریقِ بحرِ یزدانی بسیطِ فقرِ عمانی — امینِ ملکِ عرفانی معین الدین اجمیری
امیرِ ملکِ آمانی سراپا فیض یزدانی — خلیل الالبابِ عرفانی معین الدین اجمیری
مبارک منزل معانی جہان را جملہ فیضانی — بہ تختِ فخر سلطانی معین الدین اجمیری
دلیلِ فردِ فردانی امامِ سلکِ ارکانی — کریم الحال اعطانی معین الدین اجمیری
حبیبِ ذاتِ سبحانی جمال اللہ یزدانی — فنا فی الذاتِ ربانی معین الدین اجمیری
بشیر النظر من رانی بصیر القدر رحمانی — ولے مطلق بہ حق دانی معین الدین اجمیری
قدیرِ قدر حق دانی کَفِیءُ الفقر ربانی — دلیلِ ملکِ یزدانی معین الدین اجمیری

**مناقب سی و پنجم** در ذکر مبارک حضرت سراج

السالکین عمدۃ العاشقین پیشوائے اہل الیقین حامیٔ دین متین واقف اسرار اللہ الصمد ماہر انوار لم یلد ولم یولد خطا پوش و عطا بخش حضرت قطب عالم محبوب الٰہی مولانا خواجہ خدا بخش قدس سرہ العزیز خلف الرشید حضرت صاحبزادہ مولانا خواجا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت کی پیدائش کی روایت اس طرح پر ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت صاحبزادہ خواجہ احمد علی صاحب کی شادی اپنے چچا حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی اور وہ رابعہ عصر حضرت مہاروی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت تھیں اور حضرت مہاروی صاحب ان پر بہت شفقت فرماتے تھے بلکہ بی بی صاحبہ یا دختر فرمایا کرتے تھے ان کو بھی حضرت کی خدمت بابرکت میں نہایت انس اور اعتقاد تھا ایک بار حضرت بی بی صاحبہ حسب اجازت سلطان الاولیا کے واسطے زیارت حضرت قبلۂ عالم کے مہاران شریف میں حاضر ہوئیں حضرت نہایت مہربانی سے پیش آئے اور ان سے فرمایا کہ اے دختر نیک اختر کس طرح تکلیف کی انہوں نے عرض کی قبلہ کہ یہ کنیز واسطے زیارت اور حصول سعادت قدمبوسی کے حاضر ہوئی ہے حضرت نے ان کے عقائد سے خوش ہو کر دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیری گود بھرے تیرے گھر کا چراغ روشن ہو آپ نے سر عجز زمین پر رکھا اور عرض کی کہ یا حضرت دُعا فدویہ کے حق میں بہتر نہیں ہے کس واسطے کہ اگر اللہ تعالیٰ فرزند عطا کرے تو وہ صالح اور قدم بقدم اپنے بزرگوں کے ہو ورنہ میں اسی طرح خوش ہوں قبلۂ عالم نے یہ سن کر تھوڑی دیر مراقبہ فرمایا بعد سر مبارک اٹھا کر ارشاد فرمایا خاطر جمع رکھو۔ پروردگار عالم ایسا ہی کرے گا اور فیض ترجمان سے ایک عبارت تعلیم فرمائی کہ شب کو بعد نماز عشا اس کو پڑھ

کر سو رہو۔

**فائدہ** اگرچہ وہ کلمات طیبات اس دودمان فیض توامان میں سینہ بسینہ چلے آتے ہیں۔ اور جو مرید لائق ہوتے ہیں ان کو بھی مرحمت ہوتے ہیں چونکہ وہ اسرارات ہیں اس وجہ سے اس کو تحریر میں لانا مناسب نہ سمجھا گیا مگر طالب صادق سے ہرگز دریغ نہیں کیا جاتا الغرض بی بی صاحبہ قدس اللہ سرہا نے بموجب حکم قبلہ عالم کے وہی عمل کیا۔ قریب تھا کہ واسطے ادائے نماز تہجد کے بیدار ہوں خواب میں دیکھا کہ جناب سرورِ کائنات رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ میں تجھے یہ تحفہ دینے آیا ہوں اور دو دُر شہوار اور ایک اشرفی کہ جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا آپ کی گود میں ڈال دیئے اسی وقت آپ بیدار ہوئیں وضو کر کے نماز تہجد ادا کی بعد اس کے تلاوت قرآن مجید فرما رہی تھیں کہ حضرت قبلہ عالم تبسم کنان تشریف لائے اور فرمایا کہ بی بی صاحبہ مبارک باشد رات کا خواب بیان کرو اِن حضرت نے کُل کیفیت خواب کی عرض کی قبلہ عالم نے تعبیر فرمائی کہ دو دُر شہوار تمہارے فرزند ہیں ایک جو گود سے گر گیا شاید وہ جان بر نہ ہو اور کلمہ شریف کی مُہر سے یہ اشارہ ہے کہ دوسرا فرزند تمہارا نہایت صالح متقی صاحب معرفت صاحبِ سخاو عطاو کشف و کرامت مُرَوِّج دین احمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا جس کا فیضان شرق سے غرب اور جنوب سے شمال تک ہوگا اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی امداد فرماتا رہے گا الغرض چند روز آپ وہاں مہمان رہیں بعد رخصت ہو کر مکان پر آئیں اور جب واسطے سلام کرنے حضرت سلطان الاولیا کے حاضر ہوئیں آپ نے کسی قدر اٹھ کر تعظیم دی اور فرمایا مبارک باشد زیارت رسول مقبول سے مشرف ہوئیں وہ تمہارا رؤیا صادقہ تھا کہ جو قبلہ عالم کی عنایت

کے بدولت تم کو نصیب ہوا اور میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ تمہارے بطن سے وہ شہباز پیدا ہو گا کہ جس سے قیامت تک میرا نام روشن رہے گا جس کے فیض سے ایک عالم فیض یاب ہو گا جس کی اولاد سے ضرور ایک قطب وقت ہوتا رہے گا اور وہ عبارت جو قبلۂ عالم نے بی بی صاحبہ کو بتائی تھی، پڑھ کر فرمایا کہ اسی طرح ہے اس میں غلطی تو نہیں؟ سبحان اللہ اولیا کو دیکھنا چاہئے کہ بی بی صاحبہ کو۔ یہ معاملہ مہاران شریف میں پیش آیا اور آپ کو کوٹ مٹھن میں گھر بیٹھے کل واقعہ کھل گیا الغرض قدرتِ خدا سے اسی سال میں بی بی صاحبہ کے ہاں فرزند پیدا ہوا جو بعد ایک ماہ چند یوم کے فوت ہوا بعد تھوڑے عرصہ کے وہ رابعۂ عصر پھر حاملہ ہوئیں ایک روز انہوں نے حضرت سلطان الاولیا سے عرض کی کہ حضرت کچھ عجیب کیفیت ہے کہ میں جب خلوت میں ہوتی ہوں قدرتی طور پر مجھ کو جہر کے ساتھ ذکر اسم ذات کی آواز آیا کرتی ہے اور جب جلوت میں آتی ہوں وہ آواز موقوف ہو جاتی ہے حضرت سلطان الاولیا نے ارشاد فرمایا کہ مقام اندیشہ نہیں تمہارے شکم میں قطب ہے یہ فعل اس کا ہے الغرض جوں جوں ایام حمل زیادہ ہوتے گئے آواز بھی زیادہ ہوتی گئی بعد انقضائے مدت نو ماہ ۱۲۰۵ ہجری /۹۱-۱۷۹۰ء میں کہ یہی سال وصال حضرت قبلۂ عالم کا ہے حضرت تولد ہوئے۔اے ناظرین والا تمکین پھر معاملہ ایک اسرار الٰہی سے ہے میں چونکہ اس گھر کا خادم ہوں اس کا انکشاف نہیں کر سکتا مگر ہاں اہل دل اس رمز الٰہی کو معلوم فرما کر اس کی لذت اٹھا سکتے ہیں پس جس روز قطب عالم تولد ہوئے ہیں خانقاہ شریف میں بہت سے درویش آئے ہوئے تھے جب حضرت کے تولد ہونے کی خبر صاحبزادہ خواجہ احمد علی صاحب کو ہوئی آپ نے جملہ

مساکین و فقرائے خانقاہ نشین کو بہت کچھ دے کر خوش کیا اور قطب عالم کے حق میں دعا چاہی کل حضرات نے حضور کے حق میں دعا کی کہ یہ طفل با قسمت اور با نسبت ہو اور آئندہ اس کی اولاد میں بھی ایسا ہوتا رہے سبحان اللہ وہ کیا قبولیت کا وقت تھا کہ ان بزرگان دین کی دعا کا اثر دو پشت تک تو ہم نے دیکھا اور ہمارے صاحبزادہ مولانا خواجہ محمد بخش صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے بھی ایسے آثار پائے جاتے ہیں آگے کی خبر خدا کو ہے۔

الغرض حضرت قطب عالم جب تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو آپ کے جد حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنا مرید فرما کر ریاضتِ شاقہ اور مجاہدہ میں مصروف کیا مشہور ہے کہ ہونہار بِرْوا کے چکنے چکنے پات[1]۔ جب عمر شریف اکیس سال کی ہوئی خرقۂ خلافت حاصل کیا ولایتِ فخری نظامیہ سے مشرف ہو کر تعلیم و تکمیل مریدوں میں مصروف ہوئے ادھر سلطان الاولیا کا وصال ہوا آپ کے والد صاحب سجادہ ہوئے ایک سال ایک ماہ چند یوم کار خلافت انجام دے کر دار ناپائیدار کو چھوڑ کر داخل ارم ہوئے تو اس وقت حضور قطب عالم کو تئیسواں سال شروع تھا آپ زینت آرائے مسند فخریہ ہو کر حاجت روائیِ خلق میں مصروف ہوئے اور اویسی طور پر روحانیت حضرت فخر صاحب قبلہ سے فیض یاب ہوئے جس قدر مساکین و طالب خدا و دنیا زیادہ آتے بہت خوش ہوتے سب کو لنگر سے مکلّف کھانا پلاؤ و زردہ و نان و قورما اور دودھ اور مصری ملتا تھا ان لوگوں کے واسطے طبیب ملازم تھا دواخانہ تیار رہتا تھا جو کوئی بیمار ہوتا فوراً اس کا تدارک کیا جاتا اور بنفس نفیس خود تشریف لا کر اس مسافر کی عیادت فرماتے خدام اور

[1] ہونہار (ہوون ہار / نئی اُگنے والی) بِروا (بیر) کے چکنے چکنے پات (خوبصورت اور چمکدار پتے) ہوتے ہیں۔

ملازمان کو اس کے لئے تاکید فرماتے کہ اس کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ ہو رئیس اور زمیندار اس قدر زیارت کے لئے آتے تھے کہ بارہ بارہ من دانہ روز گھوڑوں کے صرف میں آجاتا تھا سینکڑوں کو روزینہ و ماہواری و سالانہ مقرر تھا اور روزانہ باورچی خانہ کا صَرف بے مقدار تھا اور جو طالب زر آتے ہزاروں لے کر جاتے۔

ایک روز آپ رونق افروز تھے اطراف و جوانب کے لوگوں سے دربار بھرا ہوا تھا کہ اثنائے گفتگو میں ایک شخص نے بیان کیا کہ سبحان اللہ لنگر تو حضرت کا ہے کہ جس میں ہر کسی کو اقسام اقسام کا کھانا ملتا ہے اور حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب کے لنگر میں تو بچکنی[۱] کی خشک روٹی ملتی ہے یعنی کئی غلوں کی ملی ہوئی آٹے کی خشک روٹی ملتی ہے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ لنگر فقیر کا تو وہی ہے اور میں نے تو خواہی نخواہی تکلف کا ہار اپنے گلے میں ڈال لیا ہے سبحان اللہ کیا کسر نفسی تھی اور پابند سنت سے بہت خوش ہوتے تھے جس کو خلاف دیکھتے اس کو بہ نرمی تعلیم و ہدایت فرماتے یہ حضرت کی کرامت تھی کہ جس کو برائے پابندیٔ سنتِ نبوی علیہ السلام کی ہدایت فرمائی وہ پکا مسلمان بن گیا ذات بابرکات سے کبھی کوئی سنت ترک نہیں ہوئی۔

---

[۱] اصل میں سرائیکی لفظ 'پنج کنی' ہے جس کے معنی ہیں پانچ غلے، جن میں گندم، جَو، باجرہ، جوار اور مکئی شامل ہیں۔ 'لغاتِ فریدی' کے مطابق ان پانچ غلوں کو ملا کر بطور خیرات درویشوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

خواجہ فریدؒ کے سرائیکی دیوان کی کافی نمبر ۲۵۱ میں یہ ترکیب استعمال ہوئی ہے ۔

دنیا دا نہ تھی آشنا ہے اے مکارہ بے وفا

کھاویں نہ موذن دا دغا ہے پنج کنی تیکوں گھنی

ترجمہ: دنیا سے آشنائی نہ کر (کیونکہ) یہ مکارہ اور بے وفا ہے، اس موذی (دنیا) سے دغا نہ کھانا، تیرے لئے تو 'پنج کنی' ہی کافی ہے۔

**نقل** ہے کہ آپ کی صدر نشین (صدر نشینی) سے چند سال بعد سکھوں نے اہلِ اسلام علاقہ ڈیرہ غازی خان پر ظلم کرنا شروع کیا آپ کو یہ امر شاق گزر رہا تھا اتفاقاً ایک روز چند مظلوم حاضر دربار معلیٰ ہوئے اور عرض کی کہ یا حضرت ظلم اس قوم کا حد سے گزر گیا ہے نماز پڑھنے اور اذان اور تلاوت قرآن کو منع کرتے ہیں اور در صورت عدول حکمی تیغ بدرخ سے قتل کرتے ہیں دعا فرمایئے تاکہ یہ غارت ہوں اور لوگ اس آفت سے بچیں حضرت نے جواب میں فرمایا کہ کُلُّ اَمْرٍ مَرْہُوْن'' بِاَوْقَاتِہاَ یعنی ہر کام موقوف ہے ساتھ اوقات اپنی کے دیکھو موسیٰؑ نے واسطے تباہی فرعون کے چند بار جنابِ باری میں دعا کی مستجاب نہ ہوئی کیونکہ اس کی تباہی کا وقت نہ آیا تھا شاید اللہ صاحب کو اس کی عدالت اور انتظام پسند تھا جب وہ وقت آیا اس کی نیت میں فتور پڑا اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کیا پس جب انبیا علیہم الصلوٰۃ و السلام کی دعا کی یہ کیفیت ہے تو میں ایک ناچیز بندہ گنہگار ہوں مگر حمیتِ اسلام یہ تقاضا نہیں کرتی اور نہ چشم انسانی سے بھائی مسلمانوں پر یہ ظلم دیکھا جاتا ہے اب میں اس جگہ سے ہجرت کرتا ہوں اتفاقاً یہ خبر نواب صاحب والیٔ بہاولپور نواب صادق محمد خان اول کو پہنچی کہ قطبِ عالم ہجرت کا ارادہ رکھتے ہیں چونکہ نواب صاحب مغفور حضرت سلطان الاولیا کے مرید اور قطب عالم کے معتقد تھے حضور کی خدمت بابرکات میں حاضر ہو کر بہ منت اپنے علاقہ میں قیام فرمانے پر راضی کیا نواب صاحب موصوف کی یہ رائے تھی کہ حضور دار الریاست میں فروکش ہوں تاکہ برکت قدوم میمنت لزوم سے نزول انوار و برکات ہوں مگر حضور نے دار الریاست میں قیام منظور نہ فرمایا کس واسطے کے دار الریاست میں فسق و فجور کا انتظام ہونا مشکل تھا اور طبع عالی

کُلی طور سے راغب بہ پابندیٔ شرع شریف تھی آخر مقام چاچڑاں پسند فرمایا
کہ یہ شرفائے اہل اسلام کی بستی اور دریا کا کنارہ اور کوٹ مٹھن شریف
کے بھی قریب ہے نواب صاحب موصوف نے واسطے اخراجات لنگر خانہ
کے چند موضع نذرس کئے مگر آپ نے قبول نہ فرمائے بعضے عمائد معتقدین
نے عرض کی کہ حضور کیوں نہیں قبول فرماتے بے کسی خواہش آپ کے
نواب صاحب نظر کرتا ہے دوسرے یہ کہ اخراجات لنگر کی طرف سے
سبکدوشی ہو گی حضور (نے) آبدیدہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ یہ سنت پیروں کی
ہے میرے پیروں نے کبھی کسی کی ایسی نذر قبول نہیں کی دوسرے یہ کہ جب
ریاست اور زمینداری ہوئی تو مالگزاری وغیرہ امور پیش آئے (آئیں گے)
کبھی نہ کبھی عدالت تک بھی جانا ہو گا پس جب ان کاموں میں مصروف ہوئے
پھر فقیری کہاں اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے دیکھنا چاہئے کہ حضرت محبوب
الٰہی سلطان نظام الدین اولیاؒ قدس اللہ سرہ العزیز کے لنگر کا کیا کچھ خرچ تھا کئی
بادشاہوں نے گاؤں اور پرگنہ نذر کئے حضرت نے قبول نہ فرمائے اس لنگر
کے آگے میرا لنگر تو عشر عشیر بھی تو نہیں ہے میرا تکیہ پروردگار عالم پر ہے
مجھ کو کسی کی نذر اور امداد کی حاجت نہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے الغرض جب
حضور رونق افروز چاچڑان شریف ہوئے اس روز سے پانی چاہات شور کا تمام و
کمال شیرین اور سرد ہو گیا وہ جو بیماری ہائے گوناگوں پیدا ہوتی تھیں وہ رفع
ہو گئیں ہر گھر میں درخت ہائے انبہ شیرین اور خرما ہائے بہشتی اقسام
اقسام کے۔ عجیب کیفیت اور ایک ایک جلوہ نظر آتا ہے۔ اس موقع پر یہ
مصرعہ مرزا محمد وشاہ کا کہ جو سلکِ غلامانِ حضرت خواجہ خواجگان بندہ نواز
حضرت مولانا شاہ غلام فرید صاحب دام فیضہم سے ہے نہایت دلچسپ معلوم

ہوتا ہے۔

کہ از چاچڑاں بادِ جنت وزید

یعنی جس روز سے حضرت قطب عالم نے چاچڑان شریف میں نزول اجلال فرما کر اس کو روشن اور منور فرمایا اسی روز سے دو لنگر جاری ہو گئے ایک قدیم بمقام کوٹ مٹھن شریف بدستور رہا اور دوسرا جدید چاچڑان شریف میں تکلف شاہانہ کے ساتھ جاری ہوا زہے عزوشان حضور کا کہ جن کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے آج چاچڑان آمد گاہ بیکسان دستگیر درماندگان اللہ والوں کا معدن مولویوں کا مخزن حافظوں کا مسکن ہے چنانچہ مرزا محمد وشاہ مذکور نے لکھا ہے۔

فقر گر خواہی برو در چاچڑاں
ہست محکم فیضِ حق سرکار ما

بن گیا کامل جو پہنچا چاچڑاں
میرے مرشد کا عجب دربار ہے

اوقات مبارک اس طرح تقسیم تھے کہ مسجد میں تشریف لے جا کر نماز عصر آخر وقت ادا فرما کر وہیں مسجد میں حاضر الوقت خاص و عام کی حاجت روائی فرماتے اور بعد نماز مغرب حجرۂ شریف میں داخل ہو کر بعد ادائے نماز عشا داخل محل معلیٰ ہو کر ڈھائی گھڑی قیام فرما کر طعام وکلام وحاجت روائی زنانِ شہر و دیگر معاملات سے فارغ ہو کر باہر برآمد ہو کر زیب مسند ہوتے اور تسبیح دستِ مبارک میں لے کر وظیفہ میں مشغول ہوتے جملہ حاضرین باوضو حاضر دربار معلیٰ ہوتے۔ چوکی قوالوں کی حاضر ہوتی اور خوش الحانی کے ساتھ

معرفت کے اشعار وغیرہ شروع کرتے جس پر عاشقانِ خدا کو عجیب کیفیت حاصل ہوتی اگر مرید ہونیوالے حاضر ہوتے انکو مرید فرماتے اگر کوئی شخص کسی قسم کا مسئلہ پیش کرتا اس کو حل فرما کر اس کی تسکین کرتے اور ڈیڑھ پہر راتِ گزرنے کے بعد استراحت فرماتے اس کی یہ صورت تھی کہ تھوڑی دیر لیٹے جب غلبہ نیند کا ہوتا اٹھ کر پھر مشغول ہوتے الغرض اسی طرح وقت تہجد آجاتا تھا تجدید وضو فرما کر نماز تہجد ادا کر کے مراقبہ میں رہتے قریب صبح کے ذکر جہر میں شاغل رہتے جب وقت نماز کا آجاتا نماز فجر سے فارغ ہو کر حجرہ شریف میں آکر درِ حجرہ بند کر کے اوراد و وظائف معمولی (معمول کے) میں ایک پہر مصروف رہ کر بعدہ باہر تشریف لا کر حدیث و فقہ و تصوف کا درس دیتے اس وقت طالبِ دنیا بھی آتے جو جس کی تقدیر کا ہوتا اس کو مرحمت فرماتے سائل کو کبھی خالی نہیں رکھتے تھے قریب قریب دوپہر کے دولت سرا میں تشریف فرما ہو کر برائے سدِ رمق کچھ نوش فرما کر پھر باہر تشریف لا کر قدرے بطریق مسنون قیلولہ فرما کر بیدار ہو کر وضو کر کے تا وقت نماز ظہر تلاوت قرآن شریف کرتے جب وقت نماز کا آتا مسجد میں حاضر ہو کر نماز ظہر ادا کر کے حجرہ شریف میں آکر تا بہ نماز عصر درِ حجرہ بند کر کے مشغول حق رہتے۔

**نقل** ہے کہ ایک روز صبح کی نماز سے فارغ ہو کر باہر برآمد ہوئے جملہ حاضرین دربار معلیٰ آداب کورنش بجا لائے مگر کسی قدر مضطرب تھے خادمان عرض پرداز ہوئے کہ نصیب اعدا آج طبع عالی کچھ متفکر اور متردد معلوم ہوتی ہے خیر تو ہے آپ نے آبدیدہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ بندہ نواز طلب فرماتے ہیں وہاں حاضر ہونا ضرور ہے اور خانسامان کو حکم دیا کہ

ابھی سامان سفر تیار کرو دیر نہ ہو آج چونکہ جمعہ ہے نماز جمعہ کا زیادہ خیال ہے کل انشاء اللہ روز شنبہ ہے بعد نماز صبح روانہ ہوں گا۔ خانساماں نے عرض کیا ریگستان میں سے جانا ہوگا جہاں آب دانہ کی بڑی قلت ہوگی سر دست خزانہ میں بھی اس قدر روپیہ نہیں ہے کہ اجمیر شریف تک اتنے آدمیوں کے خرچ کو کافی ہو حضور نے متبسم ہو کر فرمایا کہ اے نادان خزانہ فقیروں کا توکل ہے کچھ فکر نہ کر صرف چند مشکیزۂ آبی درست ہو جانی چاہئیں یہ سن کر خانساماں محجوب ہو کر اٹھ گیا اور اپنی درستگی میں مصروف ہوا اور حضور طلبا کے سبق پڑھانے میں مشغول ہوئے ہنوز اس جلسہ کی برخاستگی کا وقت نہ آیا تھا کہ جوق جوق خلق اللہ برائے حصول زیارت آنی شروع ہوئی اور حد سے زیادہ اس روز فتوح ہوا حضور نے خانساماں کو بلا کر فرمایا کہ یہ لیجا اور خبردار پھر کبھی ایسا لفظ زبان پر نہ لانا فقیر کو ہر حال میں مستقل اور متوکل رہنا چاہئے کارسازِ حقیقی فقرا کو بس ہے کوئی حاجت آگے نہیں رکھتا الغرض بروز شنبہ بعد ادائے نماز صبح مع خادمان و یاران و دیگر عاشقانِ الٰہی کے روانہ جانب اجمیر شریف ہوئے غلامان حضور سے بعض ابھی بقیدِ حیات ہیں جو اس سفر میں پا بر کاب تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ شتر اور اسپ بہت سے ہمراہ تھے جس پر ہم لوگ سوار ہوتے تھے حضور اسی سفر میں بہ نفس نفیس پیادہ پا تشریف لے گئے کوئی منزل ایسی نہ تھی کہ جہاں اظہار خوارق اور کرامت نہ ہوتا تھا جو آبادی ہم کو ملتی وہ اہل ہنود کی ہوتی مگر ان کی یہ کیفیت ہوتی کہ روئے مبارک کو دیکھ کر والہ و شیفتہ ہو جاتے بلا کسی خواہش کے دانہ گھاس بُھس دال آٹا گھی وغیرہ سامان ضروری لا حاضر کرتے اور خواہانِ قیمت نہ ہوتے مگر ذات بابرکات منبع فیض عطا و سخا تھے منت کر کے دوچند سہ چند عطا فرماتے الغرض بعد قطع منازل

جب سرحد اجمیر شریف پر پہنچے حضور کو ایک حالت طاری ہوئی اسی حالت میں مستانہ وار داخل آستانہ فلک نشانہ ہو کر زیارت مزار پُر انوار حضرت خواجہ سے مشرف ہوئے ہم لوگ بھی ہمراہ تھے ہم سب پر بھی ایک حالت تھی اس محبوب پروردگار کی بدولت وہ جلوہ دیکھا کہ جو شاید کسی کو میسر ہوا ہو گا یعنی اس وقت حضرت کا فیضان عام تھا کوئی حجاب درمیان میں نہ رہا تھا ہم جتنے اس وقت آستانہ شریف میں موجود تھے سب زیارت حضرت خواجہ سے مشرف ہوئے۔ سبحان اللہ کیا عظمت کیا محبت کیا نسبت کیا شفقت تھی پس چند روز وہاں قیام فرما کر زیارت مزارات اولیا سے مشرف ہو کر بعد استفادۂ روحانیت حضرت خواجہ ہند و نواز و حصول اجازت اسی ملک ریگستان میں سے گزر کر چاچڑاں میں داخل ہوئے اول کوٹ شریف حاضر ہو کر جو تبرکات اجمیر شریف سے لائے تھے وہ حضرت سلطان الاولیا کے مزار پر نذر کیا وہاں سے واپس مکان پر آئے اور چار روز برابر مجلس ذوق گرم رہی لنگر المضاعف جاری رہا بعد غربا اور مساکین کو بہت کچھ دے کر رخصت فرمایا۔

**نقل** ہے کہ سید لال شاہ صاحب کہ مرید صاحب کمال اور صاحب نسبت آپ کے ہیں بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو سختی طحال لاحق ہوئی اور اس نے تمام شکم کو گھیر لیا تھا مجھ کو نہایت تکلیف تھی بہت سے علاج کئے کچھ نفع نہ ہوا آخر میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت محبوب الہٰی کی خدمت میں حاضر ہو کر واسطے شفا کے دعا چاہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ دوا کرنا مسنون ہے مگر فقیر کو صرف اللہ کا نام ہی کافی ہے اور دستِ مبارک دراز کر کے دعا کی کہ معاً میرے شکم میں درد پیدا ہوا حاجت دست کی ہوئی جب بیت الخلاً میں گیا دست آیا اس میں پیپ اور خون نکلا کسی قدر طحال میں سکی معلوم ہوئی تین

روز بروز ابد دست آئے بلا کسی تدبیر اور پرہیز کے وہ عارضہ رفع ہو گیا وہ ہی بیان کرتے ہیں کہ چند زمیندار ایک شخص کو لائے اس کا برا حال تھا آپ کو اس کے حال پر رحم آیا اپنی لنگی اس کے سر پر رکھ کر پھر اپنے دوش مبارک پر ڈال لی حضور کا رنگ اسی وقت متغیر ہوا تمام دن حجرۂ شریف میں رہے اور اس شخص کو اسی وقت آرام ہوا۔

**نقل** ہے کہ ایک صاحب مولوی محمد نام شیراز سے آئے حجرہ مسجد حافظ گل محمد صاحب میں ان کو ٹھہرایا گیا لنگر سے کھانا مقرر ہو گیا وقت دربار کے وہ حاضر ہونے لگے بعد چند روز کے انہوں نے عرض کی کہ میرے جد بزرگوار ایک بار واسطے حج بیت اللہ کے حاضر ہوئے جب مدینہ طیبہ میں پہنچے وہاں سے حسب الہدایت جناب رسول مقبول ملک سندھ میں آکر انہوں نے آپ کے جد قاضی محمد عاقل صاحب سے بیعت کی چندے ان کی خدمت میں رہ کر بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت حاصل کر کے وطن میں آئے نہایت قبولیت پائی ہزاروں مرید ہوئے چونکہ نہایت پیر پرست تھے بروقت وصال میرے والد کو وصیت کی کہ تم ملک سندھ میں بمقام کوٹ مٹھن حاضر ہو کر سعادت دارین حاصل کرنا وہ میرا پیر خانہ ہے اگرچہ وہ بھی صاحبِ اجازت اور صاحب سلسلہ تھے اس نعمت سے محروم رہے جب ان کا وصال ہونے لگا انہوں نے وصیت کی کہ تو حاضر ہو کر میرا اور والد کا سلام کہنا بندہ نواز میں نہایت شوق کے ساتھ یہاں آیا مگر جو سنا تھا اس سے برعکس دیکھا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے انہوں نے بیان کیا کہ آپ کے شہر میں بہت لوگ بے نماز اور اور بہت سے نشہ باز بھی ہیں افسوس ہے کہ جب آپ اپنے شہر کو ہدایت نہیں فرماتے تو دور دراز کے اشخاص کی نسبت کیا کہا جاوے۔ آپ نے نہایت سادہ

روی سے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں وہ کون ہیں آپ مہربانی کر کے ان کے نام لکھ کر مجھ کو لا دیجئے الغرض وہ دو تین روز کے بعد فرد تحریر کر کے لے گئے جب اس کو پیش کیا آپ نے فرمایا اس کو اپنے ہاتھوں میں ملو پھر فرمایا دیکھو جب انہوں نے اسے دیکھا تو بالکل کاغذ صاف پایا کسی کا نام بھی اس پر نہ تھا یہ کرامت دیکھ کر متعجب رہ گئے آپ نے فرمایا مقام فکر نہیں ہے انشاء اللہ تعالیٰ بروز قیامت اسی طرح ان کے نامۂ اعمال بھی صاف ہوں گے میں ان کے صبح کے گناہ شام کو شام کے صبح کو اپنے پروردگار عالم سے معاف کرا دیتا ہوں اور ان کو ایک سرسری نظر سے دیکھا کہ وہ بیتاب ہو کر قدموں پر گر پڑے اور عرض کی کہ بے شک جیسا سنا تھا اس سے بدرجہا بڑھ کر دیکھا اور اسی جلسہ میں مرید ہوئے چونکہ عالم تبحر صاحبِ تصوف تھے چند روز کے مجاہدہ میں مقامات فقر کو طے کیا حضرت نے زاد راہ مرحمت فرما کر ہر چند رخصت کرنا چاہا مگر انہوں نے جدائی گوارا نہ کی آخر حضور ہی کے زیر سایہ انتقال کیا کے اسی مسجد حافظ گل محمد صاحب میں مدفون ہوئے مزار اُن کا زیارت گاہ خلائق ہے پس جب یہ ماجرا ان فاسقوں نے سنا تو توبہ کی اور متقی بن گئے۔ سبحان اللہ جب رعایا اور اہل شہر پر یہ شفقت ہے تو امید قوی ہے کہ جو اس دودمان فیض تواماں کے مرید ہیں انشاء اللہ وہ کھلے دروازہ بہشت میں جاویں گے۔

بزرگان چاچڑاں سے سنا ہے کہ لنگر حضرت کا ساتھ تکلف شاہانہ کے تھا حضرت کی اوقات بسری صرف خشک روٹی پر تھی کبھی اپنے واسطے کوئی چیز نہیں پکوائی جو خوان کھانے کا حضور کے واسطے جاتا تھا وہ خدام کا لقمہ ہوتا تھا آپ بالکل تارکِ لذائذ تھے روپیہ اشرفی کو کم ہاتھ لگاتے اور فرمایا

کرتے تھے دولتِ دنیا رہزن قاطع ایمان مثلِ آتش سوزان یا زہریلا سانپ کے ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کی دوستی سے بچاوے میرے والد اور جد بزرگوار نے بھی اس نابکار پر لات ماری کبھی اس کو اپنے گھر میں جگہ نہیں دی اور انشاء اللہ آگے بھی ایسا ہی ہوگا سو حضور کے ارشاد کا اثر ہم اپنے حضرت میں دیکھتے ہیں۔

**نقل** ہے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھ پر بہت تنگی ہے دعا فرمایئے یا پڑھنے کو ارشاد کیجئے فرمایا کہ وقت طلوع آفتاب کے جنگل میں جاکر یہ دعا اسی اسی بار بلا ناغہ چالیس روز پڑھ اللہ تعالیٰ روزی کشادہ کریگا وہ دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَ اَنَا الْبَاطِلُ فَمَنْ یَّدُعُ الْمَعْبُوْدَ یَا رَبُّ (ترجمہ: اے اللہ تو حق ہے اور میں باطل، اے پروردگار بھلا اپنے معبود کو کون چھوڑ سکتا ہے) پس اس دعا کے پڑھنے سے دو چلہ کے بعد وہ نوکر ہوا تھوڑے عرصہ میں نوشہرہ کے علاقہ میں پیشکار ہو گیا اور پھر آکر مرید ہوا۔ **نقل** ہے کہ ایک روز ایک قلندر آیا اور عرض کی کہ تم شیخ ہو میری دستگیری کرو یعنی میں درِ دولتِ رسولِ مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) تک تو پہنچتا ہوں مگر اندر گھسنا نہیں ملتا اور بعضے مقامات پر پردہ حائل ہو جاتا ہے کبھی حبس ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا بھنگ پیتے ہو گے اس نے اقرار کیا آپ نے فرمایا کہ اگر بھنگ پینے سے توبہ کرو تو ممکن ہے اس نے صدق دل سے توبہ کی آپ نے ایک شب اس کو اپنے پاس حُجرہ میں رکھا صبح کو وہ مرید ہوا اور خوشی خوشی روانہ ہوا سبحان اللہ کیا دسترس تھی۔

**نقل** ہے کہ امیر فتح محمد خان غوری[۱] کہ ایک بڑا نامور شخص اور

---

[۱] مولانا عزیز الرحمٰن نے 'صبح صادق' میں لکھا ہے کہ ۱۸۰۹ء میں جب امیر صادق محمد خان عباسی ثانی

نواب ملتان کا مشیر اور رنجیت سنگھ کا معزز اہلکار رہ چکا تھا بوجہ اختلاف مذہب اور حاسدین کے ریاست خیر پور سندھ میں آ کر میر سہراب والئی سندھ کا وزیر

---

نے ریاست بہاولپور کا اقتدار سنبھالا تو میر نصیر خان گور گیج کو وزیر اور فتح محمد خان غوری کو سپہ سالار مقرر کیا۔ بعد میں یہ دونوں افراد بغاوت کر کے ریاست خیر پور کے تالپور نوابوں کے دربار میں چلے گئے (اور انہی کی وجہ سے ۱۸۱۱ء میں ریاست بہاولپور کے پرگنہ کوٹ سبزل پر تالپور حکمرانوں نے قبضہ کر لیا۔ ۱۸۴۲ء میں نواب بہاول خان ثالث کے عہد میں انگریزوں نے کوٹ سبزل اور بھونگ بھارہ کا علاقہ تالپوروں سے واپس لے کر دوبارہ ریاست بہاولپور میں شامل کر دیا تھا، جو سندھی اور سرائیکی تہذیب کا مشترکہ علاقہ بن گیا ہے اور اب سرحدی علاقہ شمار ہوتا ہے)۔ میر نصیر خان گور گیج کو تو نواب صادق محمد خان نے حیلوں بہانوں سے واپس بلوا کر احمد پور شرقیہ میں قتل کروا دیا تھا لیکن فتح محمد خان غوری نے ریاست خیر پور میں عمر گزاری اور ریاست خیر پور کے پہلے بلوچ حکمران میر سہراب خان تالپور (حکومت ۱۸۰۳ء-۱۸۱۱ء، وفات ۱۸۳۰ء) کے بیٹے میر رستم خان کا دیوان مقرر رہا۔ مولانا نور احمد فریدی نے 'سندھ کے تالپور حکمران' میں لکھا ہے کہ فتح محمد خان غوری سخت انگریز دشمن تھا اور واقعہ یہ ہے کہ تالپور سرداروں کو اس نے ہی انگریز حکام کے خلاف بھڑکایا تھا۔ میر سہراب خان کے چھوٹے بھائی میر علی مراد خان تالپور کا رویہ انگریز دوستی کا تھا اور اسے فتح محمد غوری سے سخت نفرت تھی۔ میر علی مراد خان کا دیوان شیخ حسین علی جو انگریزوں کا ایجنٹ تھا اس نے فتح محمد خان غوری کو گرفتار کروایا تھا۔ ای بی ایسٹ وِک نے اپنے سفر نامہ سندھ میں لکھا ہے کہ میر رستم خان کو انگریزوں سے جا طور پر تین شکایات تھیں جن میں سے پہلی معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انگریزوں کا بکھر پر قبضہ کر لینا، دوسری ان کے وزیر فتح خان غوری سے ناجائز برتاؤ اور تیسری وراثت کے سلسلے میں علی مراد خان کی حمایت کی شکایت تھی۔ ایسٹ وک نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب ہم خیر پور پہنچے تو ریاست کا وزیر اعظم فتح محمد غوری ہمیں ملنے آیا۔ مولانا فریدی نے لکھا ہے کہ جائیداد کے تنازعے میں علی مراد خان کے مقابلے میں اپنے بھتیجے میر نصیر خان کی طرف داری میر سہراب خان نے اس لئے کی تھی کہ میر علی مراد خان نے میر رستم خان کے دیوان فتح محمد غوری کی بے عزتی کی تھی۔ جائیداد کے اس تنازعے پر جنگ کا شدید خطرہ دیکھ کر ریاست خیر پور کے پولیٹیکل ایجنٹ راس بیلی کو اس کی تحقیقات پر مقرر کیا گیا۔ راس بیلی نے میر علی مراد خان کے حق میں فیصلہ دیا لیکن ابھی فیصلہ پر عملدر آمد نہ ہو پایا تھا کہ راس بیلی کو کوئٹہ جانا پڑ گیا جہاں اس کا انتقال ہو گیا (ص ۲۱۷)

ہوا چند دنوں میں انگریزوں کی اور نواب صاحب موصوف کی جنگ ہوئی اس وقت اس نے حضور محبوب الٰہی کی خدمت میں آدمی بھیج کر دعا چاہی تھی آپ نے ارشاد فرمادیا تھا کہ اپنی جگہ بیٹھے رہو جو تم پر آئے گا کیا کرے گا اور نہ تم کہیں جاؤ یونہی جس طرح بیٹھے ہو بیٹھے رہو مگر فتح محمد خان گودانا تھا مگر لوگوں کے کہنے سے ڈیجھی [۱] کے کوٹ میں کہ وہ مستحکم قلعہ ہے وہاں پناہ گزین ہوئے یہ خبر سن کر حضور کا دل ذرا مکدر تو ہوا مگر اس وقت کچھ نہ فرمایا اور مصلحت وقت دیکھ کر میر علی [۲] برادر خورد میر سہراب والیٔ ریاست (خیر پور میرس) نے گورنمنٹ سے ساز باز کر کے بنا صلح ڈالی مگر فتح محمد خان اطاعت پر راضی نہ تھا انگریزوں نے میر علی مراد سے کہا کہ اگر فتح محمد خان کو ہم کو دیدو تو صفائی ہو اور تمہارا ملک بھی تمہارے قبضہ میں رہے چونکہ یہ شخص مردانہ اور غیرت مند تھا انگریزوں کی اطاعت منظور نہ کرتا تھا ادھر اہالیان ریاست کا ساز باز اور اپنے سے بد دل دیکھ کر نہایت متردد ہو کر اپنے

[۱] اس قلعے کا صحیح نام 'کوٹ ڈیجی' ہے۔ مولانا فریدی لکھتے ہیں کہ میر سہراب خان جب ۱۸۰۳ء میں خیر پور کو اپنا دارالخلافہ بنا کر حکومت پر جلوہ افروز ہوئے تو سب سے پہلے انہیں اپنے علاقے کے تحفظ اور بقا کی فکر دامن گیر ہوئی...... اس لئے انہوں نے خیر پور سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر ایک قلعہ تعمیر کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا چنانچہ قصبہ احمد آباد میں (جو آجکل کوٹ ڈیجی کہلاتا ہے) پہاڑی کے اوپر گول دائرہ کی صورت میں ایک قلعہ تعمیر ہوا...... یہ قلعہ آج بھی کوٹ ڈیجی میں موجود ہے...... یہ قلعہ اپنی فنی خصوصیت اور نادر اسلحہ کی وجہ سے دُور دُور تک مشہور ہوا، یہاں تک کہ شاعر اس کی مدح میں قصیدے کہنے لگے تھے۔ ایک شاعر کا یہ شعر آج تک لوگوں کی زبان پر ہے۔

احمد آباد قلعہ بر سنگ است　　　دیدۂ دشمناں دل تنگ است

[۲] انگریزوں سے ساز باز میر علی مراد خان نے کی تھی جو میر سہراب خان کا برادرِ خورد نہیں بلکہ بیٹا تھا اور میر رستم خان کا چھوٹا بھائی تھا، فتح محمد خان غوری اسی رستم خان کا وزیر تھا۔

معتمد امیر بخش مختار کو حضور کی خدمت میں بھیجا اور دعا چاہی امیر بخش بھی مرد دانا کار آزمودہ۔ دنیا ساز تھا حضور کے روبرو آتے ہی قدموں پر گر پڑا اور نہایت زار زار رویا گو حضور کو بسبب عدول حکمی کے کسی قدر ملال تھا مگر اس کے رونے اور گڑگڑانے پر رحم آیا فرمایا خیر ہے اس نے عرض کی کہ میرے آقائے نامدار فتح محمد خان نے مجھ کو حضور کی خدمت میں بھیجا ہے اور عرض کی ہے کہ مسٹر راسبیل صاحب میرا نہایت درجہ دشمن ہے اور درپئے گرفتاری کے ہے حضور امداد فرماویں آپ نے ارشاد فرمایا کہاں ہے راس بیل وہ تو مٹی ہو گیا یہ خوشخبری سن کر امیر بخش تو رخصت ہوا ادھر یہ معاملہ پیش آیا کہ ادھر تو فتح محمد خان نے عبور دریائے سندھ چاہا ادھر سے اس کی گرفتاری کو راسبیل کشتی پر سوار جاتا تھا کہ یکایک اسنے جو ڈاک دیکھی اور اس میں کوئی حکم فتح محمد خان کی گرفتاری کی نسبت نہ تھا کچھ پابندی حکم کی کچھ اس کی دل میں دہشت ہوئی کہ نہ معلوم کیا معاملہ پیش آئے الغرض اس نے اپنی کشتی پیچھے ہٹائی اور اپنے مقام پر آکر اٹھارہ سترہ روز کے بعد مر گیا فتح محمد خان کی جان بچی۔

**نقل** ہے کہ قوم عباسیان سے کہ جو اب قوم داد پوترہ مشہور ہے ایک شخص حضور کا مرید تھا اس کو باولے کتے نے کاٹا اور اس کو ہڑک اٹھی لگا آدمیوں کو کاٹنے اور ستانے اور تمام اپنا بدن زخمی کر لیا آخر اس کے احباب نے اس کو باندھا اور اس کو شتر پر ڈال کر خدمت حضور میں لا کر کل ماجرا عرض کیا حضور نے فرمایا کہ کیوں گھبراتے ہو یہ تو اچھا خاصہ ہے پٹی کھول کر اس کے زخم تو دکھادو الغرض جس وقت پٹی کھولی تو تمام زخم خشک اور اچھے پائے اور اس کی حالت بھی تبدیل ہو گئی آپ نے فرمایا اس کو کھول دو کیوں

تکلیف دے رکھی ہے الغرض وہ بند سے آزاد ہو کر ادب سے حضور کے روبرو ہو بیٹھا آپ نے خادم سے پانی طلب فرما کر قدرے نوش کر کے پس ماندہ اس کو عطا کیا اس نے وہ پانی پیا کئی دن کا پیاسا تھا اور پانی طلب کیا حضور نے کئی کٹورے پانی اس کو پلوا دیا اس کے تیور درست ہوئے اور عرض کی اب میں اچھا ہوں حضور نے اس کو مع اس کے ہمراہیوں کے کئی روز مہمان رکھا بعد وہ صحیح و تندرست ہو کر رخصت ہوا۔

**نقل** ہے کہ ایک بار حضور مع خادمان و درویشان ہمراہیان بمقام پاکپتن شریف بتقریب عرس حضرت بابا صاحب رونق افروز مجلس تھے اطراف و جوانب سے بے انتہا درویش اور زیارتی لوگ اور اہل سنت اور بہشتی دروازہ کے مشتاق جمع تھے چنانچہ حضرت غوث زمان خواجہ شاہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی جلوہ افروز مجلس معلیٰ تھے قوال بھی جان توڑ توڑ کر گا رہے تھے عاشقان الہٰی کو ذوق شوق ہو رہے تھے کہ قوالان نے یہ شروع کیا

بنُرا تو کون ہے جس نے جگت بھرمایا

بنُرا تو کون ہے

اس پر حضرت کو حالت ہوئی اور گریہ و خندہ شروع ہوا خندہ کی یہ کیفیت ہوئی کہ باچھیں کانوں سے مل گئیں تمام دندانِ مبارک نظر آنے لگے گریہ کی یہ کیفیت تھی کہ ریش مبارک سے گویا دُرِ آبدار کی لڑیاں ٹوٹ رہی ہیں یہ حالت دیکھ کر حضرت دیوان شیخ اللہ جیوایار رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ سجادہ پاکپتن شریف نے بآواز بلند فرمایا کہ یارو لو آؤ فرید الدین کے مرید کو دیکھو جس نے مرتبۂ فنافی اللہ نہ دیکھا ہے وہ ظاہر دیکھ لے پس اس روز سے دیوان صاحب مبرور کو آپ کی ذات بابرکات سے نہایت اعتقاد و انس ہو گیا تھا چنانچہ ایک

بار دیوان صاحب نے کہلا بھیجا کہ میرا آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے دو چار روز میں میں آنیوالا ہوں آپ نے جواب میں تحریر فرمایا زہے نصیب جو بابا صاحب کا صاحبِ سجادہ اس کلبۂ احزان پر قدم رنجہ کرے مگر اس آستانہ فیض نشانہ کا صاحب سجادہ کبھی کسی کے گھر نہیں گیا لہذا میں بھی تکلیف نہیں دینا چاہتا میں خود حاضر ہوتا ہوں چنانچہ حضور خود تشریف لے گئے اور ان سے ملے حضرت کو اپنے پیروں سے نہایت اعتقاد تھا ان کے صاحبان سجادہ اور خدام سے نہایت ادب سے ملتے تھے نذریں پیش کرتے تھے ان کی حاجات روائی کو مقدم سمجھتے تھے چنانچہ وہ رسم ہنوز جاری ہے۔

آستانہ ہادئ پیران چشتیہ نظامیہ سے جو بزرگ کوٹ شریف یا چاچڑان شریف میں قدم رنجہ کرتے ہیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں ان کے پیشکش کئے جاتے ہیں جو خدام آستانوں کے آتے ہیں اپنا منہ مانگا لے کر جاتے ہیں پس مرید کا پیر پرست ہونا کیفیت اور تصرف پیر پر موصوف (موقوف) ہے سو اظہر (منَ) الشمس ہے کہ اس سلسلہ کے پیران عظام کیسے کیسے بزرگ گذرے ہیں ملفوظات اور تواریخ دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سب کے مرید پیر پرست ہوتے چلے آئے ہیں۔ **نقل** ہے کہ موسیٰ خان ناظم خانپور علاقہ بہاولپور کو ایک بار عارضۂ جذام لاحق ہوا جب کسی طرح سے آرام نہ ہوا حضور سے رجوع کی حضور کی توجہ سے اس کو معاً کلی آرام ہوا یعنی اپنی دوش مبارک پر سے سلاری لنگی اتار کر اس کو اڑھائی اس کو اڑھتے ہی اس کو آرام ہوا مگر وہ نہایت سخت طبیعت کا تھا اور عقائد بھی اس کے اچھے نہ تھے اور نہایت مغرور تھا ایک بار دورہ کرتا ہوا چاچڑان شریف میں آکر خیمہ زن ہوا اور اس وقت حضور کی نشست کا مکان جامع مسجد چاچڑان شریف کے روبرو

تھا آپ بر آمد (باہر) تھے حاضرین دربار تھے کھڑکیاں کھلی ہوئیں تھیں کہ ناظم مذکور گھوڑے پر سوار ہو کر آبادی کی طرف آیا سب کو خیال ہوا کہ حضور کی زیارت کو آتا ہے وہ نہایت بے پرواہی کے ساتھ گھوڑے پر سوار آگے سے نکل گیا حضور نے کچھ خیال بھی نہ کیا مگر حاضرین کو ناگوار گزری کہ والیٔ ریاست تو اس در کو چوم کر جاتا ہے اور یہ تو اس کا ادنیٰ نوکر ہے حضور اس کی جان چاچکے ہیں اس کا شکریہ تو کرنا تھا الغرض حاضرین نے تمرد اور بے باکی کی شکایت کی آپ نے فرمایا کیا ڈر ہے خدا کرے تو اب اس طرف نہ آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خانپور پہنچتے ہی نہایت جان کندنی کے ساتھ مر گیا۔

**نقل** ہے کہ مخدوم مقبول محمد صاحب کہ اولاد حضرت مخدوم جہانیاں سے تھے نہایت موقر صاحب جائیداد مشہور و معروف سیت پور کے رہنے والے تھے اور سیت پور عملداریٔ سکھوں میں تھا چونکہ سکھوں کو مسلمانوں سے دشمنی قلبی تھی ہر پہلو سے مسلمانوں کو ستاتے اور تباہ کرتے تھے آپ کی شہرت اور وقار ان کو ناگوار گزرا جب طینت آپ نے بد دیکھی آخر بہ خیال بے عزتی دریا اتر کر علاقہ بہاولپور میں آگئے حضور نے ان کی بہت کچھ امداد کی ۔ ایک سال حضرت سلطان الاولیا کا عرس جب آیا مخدوم صاحب موصوف نے استدعا کی کہ میں بھی حاضر عرس شریف ہوں آپ نے منع فرمایا کہ وہ عملداری سکھوں کی ہے اور وہ درپے تمہاری تخریب کے ہیں تمہارا جانا مناسب نہیں۔ خیر حضور تو نویں ذیقعد کو سوار ہو کر داخل کوٹ شریف ہوئے اور مخدوم صاحب مذکور بھی شوق میں آکر بوقتِ شب وارد کوٹ ہوئے جب حضور سے ملنے گئے آپ نے فرمایا اچھا نہ کیا مگر خیر دیکھا جائے گا اور سر مبارک پر سے اپنی کلاہ اتار آپ کے سر پر رکھی چنانچہ تین روز مجلسیں

برابر رہیں یہ بھی شامل مجالس رہے مگر ان کو کسی نے نہ پہچانا بلکہ جو لوگ سیت پور کے تھے انہوں نے بھی ان کو نہ پہچانا۔

مُلا محمد محبوب ذکر اللہ صاحب فریدی سلمہ اللہ تعالیٰ جو خلیفہ میرے پیر و مرشد کے ہیں بیان کرتے ہیں کہ حضور ہمیشہ عرس شریف نارووالہ صاحب میں بمقام حاجی پور تشریف لے جایا کرتے تھے ایک سال یہ معاملہ پیش آیا کہ ایک شخص سید حسن نامی ساکن حاجی پور بعارضہ سنگ گردہ مبتلا تھا حضرت کی تشریف آوری کی خبر سن کر ان کے لواحقوں نے لا کر اس کو عین درگاہ کے دروازہ پر ڈال دیا جس وقت حضور اندر درگاہ شریف کے واسطے ادائے فاتحہ کے جانے لگے سید صاحب سے فرمایا برخیز انہوں نے گریہ وزاری سے عرض کیا کہ میں امیدوار اس امر کا پڑا ہوں کہ حضور میرے سینہ پر قدم مبارک رکھ کر اندر داخل ہوں آپ نے فرمایا کہ بابا تم آل رسول ہو میری مجال نہیں کہ تمہارے سینہ پر قدم رکھوں اٹھو اللہ کرم کرے گا جب وہ نہ مانے مجبوراً آپ ان پر قدم رکھ کر داخل درگاہ شریف ہوئے ان کے لوگ ان کو اٹھا کر مکان پر لائے اس وقت ان کی بری کیفیت تھی کئی وقت سے حبس بول و نفخ شکم درد تھمیگا (درد پتھری کا) تھا مگر آپ کے قدم کی برکت سے گھر آتے آتے وہ تکلیف دور ہوئی کھل کر پیشاب آیا تھوڑی دیر بعد یہ اٹھ کر چلنے پھرنے لگے اور ایسے ہو گئے کہ گویا کبھی بیمار ہی نہ تھے صبح کو حاضر ہو کر شکریہ ادا کرنے لگے کہ حضور کے قدم کی برکت سے میرا سب دکھ درد دور ہوا آپ نے فرمایا کہ یہ آپ کا خیال ہے یہ تصرف تمہارے نانا دادا کا ہے میں ایک ناچیز بندہ ہوں پھر تمام عمر کبھی ان کو پتھری کی شکایت نہ ہوئی۔

دوسرا معاملہ یہ ہوا کہ ایک (خان از) خوانین ساکن ڈیرہ غازیخان

کا (کہ) مدت دراز سے بعارضہ سنگ مثانہ مبتلا تھا اور جہاں تک ممکن ہو سکا علاج کر کے مایوس ہو چکے تھے۔ اس کا بڑا بھائی محمد خان کوٹ مٹھن شریف میں جمعدار تھا۔ ماہ ذیقعد کی نو تاریخ کو حضور بھی عرس کر کے (یعنی بہ سببِ عروس) حضرت سلطان الاولیا کوٹ مٹھن شریف میں رونق افروز ہوئے، جمعدار مذکور نے قدوم میمنت لزوم غنیمت سمجھ کر بھائی کو لکھا کہ حضرت قطب عالم محبوب الٰہی یہاں رونق افروز ہیں، وہ سنتے ہی ڈولی میں پڑ کر حاضر ہوا، اس وقت حضرت آستانہ شریف میں تشریف فرما تھے جمعدار نے اپنے بھائی کو پیش کیا اور عرض کی مدت سے یہ بیمار ہے شبانہ روز تکلیف کی سبب سے چلّاتا ہے نہ نیند ہے نہ بھوک ہے رحم فرما کر اس کے سر پر دست حق پرست رکھئے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو شب روضۂ (یہ شب تو) مطہرہ پر رہے دیکھو پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اور جنوبی صفۂ میں اس کو ڈال دو چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اسی دن بعد نماز عشا کے حضور اس کے پاس رونق افروز ہوئے حال دریافت کیا اس نے عرض کی کہ اسی وقت سے سکون ہے پھر بار دیگر بوقت نیم شب تشریف لا کر فرمایا کیا حال ہے اس نے عرض کیا کہ اب تقاطر بہت کم ہے اور اس کی آنت میں جو درد ہوتا تھا وہ بھی کم ہے الغرض حضور کے حکم سے وہ پتھری اندر ہی اندر غائب ہو گئی اور تیسرے روز اس کو صحت کلی ہوئی اس کے بعد چالیس سال زندہ رہا ایک جملہ یہ رہ گیا تھا کہ ڈیرہ غازی خان میں ایک طبیب حاذق وارد ہوا اس کی وجہ سے خان مذکور کی والدہ نے واپس طلب کیا تھا جب حضور سے جمعدار نے اس کے واسطے رخصت طلب کی آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے اگر وہاں آرام نہ ہو تو پھر یہاں لانا جمعدار چونکہ ہزاروں ایسے معاملہ چشم خود دیکھ چکا تھا اس نے کہا

اب یقین ہوا کہ سوائے اس جگہ کے دوسری جگہ آرام نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

**نقل** ہے کہ صاحبزادہ میاں نصیر بخش صاحب نبیرۂ حضرت مہاروی صاحب آپ کے مرید اور خلیفہ اور نہایت معتقد تھے ہمیشہ واسطے حصول زیارت چاچڑاں شریف میں حاضر ہو کر دو دو تین تین ماہ کے بعد رخصت ہوا کرتے تھے ایک بار وہ آئے ہوئے تھے بعد تھوڑے روز کے بوجہ کار ضروری انہوں نے رخصت طلب کی آپ نے فرمایا ابھی ٹھہرو چنانچہ کئی بار انہوں نے رخصت مانگی ادھر سے اجازت نہ ہوئی آخر کار ایک روز انہوں نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر زین رکھو اور خود برائے رخصت حاضر ہوئے ہنوز کچھ کہنے نہیں پائے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ آپ کا خادم خاص ابھی بیٹھے بیٹھے بیمار ہو گیا بخار چڑھ آیا انہوں نے کہا نہ سنا جلدی سے ڈیرہ پر آکر جو دیکھا تو اس کو تپ تھی اور اصلا کچھ ہوش نہ تھا یہ جانا آنا تو بھول گئے اس کی تیمارداری میں مصروف ہوئے سرکاری طبیب علاج کرتا رہا آخر اس کو درد ذات الجنب نہایت سختی کے ساتھ اور خرخرہ بلغم شروع ہوا اس کے دوسرے روز اس کو سرسام آپڑا حکیم صاحب نے جواب دیا کہ اب یہ قابل علاج نہیں ہے صرف برائے تقطیع بلغم صرف شربت زوفا دیئے جائے کس واسطے کہ بعد ذات الجنب کے جو سرسام پڑتا ہے اس کو اہل کتاب نے عسر البرہ لکھا ہے کس واسطے کہ یہ مدلل ہے کثرت مادہ پر کہ جو اسفل سے اعلیٰ کی طرف گیا پس ایسی حالت میں اس کا امالہ اور دفعیہ ناممکن ہے اور نہ دماغ ایسے مادّہ کا متحمل ہو سکتا ہے صاحبزادہ مجبور اور نہایت غمگین ہوئے حضور کے پاس آکر اس کا حال عرض کیا چونکہ ذات مبارک رحیم کریم مجسم

بہ خلق محمدی تھی ان کے ہمراہ اس مریض کے پاس تشریف لائے پہلے صاجزادہ صاحب نے اس کی نبض دیکھ کر عرض کیا کہ نبض ساقط ہے اس کو اپنے بول و براز کی بھی خبر نہیں حضور نے اس کی نبض پر دست مبارک شفقت سے رکھا اور بغور ملاحظہ فرماتے رہے بعد اس کے سر پر سے ہاتھ پھیر کر سینہ اور شکم پر سے پیروں تک لائے اور فرمایا فکر مت کرو اس کو ضعف ہے۔ اور کچھ مرض نہیں ہے۔ یہ فرما کر آپ دردولت کی طرف پھرے جب دروازہ پر آئے اس کو کچھ ہوش آیا اور آنکھیں کھولیں صاجزادہ صاحب نے کہا کیا حال ہے اس نے کہا بھوک لگی ہے کچھ کھانے کو دو الغرض اس نے اس وقت کچھ کھایا مرض بالکل رفع ہو گیا صاجزادہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور جیسے میں نے تمردی کی تھی اس کی سزا پائی معاف فرمایئے بار دیگر ایسی حرکت نہ ہوگی کہ میں خود رخصت طلب کرونگا۔

**نقل** مشہور ہے کہ ایک روز حضرت صاجزادہ مولانا خواجہ احمد علی صاحب صحن روضۂ متبرکہ اپنے والد میں تشریف فرما تھے درویش خانقاہ نشین اور مسافر یار اور دیگر مرید و معتقد حاضر تھے آپ بطور وعظ کچھ فرما رہے تھے کہ ایک قلندر لنگوٹ بند حقہ ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور بآواز بلند کہا کہ قاضی محمد عاقل کا صاحب سجادہ کونسا ہے لوگوں نے صاجزادہ صاحب کی طرف اشارہ کیا کہ آپ ہیں اس نے حضرت کو بغور دیکھا اور کہا کہ میں قاضی صاحب کے سجادہ کو دریافت کرتا ہوں حاضرین نے پھر حضرت ہی کی اشارہ کیا اس نے پھر اس ہی طرح کہا اس پر لوگوں کو غصہ آیا ایک نے کہا تو اندھا ہے سوجھتا نہیں یہی ہیں صاحب سجادہ پھر وہ بہ غور دیکھنے لگا کہ اتنے میں حضرت محبوب الٰہی خواجہ خدا بخش صاحب مع چند طلبا کے آگئے آپ کو دیکھتے

ہی لپٹ گیا اور خوش ہو کر حالت وجد میں آ کر کہنے لگا یہ ہے صاحب سجادہ یہ ہے صاحب سجادہ کئی بار اس طرح کہا اور پانچ اشرفیاں اپنی جھولی میں سے نکال کر آپ کے پیش کش کیں اور آستانہ سے نکل کر چل دیا صاحب زادہ موصوف نے کئی آدمی دوڑائے کہ اس کو لائیں معلوم تو کریں یہ کون تھا کیوں آیا تھا ہر چند اس کو تلاش کیا کہیں اس کا سراغ نہ لگا یہ قول سچ ہے کہ۔

ولی را ولی می شناسد

دوسری روایت یہ ہے کہ جس زمانے میں حضرت سلطان الاولیا قلات جاتے ہوئے بھاگ ناڑی میں متمکن تھے ایک مرید نے عرض کی کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ حضور سے جدا نہ ہوں ہر وقت حضوری حاصل رہے آپ نے فرمایا کہ یہ ناممکن ہے مگر شبانہ روز میں ایک بار میں تجھ سے مل لیا کروں گا ایک درخت کا نشان دیا کہ اس جگہ آ کر مجھ سے مل لیا کیجو چنانچہ تاحیات اس کو وعدہ کے (مطابق) اپنی زیارت سے مشرف فرماتے رہے ایک روز اُس نے جوان صورت دیکھی حیران رہا کہ حضور تو ضعیف ہیں یہ کون شخص ہے آخر اس کا ماتھا ٹھنکا کہ ضرور کچھ اسرار ہے اسی وقت براہِ دریا روانہ ہو کر کوٹ مٹھن شریف میں آیا معلوم ہوا کہ حضور کا وصال ہو گیا ہے صاحبزادہ گدی پر ہیں اس نے حاضر ہو کر قدم بوسی کی اور حیران ہوا کہ جو صورت نوجوان میں دیکھی تھی یہ وہ نہیں ہے چونکہ مہمان نوازی و غربا پروری اس دودمان فیض توامان کی موروثی ہے اس کو ٹھہرایا آخر جب حضرت محبوب الٰہی خواجہ خدا بخش صاحب کو دیکھا دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا اور عرض کی کہ آپ کے جد بزرگوار نے جو مجھ سے وعدہ فرمایا تھا تاحیات نبھایا اب چونکہ حضور اس ولایت کے وارث ہیں امیدوار ہوں کہ جب تک زندہ رہوں بدستور

حضور کی زیارت سے مشرف ہوتا رہوں (آپ) اس کیفیت سے بے خبر تھے جب مصرّ ہو کر پوچھا اس نے خواجہ احمد علی صاحب کے روبرو کل کیفیت عرض کی اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ والد صاحب نے جو خدا بخش کو اپنا مرید کیا تھا علت غائی یہی تھی یعنی اسی وقت اپنی ولایت کا وارث کر دیا تھا اور یہی انجام بھی دے گا اور آئندہ اسی سے ان کا نام روشن رہے گا میں تو برائے چند روز عاریتاً ہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ تو ایک سال کچھ دن اوپر میں فوت ہوئے کار خلافت کا انجام حضور ہی سے ہوا اور حضور ہی کی اولاد میں وہ کرامت و عظمت سخاوت و ہمت چلی آتی ہے فِعۡلُ الۡحَکِیۡمِ لَا یَخۡلُوۡا عَنِ الۡحِکۡمَةِ۔ وصال حضرت کا ۱۲ ماہ ذوالحجہ ۱۲۶۹ ہجری / ۱۸۵۳ء میں ہوا مزار پر انوار کوٹ مٹھن شریف میں حاجت روائے خلق ہے۔ تاریخ:

چو شیخ رختِ ہستی زین جہان بُرد
بوصلِ حق مشرف گشت در خلد
چو کردم فکرِ تاریخِ وصالش
ندا آمد جو از "خالدِ خلد"

(ترجمہ: جب شیخ نے اس دنیا سے اپنی زندگی کا بستر لپیٹا تو بہشت میں وصال خدا سے مشرف ہوئے۔
جب میں نے تاریخ وصال کے لئے سوچا تو آواز آئی کہ 'خالد خُلد' میں تلاش کرو۔)

خلفا آپ کے اگرچہ بیشمار اطراف ممالک میں گزرے ہیں مگر اس جگہ چند صاحب تبرکاً درج ہوتے ہیں اول حضرت شیخ العالم غلام فخر الدین فخر جہان صاحب کہ ذکر خیر آپ کا آگے ہوگا دوم صاحبزادہ میاں نصیر بخش صاحب، خواجہ نور حسن مہاروی صاحب قبلہ کہ فرید عصر اور جنید وقت

گزرے ہیں قدم بقدم اپنے جد بزرگوار کے تھے سوم حضرت کریم حیدر صاحب کہ اولاد سے مخدوم جہانیاں کے تھے بابرکت صاحب نسبت گزرے ہیں جن کے فضائل پھر کبھی دوسرے رسالہ میں تحریر ہوں گے۔ چہارم مولوی غلام کبریا فتیابادی کہ صاحب حضوری اور دید تھے۔ پنجم مولوی صالح محمد ملتانی شبلی روزگار۔ ششم مخدوم عنایت شاہ صاحب باکرامت باعظمت گزرے ہیں۔ ہفتم مخدوم حیدر بخش صاحب۔ ہشتم قاضی فتح محمد ملتانی۔ نہم سید لال شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ صاحب تفرید و تجرید بالکل بیباک سلجھے ہوئے فقیر ہیں آپ کے مریدوں میں سے مولوی محمد حسین صاحب ملتانی سلمہ الرحمٰن پکے متوکل اور تارک الدنیا ہیں۔

**مناقب سی و ششم** در ذکر حضرت فخر العاشقین سید الواصلین پیشوائے اہل یقین مقتدائے عارفین نور چشم محبوبین سراج السالکین حضرت مولانا خواجہ غلام فخر الدین المعروف بہ فخر جہان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کہ خلیفہ اکمل و صاحب سجادہ اپنے والد حضرت محبوب الٰہی قطب عالم مولانا خواجہ خدا بخش صاحب کے تھے ۱۲۶۹ ہجری / ۱۸۵۳ء میں چونتیس سال کی عمر میں صاحب سجادہ ہو کر ہدایت خلق اللہ میں مصروف ہوئے ہزاروں مخلوق داخل سلسلہ شریف ہوئی یہ حضور کا تصرف تھا کہ جو شخص داخل سلسلہ عالیہ ہوتا فسق و فجور اور منہیات کو ترک کر کے تائب ہوتا بلکہ طبع اس کی راغب باوراد و وظائف ہوتی اور ایک محبتِ مولیٰ دل میں پیدا ہو جاتی تھی۔ ہزاروں مرید گرفتار محبت شیخ العالم قدس سرہ العزیز تھے اور ان کو ذوق الٰہی سے گریہ بہت ہوتا اور یہ تاثیر تھی کہ جس قدر آپ کے مرید تھے سب پیر پرست تھے چنانچہ حضرت کے

مریدوں میں سے میں نے جس کو دیکھا اس کو عاشق و شید احضرت کا پایا ذات با برکات اسم با مسمیٰ اور موصوف با صفات فخریہ نظامیہ تھی ۔ ایک یہ کہ جو شخص حضرت کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا رقیق القلب ہو جاتا تھا ۔ ایک یہ کرامت تھی کہ کبھی کسی مرید کو عرض حال کرنے کی حاجت نہ ہوتی اس سے پہلے کہ وہ عرض کرے حضور اس کی حاجت روائی فرما دیتے نور مجسم تھے انوار الٰہی ہر وقت روئے مبارک پر تابان و درخشان رہتے تھے ہر وقت بے رنج و محن و مطمئن و بے نیاز رہتے ہر شخص سے باملاحت گفتگو فرماتے ہر شخص کی دلداری و دلجوئی میں کوشش فرماتے اور بالکل اپنے والد بزرگوار کے قدم بقدم تھے وہ ہی اوقات مبارک مقررہ تھے ۔ جو حضرت محبوب الٰہی قطب عالم کے تھے اس میں سر مو فرق نہ فرماتے تھے اور حضرت کو سماع نہایت مرغوب تھا آپ کے عہد میں بھی کل خواجگان چشت کے عرس ہوتے تھے مگر سلطان الاولیاؒ (اور) حضرت قطب عالم محبوب الٰہی ان دونوں حضرات کے عرس نہایت دھوم دھام سے کوٹ شریف میں ہوتے تھے بیس بیس تیس تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تین روز برابر عام طور سے لنگر جاری رہتا اور صبح سے شام تک ، شام سے صبح تک مجلسیں رہتیں صرف نمازوں کے وقت تو قوالی بند ہوتی ورنہ بدستور قوالی ہوا کرتی اور عاشقانِ خدا کو ذوق شوق و وجد ہوتا اطراف و جوانب سے صوفی باصفا عاشقان باخدا حاضر مجلس ہوتے اور حضرت بھی بہ نفس نفیس تا بہ اختتامِ مجلس رونق افروز رہتے اور نہایت وجد اور حالت طاری ہوتی مگر اس کو ضبط فرماتے اس کی وجہ سے چہرۂ منورہ پر اس قدر عرق آتا تھا کہ رومال پر رومال تر ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے حافظہ وہ عطا فرمایا تھا کہ جملہ احادیث نوک زبان تھیں یعنی برموقع و برمحل گفتگو پر حدیث نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے مولوی محمد علی صاحب ساکن راجپورہ (راجن پور) فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور میں حاضر تھا حضور کے سر مبارک میں خارش معلوم ہوئیں (ہوئی) ایک ہاتھ سے بہ زور کلاہ کو پکڑا دوسرے ہاتھ سے سر کھجایا میں نے دیکھا کہ شیخ نہایت تکلیف سے سر مبارک کو کھجاتے ہیں میں نے عرض کی کہ اگر کلاہ مبارک کا گوشہ کج کر کے کھجایا جائے تو تکلیف نہ ہو فرمایا مولوی صاحب جناب سرور عالم علیہ السلام نے اسی طرح سر مبارک کھجایا تھا مولوی صاحب موصوف فرماتے کہ یہ کلام سنت انضمام سن کر مجھ کو بہت رونا آیا سبحان اللہ حضرت سے کبھی ترک مستحب بھی نہ ہوا بلکہ مولوی صاحب مبرور جب کبھی یہ حکایت بیان کرتے زار زار روتے بعض وقت حضرت کو ایک حالت ہوتی اس وقت شوق میں کچھ اشعار بھی فرمایا کرتے اور اوحدی تخلص کرتے تھے جو شعر زبان معجز بیان سے صادر ہوتا حاضرین اس کو تحریر کر لیتے چنانچہ رفتہ رفتہ ایک دیوان ہو گیا جو موجود ہے اس میں سے چند غزلیں تبرکا درج کرتا ہوں۔ (ص ۲۱۹)

## غزل

| | |
|---|---|
| چو خورشید جمالت گشت پیدا | ہمہ ذراتِ عالم شد ہویدا |
| زہے در صورتِ خوبان رخت را | چشم عاشقان کردی تماشا |
| چو ممکن در مقامِ محو گردد | نماند ہیچ جز واجب در انجا |
| چو دریائے حقیقت گشت در جوش | دو صد موجِ حدوث آمد ہویدا |
| ہر آن کو طالبِ دیدارِ یارست | ندارد باہمہ عالم تمنا |
| بہ بزمِ وصل کے گنجد من و ما | کہ آنجا نے حدیثِ لا و اِلاَّ |
| ہر آن کو حسن رویت دید یکبار | شدہ آزاد از دنیا و عقبیٰ |

| | |
|---|---|
| نگارم حسنِ خود را کرد ظاہر | گہے از طور سینا گہ ز بطحی |
| دران موضع کہ ذات اندر تجلی است | نہ آنجا وصف می گنجد نہ اسما |
| خرد چون تابِ نور او ندارد | جواز بہر اُو چشمِ دگر را |
| نگارم اوحدی چون پردہ بگشود | ہمہ سرِّ نہاں[1] شد آشکارا |

(ترجمہ :(۱) جب تیرے جمال کا سورج چمکا تو کائنات کا ذرہ ذرہ ظاہر ہو گیا

(۲) واہ کیا خوب ہے اپنے چہرے کو حسینوں کی شکل میں ظاہر کر کے عاشقوں کی آنکھ سے خود ہی اپنا تماشا کرنے لگا۔

(۳) جب ممکن مقام فنا حاصل کر لے تو پھر ذات واجب کے سوا کچھ باقی نہیں بچتا۔

(۴) جب حقیقت کا دریا جوش میں آتا ہے تو حدوث کی سینکڑوں موجیں ابھر آتی ہیں

(۵) جو بھی اپنے دوست کے دیدار کا طالب ہے وہ دنیا میں کسی بھی چیز کی تمنا نہیں رکھتا۔

(۶) بزم وصال دوست میں ، میں اور ہم کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ وہاں لا اور الا کی بات چل ہی نہیں سکتی۔

(۷) جس نے بھی تیرا حسین چہرہ ایکبار دیکھ لیا وہ دنیا اور آخرت سے آزاد ہو گیا۔

(۸) میرے محبوب نے اپنے حسن کا اظہار کبھی طور سینا سے کیا اور کبھی بطحا میں

(۹) جہاں بھی ذات حق تجلی فگن ہے وہاں نہ تو کسی وصف کی گنجائش ہے اور نہ ہی اسمأ کی۔

(۱۰) عقل جب اس کے نور کی تاب نہیں رکھتی تو پھر اس کو دیکھنے کے لئے کسی دوسرے کی آنکھ کی تلاش کر۔

(۱۱) اے اوحدیؔ جب میرے محبوب نے پردہ اٹھایا تو سارے بھید آشکارا ہو کر رہ گئے

## غزل دیگر

| | |
|---|---|
| تا بکے دردِ تو در سینہ نہاں خواہد بود | تا بکے دیدہ بسویت نگراں خواہد بود |
| پردۂ زلف ز رخسار تو گر[۲] بر فگنی | والۂ حسنِ تو ہر پیر و جواں خواہد بود |
| گر کسے از مئ لعلِ تو یک[۳] جرعہ چشید | خود مے و میکدۂ و پیر مغاں خواہد بود |
| آنکہ در دامِ سیہ طرۂ شبرنگ تو گشت | فارغ از خویشتن و ہر دو جہاں خواہد بود |

---

[۱] متن میں 'پنہاں' دیا ہے جو غلط ہے۔ اس سے شعر ساقط الوزن ہو جاتا ہے۔ [۲] اگر؟ [۳] یکے

آنکہ از نرگس پُر خوابِ تو بے خواب[۱] شدہ
ہر شب از یادِ رخت نعرہ زناں خواہد بود

آنکہ دیوانہ ازیں حسن جہاں سوز[۲] تو گشت
گاہ در خندہ وگہ گریہ کناں خواہد بود

ہمچو بلبل بہ چمن اوحدیؔ از شوقِ رخت
ہر دم از وصفِ تو در شور و فغاں خواہد بود

(ترجمہ : (۱) تیرا درد سینے میں کب تک چھپاؤں ، آنکھیں کب تک تیرا انتظار کرتی رہیں ۔

(۲) اگر اپنے رخسار سے زلف کے پردے کو ہٹا دے تو ہر پیر و جواں تیرے حسن کا دیوانہ بن جائے ۔

(۳) اگر کوئی تیرے سرخ ہونٹوں سے ایک گھونٹ چکھ لے تو وہ خود ہی شراب ، میخانہ اور پیر مغاں بن جائے ۔

(۴) جو شخص تیری شب رنگ کالی زلفوں کے دام میں پھنس جائے وہ نہ صرف اپنے آپ سے بلکہ دونوں جہان سے بے خبر ہو کر رہ جائے ۔

(۵) جو شخص تیری نیند سے مست نرگسی آنکھوں کے ساتھ کبھی ہم خواب ہو تو وہ ہر رات تیرے چہرے کو یاد کر کے نعرے مارتا پھرے ۔

(۶) جو شخص بھی تیرے حسنِ جہاں سوز کا دیوانہ ہو جائے ، وہ کبھی ہنس کر اور کبھی روتے ہوئے زندگی گزار دے گا ۔

(۷) بلبل کی طرح اوحدیؔ بھی تیرے دیدار کے شوق سے ہر وقت باغ میں شور و فغاں کرتے ہوئے نظر آتا ہے ۔)

## غزل دیگر

چند در پردہ ہا شوی مستور
اے چو خورشید در جہان مشہور

عشق بازی نہان خود سازی
گہ شوی ناظر و گہے منظور

گاہ در خلوتِ وصال شوے
گاہ خود را کُنی زخود مہجور

گاہ از رخ بہ کعبہ نور دہی
گہ ز لب میکدہ کُنی معمور

شاہدِ حُسن بیں ز پردۂ غیب
در لباس صور نمود ظہور

نازم آن چشمِ پُر خمار کہ کرد
دو جہان را بیک نگہ مخمور

---

[۱] متنِ مناقب میں 'ہم خواب' ہے جو غلط ہے۔ [۲] متنِ مناقب میں 'نور' ہے جو غلط ہے۔

جز رخت اوحدی نہ بیند ہیچ　　　　که توئے در نقابِ ظلمت و نور

(ترجمہ: (۱) اے وہ جو سورج کی طرح جگ مشہور ہے کہ کب تک پردے میں چھپ کر رہو گے۔

(۲) عشق بازی کو اپنی ذات کے اندر چھپا کر رکھا، کبھی ناظر بن جاتے ہو اور کبھی منظور۔

(۳) کبھی خلوت خانۂ وصال میں چلے جاتے ہو اور کبھی اپنے آپ کو اپنے سے مہجور رکھتے ہو۔

(۴) کبھی اپنے چہرے سے کعبے کو روشن کرتے ہو اور کبھی اپنے ہونٹوں سے میخانے کو آباد کرتے ہو۔

(۵) اپنے حسن کا مشاہدہ کرنے والا معشوق پردۂ غیب سے مختلف صورتوں کے لباس میں ظاہر ہوا۔

(۶) مجھے اس نشیلی آنکھ پر ناز ہے جس نے دونوں جہان کو ایک ہی نظر سے مخمور کر دیا۔

(۷) تیرے چہرے کے سوا اوحدی کو اور کچھ نظر نہیں آتا اس لئے کہ ظلمت اور نور کے پردے میں صرف تو ہی تو ہے۔

## غزل دیگر

رُوی کہ دید چشمم اندر عیاں نہ گنجد　　　　در وصف ہم نیاید ہم در بیاں نہ گنجد

اندر حریم وصلش ہر کس کہ راہ یابد　　　　از شادیٔ وصالش اندر جہاں نہ گنجد

بر خاک کوئے جانان بودن چہ ذوق دارد　　　　در ذوق خاکِ کویش باغِ جناں نہ گنجد

زان روئے[۱] محض مطلق از ما مجو نشانے　　　　بیرون چو از نشانست اندر نشاں نہ گنجد

گر طالب وصالی فارغ ز جسم و جان شو　　　　در بزمِ وصلِ جانان ہم جسم و جاں نہ گنجد

اے اوحدی بہ ناگہ از دستِ دلبر ما[۲]　　　　تیرے بہ جان رسیدہ کان در کماں نہ گنجد [۳]

---

[۱] متنِ مناقب میں 'رائے ہے جو غلط ہے۔ [۲] متن مناقب میں 'دلربا' ہے

[۳] دیوان اوحدی میں ایک شعر اور ہے جو صاحبِ مناقب سے رہ گیا ہے ۔

در حضرتش کہ باشد از ما سلام گوید؟　　　　آں جا کہ ہست جاناں بادِ وزاں نہ گنجد

(ترجمہ : (۱) جس مبارک چہرے کو میری آنکھ نے دیکھا ہے وہ اظہار میں نہیں سما سکتا ۔ نہ تو وہ وصف میں آسکتا ہے اور نہ ہی بیان میں سما سکتا ہے
(۲) اس کے محل وصال میں جس نے بھی باریابی حاصل کر لی تو وصال کی خوشی سے وہ جہان میں نہیں سما سکے گا ۔
(۳) محبوب کی گلی کی مٹی میں زندگی گزارنا کیا ہی مزے کی بات ہے اس لئے کہ باغ بہشت میں بھی وہ لذت نہیں ہے جو کوچۂ محبوب کی خاک میں ہے ۔
(۴) اس ذات مطلق کے چہرے کی بم سے کوئی نشانی نہ طلب کرو ، جب وہ ہر نشان سے پاک ہے تو پھر کسی نشانی میں کیسے سما سکتا ہے ؟
(۵) اگر وصال کی خواہش ہے تو اپنے جسم و جان سے ہاتھ دھو لو کیونکہ وصال محبوب کی بزم میں جسم اور جان کی گنجائش نہیں ہے ۔
(۶) اے اوحدی اچانک ہمارے محبوب کے ہاتھ سے جان میں ایک ایسا تیر لگا جو کمان میں نہیں سما سکتا ۔ )

**نقل** ہے کہ ایک بار ایک مدقوق کو لوگ لائے اور واسطے شفا کے دعا چاہی آپ نے چند بار الحمد شریف پڑھ کر اس پر دم کیا اور پوچھا کہ وہ جو تیرے بدن میں ایک دودھ ساجوش ہو رہا تھا اب اس کا کیا حال ہے اس نے عرض کیا کسی قدر کمی ہے آپ نے پھر چند بار پڑھ کر دم کیا پھر پوچھا اس نے کہا اب اور کمی ہے۔ ایک پہر کے عرصہ میں دم کرتے کرتے اس کو عرق (پسینہ) آیا کہ جو سال بھر سے نہ آیا تھا عرق (پسینہ) آتے ہی اس کو کلی طور پر آرام ملا تپ جاتی رہی آپ نے فرمایا اس کو لے جاؤ یہ تو اچھا ہے مگر یہ کثرت کے ساتھ چند روز الحمد پڑھے اور تم لوگ پڑھ کر دم کیا کرو ایک مرید نے عرض کیا کہ یہ عمل غلام کو بخشا جاوے اور اجازت ہے آپ نے فرمایا کہ کلام اللہ کی کل مسلمانوں کے واسطے اجازت ہو مگر اکل حلال اور صدق مقال چاہیئے اور فضائل سورۂ فاتحہ شریف کے بیان فرمانے لگے ارشاد کیا کے میں نے دلیل العارفین کی مجلس ہفتم میں پڑھا ہے یعنی حضرت خواجہ بزرگ نے

فرمایا ہے کہ سورۂ فاتحہ کا واسطے حاجت روائی کے پڑھنا مفید ہے کس واسطے
کہ جو کوئی برائے اجرائے کار حضرت رسول مقبول علیہ السلام کی خدمت میں
عرض کرتا حضرت اس کو پڑھنا اس سورہ شریف کا اس طریقہ سے فرمایا
کرتے تھے الحمد کو بسم اللہ سمیت پڑھو اس طرح پر کہ رحیم کا میم الحمد کی لام
سے مل جاوے یعنی رَحِیمِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور تین بار آمین
کہو پھر فرمانے لگے کہ خلیفہ ہارون رشید یعنی ہمارے نواب صاحب والیٔ
بہاولپور کے جد بزرگ بیمار تھا اطبا اس کے علاج سے دست کش ہو چکے تھے
اس نے خواجہ فضیل بن عیاض سے رجوع کی آپ اس کے پاس گئے اور دست
حق پرست اس کے سر پر رکھ کر اکتالیس بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اللہ
تعالیٰ نے اس کو شفا دی پھر فرمانے لگے کہ ایک روز حضرت رسول مقبول
علیہ السلام رونق افروز تھے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تشریف
لائے اور بیان کیا کہ یا محمد اللہ تعالیٰ نے آپ کو تحفۂ درود بھیجا ہے اور ارشاد
کیا ہے کہ میں نے جو تم پر کتاب بھیجی ہے اس میں ایک سُورت ہے کہ
اگر وہ توریت میں ہوتی امت موسیٰؑ سے کوئی جہود نہ ہوتا اگر انجیل میں ہوتی
امت عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی ترسانہ ہوتا اگر زبور میں ہوتی امت داؤد علیہ
السلام سے کوئی مُغ نہ ہوتا اور یہ سُورت اس واسطے بھیجی ہے کہ اس کی
برکت سے آپ کی امت تاقیامت مظفر و منصور رہے ہولِ قیامت و عذابِ
دوزخ سے چھوٹے جو کوئی اس کو دیکھے سنے یا پڑھے سعادت دارین حاصل
کرے اس کی تعریف احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الحمد للہ شریف شفا
ہے واسطے ہر مرض کے اگر درمیان سنت و فرض صبح کے چالیس بار پڑھ کر

اپنے منہ پر یا دوسرے کسی مریض پر دم کرے تو اس کو جلد شفا ہو چنانچہ
رسول مقبول نے فرمایا اَلْفَاتِحَۃُ شِفَاءٌ کُلِّ دَاءٍ یعنی فاتحہ شفا ہے اور دوا ہے
ہر درد کی۔ چنانچہ ایک شخص بیمار تھا جنابِ علی کرم اللہ وجہہ اس کے پاس
تشریف فرما ہوئے اور الحمد پڑھ کر دم کیا اسی وقت اس کو صحت ہوئی بعد اس
کے ایک عزیز اسکا اس کی عیادت کو آیا دریافت کیا کہ کیا حال ہے اس نے
جواب میں کہا کہ علی آئے تھے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا بندہ کو صحت ہوئی اور
اس کا پڑھنے والا ہمیشہ خوشحال رہتا ہے اور ثواب اس کو انبیا کا ملتا ہے جو صدق
دل سے پڑھتا ہے اس کے واسطے دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں
سعادت دارین حاصل ہوتی ہے آگ دوزخ حرام ہو جاتی ہے باقی ہر ایک کام
کے لئے اس کے پڑھنے کی جداگانہ تراکیب ہیں واسطے فتوحات و رجوعات
خلائق کے سنت اور فریضہ نمازِ صبح کے درمیان چالیس بار بسم اللہ کے آخر
میم کو الحمد کے اول لام سے ملا کر پڑھے اگر کوئی مہم پیش ہو تو شبِ جمعہ کو
غسل کر کے کسی سے بات نہ کرے چپکے چپکے نماز عشا ادا کر کے خلوت میں بیٹھ
کر سوا پاؤ چنے مُسلّم لے کر الحمد شریف باتسمیہ شروع کر کے اور ایک ایک دانہ
چنے رکھتا جائے اول وقت نماز صبح تک پڑھ چکے گا اٹھکر نماز صبح ادا کرے اور
دعائے مطلب عرض کرے بحکم خداوہ کام با آسانی ہو جائے گا۔ ایک ترکیب
یہ ہے کہ جب کوئی شاکی کسی جگہ کے درد کا آئے تختہ پاک پر پاک ریت بچھا
کر لوہے کی کیل سے اَبْجَدْ هَوَّزْ حُطِّی کَلِمَنْ سَعَفَصْ قَرَ تختہ پر
تحریر کر کے اور اس کیل کی نوک پہلے حرف یعنی الف پر رکھ کر سورۃ شریف
کو پڑھے پھر دریافت کرے اگر درد دور ہو گیا فبہا ورنہ دوسرے حرف پر
رکھ کر پھر سورۃ شریف پڑھے خدا چاہے تو درد جاتا رہے گا پورے حرفوں

تک پہنچنے کی نوبت نہ ہو گی کہ درد زائل ہو جائے گا۔

**نقل** ہے کہ والیان بہاولپور کی جانب سے تینتیس ہزار پختہ اراضی اخراجات خانقاہ شریف سلطان الاولیا کے لئے تجویز ہوئی تھی نہ حضرت نے خود منظور کیا نہ خواجہ احمد علی صاحب نے قبول کیا نہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ خدا بخش صاحب نے اس کی طرف توجہ کی مگر حضرت کے عہد خلافت اور سجادگی میں نواب فتح یار محمد خان[1] مغفور نے آپ کو سمجھا کر آخر وہ نذر قبول کرائی اس میں سے کچھ آپ نے واسطے چرنے مواشی کے چھڑوادی کہ دریا کے کنارہ کی تھی کچھ اپنی جانب سے فقرا اور شرفا کو معاف فرمائی جو باقی رہی اس کی آمدنی کے غلہ کو علیٰ قدر خرچ جمیع شرفائے چاچڑان کو مقرر فرمایا اور دوسری بستیوں کے غریب اور فقیروں کو فصل وار غلہ مقرر ہے صرف لنگر اور اخراجات خانہ داری میں وہ آمدنی نہیں آتی اب چونکہ جنگل دریابرد ہو گیا ہے وہ آمدنی کافی نہیں ہوتی عہد دولت شیخ میں وہ خرچ اتنا بڑھ گیا ہے اور بازار سے مول لے کر غلہ فصلانہ دیا جاتا ہے۔

ایک روز حضرت شیخ العالم بعد نماز مغرب زیب دربار تھے خادم و مرید و اہل حاجات دینی و دنیوی سب حاضر تھے ایک مرید کہ جو مدت سے ذکر و شغل میں مصروف تھا حضرت سے عرض کرنے لگا کہ قبلہ عالم سنا ہے کہ حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ سلطان الاذکار کیا کرتے تھے کیا وہ ذکر

---

[1] حضرت مولانا فخر جہانؒ کی سجادہ نشینی کے وقت بہاولپور کا آٹھواں حکمران نواب حاجی خان عرف فتح خان تخت نشین تھا۔ اس کا عہدِ حکومت ۱۸۵۳ء تا ۱۸۵۸ء ہے جب انگریز عملاً حکمران تبدیل کرتے تھے اور ریاست میں نواب صرف علامتی طور پر ہوتے تھے۔ اسی نواب کے عہد میں ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں بڑی بغاوت ہوئی جسے دبانے کے لئے نواب نے انگریزوں کی مدد بھی کی تھی۔

اسم ذات بالجہر سے بہتر ہے اور اس کی صفات اور ترکیب کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لینا ہر حال و ہر زمان میں جس طریقہ سے ہو بہتر ہے اور فقیر کو تو جو سانس اس کا یاد الٰہی سے خالی جاتا ہے وہ حرام ہے اس ذکر شریف کو جناب سرور کائنات نے غار حرا میں بیٹھ کر چھ برس کیا ہے اور اسی غار شریف میں حضرت غوث پاک نے بارہ برس اس شغل شریف کو کیا ہے اس شغل کی برکت سے کشائش ہائے گونا گوں حاصل ہوتی ہیں اور کیفیت نزول وحی میں جو احادیث صحاح ستہ میں ہیں ان سے اچھی طرح اشارہ طرف سلطان الاذکار کے ہے۔ چنانچہ سرور عالم علیہ السلام سے نزول وحی کی کیفیت ذریافت کی حضور نے فرمایا کہ کبھی تو دیگ کے پکنے پانی کی سی آواز کبھی شہد کی مکھی کی سی آواز کبھی آواز گھنٹہ کی سی کان میں آتی ہے کبھی فرشتہ مرد کی صورت میں کچھ حرف کہتا ہے پس اس قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ذکر شریف کی عظمت سمجھ لینا چاہئے۔ ترکیب اس کی یہ ہے کہ دن کو جنگل پہاڑ پر جہاں آدمی کا گزر نہ ہو رات کو تاریک اور تنہا مکان میں بیٹھ کر اپنے کانوں کی طرف متوجہ ہو کر غور کرے کہ ضرور ایک بھینی بھینی آواز آوے گی۔ پس طالب صادق کو چاہئے کے اس آواز کی حفاظت کرے دن بدن وہ آواز بڑھے گی پھر ایسا ہو جائے گا کہ ہر طرف ہر جگہ سے وہی آواز آئے گی کہ اس شغل کی بدولت معلوم ہوئی ہے اور جب اس آواز کی شناخت ہو جائے تو اس کو بدلنے یا جانے نہ دے محفوظ رکھے اور یہاں تک اس کی مشق بڑھا دے خلوت جلوت جنگل گھر میں اس کا غلبہ رہے اور نقارہ وغیرہ باجے کیسی ہی سخت آواز ہو سب پر وہ آواز غالب رہے جب مشق بہم پہنچ جاتی ہے (تو حال) یہ ہو جاتا ہے:

ہر کہ شنود ازو شنود۔ (جو کچھ سنتا ہے اس کی بات سنتا ہے)

ہر کہ بیند ازو بیند۔ (جو کچھ دیکھتا ہے بس اسی کو دیکھتا ہے)

ہر چہ گوید ازو گوید۔ (جو کچھ کہتا ہے اسی کی بات کہتا ہے)

**نقل** ملا محمد یعقوب صاحب فقیر متوطن حاجی پور مقیم حال چاچڑاں شریف بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ العالم ایک بار حاجی پور تشریف فرما تھے اور حاجی پور کے علاقہ میں کھیتی بارانی ہی ہوتی ہے نہر، نالہ، کوئی آب پاشی کے واسطے نہیں ہے چار سال سے امساک باران تھا جس کی وجہ سے تمام خلائق پریشان ہو رہی تھی ایک روز بعد نماز ظہر کے بہت سے آدمی آئے اور عرض کی کہ حضور دعا کریں جو باران رحمت ہو آپ نے دعا کو ہاتھ اٹھائے اور فرمایا کہ تم بھی دعا کرو۔ پس ہنوز سب صاحب مسجد ہی میں تھے کہ ایک نے کہا کہ آج تو دکھن کی طرف سے ایک بدلی اٹھی اور لوگ بھی دیکھنے لگے پس دیکھتے دیکھتے وہ محیطِ آسمان ہو گئی اور بارش شروع ہوئی تمام جنگل سیراب ہو گیا کئی روز ہو گئے پانی برستے ہوئے آخر چرچا ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب چاچڑاں کی دعا کا اثر ہے فقیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہماری برادری کے لوگ اثنا عشری تھے انہوں نے کہا کہ یہ کرامت نہیں ہے بلکہ تعویذ مقرر ہے پانی برسانے کو اس پر آپس میں بحث ہوئی آخر یہ رائے قرار پائی کہ اگر ان کی دعا سے پانی تھم جائے تو معلوم کرو کہ پانی برسا بھی انہیں کی دعا سے ہو گا آخر لوگ جمع ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دعا کیجئے کہ پانی تھمے آپ نے فرمایا کہ تم بھی دعا کرو غرض حضور نے دست بدعا دراز کیا رحمتِ حق سے معاًمینہ تھم گیا یہ کرامت دیکھ کر کئی شخص تبرا گوئی سے تائب ہوئے اور مرید ہوئے۔

**نقل** حافظ غلام نبی صاحب پیش امام میرے شیخ کے بیان کرتے ہیں کہ حضرت جب اجمیر شریف حاضر ہوئے ہیں تو میں بھی پابہ رکاب تھا کل نوے آدمی ہمراہ تھے چالیس پینتالیس شتر اور اسپ تھے کل سامان شاہانہ ہمراہ تھا براہ بیکانیر ہم ناگور شریف پہنچے چندروز وہاں قیام کیا بہت سے صاحبزادہ اور دیگر اشخاص حضرت کے مرید ہوئے وہاں سے چل کر حاضر اجمیر شریف ہوئے اور صاحبزادہ مراد شاہ کے مکان پر حضور کا قیام ہوا ایک طوائف مسمیٰ بی چھوٹی کہ جو ہنوز زندہ ہیں ایک مدت سے آستانہ فیض نشانہ پر پہر رات رہے حاضر ہو کر تا نماز صبح مجرا کرتی تھی امید اس کی یہ تھی کہ حضور خود مجھ کو اپنا مرید کریں اتفاقاً جس روز ہم پہنچے ہیں اس کی صبح کو مریدانِ حضور سے میاں لال صاحب کہ درویش نسبت تھے اول وقت نماز صبح کے واسطے آستانہ شریف میں گئے جب وہ مجرا کر چکی بعد نماز صبح کے اس سے کہا کہ ہمارے خواجہ صاحب کے ہاں بھی مجرے کو آنا۔ بی چھوٹی نے کہا کہ میرے خواجہ صاحب تو یہی ہیں میں نے سنا ہے کہ کوئی امیر ملک سندھ سے آیا ہے انہوں نے کہا وہ بادشاہ دین و دنیا ہیں امارت کیا چیز ہے خیر تم خود آؤ گی الغرض بی چھوٹی دوسرے روز جو وقت معینہ پر حاضر ہوئیں خوبی یہ تھی کہ ایک ہاتھ سے ٹھیکہ لگاتیں ایک ہاتھ سے تمورا (طنبورہ) چھیڑتیں اور خوب ہی گاتی تھیں اس روز گاتے گاتے ان کو غفلت ہو گئی اس میں دیکھا کہ حضور بندہ نواز خواجہ فرماتے ہیں کہ اے چھوٹی بہت محنت کی جا تیرا پیر آ گیا ہے مراد شاہ کے مکان پر مقیم ہے۔ پس جب یہ مجرا کر چکیں سیدھی یہاں آئیں حضور تو حجرہ میں مشغول بہ اوراد تھے حاضرین اور ہمراہیان سے دربار پُر تھا میں بالاخانہ پر تھا اس نے بیٹھ کر گانا شروع کیا میں بھی بیتاب ہو کر نیچے

آیا کہ اتنے میں حضور حجرہ سے بر آمد ہوئے سفید لنگی جو دوش مبارک پر پڑی تھی اس پر ڈال دی وہ قدم بوس ہوئی اور کل اپنا ماجرا عرض کیا اور مرید ہوئی آپ نے فرمایا کہ اب روز حضور میں مجرا کرنے کی حاجت نہیں۔ جب میرے شیخ اجمیر شریف میں حاضر ہوئے ہیں تو بی چھوٹی زندہ تھیں نہایت اعتقاد سے ملیں حضرت نے بھی ان پر بہت کرم فرمایا دو تین بار وہ چاچڑاں شریف بھی حاضر ہوئی ہیں۔

اور رسول مقبول سے ایسا اعتقاد تھا کہ ہر سال واسطے زیارت موئے مبارک رسول مبارک روہڑی شریف جایا کرتے تھے۔ جو بیان کرتا تھا کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس کی تعظیم کرتے اس سے مصافحہ فرماتے باادب اس خواب کو سنتے سادات عظام کی نہایت تعظیم و تکریم کرتے ان کی دستگیری کو مقدم سمجھتے ایک بار حضرت کو سفر جہاز پیش آیا تھوڑی دیر کی صحبت کی وجہ سے کپتان جہاز مسلمان ہوا جو یورپین تھا یہ چند ابیات کہ جو حضرت کے ایک مرید نے تحریر کیں تھیں بجنسہ تحریر ہیں۔

## ابیات

| | |
|---|---|
| فخرِ عالم خواجۂ اہلِ یقیں | رحمتِ رحمٰں محمد فخرِ دیں |
| دورِ آخر کرد در عالم ظہور | اولیں را فخر نور" فَوقَ نور |
| از جبینش نورِ حق تابد ہمیں | اُوست حقا نورِ دیدہ عارفیں |
| کامِلُ الْاَوْصاف اَبعَدْ مِنْ عُقُوْل | عامل قَالَ اللہ وَ قال الرسول |
| بہ از و دُرِ فنا راکس نسُفت | ہمچو او سرِ بقا راکس نگفت |

(ترجمہ :(۱) دنیا کے لئے باعث فخر، اہل یقین کے سردار، رحمان کی رحمت، محمد فخر الدین:

(۲) زمانۂ آخر میں دنیامیں ظہور فرمایا، اگلوں کے لئے فخر کا باعث اور نور" علی

نور

(۳) انکی پیشانی سے واضح طور پر نور حق چمکتا ہے ۔ بخدا وہ اہل عرفان کی آنکھوں کا نور ہے ۔

(۴) ہر صفت میں کامل اس کی ذات کو عقل نہیں سمجھ سکتی ۔ قال اللہ اور قال الرسول ﷺ پر عمل کرنے والے

(۵) مقامات فنا کے موتیوں جیسے نکات کو کسی نے نہیں پرویا ۔ بقا باللہ کے رموز کو ان سے بہتر کسی نے نہیں بیان کیا ۔)

وفات اس ملکی صفات والا درجات کی بتاریخ پنجم جمادی الاول ۱۲۸۸ ہجری / ۱۸۷۱ء میں ہوئی مزار پُر انوار پہلوئے پدرِ بزرگوار میں زیارت گاہ خلائق ہے تاریخ وفات :

خواجہ خلق شیخ فخر الدین
رفت زین کوچ گہہ بہ خلدِ بریں
خرد از سالِ آن فرشتہ خصال
<u>فرشتہ اقرب</u> (۱۲۸۸ھ) بہ گفت با مسکین

(ترجمہ:(۱) مخلوق کے سردار شیخ فخر الدین اس مقام فنا سے خلد بریں کو سدھارے
(۲) اس فرشتہ خصلت کے سال وفات کے لئے عقل نے مجھ مسکین کو 'فرشتۂ اقرب' کا لفظ کہا ۔)

خلیفہ و جانشین حضرت کے حضرت خواجہ خواجگان امید گاہِ یکسان حاجی حرمین شریفین مولانا شاہ غلام فرید صاحب برادر حقیقی۔ حضرت کے مزاج میں کمالِ احتیاط تھی مریدوں سے نہایت سخت مجاہدہ کراتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کل منازل فقیر کو طے نہ کرادے شیخ کو لازم ہے کہ مرید کو خرقہ خلافت نہ دے کس واسطے کہ وہ خام رہ جاتا ہے اسی وجہ سے دو تین ہی آدمیوں کو خرقہ خلافت مرحمت فرمایا جو بالکل پابندِ قواعدِ عوارف شریف تھے ہاں اتنا فرق تھا کہ مہمانوں سے کچھ کام نہ لیا جاتا تھا کھانا مکلّف ملتا

تھا اور داد و دہش تو اس خاندان کی گویا میراث ہے۔

**مناقب سی و ہفتم** درز کر آن تاجدار کشور رضا و آن شہسوار میدان اصطفی آن صدر نشین مسند ارتضی خلوۃ نشین گوشہ فقر و فنا، سرو خرامان باغ بقابعد الفنا، عنقائے بلند مکان، شاہباز تیز طیران اوج وجدان مالک ملک یقین، مقیم حجرۂ تسکین، قاطع بنیاد تلوین، شمع شبستان ہدایت، واقف رموزِ ہدایت و نہایت قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین مکمل السالکین امیر المؤمنین سید المحبوبین سید الصالحین مرجع المرشدین امام المتقین کہف الغرباءِ والمساکین رحمۃ رب العالمین وارث الانبیا والرسلین رئیس المہدیین فخر الاولین والآخرین شمس الہدیٰ بدرُ الدجیٰ نور الوریٰ بحر الجود والاحسان منبع الحیا والایمان مخزن الاسرار معدن الانوار مجمع الابرار والاطہار موصلِ فجار والاشرار الیٰ دار القرار مُروجُ الشریعۃ مظہرُ الطریقت مُبَیّنِ معرفت و حقیقت مکشفِ رازِ وحدت ماہی (ماحی) رسوم کثرت قطب الاقطاب فرد الافراد رہبر ابدال و اوتاد ملجائے و ماوائے نجبا و نقبا سر دفتر زمرۂ علما و فضلا و سیلہ جزیلہ[۱] اتقیا و اصفیا مونس و غمگسار ذی النکات والاصدقا ابر کرامت دریائے رحمت سلطان الاسخیا زاد اللئیم والکریم صاحبِ خلقِ عظیم سراج دودمان نظامیہ فخر خاندان فخریہ سر حلقۂ خانمان چشتیہ بہشتیہ حضرت مولانا اولانا مرشدی و مولائی حضرت خواجہ خواجگان سر دفتر راستان دستگیر درماندگان امید گاہ دو جہان مظہر ذات کبریا بندہ نواز و حاجت روا نوالہ دہِ کہان و مہان شمس الاولیا زین الصلحا المُتلبّس بلباس التجرید حضرت صاحب مولانا **خواجہ شاہ غلام فرید** صاحب لازال بردق اکرامہ و اجلالہ بارقۃ

---

[۱] متن میں غلطی سے 'جزیہ' دیا گیا ہے

علی روس الشائقین واعطاء افضالہ نازلۃ علی مفارق المتقین وشموس انوارہ طالعۃ علی روس المسترشدین الی یوم الدین آمین آمین ثم آمین۔

حضور کے نانا صاحب میاں شیخ ملک محمد عمر صاحب حضرت سلطان الاولیا کے مرید اور خواجہ تاج محمود صاحب (آپ کے چچا) کے ماموں اور شہر حضرت والا کے رہنے والے تھے جو کوٹ شریف سے سولہ سترہ کوس کے فاصلے پر ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ ملک سندھ اور علاقہ بہاولپور وڈیرہ غازی خان واسماعیل خان وغیرہ وبلوچستان یہ ولایت حضرت سلطان الاولیا کی ہے سلسلہ ارادت مردمان اس (اِن) علاقوں کا اسی دودمان فیض توامان سے درست ہے۔ آپ کے ماموں صاحب مغفور میاں غلام محمد صاحب اور آپ کی والدہ شریفہ بھی حضرت خواجہ تاج محمود صاحب کی مرید تھیں بلکہ ان کا تمام کنبہ ہنوز خواجہ تاج محمود صاحب کے سلسلہ میں مرید چلا آتا ہے جب ان رابعہ عصر کی شادی حضرت محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز سے ہوئی اور اس پر چند روز گزرے تو مائی صاحبہ کو خیال اولاد کا ہوا یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ ہر شخص کو تمنائے اولاد ہوتی ہے خاص کر مستورات کو اس کا زیادہ خیال ہوتا ہے گو مائی صاحبہ بھی محبتِ الٰہی سے خالی نہ تھیں مگر تاہم انسان تھیں ادھر ہر ایک قسم سے آسائش اور فارغ البالی حاصل تھی اور بوجہ عظمت اور کرامت کے اطراف وجوانب سے سینکڑوں مستورات حصول شرف قدمبوسی کو آتی تھیں جو وقتاً فوقتاً اس میں تحریک کرتی تھیں آخر ایک بار حضرت مائی صاحبہ نے اپنے پیرومرشد سے اولاد کے واسطے دعا چاہی انہوں نے تعویذ مرحمت کیا جب اور کچھ دن گزرے پھر انہوں نے عرض کی کہ میں چاہتی ہوں آپ کی توجہ خاص سے اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی فرزند عطا کرے تاکہ اس گھر میں میرا

بھی سا جھا رہے ان حضرت نے حسب استدعا آپ کے چند بار تعویذ گنڈے دیئے پانی پڑھ پڑھ کر پلائے چونکہ وقت نہ آیا تھا کچھ سود نہ ہوا آخر مجبور ہو کر یہ وتیرہ (وطیرہ) اختیار کیا کہ جہاں کوئی درویش کامل سنا اس کے پاس ملازمانِ معتبر کو بھی بھیجا ان کی دعائیں لیں تعویذ گنڈے وغیرہ استعمال کئے چندروز یہی کیفیت رہی اس میں معقول طور پر خرچ بھی ہوا مگر کچھ سود نہ ہوا جب اس طرف سے بھی یاس ہوئی پھر بزرگانِ دین کے مزارات پر استدعا کرائی نذرونیاز بھیجی بعض مزارات پر خود حاضر ہو کر استمداد چاہی جب کہیں سے کچھ سود نہ ہوا مجبور ہو کر بیٹھ رہیں آخر ایک روز حضرت محبوب الٰہی اپنے شوہر سے عرض کی کہ ہزاروں کی امیدیں بر آتی ہیں میں بدنصیب کیوں رہوں امیدوار ہوں کہ میرے واسطے بھی دعا فرمایئے ان کے عجز وانکسار پر رحم کر کے ارشاد فرمایا کہ کل جس وقت میں وظیفہ میں ہوں اس وقت تم آنا اللہ فضل کرے گا یہ سن کر خوش ہوئیں اس روز روزہ رکھا تمام شب انتظار صبح میں نوافل پڑھ پڑھ کر صبح کی ۔ بعد نماز صبح کے در حجرۂ شریف پر سے خداموں کو جدا کر کے وہ پاکدامن حاضر ہوئیں حضرت اس وقت مقام صمدیت میں تھے آپ کے آنے کی اصلاً خبر نہ ہوئی آپ تھوڑی دیر استادہ رہیں بعد حضرت کا شانہ مبارک پکڑ کر جنبش دی حضرت کی چشم حق بین وا ہوئیں اس وقت مائی صاحبہ نے دیکھا کہ حضرت کے روئے منور پر سے ایک شعلۂ نور اٹھا اور وہ آکر میری کمر میں سما گیا۔ اس امر سے متعجب تھیں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بہتر ہے اب اپنے خانہ داری کے کاروبار دیکھو اللہ فضل کرے گا چنانچہ انہیں دنوں میں یہ آفتاب دین متین ماہ مبین برج حمل میں تشریف لایا یعنی وہ رابعۂ عصر حاملہ ہوئیں۔

اس عرصہ میں جو خوارق و کرامت ظاہر ہوئیں اگر ان کو بیان کیا جائے تو
دوسری کتاب تیار ہو۔ ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ بعد حاملہ ہونے کے آپ کی
والدہ ماجدہ کو عارضہ ظاہر ہوا جس کی وجہ سے کھانا چھوٹا اگر کچھ کھایا جاتا تھا تو
قے ہو جاتی تھی جب دوا سے کچھ سود نہ ہوا انہوں نے حضرت محبوب الٰہی
سے اس کا تذکرہ کیا آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ یہ فعل اس کا ہے جو
تمہارے شکم میں ہے۔ وہ سخی مرد ہے دوسروں کو نفع پہنچانا چاہتا ہے اس روز
سے آپ کی والدہ شریفہ نے یہ وطیرہ کر دیا کہ جب خوان کھانے کے آتے
چند مساکین کو اپنے ہاتھ سے کھانا بھجوانا عورتوں کو اپنے روبرو بٹھا کر کھلانا بعد
آپ تناول فرمانا اس علاج سے وہ علت دور ہوئی اور حضرت محبوب الٰہیؒ کے
ارشاد کی تصدیق ہوئی اس روز سے بخشش اور ایثار و اور زیادہ کیا الغرض جب نو
ماہ تمام ہوئے بتاریخ ۲۶ ذیقعد ۱۲۶۱ ہجری / ۲۶ نومبر ۱۸۴۵ء میں حضور
نے تولد ہو کر سرزمین چاچڑاں شریف کو مشرف کیا۔

اس روزِ سعید کو آپ کی والدہ ماجدہ برد اللہ روحہا نے ہزاروں روپیہ اپنے
آفتاب عالم تاب کے فرق مبارک پر سے تصدق فرمایا اور حضرت محبوب الٰہی
صاحب نے آپ کے گوش مبارک میں اذان کہی اس وقت ایک مولوی
صاحب کہ جو محبوب الٰہی صاحب کے مرید تھے انہوں نے تاریخ ولادت لکھ
کر حضرت محبوب الٰہی کے پیش کش کی جس پر حضرت خواجہ نے خوش ہو کر
ان کو بھی خوش کیا۔ تاریخ یہ ہے۔

زہے گوہر خاندانِ فرید
دُرِ یا مہے قدر و عمرش مزید (فرید نامہ ص ۱۰۹)

بعد اس کے آپ کا عقیقہ ہوا اور سایۂ عاطفت والدین میں پرورش

پاتے رہے بلکہ تمام شہر چاچڑاں شریف عاشق و شیدائے روئے مبارک تھا بعد پونے دو برس کے دودھ چھڑایا گیا جب نامِ خدا ساڑھے تین برس کے ہوئے تلفظ درست زبان مبارک سے صادر ہونے لگے آخر بروز سعید شادیٔ ختنہ قرار پائی بروز معہود تمام اجبا و مرید و دیگر دوست احباب جمع ہوئے جب وقت قریب آیا جامع مسجد اور صحن جامع مسجد میں ازدحام خلائق تھا مطبخ واسطے مہمان داری کے گرم تھا میاں غلام محمد صاحب آپ کے ماموں آپ کو گود میں لئے ہوئے محفل احباب میں آئے اس وقت حضرت شیخ العالم مولانا غلام فخر الدین صاحب آپ کے برادرِ کلاں نے حضرت محبوب الٰہی سے عرض کی کہ برادر عزیز القدر کی زبان ماشاءاللہ کھل گئی ہے الفاظ درست منہ سے نکلتے ہیں میری رائے یہ ہے کہ پہلے بسم اللہ پڑھائی جائے بعد اس کے ختنہ ہو یہ سن کر حضرت نے فرمایا بہتر ہے جیسا مناسب ہو اس پر تمام احباب کی رائے بھی متفق ہوئی حضرت محبوب الٰہی صاحب نے خواجہ تاج محمود صاحب کی طرف اشارہ کیا کہ تم بسم اللہ پڑھاؤ الغرض وہ روبرو آپ کے بیٹھے اور تختی الف ب ت روبرو رکھ کر فرمایا کہ آکھو (آکھ) غلام فرید الف یعنی کہو غلام فرید الف پھر آپ نے یہی فرمایا جب چند مرتبہ اسی طرح ہوا اس پر حضرت خواجہ تاج محمود صاحب کو حالت ہوئی اور زانو پر ہاتھ مار مار کر بار بار فرمانے لگے 'آکھو (آکھ) غلام فرید الف' آخر یہ نوبت پہنچی کہ قوال جو حاضر تھے اپنے ساز تیار کر کے محفل میں آئے اور انہوں نے بھی یہی گانا شروع کیا' آکھو (آکھ) غلام فرید الف آکھو غلام فرید الف' یہاں کل رسوم ادا ہوئیں مگر خواجہ تاج محمود صاحب کی شام تک وہی کیفیت رہی سبحان اللہ زبان کھلتے ہی پہلا سبق آپ کا یہ ہوا اور اس میں تاثیر۔ یہ کرامت نہیں تو کیا ہے۔

الغرض جب عمر شریف حضور کی چار برس کی ہوئی آپ کی والدہ شریفہ نے اس دار ناپائیدار سے انتقال کیا آپ یتیم ہو گئے آپ کے ماموں صاحب میاں غلام محمد مغفور بوجہ فرطِ محبت کے آپ کی پرورش پر متکفل ہوئے اس عرصہ میں حضور نے قرآن شریف حفظ کیا شادیٔ ہدیۂ کلام اللہ میں سینکڑوں حافظ اور احباب جمع ہوئے تھوڑے دن گزرے تھے ۱۲۶۹ ہجری / ۱۸۵۳ء میں حضرت محبوب الٰہی کا وصال ہوا آپ یتیم ہو گئے اس وقت آپ کو نواں سال شروع تھا آپ کے ماموں صاحب بدستور آپ کی پرورش اور خدمت گزاری میں مصروف رہے اور آپ کے برادر کلاں حضرت شیخ العالم فخرِ جہان صاحب بھی مثل پدر شفقت فرماتے تھے کس واسطے کے ان کی بھی اولاد نرینہ نہ تھی سارا گھر آپ کو ہی دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا تھا۔

نقل ہے کہ جب خواہان تعویذ کا حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں آتا اور حضور بھی سامنے آجاتے تو محبوب الٰہی اس سائل سے فرماتے کہ فرید سے تعویذ لکھا لے جب وہ آپ کی خدمت میں آتا آپ اس کو نقش لکھ کر مرحمت فرماتے اللہ تعالیٰ آپ کے دست مبارک کی برکت سے اس کا اجر ائے کار کرتا بیمار ہوتا تو اس کو اللہ شفا دیتا۔

الغرض نواب فتح محمد خان[۱] والیٔ ریاست بہاولپور بھی حضرت محبوب الٰہی کے مرید اور معتقد تھے پیر کے وصال کا ان کو بھی نہایت قلق تھا آخر واسطے تسلی دل کے حضرت فخر جہان صاحب نے استدعا کی کہ چھوٹے صاحبزادہ صاحب کو میرے پاس بھیج دیجیئے تاکہ ان کی زیارت سے میرے

---

[۱] دیکھیں حاشیہ صفحہ نمبر ۱۵۷

دل کو تسلی رہے کیونکہ نواب صاحب موصوف کو اس دودمان فیض تو امان سے نہایت ارادت اور الفت تھی ان کی دل شکنی مناسب نہ جان کر مولوی قائم دین صاحب (کو) کہ جو عالم باعمل اور جامع علوم رکھتے تھے آپ کی تعلیم پر مقرر کیا اور چند خدمتگار مقرر کر کے مع میاں غلام محمد صاحب نواب صاحب کے پاس بمقام احمد پور شرقی (شرقیہ) روانہ کیا جب آپ رونق افروز احمد پور ہوئے نواب صاحب نہایت ارادت و محبت سے پیش آئے اور دولت خانہ میں ایک مکان آپ کے رہنے کو مقرر کیا ایک دوبار زیارت کرنے آتے آپ کی خواندگی میں کوشش موفور فرماتے آپ کے ماموں صاحب کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کو خواجہ تاج محمود صاحب کا مرید کرائے اور آپ کو سکھایا کرتے کہ خواجہ تاج محمود صاحب کو چچا پیر کہا کرو اسی عرصہ میں دو ایک بار ان سے تذکرہ بھی کیا کہ آپ ان کو مرید کریں انہوں نے بھی فرمادیا کہ جلدی کیا ہے ذرا سمجھ تو آنے دو اصل تو یہ ہے کہ حق اور نسبت دوسری جگہ تھی۔ ولایت فخریہ نظامیہ جو نسلاً بعد نسل چلی آتی تھی اس سے مشرف ہونا تھا الغرض حضور احمد پور ہی میں تشریف فرماتے کہ قلعہ ڈیراور کہ جو ریاست بہاولپور میں ایک خاص مقام بیگمات کے رہنے کی جگہ ہے وہاں سے بیگمات عصمات سمات نے نواب صاحب موصوف سے استدعا کی کہ اگر مرشد زادہ صاحب کو دو چار روز کے واسطے یہاں بھیج دیا جائے تو ہم بھی ان کی قدمبوسی سے مشرف ہوں کیونکہ وہ صاحبات بھی حضرت محبوب الٰہی کی مرید تھیں نواب صاحب نے موافق استدعا ان کی کے حضور کو اس طرف روانہ کیا آپ کے ماموں صاحب اور استاد اور دیگر خدام پابہ رکاب تھے جس روز حضور وہاں رونق افروز ہوئے۔ دوسرے روز خواب میں دیکھا کہ ایک ڈیرہ استادہ ہے

اور میں اس کے صحن میں ہوں کہ ایک قلندر آیا اس نے پکڑنا چاہا میں ڈر کر بھاگا اور لیٹ کر ٹپ میں سے ڈیرہ کے اندر گھس جانا چاہا اور اس قلندر نے میرے دونو پیر پکڑے کہ اتنے میں میرے برادر کلاں حضرت فخر جہاں صاحب تشریف فرما ہوئے اور اس قلندر کو ڈانٹا تو وہ بھاگ گیا اور مجھ کو تسلی اور دلبری فرمائی جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ تھا مگر قلب پر صدمہ باقی تھا اس روز سے حضور کو اپنے بھائی صاحب سے زیادہ تر الفت اور ارادت پیدا ہوئی مگر اس کا اظہار کسی سے نہ فرمایا چند روز وہاں قیام فرما کر پھر واپس احمد پور تشریف لے آئے۔

تھوڑے دن نہ گزرے تھے کہ خبر آئی کہ خواجہ تاج محمود صاحب سخت علیل ہیں کل احباب جمع ہیں میاں غلام محمد صاحب کو لازم ہے کہ صاجزادہ صاحب کو ہمراہ لے کر جلد پہنچیں میاں غلام محمد نے یہ واقعہ نواب صاحب سے بیان کر کے اجازت چاہی اس وقت نواب صاحب نے کچھ جواب نہ دیا دو روز بعد اجازت دی اس وقوعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نواب صاحب بھی خالی نہ تھے حضرت محبوب الٰہی کا ان پر پورا پرتو چڑھ چکا تھا جو اگلے بیان سے تصدیق ہو گا الغرض میاں غلام محمد صاحب حضور کو لے کر چلے بعد طے منازل و مراحل جب قریب قصبۂ واگھی کے پہنچے قاضی محمد اعظم صاحب کہ جو محبوب الٰہی کے مرید تھے ان کو سر راہ استادہ پایا گویا آپ ہی کے منتظر کھڑے تھے۔

**فائدہ** حضرت محبوب الٰہی کے جتنے مریدوں کو اس فقیر نے دیکھا خالی از مذاق درویشی اور کرامت نہ پایا الغرض قاضی صاحب نے رکاب کو بوسہ دیا اور عرض کی کہ دن زیادہ چڑھ گیا ہے کھانے کا وقت بھی آ گیا ہے امید وار ہوں کہ غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر ماحضر منظور فرمایئے تھوڑی دیر

آرام فرما کر سوار ہو جایئے گا آخر حضور ان کے مکان پر رونق افروز ہوئے بعد تناول طعام قاضی صاحب نے میاں غلام محمد صاحب سے بیان کیا کہ عرصہ دو روز کا ہوا کہ خواجہ تاج محمود صاحب نے اس دار فانی سے بمقام جاودانی سفر فرمایا ذات بابرکات کنبہ پرور، مسافر نواز، رحیم کریم، رقیق القلب تھی زار زار رونے لگے آخر اسی حالت بیقراری اور گریہ وزاری میں سوار ہو کر چاچڑاں شریف میں پہنچے احباب سے ملے پانچ چار روز وہاں رہ کر پھر احمد پور تشریف لائے یعنی نواب صاحب کے معتمد لوگ جا کر وہاں سے حضور کو لے آئے تھے۔

**فائدہ** گاہے گاہے حسب استدعا والئ ریاست بہاولپور جناب رکن الدولہ نصرت جنگ حافظ الملک مخلص الدولہ نواب صادق محمد خان[۱] بہادر جی سی ایس آئی دام اقبالہ حضور کا قیام جو دولت خانہ نواب صاحب بہادر موصوف پر ہوتا ہے اس کی وجہ سے فقیر کے دل میں یہ خطرات گزرا کرتے تھے کہ حضور بالکل پابندِ سنت حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ

---

[۱] پیدائش ۱۱ر نومبر ۱۸۶۱ء - دستار بندی مارچ ۱۸۶۶ء - اختیارات ۲۸ر نومبر ۱۸۷۹ء (دستار بندی اور اختیارات ملنے کے درمیانی عرصے جون ۱۸۶۶ء تا نومبر ۱۸۷۹ء میں ریاست بہاولپور انگریزوں کی نگرانی میں رہی جسے ایجنسی کا دور کہا جاتا ہے) ۔ نواب صادق محمد خان چہارم کی تاج پوشی (نومبر ۱۸۷۹ء) کے موقع پر لکھی گئی ایک کافی میں خواجہ فریدؒ نے اپنے اس مرید کو انگریزوں کے خلاف بغاوت کا پیغام بھی دیا تھا۔

کجھوں پھلوں بجھ سا توں      تخت تے تخت کوں جوڑ چھکا توں

اپنے ملک کوں آپ وسا توں      پٹ انگریزی تھانے (کافی نمبر ۲۴۰)

نواب صادق محمد خان ماہِ محرم ۱۲۹۸ھ / دسمبر ۱۸۸۰ء میں خواجہ فریدؒ کے باقاعدہ مرید ہوئے۔ وفات ۱۴ر فروری ۱۸۹۹ء کو ہوئی۔ خواجہ فرید نے اپنے اس مرید کی تاریخِ وفات 'خورشید دین اسلام' ۱۳۱۶ھ نکالی تھی۔

ہیں وہی علم وہی عمل وہی رحمت و کرم وہی خلق وہی بخشش و ایثار وہی مہمان نوازی غربا پروری وہی طریقہ عبادت گویا بالکل سلطان جی صاحب کی تصویر ہیں مگر یہ کیا بات ہے سلطان جی صاحب تو کبھی کسی والیٔ ملک کے مکان پر تشریف نہیں لے گئے اور حالتِ سفر میں حضور کو بھی اجتناب رہا چنانچہ حیدر آباد (دکن) میں امرأ نے چاہا کہ حضور ہمارے مکان پر قدم رنجہ فرماویں ہم کو مرید کریں آپ نے منظور نہ فرمایا۔ بلکہ جب ان کا اصرار حد سے زیادہ ہوا ریل پر سوار ہو کر وہاں سے تشریف لے آئے عرصہ سے اسی ششش و پنج میں تھا جب اس کتاب کا لکھنا شروع کیا حضور کے کوائف حال اور ماضی کا جویان ہوا تو معلوم ہوا کہ دولت خانہ وہ جگہ ہے کہ جہاں حضور عالم خورد سالی میں ایک مدت دراز تشریف فرما رہے ہیں بے شک اب اس جگہ سے اجتناب کرنا خلاف تہذیب تھا۔ مثل مشہور ہے پانی پی کر کیا ذات پوچھنا پس یہ گھر گویا حضور ہی کا ہے دوسرے جو ارادت جو عقیدت جو ادب نواب صاحب موصوف میں دیکھا شاید کسی مرید کو پیر کے ساتھ ہو گا پس اگر ہو گا اس سے زیادہ ہرگز نہ ہو گا اس موقع کے دیکھنے سے بالکل تسکین ہو گئی اور خطراتِ ماضیہ کا عفوِ قصور چاہا۔

آمدم بر سر مطلب الغرض تھوڑے دن نہ گزرے تھے کہ حضرت سلطان الاولیا کا عرس آگیا دور دور سے لوگ حاضر ہوئے حضور بھی بہ ہمراہیٔ میاں نصیر بخش صاحب نبیرۂ حضرت مولانا نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کہ جو مرید و خلیفہ حضرت محبوب الٰہی کے تھے تشریف لائے پہلے حضرت فخر جہان صاحب سے ملنے گئے بعد اس کے حضور کے پاس آئے اور آپ کو اپنے ہمراہ لے کر حضرت فخر جہان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس

آئے اور کہا کہ ان کو مرید فرمایئے میاں غلام محمد صاحب نے شیرینی منگائی یعنی شب چراغاں کو حضور مرید ہوئے اس وقت سن شریف ساڑھے تیرہ برس کا تھا اور صاحبزادہ میاں نصیر بخش صاحب سے فرمایا الحمد للہ کہ بہ عنایتِ رب مجید غلام فرید ولایت موروثی سے بھی بہرہ مند ہوا تمام درویشوں نے کہ جو بے انتہا موجود تھے یعنی فاتحہ خیر پڑھی اور آپ کے حق میں دعا کی پھر شیرینی تقسیم ہوئی اور میاں غلام محمد صاحب جو نقد لے گئے وہ مساکین کو ایثار کیا۔ سولہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر دستار فضیلت حاصل کی اس کے بعد چند سال مجاہدہ شاقہ کر کے خرقہ خلافت پایا اور اپنے پیر بھائیوں کی تعلیم میں مصروف ہوئے اور ۱۲۸۸ ہجری / ۱۸۷۱ء بعد وفات حضرت خواجہ فخر جہان صاحب مسندِ مشیخت پر بیٹھ کر ہدایتِ خلق اور دستگیریٔ درماندگان میں مصروف ہوئے مگر طبعِ عالی کو دنیا اور اہلِ دنیا سے تنفر پیدا ہوا آخر کار بمقام روہی شریف یعنی علاقہ ریگستان میں تشریف لے جا کر وہاں ایک گھا تیار کرا کے اٹھارہ سال کامل عباداتِ حق میں مصروف رہے وہاں یہ وطیرہ تھا کہ جب بہت سے زیارتی اور طالبِ خدا جمع ہوتے تھوڑی دیر کے واسطے باہر بر آمد ہو کر ان کی حاجت روائی فرماتے جو خدام کہ ہمراہ تھے ان کو بھی آٹھ پہر میں بوقت افطاری روزہ کے باریابی ہوتی تھی ۔

میاں محمد یعقوب صاحب فریدی وغیرہ کئی اشخاصِ معتبرہ کا بیان ہے کہ شب کے وقت اکثر حضور کے عبادت خانہ کے گرد خلقت کا ہجوم، گھوڑے، شتر سوار، روشنی مشعلوں کی دیکھی ہے اول تو بوجہِ دہشت ہم اس طرف کو جا نہ سکتے تھے اگر کبھی دلیری کر کے گئے بھی تو وہاں کچھ نہیں دیکھا۔ ایک بار عرض کیا کہ یہ کیا اسرار ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم کو وہم ہے خبر دار آج سے

درپئے تجسس اس امر کے نہ ہو ورنہ خطا پاؤ گے ایک یہ کہ اس جنگل میں شیر نادرات سے ہیں مگر عبادت خانہ پر شیر کو استادہ دیکھا ہے اسی عرصہ میں سات بار زیارتِ روضہ معلیٰ حضرت خواجہ بزرگ سے مشرف ہوئے تین بار میاں محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ احمد آبادی سے ملاقات کی جو بڑی عمر کے درویش اور زندہ پیر خواجہ کمال الدین علامہ قدس اللہ سرہٗ العزیز سے تھے۔
تمام ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی سیر کی ہر ایک جگہ کے بزرگان دین سے ملے جملہ مزارات اولیاء اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کی روحانیت سے اُویسی طور پر فیضان حاصل کیا اس سفر میں بے تعداد روپیہ مساکین اور غرباء کو ایثار کیا سینکڑوں کی شادیاں کرائیں ہزاروں بندگانِ خدا حلقۂ ارادت میں آئے حج بیت اللہ و زیارتِ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔
یعنی بتاریخ اکیس ماہ شوال بروز پنج شنبہ ۱۲۹۲ ہجری / ۲۰ نومبر ۱۸۷۵ء بعد نماز عصر کے سو آدمی ہمراہ لے کر چاچڑان شریف سے سوار ہو کر بہ ارادہ حج خانپور (کٹورہ) میں رونق افروز ہوئے چوبیس ماہ مذکور کو مع ہمراہیان بسواری ریل داخلِ ملتان ہو کر زیارتِ مزارات سے مشرف ہو چھبیس کو داخلِ لاہور ہوئے اور اٹھائیس کو دہلی پہنچ کر وہاں کے مزارات کی زیارت کی علماء اور درویشوں سے ملے حاجت مندوں کی دستگیری فرمائی اور پانچ تاریخ ذیقعد کو داخلِ جیپور ہو کر ایک روز قیام کر کے داخلِ اجمیر شریف ہوئے سات ماہ مذکور کو منجانب آستانہ شریف دستار بندی ہوئی بتاریخ نو ماہ مذکور بعد حصول استفادۂ روحانیت حضرتِ خواجہ بزرگ سوار ہو کر براہِ الہ آباد و جبل

پور ۱۴ ماہ مذکور کو رونق افروزِ بمبئی ہوئے وہاں پانچ روز قیام فرما کر وہاں کے علماؤ فقرا ئے سے ملے اور داد و دہش میں مصروف رہے یہاں تک کہ چھتیس ہزار روپیہ خرچ ہوا اس میں اور لوگ بھی جمع ہو گئے جو مشتاقِ دیدارِ بیت اللہ اور تہی دست تھے الغرض اکیس ماہ مذکور کو سالارِ قافلہ مع اپنے کل قافلہ کے جہاز پر سوار ہوئے ۳ ذی حجہ بمقام جدہ اترے زیارتِ مزارِ حضرتِ حوا سے مشرف ہوئے جب سواری قریب مکہ معظمہ کے پہنچی شیخ محمد حسین صاحب مُطوِّف نے پیشوائی کی پانچ ماہِ مذکور کو مکہ معظمہ میں شرف دخول پایا زیارتِ بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ بعدہٗ جملہ ارکانِ حج ادا فرما کر تیئیس (۲۳) ماہ مذکور کو مکہ معظمہ سے سوار ہو کر پانچ محرم کو داخلِ مدینہ طیبہ ہو کر زیارتِ جملہ مزاراتِ پُر انوار سے مشرف ہوئے چار صفر کو مع قافلہ سوار ہو کر پھر مکہ معظمہ میں آکر جملہ رسوم ادا کر کے چودہ ماہِ مذکور کو جدہ میں داخل ہوئے۔ شیخ عبداللہ صاحب ولد شیخ محمد حسین صاحب مُطوِّف پہنچانے آئے جہاز پر سوار کرا کے واپس گئے سولہ ماہ مذکور کو جہاز پر آئے وہاں جو لوگ بے خرچ تھے ان کو بھی ہمراہ لے کر انیس کو سوار ہوئے دوسری ربیع الاول کو وقتِ عشا قریب بمبئی کے آئے۔ آمدِ حضور سن کر سینکڑوں آدمی کشتیوں پر سوار ہو کر زیارت کو آئے سات ماہِ مذکور کو ریل پر سوار ہو کر براہِ جبل پور و لاہور و ملتان چودہ ماہِ مذکور (۹ راپریل ۱۸۷۶ء) کو داخلِ چاچڑان شریف ہوئے۔ حضور کی تشریف آوری سن کر جوق جوق لوگ زیارت کو آنے لگے کئی روز برابر پیہم لنگرِ عام رہا داد و دہش رہی۔

**نقل** ہے کہ ایک بار اہلِ دربار نواب صاحب والیٔ ریاست بہاولپور اور وزیرِ ریاست میں باہمی رنجش پیدا ہوئی آخر کار اہلِ دربار کا وار چل گیا

انہوں نے نواب صاحب کو بھی وزیر کی جانب سے ناخوش کر دیا۔ آخر یہ تجویز قرار پائی کہ وزیر قابو رفتہ ہے اس کا اخراج سوائے مسٹر کرنیل گرے صاحب کمشنر دہلی کے دوسرے سے نا ممکن ہے کیونکہ گرے صاحب سپر نٹنڈنٹ ریاست بھی رہ چکے ہیں اور گورنمنٹ کے بھی معتمد علیہ ہیں ان کو بلانا چاہئے۔ یہ رائے پختہ ہو کر گرے صاحب کو بلایا گیا انہوں نے آتے ہی نواب صاحب سے تحریر کرالیا کہ کل اختیارات کرنل گرے صاحب کو ہم نے دیئے ہم کسی کام میں مداخلت نہ کریں گے خرچ جیب خاص کو صاحب موصوف نے پچیس ہزار روپیہ ماہوار مقرر کیا اس پر صاحبان کونسل ریاست سے بھی دستخط کرائے بعد اس کے وزیر اور میر منشی وزارت دونو کو علیحدہ کر کے کل کام آپ کرنے لگے۔ ایک بار نواب صاحب نے کچھ روپیہ خزانہ سے طلب کیا جس پر گرے صاحب نے جواب دیا کہ جو مقرر ہے اس سے زیادہ نہ ملے گا اس صاف جواب سے نواب صاحب کو ملال تو ہوا مگر خود کردہ را علاج نیست کا مضمون تھا۔ دانائی کے ساتھ در گزر کیا اور ایک اپنے معتمد کو حضور کی خدمت میں بھیج کر استدعا کی کہ یہ وقتِ امداد ہے یہ کیفیت سن کے پہلے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ کیا مجھ کو پوچھ کر لکھا تھا جواب مجھ سے کہتے ہو، جیسا کیا خوب کیا آخر جب پھر ہمت عرض کی اس وقت ازراہِ ترحم ارشاد فرمایا کہ کیا اندیشہ ہے نواب صاحب نے لکھ دیا ہے میں نے تو نہیں لکھا خدا پر نظر رکھو گرے صاحب خود پشیمان ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب وہ کاغذ برائے تصدیق ہز آنر سر جیمس لائل صاحب بہادر لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے روبرو پیش ہوا گورنر صاحب ممدوح نے سخت ناخوشی ظاہر کی اور فرمایا کہ یہ کاغذ ردی ہے گورنمنٹ مداخلت کرنا نہیں چاہتی جنگِ ملتان اور وقتِ مہم

کابل اور دیگر جنگ ہائے سکھان میں ان کے بزرگوار خدماتِ لائقہ گورنمنٹ کی بجالائے ہیں۔ ان کو گورنمنٹ بھول نہیں گئی نواب صاحب اپنی ریاست کے مالک ہیں تم کون تھے کہ جو بلا اجازت گورنمنٹ کے تم نے یہ تحریر کرائی۔ گرے صاحب تو نادم ہو کر اپنی جگہ تشریف لے گئے اور ریاست کا کام نہایت عمدگی سے بدستور چل رہا ہے نواب صاحب بہ نفسِ نفیس جمعہ کے روز دربارِ عام فرما کر دادرسیٔ مظلومان فرماتے ہیں اور اکثر مریدانِ صادق کے ساتھ یہ معاملہ گزرا ہے جب ان پر مشکل پیش آئی اور آفت میں مبتلا ہوئے حضور کو بچشمِ ظاہر دیکھا اور مشکل حل ہوئی چنانچہ جو فضائل اور کرامتیں میرے مشاہدہ میں آئیں جو جو وارداتیں بندہ پر گزریں اور وقتاً فوقتاً گزرتی ہیں انشاءاللہ تعالیٰ اس کے دوسرے حصہ میں یا ہمراہ سفرنامہ کے یا آخر مکتوبات فریدی کے تحریر کر کے ہدیۂ ناظرین کی جائیں گی۔

## فہرستِ خلفاء

خلفا حضرت کے یہ ہیں (۱) حضرت صاحب زادہ مولانا خواجہ محمد بخش صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، (۲) مخدوم سید ولایت شاہ صاحب ساکن اوچ شریف از نبیرگان حضرت مخدوم جہانیاں (۳) و صاحبزادہ میاں فضل حق صاحب ابن صاحب زادہ نصیر بخش صاحب مہاروی نبیرہ حضرت مولانا نور محمد صاحب بہبل مہاروی، میاں نصیر بخش صاحب حضرت محبوب الٰہی خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ان کے والد خواجہ نور حسن ابن خواجہ نور محمد صاحب مہاروی حضرت سلطان الاولیا قاضی محمد عاقل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے (۴) حافظ محمد صاحب حاجی پوری نبیرہ صاحبِ سجادہ مولانا نور احمد صاحب نارووالے، (۵) سید امیر احمد جان صاحب خراسانی،

(۶) سید بہادر شاہ صاحب بھیرہ والے، (۷) سید مومن شاہ علی پوری (۸) اور یہ ناکارۂ جہان کاتب الحروف اگرچہ اس لائق نہ تھا مگر حضور لامع النور نے بندہ نوازی سے کلاہ فریدی مرحمت فرمائی۔ بیت :

کلاہ بر سر بندہ نہاد کرد قبول
قبولِ اوست بہ تحقیق نزد حق مقبول

ہر کہ سر بر جنابِ او مالید
سایۂ حق برو بود محمود

ہر کہ روئیش بدید او را گشت
عمر بر خیر و عافیت محمود

(ترجمہ: (۱) بندہ کے سر پر کلاہ مبارک رکھی اور اسے قبول کر لیا، بے شک ان کا قبول کرنا اللہ کے ہاں بھی مقبول ہے۔
(۲) جس نے بھی ان کی بارگہ میں اپنا سو رگڑا، اُس پر ذات حق کا بہترین سایہ قائم رہے گا۔
(۳) جس نے بھی اُن کا چہرہ دیکھا اُس کی عمر خیریت سے گزرے گی اور عاقبت نیک رہے گی۔)

فہرست ان حضرات کی کہ جو حضرت کے مرید اور صاحب ملک و مال ہیں :

(۱) نواب رکن الدولہ نصرت جنگ حافظ الملک مخلص الدولہ نواب صادق محمد خان صاحب بہادر عباسی جی۔ سی۔ ایس۔ آئی والیٔ ریاست بہاولپور دام اقبالہ کہ نو جمادی الاول ۱۲۷۸ ہجری مطابق تیرہ نومبر ۱۸۶۱ عیسوی[۱] بساعت سعید تولد ہو کر ناز و نعمت سے پرورش پائی اور علومِ ضروری حاصل کیے ۱۸۷۸ عیسوی[۲] میں مسند آرائے ریاست ہو کر داد رسیٔ رعایا میں مصروف ہوئے۔ اس جگہ نکتہ یہ ہے کہ حضور کی پیدائش

---

[۱] مولانا عزیز الرحمٰن کے مطابق ۱۱ر نومبر ۱۸۶۱ء۔ [۲] مولانا کے مطابق ۲۸ر نومبر ۱۸۷۹ء

۱۲۶۱ ہجری / ۱۰ جون ۱۸۶۴ء اور نواب صاحب موصوف کی پیدائش کا ۱۸۶۱ عیسوی ہے۔

(۲) دوم امیر الامرأ نواب ابن نواب صاحب زادہ محمد عبدالعلیم خان بہادر خلف افتخار الامرأ فخر الملک جناب صاحبزادہ محمد عبیداللہ خان بہادر فیروز جنگ سی۔ ایس۔ آئی خلف حاتم دوران حامیٔ اسلام نواب وزیر الدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خان بہادر مغفور والیٔ ریاست ٹونک۔ ولادت باسعادت صاحب سجادہ موصوف کی چار محرم الحرام ۱۲۸۱ ہجری میں بمقام ٹونک ہوئی اور ۱۸۸۴ عیسوی میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوئے اور آغاز ۱۸۸۷ عیسوی میں حضرت کے مرید ہوئے کتابِ ہذا آپ ہی کے حسبِ خواہش طبع ہوئی ہے۔

(۳) نواب قیصر خان صاحب والئی جھل ملک قلات۔

(۴) نواب امام بخش خان صاحب مزاری والیٔ ریاست روجھان

(۵) نواب بہرام خان صاحب خلف والیٔ روجھان۔

(۶) نواب بگیا خان صاحب والیٔ ریاست چوٹی

(۷) نواب میر خان صاحب تمندار والیٔ ریاست آسنی

(۸) نواب شہباز خان صاحب تمندار پہاڑی

(۹) نواب میر ولی داد بہادر برادر میر علی مراد مغفور والیٔ ریاست خیرپور سندھ

(۱۰) نواب میر علی حسین صاحب خیرپوری ملک سندھ

(۱۱) نواب بہادر خان صاحب تمندار رئیسِ اعظم ڈیرہ اسماعیل خان۔

فہرست ان حضرات کی کہ جو مرید اور مصاحب بھی ہیں۔ کئی صاحبوں کے

نام تو بھول گیا مگر مخدوم سید غلام شاہ صاحب ابن سید حیدر بخش صاحب مغفور ساکن اوچ شریف ، میاں عمر خان صاحب شاعر [1] ، فقیر محمد یعقوب صاحب فریدی ذکر اللہ و میاں پیر محمد خان صاحب خزانچی و اہل کار اعلیٰ۔

فہرست ان حضرات کی جو مرید ہیں اور ان کو بہ نفسِ نفیس خود حضور نے علوم ظاہری کی تعلیم فرمائی ہے۔ مولوی میاں جان محمد صاحب ، مولوی محمد بخش صاحب ، مولوی رکن الدین صاحب [2] ، مولوی تاج محمود صاحب ، مولوی دین محمد صاحب حامد پوری ، مولوی احمد بخش صاحب و میاں محمد امین صاحب امیر پوری و میاں بلند خان صاحب بیکانیری و میاں نظام الدین صاحب صادق آبادی ، حافظ عبداللہ صاحب و شیخ عبداللہ صاحب و منشی اللہ بخش صاحب و میاں ماجن صاحب و سید محمد صاحب نوشہروی و میاں عبداللہ صاحب ، و مولوی نبی بخش صاحب و منشی محکم الدین صاحب میر منشی حضور والا۔ و حافظ غلام نبی صاحب پیش امام ، و میاں برکت علی صاحب (قوال)۔ واضح ہو کہ اس وقت ایک مدرسہ دینی اور لنگر خانقاہ کوٹ شریف میں ہے۔ اور دوسرا لنگر و مدرسہ چاچڑان شریف میں ہے جن میں ساڑھے بارہ من غلہ روزانہ صرف ہوتا ہے۔ تیسرا لنگر ہمراہی وہ ہے کہ حضور کے ہمراہی فقرأ و خدام و سائلین کو ملتا ہے۔ میری موجودگی میں اس کا خرچ سو روپیہ روز کا تھا۔ پس ایسے ایسے اخراجات حسنات دیکھ کر سوائے اس کے اور

---

[1] عمر خان شاہد سرائیکی زبان کے بہت اچھے شاعر تھے ، غالباً گوپانگ قبیلے سے تعلق تھا۔

[2] مولوی رکن الدین پر ہار خواجہ فرید کے خاص مقرب اور خلیفہ تھے جنھوں نے خواجہ فرید کی زندگی کے آخری دس برسوں میں ان کے ملفوظات فارسی زبان میں 'اشاراتِ فریدی' کے نام سے پانچ جلدوں میں مرتب کیے۔ جن کا اردو ترجمہ 'مقابیس المجالس' کے نام سے کپتان واحد بخش سیال مرحوم نے کیا۔

کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ خزانہ غیب سے امداد فرماتا ہے اور حضور اس کو اسی کے بندوں پر ایثار فرما دیتے ہیں۔ شعر

شاہی و درویشی اینجا باہم است
مرشدِ من قطبِ اہلِ عالم است

فقط

# ارشادات فریدی

مرتبہ

نواب محمد عبد العلیم خان والئ ٹونک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمدِ خدا و نعتِ احمد مجتبیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ والسلام کے مدعا پرداز ہے احقر العباد احمد اختر خلف اکبر محمد دارا خت ولیعہد حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی خاتم السلاطین گورگانی نور اللہ تربتہ کہ جب یہ ناکارۂ جہان تحریر مناقب فریدی شریف سے فارغ ہوا اور خیال طبع کرانے کا آیا اسی اثنا میں محبّ الفقرا انیس الصلحا عالی نسب والا حسب حاتم دوران ملجائے وماوائے غریبان امیر الامرا نواب ابن نواب محبّ قلبی صاحبزادہ محمد عبد العلیم خان بہادر خلف افتخار الامرا فخر الملک جناب صاحبزادہ محمد عبید اللہ خان بہادر فیروز جنگ ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ابن جنت مکان نواب وزیر الدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خان مغفور والیٔ ریاست ٹونک کہ جو بندہ کے ہم خرقہ اور حضرت صاحب کے مرید اور عاشق صادق ہیں نہایت اصرار کے ساتھ اس کتاب کے اخراجات کے متکفل ہو کر سلسلہ منظوم اور دیگر نظم کہ جو حضرت کے شوق میں تحریر فرمائی تھی شامل کتاب کرنے کو ارسال کیے اور فرمائش کی کہ اگر حضرت کے ملفوظ شامل ہوں تو عمدہ ہوں لہٰذا حسبِ فرمائش آن برگزیدۂ ازلی ومحبِ قلبی و دوستِ دلی یہ رسالہ ارشادات فریدی کے نام سے نام زد ہو کر مع مختصر تاریخ بہاولپور کے صاحبزادہ صاحب

موصوف ہی کی امداد سے طبع ہو کر شائع ہوا۔

**(۱) ارشادِ اول** طالب دنیا ہمیشہ گرفتارِ بلا رہتا ہے کس واسطے کہ جب تک دنیا اس کو نہیں ملتی اس کی خواہش میں گرفتار و خوار رہتا ہے اگر مل گئی تو اس کی حفاظت جان کھاتی ہے بلکہ جتنی جتنی دنیا بڑھتی جاتی ہے اتنی اتنی اس کی ہوس بھی بڑھتی جاتی ہے اس صورت میں کہاں عیش اور کہاں فراغت بس چاہئے کہ اس کو بقدرِ ضرورت اختیار کرے کہ ضرورت کے موافق عفو ہے اور زیادتی خالی از خطر نہیں ہے اَلدُّنیا جِیفَۃ'' وَ طَالِبُهَا کِلَاب''(دنیا مُردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں)۔

**(۲) ارشاد دوم** ایک روز حضرت محبوب الٰہی خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے حضرت سے عرض کی کہ بندہ کو کچھ نصیحت فرمائی جائے حضرت نے ارشاد فرمایا بندہ کو چاہئے شکر الٰہی کی مواظبت کرے۔ احسان پر حریص رہے اور بھاگے دنیا سے جہاں تک ممکن ہو اور گناہ اس قدر کرے کہ جہاں تک اس کے جذب کی طاقت ہو اور کسی سے مخالفت نہ کرے کہ شاید اس سے کچھ کام پڑ جائے اور دنیا کے قیام کو مثل سرائے کے تصور کرے۔ دل کو برائی، آنکھ کو عیب بینی سے، زبان کو عیب گوئی سے بچاوے اگر کوئی اس کی تعریف کرے اس سے خوش نہ ہو اگر برا کہے اس سے ملول نہ ہو۔ چنانچہ شیخ ابراہیم ذوق مرید حضرت میر محمدی صاحب دہلوی نے کیا خوب کہا ہے۔ شعر

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوقؔ
ہے برا وہی کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے

اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے
کیوں برا کہنے سے تو اس کے برا مانتا ہے

پروردگار کو حاضر و ناظر جانے اور ہمیشہ خیال رکھے کہ خلق کہاں سے آتی ہے کہاں جاتی ہے ہمت کو نہ ہارے خداوندِ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے۔ شکر پانچ قسم کا ہے۔ ایک اعترافِ نعمت دوم اقرار ربوبیت سوم حق کو منعم بر حق جانے چہارم صفات منعم ادا کرے سوائے حق اور کو منعم نہ جانے۔ اللہُ غنیٌ'' وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ۔ (القرآن)

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم سب محتاج ہو)

**(۳) ارشادِ سوم** محبتِ مولا ایک ذرا برابر بہتر ہے حصول دونو جہان سے، کس واسطے کہ اہلِ یاد ہمیشہ شاد، شدائدِ دارین سے آزاد رہتا ہے۔ یعنی انسان کو ہوشیاری اور آگاہی لازم ہے از خود بیگانہ واز حق آشنا رہے۔ بیت

جاودان در بندگی دل زندہ باش
بندہ باش و بندہ باش و بندہ باش

(ترجمہ: ہمیشہ بندگی سے اپنے دل کو زندہ رکھو۔ بندے بن جاؤ، بندے بن جاؤ، بندے بن جاؤ۔)

**(۴) ارشاد چہارم** حضرت مولانا صاحب نے اپنے ایک مرید کو تحریر کیا کہ یہ وقت امتیاز کا ہے نہ محلِ تغافل۔ عمرِ گراں مایہ کا نہ کچھ بدلا ہے نہ عیوض۔ تلافیٔ گذشتہ آئندہ پر رکھنا خوب نہیں امروز وہ بہتر کہ فردا کام آوے اور فردا وہی (وہی) کام آتا ہے جو امروز عمل میں آجاتا ہے چنانچہ شیخ ابو داؤد نے بھی فرمایا ہے کہ جو کام کل کرنا پڑے گا اس کو آج ہی کرنا چاہئے جو آج کرنا ہے ابھی کرے کہ نامعلوم موت کس وقت آجائے۔

**(۵) ارشاد پنجم** حضرت سلطان الاولیا نے فرمایا کہ زندہ وہ ہے جو اپنی

ہستی سے گزر گیا[۱] اور مردہ وہ ہے جو خودی میں مبتلا رہا، خود بین ہر گز خدا بین نہیں ہوتا۔

**(٦) ارشادِ ششم** کسی نے حضرت فخر جہان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ دنیا میں کیا چیز بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تین چیز۔ اول صحبت فقراً۔ دوم حرمتِ اولیا اللہ۔ سوم ترکِ دنیا پیش از مرگ۔

**(٧) ارشادِ ہفتم** پانی تمام عالم میں دو قسم کا ہے ایک چشمہ کا دوسرا چشم کا آبِ چشمہ جامہ پاک کرنے کے واسطے ہے آبِ چشم نامۂ اعمال کو پاک کرتا ہے۔ ایسے ہی حیات بھی دو طرح کی ہے ایک حیاتِ بشری کہ وہ میسر آسکتی ہے دوسری حیات معرفت کہ اس کا ملنا مشکل ہے۔

**(٨) ارشادِ ہشتم** تقویٰ دو طرح کا ہے ایک عام معصیتِ گناہ سے بچنا اور تقویٰ خاص ماسوا اللہ سے اجتناب کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ راہِ عشق دور ہے، بغیر توشۂ شوق کے ہر گز منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکتا مگر اخص الخاص تقویٰ محاسبۂ نفس ہے، خوف و رجا کے ساتھ علامتِ خوف ترکِ معصیت، علامتِ رجا یادِ حق میں محو ہو جانا۔

**(٩) ارشاد نہم** درویش کے پانچ خواص ہیں ایک صاحب درد ہونا دوسرے ریا کو شرک اور برا جاننا تیسرے غیر حق سے رخصت ہو چوتھے

---

[۱] خواجہ فرید کے سرائیکی دیوان میں جا بجا ان خیالات کا اظہار ملتا ہے مثلاً

جے توں چاہیں قرب حقیقی — ورثہ علوی تے صدیقی

ریت جنیدی رسم شقیقی — بٹھ ہستی وٹ ہستی (کافی نمبر ۲۱۱)

ترجمہ: اگر تم قرب حقیقی چاہتے ہو، علوی اور صدیقی ورثہ چاہتے ہو، جنیدی ریت اور رسم شقیقی کے طلبگار ہو تو اپنی ہستی کو فنا کر کے ہستی کو پالو۔

عشق میں ایک رنگ ہو پانچویں ہر وقت شاکر رہے کسی کی برائی یا شکایت کو دل میں جگہ نہ دے اور خصائل اہلِ زہد کے بھی چار ہیں اول ترکِ زینتِ دنیا دوسری آخرت کا منتظر رہنا ہر ہوائے نفس کا دور کرنا چوتھے دنیا کو مثل شیخ ابو سعید بن عامر صحابی کے طلاق دے چنانچہ صحابی موصوف کو ہزار دینار بیت المال سے ایک دفعہ دینے لگے آپ نے نہ لئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں مال دنیا کو قبول نہ کروں گا کس واسطے کے میں نے رسول خدا صلواۃ اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یعنی فرماتے تھے کہ میری امت کے درویش پانسو برس پہلے اغنیا سے بہشت میں جاویں گے اگر دولت مند ایک بھی چاہے گا کہ میں ان کے ہمراہ داخل ہوں حکم ہو گا کہ صبر کرو ابھی تم کو حکم نہیں ہے اغنیا سے پانسو برس تک گرمیٔ آفتاب میں حساب ہو گا پھر بہشت میں جاویں گے قسم پروردگار عالی کی اگر بندہ کو درویشی کے بدلہ میں تمام دنیا کا مالِ حلال دیں ہر گز نہ لوں گا۔ بیت

عابد از فقر نہ رنجد ز غنا خوش نشود
زانکہ در ہمت او سنگ و گہر ہر دو یکے است

(ترجمہ : اللہ کی عبادت کرنے والا نہ تو مسکینی (غربت) سے غم کھاتا ہے اور نہ ہی دولت مندی خوش ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے حوصلے کے سامنے پتھر اور موتی دونوں برابر ہیں۔)

**(۱۰) ارشاد دہم** شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسافرت تین قسم کی ہے ایک مسافرت دنیا کہ مایہ اس کا وبال اور حاصل اس کا معصیت دوم مسافرت آخرت کہ مایہ اس کا عبادت نفع اس کا جنت ہے، سوم مسافر راہِ حق کہ مایہ اس کا معرفت اور منفعت اس کی رویت ہے۔

**(۱۱) ارشاد یازدہم** شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو

مشتاق ہوا اس نے خدمت کی جس نے خدمت کی اس کو وصل حاصل ہوا جو واصل ہوا عارف ہوا کسی شخص نے شیخ ابو الخیر سے پوچھا کہ جادۂ فقر پر کون پاؤں رکھ سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس نے جملہ آرزو پر لات ماری۔

**(۱۲) ارشادِ دوازدہم** حضرت فخر جہان صاحب کے ایک مرید نے دریافت کیا کہ تفرید و تجرید کیا ہے فرمایا کہ تجرید وہ ہے کہ اپنے دل کو غفلت سے خالی کرے نفس کو ہوا سے، زبان کو دروغ سے بچاوے پس جس نے یہ عادت کی اس نے گویا پروردگارِ عالم کو پا لیا، مراد اس سے ترک اغراض دنیوی ہے یعنی مجرد حقیقی وہ ہے کہ تجرد دنیا سے طالب عیوض نہ ہو بلکہ اس کے باعث تقرب الٰہی حاصل ہو اور تفرید لازمہ تجرید ہے یعنی اپنے وجود کو غرق منت (غیر حق مت) دیکھے۔

**(۱۳) ارشادِ سیزدہم** دوستانِ خدا تین صفت سے ہی موصوف ہوتے ہیں ایک صائم دوم نماز دائم سوم ذکر قائم

**(۱۴) ارشاد چہاردہم** اہل اللہ کا اتفاق ہے کہ خلقت بشر سے مطلبِ اصلی محبتِ پروردگار ہے وہ دو طرح پر ہے ایک محبت ذاتِ ھبات سے ہے، محبتِ صفات مکاسبات سے ہے، طریق اس کے کسب کا دوام ذکر حاضر القلب (بہ حضور قلب) مگر اس کو انفراغ شرط ہے لیکن فراغ کو چار چیز مانع ہیں پس جو مانع شرط ہے وہ مانع مشروط ہے۔ وہ چار مانع یہ ہیں۔ خلق۔ دنیا۔ نفس۔ شیطان ان کے دفع کا طریق اس طرح ہے برائے دفع خلق عزلت، برائے دفع دنیا قناعت، برائے دفع نفس و شیطان درگاہِ قادرِ حقیقی میں ہر دم متدعی و ملتجی رہنا۔

**(۱۵) ارشاد پانزدہم** آدمی کو چاہئے کہ چار باتوں کا خیال رکھے اور

ان پر کاربند ہو یعنی اگر دوستی کرنا چاہے تو پروردگار عالم سے بہتر دوسرا اس لائق کوئی نہیں اگر ہمراہی کی حاجت ہو تو کراما کاتبین ہر دم ساتھ موجود ہیں اگر مونس و غمخوار اپنا چاہے تو عمل صالح اور قرآن مجید سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ اگر محافظ چاہے تو موت سے زیادہ کوئی نہ ملے گا اگر غیرت کرنی چاہے تو وہ دنیا ہے جتنا اس سے متنفر رہے گا اعزازِ دین پاوے گا جتنا اس سے خلط ملط کرے گا اتنا ہی خوار رہے گا جیسے کہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

اہلِ دنیا کافرانِ مطلق اند

روز و شب و در زق زق و در بق بق اند

(ترجمہ: دنیا دار کلی طور پر منکرِ خدا ہیں اس لئے کہ یاد خدا کو چھوڑ کر دن رات اپنی زق زق اور بک بک میں لگے رہتے ہیں۔)

پس جس نے دنیا میں ان کو پسند کیا اس کے لئے دوزخ ہے۔

**(۱۶) ارشاد شانزدہم** راہِ طالبان جناب احدیت تین طرح پر کھلتی ہے ایک عبادت کے ساتھ مثل نماز و روزہ دوسری مجاہدہ کے ساتھ کہ مراد اس سے تبدیل اخلاق ردیہ اور تزکیہ نفس سے ہے تیسرے محتاج بعنایات و افضال الٰہی مگر ان کا اظہار دس (پانچ) قاعدہ کے ساتھ ہے اول توبہ وہ چھٹنا گناہوں سے اور غیر حق سے ہے دوم زہد وہ ترک کرنا ہے آرزوہائے کلی بلکہ عقبیٰ کا سوم توکل وہ ترک کرنا ہے ملاحظہ اسباب و ساخت کا کلی طور پر اور اعتماد کرنا کرم خداوندی پر چہارم قناعت و ترک کرنا طمعات و تمتعات کا ہے پنجم عزلت یعنی گوشہ نشینی یہ ترک کرنا آمیزش اور مخالطت کا ہے ماسوائے اللہ سے اور اختیار کرنا صحبت پیر کامل کا۔

**(۱۷) ارشاد ہفت دہم** ولولۂ شیطانی اور اندیشۂ نفسانی و القائے ملکی و وحی

ربانی عالم انسانی میں ایک رنگ اور ایک صفت سے آتے ہیں ان کی شناخت کی یہ صورت ہے کہ طالبان مولیٰ کے تین طبقہ ہیں ایک طبقہ طالب مولیٰ ایک طالب عقبیٰ ایک طالب دنیا پس طالبانِ دنیا کو (کہ) شناخت ان کی محال ہے یہ تمیز نہیں کر سکتے ہیں بسبب مشغولی مال و اولاد کے اور طالبان عقبیٰ تمیز کر سکتے ہیں وسوسۂ دنیوی اور عقبیٰ میں ۔ جو طالب مولیٰ ہوتے ہیں وسوسۂ شیطانی اور نفسانی ان کے نزدیک بھی نہیں آتا کس واسطے کہ اہل دنیا پراگندہ خاطر ہوتے ہیں اور اہلِ عقبیٰ کو جمعیت حاصل ہوتی ہے اور طالب مولیٰ قصورات (جمع قصور) سے منزہ ہوتے ہیں جو خطرہ ان کے دل میں گزرتا ہے وہ پاک اور منجانب اللہ ہوتا ہے اس ہی وجہ سے اَلْفَقْرُ خَیْرًا (فقر بہترین چیز ہے) کہا ہے عبادت فقرا کی نفیٔ خواطر ہے۔

**(۱۸) ارشاد ہشت دہم** ایک شخص نے ایک روز عرض کی کہ ملفوظات پیران چشتؒ میں دیکھا ہے کہ حضرت سلطان جی نہایت خوشی سے خلق کو مرید فرما کر پچھلے گناہوں سے پاک فرماتے تھے اور سنا ہے کہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف بہت کم توجہ فرماتے اور ارشاد کیا کرتے تھے کہ اب بہت کم ہیں جو لائق مرید ہونے کے ہوں ایسے ہی پیر کامل ملنا بھی مشکل ہے۔ اس پر زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ سچ ہے کہ فی زمانِنَا (ہمارے زمانے میں) لوگوں کے اعتقاد ست ہیں۔ جب تک مرید صادق الاعتقاد کو محبت پیر اس حد تک نہیں پہنچتی کہ خوب سمجھے کہ بعد مرتبۂ جنابِ رسولِ خدا صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے میرے پیر کا مرتبہ ہے کہ مجھ کو یہ خدا تک پہنچا سکتا ہے۔ ہر گز منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس جیسا کہ مومن کو چاہئے کہ وحدانیت باری تعالیٰ اور

رسالتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان درست رکھے ایسے ہی مرید کو بھی چاہئے کہ حق پیر میں اعتقاد درست رکھے اگر مومن سے گناہ صادر ہوتا ہے وہ توبہ سے عفو ہو جاتا ہے اور جب مرید کا اعتقاد پیر کی جانب سے سست ہو جاتا ہے وہ مردود طریقت ہو جاتا ہے پس آداب پیر جو مرید کے ذمہ ہیں وہ پندرہ ہیں اور یہ خالی از فوائد دارین نہیں ہیں، اول یہ کہ مرید کو لازم ہے کہ صحبت پیر میں مؤدب رہے کہ اس کے دل میں اس کی محبت ہوتا کہ نزول رحمت الٰہی کا ہو جس کی وجہ سے یہ بندوں کی نظر میں عزیز ہو اور بعد جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تمام مخلوق پر شیخ کو تربیت اور ترتیب (و) تہذیب میں ترجیح دے اگر اس کے خلاف ہوتا ہے احوال شیخ اس میں سرایت نہیں کرتا۔ فتح الباب اس کا خدمت شیخ میں ہے۔ دوسرے یہ کہ آدابِ پیر میں خطرات کو دخل نہ دے کہ بعض پیر امتحان بھی کرتے ہیں اور جان تک عزیز نہ کرے۔ تیسرے یہ کہ عدول حکمی شیخ کی نہ کرے مسلم ہے (کہ) جو ہر ارادت اور محبت سوائے اس طریقہ کے روشن نہیں ہوتے۔ چوتھا یہ کہ تصرفات شیخ میں کسی طرح اعتراض کو دخل نہ دے۔ پانچواں یہ کہ کارہائے جزی وکلی جو کرے خواہ دینی یا دنیوی ہو بے ارشاد شیخ کے نہ کرے۔ چھٹا یہ کہ شیخ کے حلم واخلاق ومدارات کو حقیر نہ جانے اور جس کار سے شیخ کراہیت کرے مرید ہرگز اس پر قدم نہ رکھے۔ ساتواں ادب کہ اس کو جو کشف ہو خواب یا بیداری میں شیخ سے رجوع کرے۔ آٹھواں یہ کہ ہر وقت منتظر کلامِ شیخ رہے جو اس کی زبان سے نکلے اس کو حق سے جانے جو یہ عادت کر لیتا ہے، عوائد وفوائدِ کلامِ شیخ سے محروم نہیں رہتا۔ نویں یہ کہ مجلس شیخ میں مؤدب رہے باآواز بلند نہ بولے کہ داخلِ بے ادبی ہے۔ دسویں یہ

کہ شیخ کے آگے ہنسی مذاق کرنا خلاف آداب ہے بابِ فیض مسدود ہو جاتا ہے
۔ گیارہویں جب تک شیخ کو اپنی جانب متوجہ نہ دیکھے عرض و معروض میں
سبقت نہ کرے کہ پیش از مکالمتِ مرشد کلام کرنا داخلِ بے ادبی ہے۔
بارہویں یہ کہ حد مرتبہ نگاہ رکھے جو حال پیر سے پوشیدہ ہو ان کا انکشاف نہ
کرے احوال اپنا ضرورت سے زیادہ نہ کہے۔ تیرہویں یہ کہ اسرارات مرشد
کو انکشاف نہ کرے خواہ وہ کسی مصلحت دینی یا دنیوی سے ہو۔ چودہویں یہ
کہ اپنا اسرار شیخ سے نہ چھپاوے جو کرامت پروردگار عالم عطا کرے اس کو
تصریح کے ساتھ شیخ سے عرض کرے ورنہ اس کو استمداد بند ہو جاتی ہے اور
اظہار سے فوراً عقدہ کشائی ہو جاتی ہے۔ پندرہویں یہ کہ جو کچھ اپنے شیخ سے
نقل کرے اس کو سمجھ کر موافق فہم مستمع کے کرے۔

اور پیر کے ذمہ بھی مرید کے پندرہ حق و آداب ہیں۔ واضح ہو کہ بعد نبوت
کے درجہ نیابت ہی شیخ کو حاصل ہے۔ پس اس کو چاہئے کہ دعوت خلق با
حق (الی الحق) باطریقہ متابعتِ رسول علیہ السلام کے زنگ شرک وبدعت
مرید کے دل سے پہلے دھوئے تا کہ انوارِ الٰہی اس کے دل پر متجلی ہوں اور
محبت الٰہی پیدا ہو اول پیر کی تخلیصِ نیت ہو۔ دوسرے موافق استعداد مرید
کے اس کو اللہ کی طرف رغبت دلائے تیسرے یہ کہ مال مرید کی طمع نہ
کرے اگر وہ اس سے متنفر ہو کر پیر کے سپرد کرے تو وہ اس کو محتاجوں اور
مساکین کو دے کچھ اگر وہ اس کو تصرف میں بھی لائے تو اندیشہ نہیں ہے۔
چوتھا یہ کہ شیخ قطع حظوظ اور تعلقات ظاہری کرے تا کہ مرید کا صدق بڑھے
اور جو فتوحات ہو قدر ضرورت سے زیادہ مساکین کو دے۔ پانچواں یہ کہ
قول و فعل شیخ کا یکساں ہو غنا پر فقر کو ترجیح دے۔ چھٹا یہ کہ مرید کے کارِ فقر

میں خلل دیکھے تو تنفر نہ ہو بلکہ بارِ دیگر تعلیم کرے۔ ساتواں یہ کہ شوائبِ ہوئی سے پاک رہے کلام کا تصفیہ کرے کہ مرید میں اثرِ منفعت ظاہر ہو۔ آٹھواں یہ کہ جب مرید سے بات کرے دل کو خدا سے مشغول کرے۔ نواں وہ کہ مرید سے کوئی کارِ مکروہ ہو تو اس پر سختی نہ کرے باشارہ سمجھا دے۔ دسواں یہ کہ اسرار و معاملاتِ مرید معلوم کر کے اس کی حفاظت کرے۔ گیارہواں قصورِ مرید کو معاف کرے۔ بارہواں یہ کہ مرید کے حقوق کو تلف نہ کرے۔ تیرہواں یہ کہ خلوت کو بہتر جانے پابندِ اوقاتِ کار رہے تا کہ مرید بھی اس رستہ پر آوے۔ چودہواں یہ کہ خود نوافل زیادہ ادا کرے اور مرید سے ادا کراوے۔ پندرہواں یہ کہ مرید کو بددعا نہ دے حاضر و غائب اس کی بد خواہی اور بد گوئی نہ کرے اس کے حق میں دعائے رحمت کرے توجہ خاص سے دیکھے بلکہ اپنی اولاد سے مرید کو بہتر جانے اور شفقت فرماوے۔

**(۱۹) ارشاد نوز دہم** جنت چار قسم پر ہے ایک جنت الاعمال کہ وہ ظاہر ہے حور و قصور لذات و نعما سے معمور وہ پرہیزگار اور عاشقانِ صادق کے واسطے ہے۔ دوسری جنت الوِیہ یہ جنتِ نفس ہے اخلاق سے پُر۔ تیسرے جنت الصفات کہ تجلیاتِ اسما و صفات سے جب سالک کا دل معمور ہو جاتا ہے تو اس کو مقامِ جنت الصفات مل جاتا ہے۔ چوتھے جنتِ روحی، یعنی جب سالک کو مشاہدۂ جمالِ ذات ہو جاتا ہے۔ اس مقام کو جنتِ ذات کہتے ہیں۔

**(۲۰) ارشادِ بستم** حضوری مقامِ وحدت ہے اور حجاب صفاتِ ذمیمہ ہے۔

(۲۱) **ارشادِ بست و یکم** ولایت کے تین قسم ہیں ایک یہ کہ شخص ولی ہو مگر نہ وہ اپنے سے خبر دار ہو نہ خلق اس کو ولی جانتی ہو۔ دوسرا ولی وہ ہے کہ خلق تو اس کو ولی جانے مگر وہ اپنے کو ولی نہ جانتا ہو۔ تیسرا ولی وہ ہے کہ یہ بھی اپنے کو ولی جانتا ہو اور خلق بھی اس کو ولی سمجھتی ہو ایسا ولی پروردگارِ عالم کو ہمیشہ اپنا متولی سمجھتا ہے۔

# شجرۂ قادریہ کلیمیہ فریدیہ

(از نتائج طبع صاحبزادہ محمد عبدالعلیم خان صاحب)

اے رحیم اے کریم اے غفار | اے علیم اے حلیم اے ستار

بے مثل بے مثال بے ہمتا | وحدہٗ لا شریک لک اصلا

خالق الخلق کاشفِ اسرار | بطفیلِ محمدِ مختار

بہر آں حضرتِ علیِ ولی | آں حسن بصری و حبیبِ صفی

شاہ داؤد و نسبتش طائی | آں سلیمانِ ملکِ دانائی

خواجۂ خواجگاں سری سقطی | آں سریعِ طریقِ حق نہ بطی

سید الطائفہ جنیدِ ولی | مخلصِ بارگاہِ لم یزلی

آں ابو بکر شبلیؒ عارف | حضرتِ عبدِ واحدِ واقف

آں ابالفضل و بُوالفرح کامل | ابنِ یوسف ابوالحسنؒ واصل

بو سعیدِ ولیؒ مخزومی | قطبِ اقطاب سید ی سندی

محیِ دیں عبدِ قادرِ اکرم | فردِ احباب غوثنا الاعظم

عبدِ وہاب صاحبِ تمکین | جانِ تلوین شاہ سیف الدین

آں ابا نصر از خدا فانی | صوفیِ پاک بازِ ربانی

بہتر از دین ہاست دین احمد | شاہِ مسعود گوہر سرمد

آں محمد علی شہِ دوراں | آں مبارک امامِ ذوالعرفاں

شاہ معروف صاحبِ دوراں | آں سلیمانِ عارفانِ جہاں

نوشۂ گنج بخش والا جاہ | آں بدیع الزمان حق آگاہ

میر حافظ محمدی ذی جاہ | جلوۂ طورِ دیں کلیم اللہ

قطبِ اقطاب شہ نظام الدین | فخرِ دنیا وَ دین فخر الدین
نورِ نورِ محمدِ عربی | مظہرِ خاصِ ذاتِ پاکِ نبیؐ
شاہ عاقل محمد اہلِ صفات | منبع الخیر مجمع البرکات
صوفیٔ پاک بازِ حقانی | آں خدا بخش در خدا فانی
شیخِ عالم و پیرِ فخرِ جہان | عاشقِ ذاتِ خالق سبحان
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْاَصْفٰی | وَ اَتَانَا بِحَظِّہِ الْاَوْفٰی
قطبِ آفاق شیخ عالی نژاد | با حیا وَ سخاوَ نیک نہاد
عارفِ وقت سالکِ ازلی | خود ولی ہست نیز ابنِ ولی
یعنی مقبولِ بارگاہِ وحید | خواجہ خواجگاں غلامِ فرید
لطفِ حق صَرفِ روزگارش باد | تا جہاں باشد و قیامش باد
رحم کن رحم بر منِ عاصی | عفو کن عفو بر منِ خاطی
کُن ترحم بسہو کارم کُن | یک نگاہے بحالِ زارم کُن
منزلِ عشقِ خویش طے گرداں | قدمم را خجستہ پے گرداں
بر شریعت مرا بہ بخش ثبات | بہرِ ایں مخلصاں ذوی البرکات
بندہٗ زارِ تُست عبدِ علیم | رحم کُن بر من اے غفور و رحیم
جملہ حاجاتِ من روا گرداں | بطفیلِ رسولِ فخرِ زماں

## شجرۂ شریف سہروردیہ فریدیہ

اسم معبود بر زباں رانم | شجرۂ سہروردی می خوانم
خود توئی حضرتِ جلال بزرگ | سِرّ تو ہست بے زوال بزرگ
جملۂ کائنات قائم اوست | ایں جہان و جہانیانؒ ہمہ اوست
جامۂ کہنہ فراق درید | چوں عبائے وصال را پوشید

ایں حقیقت محمدی موجود — ظاہراً عبد باطناً معبود
عینِ حق جملهٔ جہان علی ست — اندرون و بروں خفی و جلی ست
جملہ اسما صفاتِ ذات بہ تن — نطق، ادراک، عشق، خلقِ حسن
لیس شئی" بغیر حبٌ لکُم — کُلُ شئی حبیب باالاٰ نتم[1]
آئینہ صاف صیقلِ داود — در ہمہ خلقِ روئے خود بنمود
ما عرفناکَ گفت خود معروف — لا وجودِ صفات بے موصوف
بوالحسن وصفِ بوالحسن سقطی — سرِّ اسرارِ منشا احدی
با جنید و علوئے دین وری — بہر تعلیم، صورتِ بشری
بر احد احمدِ کبیر بداں — آں کہ در احمد است خود پنہاں
حسن و خلقِ محمد، عبداللہ — لا شدہ عبد باطناً اللہ
اَینَمَا اَنتَ ثُمَ وَجهُ الدین — اندرون و بروں مکان و مکین
صورت انسان براہٗ الرحمٰن — رویت اندر ضیائے عین و عیان
صورت انسان ترجمانِ کتاب — شرح حرفِ مقطعات شہاب[۲]
محکم و ناطق و بہاء الدین[۳] — بلکہ لاریب فیہ عین یقین
غیر حق را کجاست نام و نشان — ہمہ عالم و عارف (از) ملتان
تن ہمہ نفی ہست و تو اثبات — رکنِ عالم جمیعِ مخلوقات
کُلُ شئی" محیطِ ذاتِ جلال — ہست مجتمعِ صفاتِ کمال
قلبِ انسان بیتِ ربٌ جلیل — ہست قربان جانِ اسماعیل
ذاتِ پاکش بود رحیم و کریم — صدرِ دنیاؤ دین علیم و حلیم

[۱] متن میں 'بل انتم' لکھا ہے۔ [۲] شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ۔
[۳] شیخ الکبیر غوث العالم بہاء الدین زکریا ملتانیؒ

رکنِ قصرِ سلوک رکن الدین	شیخ الاسلام زیبِ علم و یقین
ذاتِ واجب بہر صفت موجود	روئے خود در محمد ست نمود
صدرِ عالم و صدرِ اہلِ یقین	خواجہ ہمر ورد صدر الدین
حی و قیوم ہست در ہر جاں	ایں کہ برہاں قوی ست در قرآں
مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ رسید بدوست	ہر کہ خود را شناخت یوسفؑ اوست
صورت انسان شیخ شہر اللہ	ظاہراً عبد باطناً اللہ
آں کہ باشد حلیم بزمِ یقین	نام پاکش بود بہاءُ الدین
ہست ذاتِ مع الصفات بہ تن	زاں شود دورِ آسمان حسن
یک حقیقت محمدی انسان	شد منزہ بہ شبہ ہُوَ فیِ شان
خِلق تصویرِ صورت خلاق	شد بہ تحی شہیر در آفاق
صورت انسان معنیٔ اللہ	متکلم حق کلیم اللہ
مدرکِ جزو و کل زمان و زمین	کرد از لطفِ خود نظام الدین
جملہ عالم وجودِ حق دانند	فخرِ دیں جانِ آں ہمہ خوانند
ہست بہلی باسمِ پاک نشان	ہم بہ نورِ محمد او شایان
مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ شود حاصل	ہر کہ خود را شناخت شد عاقل
آں کہ محبوبِ خالق اکرم	آں خدا بخش خواجہ عالم
نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ فِی الْقُرْآن	ہر کہ ایں یافت گشت فخرِ جہان
شاہِ شاہانِ جاں بعشق وحید	نورالانوار شہ غلامِ فرید
یا الٰہی طفیلِ ایں شاہاں	از رہ و رسمِ عشق آگاہاں
بندہٗ خاکسار عبدِ علیم	باشد از راہ و رسمِ عشق علیم
شجرہٗ پاک کردہ ام تالیف	بندہ راہم رساں بہ بزمِ شریف

## سلسلہ شطاریہ فریدیہ

یارب بہ جلالِ ذاتِ سرمد　　یارب بہ جمالِ روئے احمد
آں ختمِ رسل شفیعِ عالم　　آں باعثِ خلقِ جن و آدم
صد رحمت و صد صلواۃ بروے　　بر آل و اصحابِ او پیاپے
یارب بہ جناب ذی المعالی　　آں شیر خدا علی و عالی
آں زوج بتولِ معنی آگاہ　　آں مظہر قوتِ یدُ اللہ
یارب بہ حسینِ پاک دامان　　آں تازہ بہارِ گلشنِ جان
آں محوِ سجود معبدِ عشق　　آں زینت و زیبِ مسندِ عشق
یعنی کہ ثمر نہالِ ایجاد　　آں سیدِ پاک شاہ سجاد
آں صدر نشینِ مسندِ عشق　　آں باقر امامِ معبدِ عشق
آں درِ یتیمِ بحرِ عالم　　آں جعفر امام و شیخِ اعظم
آں موردِ لطفِ خاص و انعام　　یعنی شہِ بایزیدِ بسطام
آئینۂ قلب صاف سرمد　　آں خواجۂ مغربی محمد
آں طوسیٔ ترک بو ظفر　　منصور و بملکِ دین مظفر
یارب تو بہ حقِ بوالحسن شاہ　　کن نیز مراز عشق آگاہ
مقبول بہ بارگاہِ معبود　　آں پیرہدا خدا قلی بود
در طبلۂ شوق زان تجلی　　آں شیخ بو یزید عشقی
آں بر رہ و رسم عشق واثق　　آں شیخ زمان محمد عاشق
طیفورے شاہ شیخ عارف　　بودہ ز رسمِ عشق واقف
مقبولِ الٰہ عبداللہ　　شطاریہ را مفیض ہر گاہ
آں زینتِ حُلّۂ بہشتی　　آں سیدِ علم دین چشتی

آں مخزنِ علم و حلم معدن　　　آں رہبر دین شیخ مادن
یارب بطفیل شیخ راجن　　　آں شیخ شیوخ قطب جمن
یارب بہ حُسنِ گلِ سیادت　　　رنگینیٔ گلشنِ سعادت
آں مظہر معنیٔ محمد　　　آں شیفتۂ جمالِ سرمد
کردش بحرم عطائے ایں را　　　یحییٰ مدنی حقیقت آگاہ
چوں دررہِ عشق شغل سازاست　　　آں شاہ کلیمِ حق مجاز است
گر دید شہنشہِ دو عالم　　　او شاہ نظام الدین اکرم
آں اکرم ہندگانِ امجد　　　آں مُفتخَر و فخرِ دینِ احمد
آں کامل راہِ عشق و اکمل　　　آں پیر طریق شیخ بہبل
راضی برضا ز خویش غافل　　　قاضیٔ قضا محمد عاقل
آں مظہر نورِ صافیٔ عرش　　　آں خواجۂ خواجگان خدا بخش
ذاتے کہ عین فخرِ دین است　　　حامیٔ شریعتِ مبیّن است
آں فخرِ جہان و جانِ عالم　　　آں محسن و مرشد و مکرم
آں شیخ شیوخ قطبِ عالم　　　آں مرشد و ہادی و معظم
آں راہنمائے جادۂ عشق　　　آں مستِ ہوائے بادۂ عشق
ہمنامِ ولئیے حق شکر گنج　　　خود فرید و نبات و عشق خود گنج
یعنی شہِ ما فریدِ دوراں　　　آئینۂ صافِ علم و عرفاں
یارب بہ جنابِ جملہ پیران　　　در سرِّ سلوک دست گیران
مخمورم و جامِ بیخودی دہ　　　در عشق حیاتِ سرمدی دہ
از نفسِ بدم مرا رہا کن　　　مشتاقِ جمالِ مصطفیٰ کن
بر صدرِ لقائے مصطفیٰ بَر　　　تا مسندِ نازِ اصطفا بَر

بچارہ علیم ہست مسکین  بنگر ز نگاہِ رحمت! آمین

## شجرۂ شریف نقشبندیہ فریدیہ

الٰہی نورِ عرفانی عطا کن  بآں عرفاں کہ بخشیدی وفا کن
طفیلِ احمدِ مختارِ عالم  مکرّم باعثِ ایجادِ آدم
طفیلِ حضرتِ صدیقِ اعظم  تو بخشی یا خدا جملہ گناہم
بحق آں ابوالقاسم امام  بعشق خویش گردان سرفرازم
طفیلِ جعفرِ صادقِ شہنشاہ  کُنی بر راہ رُسمِ عشق آگاہ
طفیلِ بایزیدِ خواجہ من  مرا از نورِ عرفان ساز روشن
طفیلِ بوالحسن آں شاہِ خرقان  خدا وندا مرا بخشی تو ایمان
طفیلِ بو علی ابنِ محمد  عطا کن قدرت و توفیقِ بیحد
طفیلِ یوسفِ محبوبِ باری  مرا از بحرِ عصیان بیرون آری
طفیلِ عبدِ خالق غجدوانی  تواجد کن عطا از مہربانی
طفیلِ عارفِ آں شیخِ اعظم  بہ ملک سرمدی کن سرفرازم
طفیلِ فغنوی آں شاہ محمود  مرا در دین و دنیا ساز مسعود
طفیلِ خواجہ رامتینیٔ من  دلم از نورِ عرفان ساز روشن
طفیلِ خواجہ بابا سماسی  مدہ در دین و دنیا بد حواسے
امیر محترم خواجہ کلالم  طفیل آں بہ بخشائے کمالم
بہاءُ الدین امام نقشبندی  طفیل او عطا کن ارجمندی
طفیلِ آں علاءُ الدین عطار  مرا از بار دنیا کن سبکسار
طفیلِ خواجہ یعقوب عارف  بہ سرِّ خود الٰہی ساز واقف
طفیلِ عبدِ اللہ خواجہ احرار  بخواہم تاجِ عرفاں بر سرم دار

طفیلِ مولوی زاہد ولی شاہ مرا فرما ز رمز فقر آگاہ
طفیلِ مولوی درویش صاحب مرا از شرک بدعت ساز تائب
طفیلِ خواجہ امکنگی الٰہی نگہ دارم ز تنگی و تباہی
طفیلِ نور بخشِ سیدِ پاک مرا از حبِ دنیا ساز بیباک
طفیلِ آں غیاثِ نور بخشی بعشق خویش ما را نور بخشی
طفیلِ پیرِ من حسنِ محمد مرا کن شیفتہ بر روئے احمد
طفیلِ آں محمد قطبِ عالم خداوندا تو بہ نمائے جمالم
طفیلِ شیخِ من یحییٰ مدنی مرا در عشق خود بخشی فزدنی
طفیلِ آں کلیم اللہِ حق بین عطا فرمائے ما را عز و تمکین
طفیلِ آں نظام الدین چشتی ہمہ ایں خانداں را کن بہشتی
طفیلِ آنکہ فخرِ اولیا بود کہ نامش فخرِ دین فخرِ جہان بود
طفیلِ پیرِ پیراں شیخ بہبل کنی آساں تو بر من جملہ مشکل
طفیلِ حضرتِ عاقل محمد مرا بخشی ذکاء و فہم بے حد
طفیلِ آں خدا بخشِ شہنشاہ دوئی کن دور بر توحید دہ راہ
غلامِ فخرِ دین آں پیرِ پیرم طفیلِ آں ولی شو دستگیرم
طفیلِ آں فرید الدین ثانی سعادت کن عطا از مہربانی
مُسلّم دار بر من سایہ او مرا حظے دہ از سرمایہ او
مرا از الفتِ دنیا جدا کن محبت ہائے ایں پیراں عطا کن
علیم خستہ ام گم کردہ راہ تو فرمائی بہ سرِ خویش آگاہ

## مدح حضرت صاحب (خواجہ غلام فریدؒ)

منبعِ اسرار شیخِ بے بدل مظہر انوارِ ربِ لم یزل

انبیاؔ را نائب و قائم مقام
اولیائے اہلِ عرفان را امام

در ہدایت رہنمائے گمرہاں
در کرامت مقتدائے واصلاں

قطبِ عالم سر گروہِ اولیاؔ
عارفِ باللہ تاجِ اصفیاؔ

بادہ نوشِ ساغرِ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد
ابرِ نیسانِ ہدایت در فرید

حضرتِ شیخِ فرید الدین ولی
کاشفِ اسرارِ مخفی و جلی

اے زہے اسمے کہ آمد بر زباں
اے خوشا ذاتے کہ دارد عزّ و شاں

چارۂ دردِ دلِ بیچارگان
روح بخشِ خاطرِ مردہ دلان

چوں نباشد دین حق را رہنما
آو ولی ابن الولی آمد بجا

خاندانِ چشت را زینت ازو
رونق سجادۂ عظمت ازو

از علوئے خاک پاکش چاچڑاں
زیبد ار بازد بہ اوجِ آسماں

ظاہر و اظہر طہارت را ظہور
خود منور نورِ خالق را ظہور

از کجا آرد علیمِ ناتواں
بہر مدحِ او چنیں طاہر زباں

## تاریخ ولادت حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ (خواجہ غلام فریدؒ)

زہے گوہر خاندانِ فرید
دُرے یا مہے قدرِ عرش مزید

خوشا مژدۂ مادرِ دہر را
کہ پورے ہمایوں در آغوش دید

چہ پورے کہ مصداق سِرّ "لِاَبْ"
چہ سرّے کہ مثلش بعالم ندید

چہ عالم ندیدہ بازمان کسے
چنین با وقار و رشید و سعید

نگویم کہ مولود شد از زباں
کہ شد از حمل آفتابے پدید

منور ز انوارِ او چاچڑاں
شبِ تارِ عالم ازو روز عید

# غزل در اشتیاق پیر خود حضرت صاحب گفته

چشید لذتِ عشقت چنان زبانِ من — متاعِ گنجِ محبت شدہ بیانِ من

چشید لذتِ وحدت چنانکہ جانِ من — ہنوز ذائقہ باقیست بر زبانِ من

بیک کرشمۂ فیضان تو شدم واصل — بیک نگاہِ یکے شد چنیں چنانِ من

ببالِ زہد و تُقٰی نیک می کنم پرواز — بشاخِ سدرۂ و طوبیٰ ست آشیانِ من

حضیضِ خاک پذیرفت رفعتِ عالی — مقام ہاؤ حق و ہُو شدہ مکانِ من

بجز تعشقِ تو چیست نزدِ من محبوب! — بجز تصورِ تو کیست رازدانِ من

مذاقِ ذکرِ حبیبِ چو بر زبان دارم — سوائے وصفِ خوشت نیست داستانِ من

نگاہِ رحم کہ ہر لحظہ مے تپد بے تو — دلِ جریحِ من و روحِ من روانِ من

ز سوزِ عشق بہر عضو یک تپش پیداست — دلم چو سینہ و سینہ چو استخوانِ من

وجودِ تو ز تفردبط الّبان گویاست — منم جہان بہ بیند کسے جہانِ من

ہمہ لطائف تو یک زبان و یک رویند — خوش آں زمان کہ دلم ہم شود زبانِ من

مراجع بر دن آرد جمع کنِ با من — فدائے نامِ فریدِ تو خانمانِ من

کجا روم بہ کہ صدق وار ادتم باشد — مرا بس است یکے پیر چاچڑانِ من

خدا علیم بوصفت چنانکہ مے زیبد — کجا بیانِ منِ خستہ و زبانِ من

تمت

## قابل توجہ شائقین

(۱) حصہ دوم مناقب فریدی ۔ (۲) سفر نامہ فریدی۔ (۳) مخزن معالجاتِ فریدی زیر تجویز طبع۔ درخواستین اس پتہ پر جانی چاہئیں قصبہ کرانہ ضلع مظفر نگر بعالی خدمت شاہزادہ مرزا احمد اختر صاحب چشتی۔ یہ کتاب حسبِ ارشاد والا نژاد عالی جناب معلّی القاب امیر امرأ حضرت صاحبزادہ محمد عبد العلیم خان صاحب بہادر۔ بماہ رجب المرجب ۱۳۱۴ھ / دسمبر ۱۸۹۶ء قالب طبع میں آئی۔

### المشتہر شیخ بشارت علی کیرانوی

فہرست کتب مؤلفہ مرزا صاحب

(۱) تذکرۃ الفقرأ ہر سہ حصہ۔ (۲) سادھو سماچار ۔(۳) مجموعۂ تصوف۔ (۴) تذکرۂ اولیائے ہند۔ (۵) کرامات قادری۔ (۶) نقش آسمانی (۷) سوانح دہلی ۔(۸) سوانح عمری امیر تیمور گورگانی ۔ (۹) قرابادین ویدک ہر چہار حصہ۔ (۱۰) قرابادین سلطانی ہر دو حصہ۔ (۱۱) خزینۂ ویدک (۱۲) کلید حکمت ۔ (۱۳) دلیلِ حکمت ۔ (۱۴) معالجاتِ فخریہ ۔ (۱۵) مجربات ویدک ۔ (۱۶) تحفۂ محمد شاہی ۔(۱۷) اصول الرمل ۔ (۱۸) مجربات سلطانی ۔ (۱۹) علاجُ الحمّیٰ ۔ (۲۰) مجربات ہندی ۔ (۲۱) معالجات خمسہ ۔(۲۲) تنظیم الادویہ ۔(۲۳) رسالۂ جراحی ۔(۲۴) سلاسل فخریہ ۔ (۲۵) ترجمہ بید منوتھ سب ۔(۲۶) رسالۂ کبوتر بازی (۲۷) حصہ دوم سوانح دہلی ۔(۲۸) حصہ چہارم اکسیر الصبیان بھی تیار ہے۔
ان کتابوں کی درخواستیں بنام گردہر لال مالک مطبع چون پرکاش بجنب خانۂ نول کشور دہلی یا مطبع مجتبائی دہلی آنی چاہئیں۔ (حق تالیف محفوظ ہے)

## مختصر تاریخی حالات بہاولپور

چونکہ حضرت صاحب کا جائے مولد چاچڑاں شریف کہ جو داخل قلمرو ریاست بہاولپور ہے اور والیان بھی ہمیشہ اس دودمان کے معتقد رہے اور تا حال والئ ریاست موصوف کو جو ارادت و عقیدت حضرت صاحب کی خدمت مبارک میں ہے اظہر من الشمس ہے اور حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر کے خیال سے اس جگہ کی مختصر تاریخ، حالات اس ریاست کے تحریر کرنا دلچسپ معلوم ہوئے۔ واضح ہو کہ سلسلہ نسب والیان ریاست بہاولپور کا سلاطین عباسیہ سے ملتا ہے اور نسب نامہ بھی تا ابو العباس بن محمد بن عباس تک موجود ہے۔ مگر اس جگہ اختصار متصور ہے۔ اگر آخر کتاب میں جگہ رہی تو تحریر کروں گا۔ سلاطین عباسیہ کے عالی نسب والا حسب جاہ و جلال طرز سلطنت کے بیان سے کتب تاریخ پُر ہیں۔ اس مختصر میں اس کو بیان کرنے کی گنجائش کہاں ہے مگر آخر کا کچھ حال لکھتا ہوں۔ یعنی جب ۶۵۶ ہجری [۱] /

---

[۱] ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء میں بغداد کا آخری عباسی خلیفہ المستعصم باللہ ابن المستنصر تھا۔ جب ۱۲۵۷ء میں ہلاکو خان کی فوجیں بغداد کی طرف بڑھ رہی تھیں اُس وقت بغداد میں شیعہ سنی جھگڑا چل رہا تھا جس کا ایک اہم فریق خلیفہ کا وزیر موید الدین علقمی تھا جس نے ہلاکو خان کے ساتھ سازش کر کے بغداد پر قبضہ کرایا اور خلیفہ سمیت تمام عباسی خاندان کو قتل کر دیا۔ اُس وقت ایک عباسی شہزادہ ابو القاسم احمد بن ابو النصر محمد الظاہر بامر اللہ اس لئے بچ گیا کہ وہ بغداد سے باہر تھا۔ اس شہزادے نے مصر میں جا کر بچی کھچی عباسی خلافت قائم کی۔ خلافتِ مصر کے ایام میں ہندوستان پر تغلق خاندان کی حکومت تھی۔ محمد تغلق بن غیاث الدین ۱۳۲۵ء / ۷۲۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنی سلطنت کو شرعی طور پر احاطہ جواز میں لانے کے لئے مصر کے عباسی خلیفہ سے غائبانہ طور پر بیعت کر لی اور عباسی خلیفہ کا نام سکہ میں کندہ کرایا۔ تغلق حکمرانوں کے دور میں عباسی شہزادوں نے اہلِ ہندوستان کی (بقیہ اگلے صفحے کے حاشیے پر)

۱۲۵۸ء میں خاندان عباسی کے ہاتھ سے سلطنت نکل گئی اور یہ خاندان برباد ہوا اور والیانِ ریاست بہاولپور کے بزرگوار ہندوستان میں آئے ہیں۔ چند مدت اس خاندان میں عروج کبھی نزول ہوتا رہا۔ آخر بہ عہد حضرت جلال الدین اکبر اعظم امداد الٰہی سے اس ریاست کی بنیاد قائم ہوئی یعنی خان بہادر چنی خان ولد بہاء اللہ خان بہادر کو تقرب سلطانی [۱] حاصل ہوا۔ اول اول جرنل فوج رہے جب ۹۸۸ھ مطابق ۱۵۶۸ء [۲] میں شاہزادہ محمد مراد

---

مدارات اور ارادتمندی کے جذبات کو دیکھ کر ہندوستان کے ساتھ تعلقات پیدا کئے اور یہاں سکونت کی طرف مائل ہوئے۔ مصر کے پہلے عباسی خلیفہ المستنصر باللہ کی پانچویں پشت میں سے امیر سلطان احمد ثانی عباسی ۷۶۷ھ/۱۳۶۶ء میں بلوچستان کے راستے سندھ میں داخل ہوا اور سندھ میں ایک علاقہ حاصل کر کے عباسیوں کے اقتدار کا آغاز کیا۔ (صبح صادق ص ۵۹-۵۵)

[۱] مغل بادشاہ اکبر اعظم کا بیٹا مراد بخش جب ملتان آیا تو سندھ کے رؤسا اور زمینداران تحائف و نذرانے لے کر سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ چنی خان بھی بیش بہا قیمتی تحائف لے کر ملتان پہنچا۔ ان تحائف کی قدر و قیمت سے دیگر رؤسا کے دل میں حسد پیدا ہوا کہ کہیں شہزادہ مراد چنی خان سے زیادہ خوش نہ ہو جائے تو انہوں نے تحائف سے بھرے ہوئے صندوقوں کو ، سازش سے خالی کر کے سنگریزے اور مٹی وغیرہ بھر دی۔ جب دربار میں تحائف پیش ہونے لگے تو چنی خان کے صندوقوں سے پتھر اور مٹی برآمد ہوئی جس پر شہزادہ مراد بخش نے استفسار کیا کہ یہ کس کے تحائف ہیں؟ درباری امیر نے بتایا کہ یہ چنی خان کی پیشکش ہے۔ چنی خان بھی اس سازش کو سمجھ گیا اور فوراً تدبر کے ساتھ بولا کہ عالی جاہ! یہ وہی سنگریزے ہیں جنہوں نے ابو جہل کے ہاتھوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور صداقت کی گواہی دی تھی اور یہ مٹی مدینہ منورہ، نجف اشرف، سامرہ بغداد اور کربلا کی ہے جو ہمارے بزرگوں کی وراثت میں ہم کو پہنچی ہے۔ ہم نے ہزاروں میل کے سفر اور جھگڑوں اور انقلابات میں ان کی جان سے زیادہ حفاظت کی ہے۔ جناب کی خدمت میں پیش ہونے کا موقع ملا تو میری نظر میں اس پیشکش سے زیادہ کوئی تحفہ نہ بچا۔ شہزادہ کو چنی خان کی یہ فصیح تقریر بہت پسند آئی اور اس نے تحائف کو قبول کرتے ہوئے 'حامئ دین' کا لقب اور اوباوڑہ سے لاہوری بندر تک کے تمام محاصل اور مال گذاری امیر چنی خان کے ذریعے داخل خزانہ سرکار ہونے کا حکم دیا۔ (صبح صادق ص ۶۴-۶۳)

[۲] ۹۸۸ھ میں عیسوی سن ۸۱-۱۵۸۰ء تھا اور ۱۵۶۸ء میں ۷۶-۹۷۵ ہجری تھا۔

مہم سندھ پر مامور[۱] ہوئے۔ خان موصوف کو بادشاہ کی طرف سے لشکر شاہزادگی سپہ سالاری و لشکر پروری مرحمت ہوئی چنانچہ اس مہم میں خان موصوف نے کارہائے شائستہ نمایاں کئے اور ساتھ فتح و نصرت کے واپس آکر جب ملازمت سلطانی حاصل کی بادشاہ نے ان کے حُسن تدبیر اور شجاعت پر آفرین فرمائی اور حسب رعایت ان کے خاندان کے مراعات سلطانی سے مفتخر فرما کر سند جاگیر عطا فرمائی یعنی ۹۸۸ھ /۸۱-۱۵۸۰ء میں بنائے ریاست قائم ہوئی۔ ان کے ہاں داؤد خان صاحب پیدا ہوئے یہ نہایت نیک سیرت خوش صورت باتدبیر اور دلیر گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنے باپ سے بھی زیادہ اعزاز حاصل کیا ان کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے محمود خان رئیس ہوئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد خان اور ان کے بعد ان کے فرزند داؤد خان ثانی صدر آرا ہوئے۔ یہ کثیر الاولاد تھے حیدر خان وغیرہ کئی بیٹے تھے اور بڑی عمر کے شخص گزرے ہیں۔ ان کے بعد ان کی اولاد داؤد پوترے (داؤد پوترہ) مشہور ہوئے اور تاحال داؤد پوترے کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ بوجہ عظمت خاندانی کے اپنی دختر دوسرے خاندان میں نہیں دیتے بعد اس کے چند پشت تک رؤسا اپنی موروثی ریاست پر قانع رہے آخر جب محمد بہاول خان بہادر[۲] پیدا ہوئے۔ یہ نہایت لائق مدبر اولوالعزم تھے عہد سلطنت حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ میں اول ناظم بھکر (بکھر) کے مشیر ہوئے بعد مرتبہ امارت حاصل کر کے صحرائے غیر آباد بھکر (بکھر) کو آباد کیا اور شہر

---

[۱] عموماً مصنف 'مامور' کو 'معمور' لکھتے آئے ہیں

[۲] مبارک خان کے والد اور شکار پور آباد کرنے والے نواب کا نام محمد بہاول خان نہیں بلکہ 'صبح صادق' کے مطابق امیر بہادر خان تھا۔ بہادر خان نے ۱۰۲۶ھ / ۱۶۱۷ء میں شکار پور شہر آباد کیا (ص ۶۸)۔ جبکہ بریگیڈیئر نذیر علی شاہ کے مطابق شکار پور شہر امیر بہادر خان نے ۱۶۹۰ء میں بسایا تھا (ص ۳۴)۔

شکار پور بسایا۔ بعد ان کے انتقال کے ان کے فرزند محمد مبارک خان بہادر بادشاہ کی طرف سے حاکم سیوستان اور بھکر (بکھر) مقرر ہوئے اور بہت ناموری حاصل کر کے ۱۱۴۹ھ مطابق ۱۷۱۹ء[1] فوت ہوئے۔ ان کے بعد محمد صادق خان[2] بہادر جانشین ہوئے ان کے وقت میں ضعف حکومت ہوا آخر بھکر کو چھوڑ کر مع اپنے تینوں فرزندوں محمد بہاول خان و مبارک خان و فتح خان کے اس طرف آکر مقام جوہڑی[3] متصل اللہ آباد کہ اب اس ہی علاقہ میں ہے آباد کر کے یہاں ریاست قائم کی۔ ان کے بعد ان کے بڑے فرزند محمد بہاول خان بہادر جانشین ہوئے اور شہر بہاولپور آباد کر کے[4] اس کو دارالریاست مقرر کیا، ان کے بعد ان کے برخوردار محمد فتح خان جانشین[5]

---

[1] ۱۱۴۹ھ میں سن عیسوی ۳۷-۱۷۳۶ء بنتا ہے ۱۷۱۹ء میں ہجری سن ۳۲-۱۱۳۱ھ تھا مصنف نے سنین کی تطبیق غلط کی ہے۔ بریگیڈیئر نذیر علی شاہ نے امیر محمد مبارک خان کی وفات ۱۷۲۶ء لکھی ہے جو ہجری سن ۱۱۳۹ھ بنتا ہے اور مولانا عزیز الرحمن بھی اسی سن میں مبارک خان کی وفات کو تصدیق کرتے ہیں کیونکہ ۱۱۴۰ھ / ۱۷۲۷ء میں نواب صادق محمد خان اول نے اقتدار سنبھال لیا تھا۔

[2] امیر صادق محمد خان اول ریاست بہاولپور کا پہلا نواب تھا۔ اس کا دورِ حکمرانی ۱۷۲۷ء تا ۱۷۴۶ء تھا۔

[3] مولانا عزیز الرحمن اور بریگیڈیئر نذیر علی شاہ نے اس علاقہ کا نام بالترتیب چودھری اور چوہدری لکھا ہے جو غالباً چودری (بمثل بارہ دری وغیرہ) تھا ۱۷۲۸ء میں صادق محمد خان نے چودری کی جاگیر حاصل کر کے اللہ آباد کا شہر آباد کیا اسی نواب نے ۱۷۳۳ء جیسلمیر کے حاکم راول آکھی سنگھ سے قلعہ ڈیراور بھی فتح کیا تھا لیکن ۱۷۴۶ء میں شکار پور کی جنگ میں یہ نواب مارا گیا اور وہیں مدفون ہے۔

[4] نواب بہاول خان اول نے ۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۸ء میں شہر بہاولپور آباد کیا اور ۱۷۴۹ء میں وفات پا کر شہر بہاولپور کے مسیتاں والے گورستان میں مدفون ہوا۔

[5] نواب بہاول خان اول لاولد فوت ہوا تھا۔ فتح خان اور مبارک خان اس کے بھائی تھے لیکن اقتدار مبارک خان ثانی کو ملا تھا جس کا دورِ حکومت ۱۷۴۹ء تا ۱۷۷۲ء ہے۔ اسی مبارک خان نے ۱۷۵۷ء میں احمد پور شرقیہ سے ۴۰ میل شمال میں مبارک پور کا شہر آباد کیا تھا۔ مبارک خان بھی لاولد فوت ہوا اور اس کے انتقال کے بعد ۱۷۷۲ء میں اس کا بھتیجا اور فتح خان کا بیٹا نواب بہاول خان ثانی تخت نشین ہوا۔

ہوئے ان کے بعد محمد بہاول خان ثانی ابن فتح خان بہادر مسند آرا ہوئے ان کے عہد دولت میں نہایت ترقی ہوئی بادشاہ کابل کو اپنا ولی قرار دیا مگر بعد انتقال احمد شاہ درانی کے ان کے اہلکاروں کی بے اعتدالی کی وجہ سے یہ اس سلطنت سے علیحدہ ہو گئے اس پر تیمور شاہ ابن احمد شاہ نے ان پر فوج کشی کی بعد جنگ عظیم کے یہ مع لشکر جیسلمیر کی طرف چلے گئے آخر تیمور شاہ نے خود ان سے صفائی کر کے خلعت دیا اور خراج لے کر واپس چلا گیا۔ ۱۸۶۶ء[۱] میں ان کا انتقال ہوا محمد صادق خان اول[۲] کہ جو ولیعہد تھے مسند ریاست پر بیٹھے دس سال خود مختار رہے۔ ۱۸۷۶ء[۳] میں رنجیت سنگھ نے علاقہ ڈیرہ غازی خان کو فتح کر کے اس طرف توجہ کی سکھوں نے اسی علاقہ کے اکثر مقامات کو لوٹا اور فوج کشی کی، نواب صاحب نے حسب صلاح اہلکاران خرچہ جنگ دے کر اس کو واپس کیا ۱۸۸۱ء[۴] میں ان کا انتقال ہوا اور محمد بہاول خان ان کے فرزند مسند آرا ہوئے۔ ان کے عہد دولت میں رنجیت سنگھ سے کئی معرکے ہوئے، بہادران عباسیہ نے بھی داد شجاعت دی مگر چونکہ وہ زبردست اور تمام پنجاب اس کے ماتحت تھا فوج بھی جرار تھی گو انہوں نے بوجہ اپنی ذاتی بہادری کے مقابلہ کئے آخر گورنمنٹ انگریزی کے ظل حمایت کو قبول کیا، سکھوں کا خرخشہ دور ہوا۔ جس زمانہ میں شجاع الملک نے بامداد

---

[۱] "صادق نامہ" اور "صبح صادق" کے مطابق ان کا انتقال ۱۸۶۶ء میں نہیں بلکہ ۱۸۰۹ء میں ہوا۔

[۲] یہ صادق محمد خان ثانی تھے جن کا دور حکومت ۱۸۰۹ء تا ۱۸۲۵ء تھا۔

[۳] رنجیت سنگھ نے ڈیرہ غازیخان ۱۲۳۵ھ / ۱۸۱۹ء میں فتح کیا تھا جب اسد خان والئ ڈیرہ تھا ۱۸۳۹ء میں تو رنجیت سنگھ مر چکا تھا۔

[۴] صادق محمد خان ثانی کا انتقال ۱۸۲۵ء میں ہوا جس کے بعد ان کا بڑا لڑکا رحیم یار خان بہ لقب بہاول خان ثالث سجادہ نشین ہوا۔

لشکر انگریزی کابل پر ۱۸۴۰ء میں یورش کیا نواب صاحب ممدوح نے بڑی
بڑی خدمات گورنمنٹ ادا کیں۔ ۱۸××ء[۱] جب گورنمنٹ انگریزی نے
ملک سندھ پر بہ سرپرستی مسٹر راس بیل صاحب لشکر کشی کی اور میر ولی داد
والیٔ سندھ سے جنگ ہوئی نواب صاحب نے رسد رسانی میں نہایت کوشش
کی جس کی جلدوی میں گورنمنٹ کی طرف سے سبزل کوٹ اور
بھونگ (بھارہ) نواب صاحب کو ملا۔ ۱۸۴۸ء میں وقت یورش ملتان کے
نواب صاحب موصوف نے گورنمنٹ کی بڑے شد ومد کے ساتھ امداد کی
نواب صاحب کی فوج ظفر موج نے مولراج کی جنگ میں داد شجاعت کی
دی۔ اس کے صلہ میں ایک لاکھ روپیہ سالانہ تاحیات نواب صاحب کو مقرر
ہوا۔ نواب صاحب موصوف نے کماحقہ دوستی گورنمنٹ کے ساتھ ادا کر
کے اس کے دل میں گھر بنایا آخر ۱۸۵۲ء میں نواب صاحب کا انتقال
ہوا۔[۲] ان کے فرزند خورد مسند آرا ہوئے مگر حاجی شاہ[۳] نے ان کو بے

---

[۱] اصل کتاب میں سن نہیں لکھا البتہ "صبح صادق" کے مطابق کوٹ سبزل اور بھونگ بھارہ کے علاقے ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۲ء میں ریاست بہاولپور کو واپس ملے تھے۔

[۲] نواب بہاول خان ثالث (حکومت ۱۸۲۵ء تا ۱۸۵۲ء) حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ کے مرید تھے جن کا انتقال ۷ رصفر ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء میں ہوا تھا۔ نواب صاحب کو اپنے مرشد سے بے حد عقیدت تھی اور ان کی وفات کے بعد وہ بمشکل دو سال زندہ رہے۔

[۳] یہ حاجی شاہ نہیں بلکہ بہاول خان کے بڑے فرزند حاجی خان تھے جن کو نظر انداز کر کے بہاول خان نے اپنے تیسرے بیٹے سعادت یار خان بہ لقب صادق خان ثالث کو نامزد کیا تھا لیکن بمشکل ساڑھے چار ماہ کے بعد فقیر سراج الدین اور دیگر اہلکاروں نے بغاوت کر کے حاجی خان کو تخت نشین کر دیا جبکہ سعادت یار خان کو قلعہ لاہور میں لے جا کر نظر بند کر دیا گیا تھا۔ اس کا انتقال بھی ۱۸۶۱ء میں قلعہ لاہور میں ہی ہوا۔ ادھر حاجی خان عرف فتح خان نے ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں انگریزوں کی بھرپور امداد کی اور سرسہ کی بغاوت میں فوج اور روپیہ بھی بھجوایا۔

دخل کر کے اپنا سکہ جمایا اس کے مرنے کے بعد [۱] عالیجناب معلیٰ القاب عدل گستر رعایا پرور حاتم دوران نواب رکن الدولہ نصرت جنگ حافظ الملک مخلص الدولہ نواب صادق محمد خان صاحب بہادر عباسی ۔ جی ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ والئ ریاست بہاولپور دام اقبالہٗ واجلالہٗ جو ۹ر جمادی الاول ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۸۶۱ء میں تولد ہوئے تھے عالم خورد سالی میں زینت آرائے مسند ریاست ہوئے مگر بوجہ صغر سنی نواب صاحب ممدوح کے گورنمنٹ انگریزی نگران رہی ۔ کیوں نہ نگران رہتی آدمی تنکا اتارے کا احسان مانتا ہے ان کے بزرگوں نے بھی تو گورنمنٹ کے ساتھ کیسی کیسی جانفشانیاں کی ہیں ۔ گورنمنٹ احسان فراموش نہیں جو بھول جاتی بلکہ اپنے دوستوں پر مثل مادر مہربان کے شفقت فرماتی ہے ۔ تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ غدر ۵۷ء میں جس کسی نے اس کو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ملازم کو خلوص نیت سے ایک کوزہ پانی پلایا گورنمنٹ نے اس کے صلہ میں اس کو زمیندار، جاگیردار، خان بہادر، رائے بہادر بنایا ۔ اور جن لوگوں نے حکام والا مقام کی خدمات ادا کیں ان کو گورنمنٹ نے راجہ اور نواب کر دیا پس گورنمنٹ حق شناس عادل اور منصف ہے اس نے جو کچھ کیا اس کی شہنشاہی پر بھی زیبا تھا جس کا یہ اثر پیدا ہوا کہ ہر شخص امیر و غریب اس ریاست کا، تہہ دل سے

[۱] ۳ر اکتوبر ۱۸۵۸ء کو حاجی خان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا نواب رحیم یار خان عرف نواب محمد بہاول خان رابع عباسی مسند نشین ہوا جسے ۲۵ر مارچ ۱۸۶۶ء کو زہر دے کر ہلاک کر دیا گیا ۔ اس کے مرنے کے وقت اکلوتے بیٹے نواب صادق محمد خان رابع عباسی کی عمر چار سال سات ماہ چار دن کی تھی ۔ انگریزوں کی طرف سے مقرر کردہ نیٹو ایجنٹ سید مراد شاہ کی منظوری سے ۱۸۶۶ء میں اس کمسن نواب کی دستار بندی کر دی گئی اور عملاً ریاست کا اقتدار انگریزوں نے سنبھال لیا ۔ پھر ۱۸۷۹ء میں شہزادے کی بلوغت پر اسے مسندِ اقتدار پر بٹھا دیا گیا ۔

گورنمنٹ کا شکر گزار، جاں نثاری کو تیار، آئندہ اس کی الطاف کا امیدوار ہے۔

الغرض بعد اس کے نواب صاحب موصوف نے عنان ریاست اپنے ہاتھ میں لی اس وقت سے ریاست کی ترقی ہوئی چودہ لاکھ آمدنی سے بیس لاکھ ہوئی نہر کہیلہ صاف کی گئی اور دوسری جدید نہر تیار کی گئی جس کی وجہ سے تمام علاقہ سیراب ہوتا ہے۔ وہ رعایا کہ بوجہ سختی بعض اہلکاران سابق ریاست کے فرار ہو گئے تھے وہ بار دیگر بسبب نیک نیتی اور حسن تدبیر نواب صاحب و کارپردازان ریاست پھر آکر آباد ہوئے۔ ہر جگہ مدارس و شفا خانے مقرر ہیں۔ اور انتظام ریاست کا بالکل مطابق انتظام گورنمنٹ ہند کے ہے نواب صاحب ممدوح خود بہ نفسِ نفیس آٹھویں روز دربار عام فرما کر دادرسی فرماتے ہیں، غربا اور مساکین کی دستگیری کی جاتی ہے بوجہ مستعدی رعایا پروری شر فانوازی، حسن انتظامی کے راجا براج پر جا سکھی کا مضمون ہے

☆ خلافتِ عباسیہ ۷۴۹ء سے تا ۱۲۴۲ء شام عرب وغیرہ ممالک میں رہی۔ بعد ۱۲۴۲ء سے تا ۱۵۴۳ء مصر میں ۱۵۶۹ء سے ریاست ہندوستان میں شروع ہوئی۔

# اعلان

سوانح عمری آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم کہ بہت سی کتب معتبرہ سے ۸۶۶ صفحہ پر چھپ کر ہمارے مطبع میں تیار ہے اس میں حضور کے وقت تولد سے تا بہ وفاتِ شریف تمام و کمال حالات اہل عرب و روم و افریقہ و خلفا۔ یہود نصاریٰ کے اعتراضات کے دندان شکن جواب اسلامی علم و عمل و ترقی و فنون و حرفت کا بیان مشرح درج ہے۔ قیمت بلا محصولِ ڈاک چھ (۶) روپیہ۔

المشتہر

گردھر لعل مالک مطبع چوبن پرکاش دہلی

حصہ دوم مناقب فریدی، مکتوبات فریدی، سفر نامہ فریدی، مخزن المعالجات فریدی، زیر تجویز طبع ہیں۔

حصہ چہارم قرابادین ویدک ، ان کی درخواستیں بمقامِ کرانہ ضلع مظفر نگر بنام مؤلف کتاب ہذا آنی چاہئیں۔

(۲)

# مناقبِ فریدی

(حصہ دوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنامِ آنکہ محمود و حمید ست
بذاتِ خویش یکتاؤ فرید ست
چرا گنج سخن ندہد دلِ من
کہ نامش بہ ہر گنجے کلید ست

(ترجمہ : (۱) اس ذات پاک کے نام سے آغاز جو حمد کیا ہوا ستودہ صفات ہے اور اپنی ذات میں یکۂ و تنہا اور بے مثل و بے نظیر ہے۔
(۲) میرا دل سخن کے خزانے کیوں نہ لٹائے کہ اس کا نام ہر خزانے کی کنجی ہے ۔)

ازل سے ابد تک ہر طرح کی حمد و ثنا اس خالق کائنات ، مالکِ موجودات کو زیبا اور شایان ہے کہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیا اس کی قدرت کا نمونہ ہے۔ اشعار ؎

زتختِ زمین تا بہ فوقِ فلک
چہ از جن و انس و سماء و ملک
بہ حمد و ثنا اند رطب اللسان
چہ از بانشان وچہ از بے نشان

(ترجمہ : (۱) زمین کے تختے سے آسمان کی بلندی تک ،کیا جن و انسان ہوں اور کیا آسمان کے فرشتے۔
(۲) گمنام اور چھپی مخلوق ہو یا نامور اور مشہور زمانہ سب اس کی حمد و ثنا میں تر زبان ہیں ۔)

صلوات زاکیات و تحیاتِ وافیات ہدیۂ روح پر فتوح رسول مقبول حبیب

لبیب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر علی الاتصال تا یوم الزّلزال[1] فائز ہو جیو کہ ذات فرخندہ صفات خجستہ آیات حضور پر نور کی، ماہتابِ ہدایت و آفتابِ رسالت ہے اور ان کی آل اطہار واصحاب اخیار پر بھی کہ آئمۂ محراب ارشاد و نجوم افلاک اعتقاد ہیں۔ نظم :

حبیب ِ خدا احمدِ مجتبیٰ
فروغِ کمالات و نور الھدیٰ

ازو مُلکِ دارین روشن شدست
خس و خار ہا باغِ گلشن شدست

علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام
بود از خدا تا بروزِ قیام

(ترجمہ : (۱) خدا کا محبوب احمد مجتبیٰ جس سے کمالات کو فروغ ملا اور نور ہدایت پھیلا۔

(۲) اسی کے باعث دونوں جہان روشن ہونے اور خار و خس بھی باغ و راغ بن گئے۔

(۳) خداوند عالم کی طرف سے اس کی ذات اقدس پر قیامت تک صلوٰۃ و سلام ہو!

امابعد سگِ درگاہِ فریدی بندۂ احقر احمد اختر خلف اکبر محمد دارابخت میراں شاہ ولی عہد حضرت ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ ثانی خاتم السلاطین گورگانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے برادرانِ ہم خرقہ کی خدمتِ بابرکت میں ملتمس ہے کہ یہ دوسرا حصہ مناقب فریدی کا ہے۔ جس میں مناقب سراسر ثواقب یادگار اقطابِ زمان بدلِ ابدالِ دوراں مقبولِ خدائے وحید حاجیٔ حرمین شریفین حافظِ کلامِ ربانی حضرت مولانا اولانا خواجہ بندہ پرور خواجہ شاہ غلام فرید صاحب فریدِ ثانی دام مجدہ درج ہیں۔ نظم :

---

[1] متن میں زَلزَلَال آیا ہے جو غلط ہے

خواجہ راستاں بوصفِ حمید
قدوۂ پاستاں غلامِ فرید
مستجابِ جنابِ سبحانی
کامگار و کریمِ دورانی
صاحبِ کشف و کاشفِ ادراک
مظہرِ نورِ حق بہ حلیۂ پاک
گر کسے مظہرِ خدا بیند
مدعی را بیار تا بیند

(ترجمہ :(۱) سچوں کے سردار ستودہ صفات ، قدیم بزرگوں کے بھی پیشوا حضرت خواجہ غلام فرید

(۲) بارگاہ سبحانی میں مقبول الدعا ، دین و دنیا میں کامیاب اور زمانے کے بڑے سخی

(۳) کشف قلوب کے مالک اور چھپے راز معلوم کر کے بتلانے والے ، اپنے خوبصورت حلیہ کی وجہ سے مظہر نور دکھائی دیتے ہیں۔

(۴) اگر کوئی شخص خدا کی ذات کا مظہر دیکھنا چاہتا ہو تو ایسے مدعی کو لے آؤ تاکہ وہ آپ کو دیکھ لے۔)

**منقبت سی و ہشتم** :بعض خوارق وکرامت حضرت خواجہ بندہ پرور مولانا **خواجہ شاہ غلام فرید** صاحب فرید ثانی سلمہ الرحمانی کے بیان میں اوام اللہ افضالہ ونوالہ۔ کہ سلسلہ نسب حضرت خواجہ بندہ پرور فرید ثانی سلمہ الرحمانی کا حصہ اول میں درج ہو چکا ہے۔ اور بزرگی اور وقعت الاہیت (واہمیت) اسنادِ شاہجہانی وعالمگیری و تیموری شاہی سے ظاہر ہے کہ جو حصہ اول کے صفحہ ۴۶-۴۷-۴۸ (زیرِ نظر کتاب کے صفحات ۷۶ تا ۸۱) میں درج ہیں مگر اس جگہ یہ امر قابل اظہار ہے کہ اجداد حضرت قبلہ

سے چند پشت سلسلۂ عالیۂ سہروردیہ میں صاحبِ سلسلہ اور رشد و ارشاد، ساتھ مخدومیت کے نامزد رہے۔ مگر حضرت سلطان الاولیا قاضی محمد عاقل قدس سرہ العزیز جو سلسلہ چشتیہ میں حضرت قبلہ عالم مولانا نور محمدِ صاحب مہاروی قدس سرہ العزیز کے مرید ہوئے اس کی دو وجہ ہیں اول تو یہ کہ ازل سے حق و نسبت حضرت کی اس ہی سلسلہ میں تھی۔ دوم یہ کہ تخم ارادت سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کا اس دودمان عالیشان میں عہد حضرت خواجہ بندہ نواز سید احمد گیسودراز دہلوی ثم گلبرگوی رحمۃ اللہ علیہ میں جما[1] کہ جس نے بعد ایک مدت کے عہد دولت حضرت سلطان اولیا میں نشوونما پایا۔

چنانچہ یہ امر دیکھنے میں سوانح عمری حضرت بندہ نواز (گیسودراز) سے منکشف ہو سکتا ہے کہ اجداد حضرت سے شیخ عیسیٰ بن یوسف نے ترک امارت کر کے جب کار اصلی کی طرف رجوع کی ہے اس ہی زمانہ میں بندہ نواز بھی وارد ٹھٹہ ہو کر ان کے مہمان ہوئے مگر یہ امر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا کہ شیخ صاحب کو ارادت بندہ نواز کی خدمت میں تھی یا اور کسی بزرگ سے تاہم اتنا ضرور ہے کہ ان کی صحبت، ان کے انفاس بابرکات سے فیض پایا اور اس ہی سوانح کے دیکھنے سے یہ بھی ثابت ہو گا کہ خوارق عادات ہمارے خواجہ بندہ پرور حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام فرید صاحب فرید ثانی اوام اللہ افضالہ و نوالہ کے اکثر حضرت بندہ نواز سے مطابق ہیں اور اولاد حضرت شیخ عیسیٰ موصوف سے شیخ حسین مغفور کہ جن کے واسطے لقب مخدوم مقرر ہوا، ان کی کیفیت حصہ اول میں بھی درج ہو چکی ہے مگر ان کو جو تقرب شاہی حاصل ہوا، اس کی کیفیت دیکھنے ہمایوں نامہ اور تزک ہمایوں سے اس طرح معلوم

---

[1] "جما" بمعنی "اگا" سرائیکی لفظ ہے جو اردو محاورے 'ہتھیلی پر سرسوں جمانا' میں بھی استعمال ہوا ہے۔

ہوئی کہ شروع ۹۴۸ھ / ۱۵۴۱ء میں حضرت ہمایوں ٹھٹھ میں گئے اور وہاں حسین مرزا حاکم ٹھٹھ نے ان سے جنگ کر کے بہت تنگ کیا۔ اس وقت شیخ حسین نے بہ جمعیت اپنی ہم جد برادران کورجہ (۔کوریجہ۔) کے حضرت ہمایوں کی مدد کر کے داد شجاعت دیکر ناموری حاصل کی بلکہ حسین مرزا سے صلح ان ہی کی وجہ سے ہوئی اور اپنے تمام اہل عیال کو چھوڑ کر بادشاہ کے ہمراہ چندے قلعہ امر کوٹ میں رہ کر پھر بھمراہی بادشاہ ایران گئے اور چودہ برس ہمایوں کی خدمت میں رہ کر بہت سے کارنمایاں کیے۔ جب ۹۶۲ھ / ۱۵۵۵ء میں ہمایوں پھر ہندوستان میں آئے اور ران کو داخل امراء کر کے امیر حسین خطاب دیا۔ تین سال کے بعد عہد حضرت اکبر اعظم میں بوجہ نا اتفاقی وزیر الممالک نواب بیرم خان خانخاناں نے ۹۶۴ھ / ۱۵۵۶-۵۷ء میں ترک امارت کر کے سلسلہ سہروردیہ میں مرید ہو کر کار اصلی کی تکمیل کی۔

**فائدہ** اسی وقت سے خاندان کورجہ (کوریجہ) نے وہاں سے خروج کیا۔ پس ان کی اولاد سے چوتھی پشت مخدوم شریف محمد صاحب نے کوٹ مٹھن میں متوطن ہو کر اس کو شرف بخشا۔ نظم:

منبع رحمت است کوٹ مٹھن — او بہ دنیا است ہمچو جاں بہ بدن
ریشۂ علم شد نہال ازو — روے گیتی ستد جمال ازو
طرح او جانفزا است بستاں وش — کوچہ ہائش جو کہکشاں دلکش
ہست خود در ہجوم اہلِ فنون — فلکے از ستارہ ہا مشحون
بیشک از اژدحامِ مخلوقات — ہمچو کعبہ است قبلۂ حاجات

(ترجمہ: (۱) کوٹ مٹھن رحمت الٰہی کا منبع ہے وہ اہل دنیا کیلئے ایسے ہے جیسے

جسم کے لئے جان.
(۲) علم کے تنے اس سے پھلے پھولے ، زمانے کا چہرہ اس سے حسن و خوبی لیتا ہے.
(۳) اس کی آب و ہوا باغ جیسی روح کو تازگی دینے والی ہے۔ اس کی گلیاں کہکشاں جیسی دلکش ہیں۔
(۴) اہل فن کے ہجوم کی وجہ سے یوں لگتا ہے جیسے آسمان کو ستاروں نے گھیر رکھا ہو۔
(۵) مخلوقات کی ریل پیل سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے لوگوں کے لئے کعبہ اور قبلہ حاجات ہو۔)

یہ جگہ معدن فیوضات ظاہری و باطنی ہے جو مدرسہ کہ حضرت سلطان الاولیا نے جاری فرمایا تھا بدستور جاری ہے۔ فقراء کے واسطے لنگر عام ہے اور اطراف ممالک سے لوگ یہاں کی خاک کو کحل البصر کرتے ہیں مراد مند مرادیں پاتے ہیں۔ آستانہ مبارک میں پہلے مجلس خانہ معمولی تھا بعد ہمارے خواجہ بندہ پرور نے ۱۳۰۴ھ / ۸۷-۱۸۸۶ء میں اس کو از سر نو وسعت کے ساتھ تیار کرایا جس کی تاریخ مولانا مولوی ابوالالہام مولوی غلام احمد صاحب اختر اوچی کہ مولف کے ہم خرقہ ہیں فرماتے ہیں :

## تاریخ مجلس خانہ شریف

بعہد شیخ جہان دستگیر خلق اللہ
محیطِ رحمتِ یزدان فریدِ حق آگاہ
کشود پردہ زرخ این بنائے عرش نظیر
مطاف پاک دلاں چوں حریم بیت اللہ
اساس شان بلندش بذروۂ رفعت
اسیر حسن وے انسان بتارہائے نگاہ
ستون ندارد و ذاتُ العماد داغ ازو

زجا نہ جنبد و زو چرخ باز ماند براہ

زہے بہشتِ حقیقی کہ عارفانِ بہشت

شکستہ عزم خود انجا ہمی رسند ازراہ

نفس بشان بلندش بلند نتواں کرد

کہ گر زِ ہر ہمہ بالا بری شود کوتاہ

پئے شمولِ سعادت کرشمہ ہا دارد

نگاہ ہمت و نامِ امیر عالی جاہ

شہے محمد صادق غلامِ ایں درگاہ

چورنگ شہرتِ حاتم شکستہ طرفِ کلاہ

عرق بہ ریخت چودریا خلیفہ احمد یار

اگر یقین نکنی اینک آب وتاب گواہ

سروش مصرعِ تاریخِ او باخترؔ گفت

زدرکِ پایۂ اود ہمتِ آسمان کوتاہ

ترجمہ: (۱) شیخ زمانہ، اللہ کی مخلوق کے دستگیر، رحمت الٰہی کا احاطہ کرنے والے حق شناس فرید کے زمانے میں

(۲) اس عرش مثال عمارت نے اپنے چہرے سے پردہ اٹھایا، یہ عمارت صفائے قلب والوں کے لئے طواف کی جگہ اور بیت اللہ کے حرم کی طرح ہے۔

(۳) اس کے شان بلند کی بنیاد آسمانی رفعت کی چوٹی تک پہنچی ہوئی ہے۔

(۴) اور ہر انسان تار نظر سے اس کے حسن کا اسیر نظر آتا ہے۔

(۵) ستون نہ رکھنے کے باوجود ذات العماد کی عمارتیں اس پر رشک کرتی ہیں، اپنی جگہ سے نہ ہلنے کے باوجود چکر لگانے والا آسمان اس کے لئے راہ چھوڑ دیتا ہے۔

(۶) کیا ہی خوب حقیقی بہشت ہے کہ بہشت کی حقیقت کو جاننے والے لوگ، اپنے ارادے (بہشت سے توڑ کر) راستے ہی سے پلٹ کر ادھر پہنچ رہے ہیں۔

(۷) اس کی بلند شان کے سامنے سانس تک اونچی نہیں لی جا سکتی، جس بلند

مرتبہ (عمارت) کے سامنے اسے پیش کرو گے وہ (خود بخود) کوتاہ ہو جائے گی۔
(۸) بلند رتبہ امیر کا نام اور اس کی بلند ہمت نظر نے اس سعادت میں شامل ہونے کے لئے خوب کرشمے دکھائے ہیں۔
(۹) بادشاہ محمد صادق نے جو اس درگاہ (آستانۂ عالیہ کوٹ مٹھن شریف) کا غلام ہے۔ حاتم کی کلاہ شہرت کو جھکا دیا۔
(۱۰) دریا کی طرح خلیفہ احمد یار (معمار) نے بھی خوب محنت کا پانی بہایا ہے (عرق ریزی کی ہے) اگر یقین نہیں آتا تو (عمارت کی) آب و تاب اب بھی جا کر دیکھ لے!
(۱۱) فرشتۂ غیب نے اختر سے مصرع تاریخ یوں کہا " اس کے بنیاد (پایہ) کے ادراک سے آسمان کا ہاتھ بھی کوتاہ نظر آتا ہے "۔)

آمدم بر سر مطلب یعنی حضور خواجہ بندہ پرور حضرت فرید ثانی کے بزرگوں کا ذکر اور آپ کی پیدائش کا حال اور بعض خوارق حصہ اول میں درج ہو چکے ہیں۔ چونکہ یہ احقر ہر سال عرس شریف حضرت محبوب الٰہی مولانا خواجہ خدا بخش قدس اللہ سرہ العزیز میں حاضر ہو کر تین چار ماہ حاضر رہتا ہے اب بعد تحریر حصہ اول کے ۱۳۱۴ھ اور ۱۳۱۵ھ / ۹۷-۱۸۹۶ء اور ۹۸-۱۸۹۷ء میں بزرگان کوٹ شریف اور چاچڑاں شریف اور دیگر احباب سے جو کچھ معلوم ہوا ہے قلم بند کر کے اپنے پیر بھائیوں کے پیش کش کرتا ہوں۔

**نقل** : چاچڑاں شریف کی ایک ضعیفہ کا بیان ہے کہ بروقت تولد حضرت کے میں موجود تھی۔ مثل اور اطفال کے گریہ و بکا نہیں کیا اور جب آواز نکلی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا اللہ اللہ کہتے ہیں ۔ تاایام شیر خواری کبھی آپ کی والدہ شریفہ کی نماز قضا نہیں ہوئی۔ یعنی بول و براز کبھی والدہ کی گود میں نہیں کیا۔ قاعدہ ہے کہ لڑکے کو دو برس دودھ پلایا جاتا ہے مگر حضرت نے از خود پونے دو برس کی عمر میں دودھ چھوڑ دیا۔ اسی ضعیفہ کا بیان ہے کہ اول ہی سے

طبع عالی تنہائی کی طرف مائل ہے جیسا کہ اب ہجوم خلائق سے طبع عالی مکدر ہوتی ہے ایسے ہی صغیر سن میں بھی تنہائی پسند تھی۔ کبھی بچوں کے ساتھ بازی میں مصروف نہ ہوتے اگر آپ کے پاس اطفال آجاتے جو کچھ آپ کے نوش فرمانے کو آتا وہ ان کو تقسیم فرماتے اگر کوئی لڑکا ننگے گلے ہوتا اس کو دیکھ نہ سکتے اپنا پیرہن اتار کر اس کو پہناتے۔ جس وقت جیب خرچ کو اول کچھ پیسہ روز مقرر ہوئے جمعرات کے دن تو شیرینی منگا کر ختم کراتے باقی ہر روز اطفال کو تقسیم فرماتے جب پیسوں سے روپیہ مقرر ہوئے تو آپ نے لڑکوں کا بھی روزینہ مقرر کیا۔ ہمیشہ فقیروں کے پاس جاتے ان کی خدمت کرتے ان کی دعائیں لیتے چنانچہ ہنوز وہ ہی کیفیت ہے کہ جو آمدنی، املاک موروثی اور جاگیر اور فتوح (آتی ہے) تمام وکمال فقرا، علما اور سائلین وغیرہ کو مرحمت فرماتے ہیں اوروں کو لنگر سے مکلّف کھانا امیرانہ اقسام اقسام کا دودھ مصری برف وغیرہ ملتا ہے اپنی قوت بسری صرف ایک چھٹانک خشک آٹے اور ڈیڑھ پاؤ پھیکے دودھ پر ہے [۱]۔ ہر فصل کی سبز ترکاریاں گاڑیوں میں بھر کر آتی ہیں ان کو ہر روز تقسیم فرما کر خوش ہوتے ہیں اپنے واسطے وہ بھی نہیں۔

**نقل:** مولوی عبداللہ خان صاحب متوطن چاچڑاں شریف بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت در حالت صغر سنی میرے صحن مکان میں زیرِ درخت لس لسہ اطفال کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ ہمارے محلہ کی ایک عورت اپنے پسر کی زوجہ کو لے کر آئی اور عرض کی کہ صاحبزادہ صاحب دعا کیجیے کہ بہو کو خدا

---

[۱] مقابیس المجالس کے مطابق مارچ ۱۸۹۹ء کی ایک گفتگو میں خواجہ فرید نے بتایا کہ: "میں آٹھویں پہر (چوبیس گھنٹہ) کے بعد ایک چھٹانک گندم کے آٹے کی روٹی پکوا کر کھاتا ہوں اور دو سیر سے کچھ کم دودھ پیتا ہوں، اگر گوشت کی بوٹی کھاتا ہوں تو اسی قدر روٹی میں کمی کر دیتا ہوں۔" (مقبوس ۷۵، ص ۷۱۹)

فرزند عطا کرے۔ آپ نے ایک پتہ اس درخت کا اٹھا کر کوئلہ سے اس پر کچھ نشان کر کے اس کو دیا اور فرمایا کہ اس کو کھلا دو فضل خدا سے وہ اسی ماہ میں حاملہ ہوئی نویں ماہ پسر پیدا ہوا۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی روایات سنی ہیں زندہ رہا تو پھر کسی وقت ہدیہ ناظرین کروں گا۔

**نقل** میاں احمد علی صاحب رئیس شہر حضرت والا آپ کے ماموں زاد بھائی نقل کرتے ہیں کہ ایک بار بہ تقریب عرس حضرت فخر صاحب، حضرت محبوب الٰہی نے مجلس کی دوسرے روز ہم بچوں نے مل کر ایک گوشہ میں بیٹھ کر اسی طرح مجلس کی۔ ہم بارہ لڑکے وہاں موجود تھے میاں عبداللہ قوال کہ ہم سے بڑے تھے۔ ان کا سن اس وقت بارہ سال کا تھا ابھی بقید حیات ہیں انہوں نے ایک غزل شروع کی جب یہ شعر پڑھا:

کُلُّ مَا فِی الْکَوْنِ وَہْم" اَوْ خِیَال
اَوْعُکُوس" فِی الْمَرَایَا اَوْ ظِلَال[1]

(ترجمہ: کائنات میں جو کچھ ہے سب وہم و خیال ہے محض یا پھر شیشے میں نظر آنے والے عکس اور یا سائے ہیں۔)

اس شعر پر حضرت کو بہت زور سے حالت ہوئی یہاں یہ کیفیت تھی ادھر وقت کھانے کا آیا آپ کی والدہ شریفہ نے خادمہ کو بھیجا کہ بندہ کو اور حضرت کو لائے وہ آئی اور اس نے حضرت کو اٹھانا چاہا حالت بیہوشی میں حضرت نے اس کے کپڑے پارہ پارہ کر دئے آخر وہ لے کر آپ کو آپ کی والدہ کے پاس گئی یہ بے ہوشی اور وجد دیکھ کر وہ حیران ہوئیں یہ خبر سن کر محبوب صاحب تشریف لائے آپ کو دیکھ کر حال دریافت کیا جو میاں عبداللہ قوال نے بیان

---

[1] متن میں ژلال ہے جو غلط ہے۔

کیا اس پر حضرت محبوب صاحب نے فرمایا کہ آج سے ان کے سامنے ایسی غزل نہ گائی جاویں جن میں مسائل توحید ہوں اور آپ کے سر مبارک پر دستِ حق پرست رکھ کر کچھ پڑھ کر دم کیا بہت دیر بعد آپ کو افاقت ہوئی۔ محبوب صاحب نے فرمایا کہ فرید اس خاندان میں آفتاب پیدا ہوا ہے انشاء اللہ اس کے نورِ معرفت سے تمام عالم منور ہوگا۔

اور ذی الحجہ ۱۲۶۹ھ / ستمبر ۱۸۵۳ء میں یتیم ہوئے چند مدت دیرہ مبارک اور نور محل نواب صاحب میں رہے وہاں جو اظہار کرامت ہوئی ان سے بعض حصہ اول میں درج ہیں باقی آئندہ میں درج کرونگا اور بعمر ۱۳ سال ۸ ماہ رجب ۱۲۷۳ھ / مارچ ۱۸۵۷ء میں اپنے برادر کلان حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام فخر الدین فخر جہان رحمۃ اللہ کے مرید ہو کر ۱۸ سال بیابان اور ریگستانِ بے آب علاقہ فیروزہ میں سخت مجاہدہ فرما کر کارِ (فقر) تکمیل پہنچایا۔ دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ جسد مبارک بالکل خشک ہو گیا تھا صرف پوست اور اُستخوان باقی تھا اور جلال اسقدر تھا کہ مجال نہ تھی انسان روئے انور کی طرف نظر کر سکے باقی اس جگہ کا حال حصہ اول میں درج ہے۔ چنانچہ حضرت فخر جہان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر بروز قیامت پروردگار عالم پوچھے گا کہ کیا تحفہ لایا تو فرید کو پیش کرونگا اور کوئی جلسہ نہ تھا کہ جس میں حضرت کا ذکر خیر نہ فرماتے ہوں۔

حضرت نے کئی سفر حضرت فخر جہان کی حیات میں کئے چنانچہ ایک سال یوں ہی بیٹھے بیٹھے اٹھارہ انیس آدمیوں کے ہمراہ سوار ہو کر بارادہ اجمیر شریف روانہ ہوئے خدام نے عرض کی کہ ریگستان سے چلنا ہوگا سامان سفر ضرور مہیا ہونا چاہیئے تھا اس پر فرمایا کہ فقیر کا سامان بے سامانی اور خزانہ اسکا توکل ہے۔

الغرض بعد قطع منازل قلعہ [۱] ڈیراور پر آئے یہاں کی بیگمات نے نذر نیاز چڑھائی۔ دو تین روز کے بعد وہاں سے کوچ کیا اخراجات حضور کے ماشاء اللہ اول ہی روز سے ایسے ہیں کہ اگر خزانہ قارون ہو تو صبح سے شام تک بھی اکتفانہ کرے یہ تو مولائی خزانہ ہے کہ جو کاربرآری کر رہا ہے الغرض جیسل میر پہنچے ہیں تو ایک حبہ (پیسہ) باقی تھا کسواسطے کہ حضور کی عادت ہے کہ کتنا ہی روپیہ سامنے آجائے تاوقتیکہ اس کو بندگان خدا پر بخشش وایثار نہ کرلیں چین نہیں

[۱] مولوی عزیز الرحمٰن کے مطابق راجپوتانہ اور سندھ کی قدیم قوم بھاٹی (بھٹی) کا ایک حکمران راجہ کہیر جو خلیفہ الولید اُموی کا ہم عصر تھا۔ کہر کے پانچ بیٹوں میں سے ایک کا نام تنو تھا جس نے ۷۳۱ء میں قلعہ "تنوٹ" تعمیر کیا تھا پھر اس نے اپنے ولی عہد بجے راؤ کے نام کی مناسبت سے قلعہ "جھوٹ" ۷۵۷ء میں تعمیر کیا۔ اسی برس کی حکومت کے بعد تنو ۸۱۲ء میں مر گیا تو راؤ تخت نشین ہوا جسے قدیم دشمنی کی وجہ سے ملتان کے باراہوں اور لنگاہوں نے ایک ضیافت میں آٹھ سو بھائیہ (بھٹہ) رشتہ داروں کے ساتھ قتل کر دیا۔ بجے راؤ کا ولی عہد دیوراج تھا جس نے ایک جوگی بابارت سے سونا بنانے کا نسخہ سیکھا اور بے انداز سونا تیار کر کے ۹۰۹ بکرمی میں ایک قلعہ تعمیر کیا جس کا نام "دیوراول" رکھا جو رفتہ رفتہ "ڈیراراول" اور پھر "ڈیراور" مشہور ہو گیا۔ اس قلعے میں دفینے کی بہت سی افواہیں ہیں جو ان حالات کے پیش نظر مولانا عزیز الرحمٰن کے مطابق بے وجود نہیں سمجھی جاسکتیں (سہ ماہی الزبیر جون ۱۹۹۹ء، ص ۹۵ تا ۹۷)

عبد الواحد نے ایک مضمون (ترجمہ نیاز حسین لکھویرا) میں لکھا ہے کہ خان پور اور احمد پور کی تحصیلوں کے نویں صدی کے حکمران راجہ ججانے ۸۴۳ء میں ججہ شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کا ایک بھائی دیو سدھ تھا جو دیوراول کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس نے راجہ ججا کی اجازت سے دریائے ہاکڑہ کی کنذرگاہ کے قریب قلعہ ڈیراور کی تعمیر کی۔ قلعہ ۸۵۲ء سے ۱۷۳۲ء تک دیوراول اور اس کے جانشینوں کے قبضے میں رہا۔ (مولانا عزیز کے مطابق راجہ جیجو (ججا) دیوراول کا ماموں تھا) ۱۷۳۲ء میں امیر صادق محمد خان عباسی اول نے اس قلعے کو جیسلمیر کے حکمران راول رائے سنگھ سے چھین لیا جو راول خاندان کا پچیسواں حکمران تھا۔ ڈیراور قلعہ کے سامنے جامع مسجد دہلی کی طرز پر سنگ مرمر کی بنی ہوئی ایک حسین مسجد بھی ہے جسے نواب بہاول خان سوم نے ۱۸۲۵ء میں تعمیر کرایا۔ ڈیراور کا شہر ۱۸۹۵ء تک آباد رہا۔ اب بھی اس شہر خموشاں کے آثار باقی ہیں۔ (الزبیر، ص ۱۰۰-۹۹)

آتا اگر کبھی کسی وجہ سے رات کو کچھ رہ جاتا تو صبح ارشاد ہوتا کہ اس پیسہ نے گرمی کی جلد نکالو کبھی روپیہ نہیں فرماتے بلکہ یوں فرماتے ہیں کہ فلاں کی نذر اتنے پیسے کرو اور اس کو ناپاک سمجھ کر ہاتھ نہیں لگاتے اگر کسی کی نذر اٹھاتے تو انگشتان کو رگڑ کر صاف کر لیتے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں دس بارہ ہزار روپیہ روز کا فتوح ہوتا تھا مگر دوسری صبح کو لنگر میں پارۂ نان تک نہ باقی رہتا تھا کہ کسی طفل کے کام آئے یہاں اگر بارہ لاکھ ہوں تو صبح تو دور عشا تک ایک کوڑی اس میں سے باقی نہ رہے۔ حق الامر یہ ہے کہ اس کاتب نے سترہ برس سیاحت کر کے ہندوستان کے امیر فقیر سب دیکھے مگر یہ فراخ حوصلگی کہیں نہیں دیکھی۔ ظاہر اسوقت سارا ٹھاٹھ بادشاہی ہے دنیا میں اس طرح رہ کر پھر اس سے جدا رہنا یہ اسی جگہ ہے۔ جس کو دیتے ہیں بلا واسطے بلا کسی غرض کے دیتے (ہیں) کسی قسم کا احسان نہیں جتاتے اور الٹے ان کی ناز برداری کرتے ہیں۔ عام طور پر اس جگہ کی بد انتظامی مشہور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ دنیا داروں کو انتظام لازم ہے۔ فقیروں کا مال وقف ہوا کرتا ہے مال وقف کا انتظام کیسا۔ فقیروں کا انتظام دوسرا ہے اس میں بد انتظامی نہ ہو الغرض والئی جیسلمیر نے ملازمت چاہی حضور نے قبول نہ فرمایا وہاں سے کوچ کر کے اجمیر شریف میں داخل ہو کر روضۂ اطہر حضرت خواجہ غریب نواز سے مشرف ہو کر واپس آئے اور ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں صاحب سجادہ ہوئے مگر دریادلی سے جائیداد منقولہ بھائی صاحب سے کچھ مزاحمت نہ کی جس کا اندازہ لاکھ روپیہ سے کم نہ ہوگا جو ان کی ازواج مطہرہ کے پاس رہا۔ بعد سجادہ ہونے کے کئی مرتبہ سفر کر کے ہندوستان کے فقراء اور علماء سے ملے جملہ اولیاء اللہ کی

مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں حج بیت اللہ زیارت روضہ رسول اللہ صلعم سے مشرف ہوئے جس کی کیفیت سفر نامہ فریدی مطبوعہ ۱۳۱۴ھ / ۹۷-۱۸۹۶ء سے معلوم ہو سکتی ہے۔

**نقل** یکم ماہ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء میں جب بندہ مرخص ہوا ازراہ بندہ نوازی کلاہ مبارک مستعملہ خاص مکرر مرحمت فرما کر اس ذرہ بے قدر کو سرفراز فرمایا مگر ابھی اس رمز کو نہ سمجھا تھا کہ کیا اسرار ہے الغرض جب میں مکان پر پہنچا چوتھی ماہ مذکور کو شیخ عبدالرحمٰن صاحب منشی مال گودام ریلوے اسٹیشن الہ آباد کا خط آیا جس میں انہوں نے اپنی پیری مریدی اور بطمع دنیا پیر صاحب کا بددعا دینا لکھا تھا اور لکھا کہ اس خوف میں بندہ نے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ العزیز کی روح پاک سے رجوع کر کے ان کی شان میں چند اشعار لکھ کر ان کا وظیفہ مقرر کیا۔ وہ تحریر کرتے ہیں کہ بعد چند روز کے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت سلطان جی صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ عبدالرحمٰن کتاب تذکرۃ الفقرا دیکھا۔ کر صبح جب کار سرکار پر جانے لگا راہ میں ایک دوست ملے ان سے تذکرہ ملا اب سمجھا کہ وہ خواب نہ تھا بشارت تھی جب دیکھا تو آپ کا مصنفہ تھا سمجھا اس جگہ سے کشود کار ہوگا لہذا مستدعی ہوں کہ آپ میری دستگیری فرما کر داخل سلک مریدان فرماویں یا کسی اور بزرگ کو بتایئے کہ جو مجھ کو منزل مقصود تک پہنچاوے۔ اب میں سمجھا کہ بار دیگر کلاہ کا مرحمت فرمانا اسی وجہ سے تھا۔ اب تجھ سے ضرور کام لیا جایا کرے گا یہ سوچ کر میں نے انہیں لکھا کہ بھائی میں تو بے قید بے قدر ناکارہ شخص ہوں تم میرے خواجہ بندہ پرور سے رجوع کرو اللہ مدد کرے گا اور ایک درخواست

اپنی حضور میں ارسال کر دو، میں نے تم کو اپنے پیر بھائیوں میں قبول کیا تم مجھ کو قبول کرو اور ان کو میں نے ذکر جہر کی ہدایت کی اور طریقہ تصور شیخ لکھ بھیجا، چند روز میں خدا نے ان کے کار میں ایسی برکت دی کہ دو ماہ کے اندر گیارہ صاحب اسی طرح نادیدہ حضرت ظل سبحانی فرید ثانی کے دست حق پرست پر تائب ہو کر حلقہ ارادت میں آئے بعد اس کے منشی محمد حنیف صاحب انسپکٹر پنشنی آئے تھے ان کو تعلیم کرنے مگر حلقہ میں بیٹھتے ہی حضور کی زیارت سے مشرف ہو کر ارادت لائے۔

یہاں تک نوبت پہنچی کہ ۸ ماہ رجب کو حضرت سلطان الاولیا کا ان لوگوں نے عرض کیا جس کی کیفیت درج اخبارات ہوئی اور ڈاکٹر مولا بخش صاحب کہ اہل الہ آباد کہ مریدی میں جن کا دوسرا نمبر تھا، اسسٹنٹ سرجن نے بوجہ تعصب مذہب ان پر مقدمہ قائم کیا جس روز مقدمہ کی پیشی صاحب سول سرجن بہادر کے اجلاس میں تھی اسی شب کو ڈاکٹر مولا بخش نے حضور کو بچشم ظاہر دیکھا اور صبح حضرت کی توجہ سے بری ہوئے اور اپنے کام پر متعین رہے۔

**نقل** ہے کہ حضور بہ تقریب عرس شریف قبلہ عالم بمقام چشتیاں رونق افروز تھے کہ شیخ عبدالرحمن اور ڈاکٹر مولا بخش کی عرضی آئی کہ ہم بماہ ذوالحجہ جضرت محبوب صاحب کے عرس میں حاضر ہونا چاہتے ہیں اجازت کے منتظر ہیں۔ میں نے وہ عرضی حضور میں پیش کی سن کر سکوت فرمایا کچھ جواب نہ عطا ہوا پھر ان کی دوسری عرضی آئی اس پر بھی حضرت نے کچھ نہ فرمایا تب میں سمجھا کہ اس میں کچھ اسرار ہے۔ میں نے ان کو لکھا کہ عرس میں مت آؤ کہ بوجہ کوچ مقام کے تمہاری تعلیم نہ ہو گی بعد عرس کے آؤ

چنانچہ جو کھٹکا تھا وہی پیش آیا کہ ۹ ذالحجہ کو شیخ صاحب کا پسر دوم فوت ہوا وہ کہتے ہیں کہ مجھے بہت رنج تھا مگر بعد نماز عصر کے جب جنازہ کی نماز ہوئی ہے تو میں نے حضور کو کامل دس منٹ نماز میں چشم ظاہرہ دیکھا جس کی وجہ سے رنج دور ہوا۔ ۱۹ کو وہ دیرہ مبارک میں آکر مشرف بہ قدم بوسی ہوئے حضور نے ان کو کچھ تعلیم فرمایا اور بوقت رخصت دونو صاحبوں کو ایک ایک کلاہ فریدی ایک ایک لنگی قیمتی ۲۵ روپیہ کی مرحمت فرمائی۔

**نقل** منشی محکم الدین صاحب نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت مولانا مولوی عاقل محمد صاحب سجادہ خانقاہ شریف ہڑند ضلع دیرہ غازیخان ہمارے خواجہ بندہ پرور فرید ثانی کے مرید ہو کر واپس گئے تو ان کے مریدوں نے ان سے کہا کہ ہم کو بڑی شرم آئی کہ ہمارا پیر دوسرے کا مرید ہو، آپ پیروں کی اولاد اور خود پیر، اس وقت بلوچستان، وزیرستان، یاغستان وغیرہ میں آپ کے لاکھ سے کم مرید نہیں ہیں آپ جو حضرت خواجہ شاہ غلام فرید صاحب کے مرید ہوئے ایسی ان میں کیا کرامت دیکھی اس پر انہوں نے رو کر کہا کہ ان کے فضائل احاطہ تحریر سے باہر ہیں مگر میں تم کو اتنا بتائے دیتا ہوں کہ وہ ذات جامع الحسنات موصوف بہ صفات ...... ہے چنانچہ میاں برکت علی صاحب قوال حضرت صاحب قبلہ کہ جو موصوف کے نہایت معتقدوں سے ہیں اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں اور نیز بہت سے اشخاص سے اس کی تصدیق ہوئی ہے۔

**نقل** قادر بخش خان صاحب کاردار خانپور ریاست بہاولپور بیان کرتے ہیں کہ بندہ کارداری منچن آباد میں صدر پیش کار تھا اور کاردار صاحب کے مزاج میں ذرا سختی تھی ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک میدان میں

ہزاروں مستغیث ایستادہ ہیں کاردار صاحب گھوڑے پر سوار کھڑے ہیں میں
ان کے قریب پیادہ کھڑا ہوں کہ حضور چوڈول میں سوار اس میدان میں
رونق افروز ہوئے اور میری طرف اشارہ کر کے ان مستغیثوں سے فرمایا کہ
یہ تمہار انصاف کرے گا چنانچہ دس روز بعد کاردار موقوف ہوا اور میں اس کی
جگہ کاردار مقرر ہوا۔

**نقل** امسال میں دہلی سے حضور میں حاضر ہونیوالا تھا ایک دن ایک عزیز
نے کہا کہ میں اپنے فرزند کو حضرت کا مرید کرانا چاہتا ہوں مگر امر مجبوری
ہے کہ حضور کی تشریف آوری مشکل میرا وہاں جانا دشوار انہوں نے اس
درد سے کہا کہ میرا دل ہل گیا میں نے اس برخوردار کو وضو کرا کر قبلہ رو بٹھایا
میں اور اسکا باپ دونوں مراقب ہوئے بعد تھوڑی دیر کے فاتحہ خیر پڑھی ہم
سب دالان میں تھے اور اس کی والدہ کوٹھڑی کے اندر سوتی تھیں یعنی
علالت کی وجہ سے شب کو نیند نہ آئی تھی صبح ہوتے سو گئیں تھیں دو گھنٹہ کے
بعد بیدار ہوئیں بچہ کو کہا دروازہ کھول الغرض بندہ کو بیٹھے دیکھ کر کہا کہ بھائی
صاحب میں نے خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ ایک بہت بڑا مکان ہے ہم سب
موجود ہیں اور وہاں آپ بھی ہو اور ایک سفید ریش فقیر بھی بیٹھا ہے جس کی
شکل میں بھول گئی میں نے آپ سے کہا کہ آپ اسے اپنے بھانجے کو مرید
کریں آپ نے انکار کیا اس پر وہ فقیر بولا کہ لڑکے میرے پاس آئیں تجھے
مرید کروں غرض یہ اس کے پاس گیا اس نے اس کو مرید کیا۔ اس پر ان کے
شوہر حافظ محمد شاہ صاحب عرف چھوٹے صاحب نے ہنس کر کہا مبارک ہو
جو تم نے دیکھا یہاں بھی ہو رہا تھا تم نصیبہ ور ہو کہ گھر بیٹھے مدارِ عالم کی زیارت
سے مشرف ہوئیں۔

نقل نواب قیصر خان صاحب والئی ریاست جھل ملک بلوچستان خلف مہیا (میہاں) خان مغفور بیان کرتے ہیں میں چند سال مرید ہونے کو حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا مگر اصلا میری طرف توجہ نہ فرمائی جب ۱۳۰۷ھ / ۹۰-۱۸۸۹ء میں بندہ جریدہ طور پر فقیرانہ حاضر ہوا نہایت مہربانی سے پیش آکر مرید فرمایا یہ شخص چھ (۶) پہر کامل اذکار و اشغال میں مصروف رہتے ہیں ماشاء اللہ جوان ہیں کہ ۱۲۸۰ھ / ۶۴-۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے ہیں نقل کرتے ہیں کہ ۱۳۱۳ھ /۹۶-۱۸۹۵ء میں سر جیمس جنرل برون صاحب میرے دشمنوں کے بہکانے سے درپے تخریب ہوا میں ماہ فروری میں حضور میں آیا اور امداد چاہی۔ اس پر ارشاد کیا کہ کیا اندیشہ ہے وہ سب ذلیل و خوار ہوں گے۔ اس کے تین روز بعد میں سکھر میں پہنچا، تار آیا کہ صاحب بیمار ہے وہاں سے چل کر جب مکان پر آیا سنا کہ وہ مر گیا، اس کے حمایتی پولٹیکل ایجنٹ کی بدلی ہوئی بلکہ تمام وہ پہلا انتظام ہی درہم برہم ہو گیا دشمن سب تباہ اور خوار ہوئے بعض قید ہوئے۔

ایضاً یہی صاحب نقل کرتے ہیں کہ ۱۳۱۴ھ / ۹۷-۱۸۹۶ء میں بندہ عرس شریف پیران کلیر میں حاضر تھا بعد نماز ظہر کے میں نے دیکھا کہ میرے شیخ معلق ہوا پر استادہ ہیں تا بہ عصر میں نے بہ چشم ظاہری دیکھا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں اور غلام محی الدین قریشی حاضر ہوئے حضور برداشتہ خاطر تھے اور اکثر فقیروں کو رخصت فرما رہے تھے یعنے جو تارک اوراد اشغال اور بیکار تھے ان کو رخصت فرما رہے تھے۔ یہ معلوم کر کے میرے دل میں خطرہ گزرا کہ اب کبھی وقت معمولی کو رائیگاں نہ دونگا بلکہ جو وظیفہ قضا ہوئے ہیں ان کو بھی پورا کرونگا معا نور باطن سے میرا خطرہ معلوم

فرما کر کہا کہ اتنا بھی دوڑ کر نہ چلنا چاہئے جو تھک کر گر پڑے۔ دوسری روایت یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور مسند مبارک پر دراز تھے چند علماء حاضر تھے میں سرہانے کی طرف بیٹھا تھا خطرہ گزرا کہ حضور کو تنہائی پسند ہے وہاں باریابی نہیں ہوتی دربار میں اسرار الٰہی کا عرض کرنا یا دریافت۔ کرنا مناسب ہے معاً میرا خطرہ معلوم فرما کر یہ مصرع زبان پر لائے مصرعہ :

دستِ پیر از غائبان کوتاہ نیست

**نقل** مولانا مولوی رکن الدین صاحب پرہار، جامع 'مقابیس المجالس (ملفوظ حضرت خواجہ بندہ پرور) بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں سخت علیل تھا اطبا جواب دے چکے تھے اور صرف پوست اور استخوان باقی تھا۔ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ رکن الدین تو اب اچھا ہے مقام فکر نہیں ہے اسی وقت میری آنکھ کھلی میں نے اپنے چچا سے بیان کیا انہوں نے بھی کہا کہ بشارت ہے چنانچہ صبح کو مرض بالکل نہ تھا صرف ضعف باقی تھا چنانچہ میرے ایک دوست بیمار تھے جو دوا ہوتی مخالف پڑتی ایک روز انہوں نے خواب دیکھا کہ خواجہ بندہ پرور فرماتے ہیں : 'شیر مادہ گاؤ پیا کرو' انہوں نے صبح دودھ پیا۔ پیتے ہی تندرست ہوئے۔

**نقل** مولوی غلام رسول سکنہ کوٹ شاہان کہتے ہیں کہ جس زمانے میں حضور حج کو گئے تھے مجھ کو نہایت شوق دیدار تھا ایک روز میں گھر سے نکل کر جنگل میں گیا دیکھا کہ ایک شخص نورانی فرشتہ صورت نے آکر مجھے سلام علیک کی میں نے جواب دیا بعد مجھے کہا مولانا مجھ کو پہچانا میں نے انکار کیا اس پر تبسم کر کے فرمایا میں غلام فرید ہوں چونکہ تم کو مجھ سے ملنے کا از حد خیال تھا اسواسطے آیا ہوں کہ تنہائی میں ہم تم چندے ہم کلام ہوں مکان پر

پہنچ کر ہجوم خلائق ہو جائے گا اچھی طرح مکالمت نہ ہو سکے گی تھوڑی دیر بعد وہ صورت نورانی غائب ہوئی میں اس واردات سے متحیر تھا کہ تیسرے روز خبر گزری کہ حضور حج کر کے واپس براہ کراچی تشریف لاتے ہیں۔ پس میں اپنے خواجہ بندہ پرور کی اس بندہ پروری غلام نوازی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس وقوعہ پر کیا منحصر ہے اگرچہ میں ایک مدت دراز سے سلک غلامان میں داخل ہوں مگر جس روز سے زبردستی مجھ کو کھینچ کر چاچڑاں شریف بلا کر توجہ خاص سے مشرف فرمایا ہے اول تو دین ودنیا سے مستغنی کیا دوسرے یہ نوازش ہے کہ میرے عیال واطفال کی حضور کا نام نامی حرز جان اور حضور کی زیارت تریاق ہر امراض ہے۔ ہم کو حاجت طبیب اور دوا کی نہیں رہی جہاں کوئی بیمار ہوا حضور کی طرف توجہ کی دوسرے تیسرے دن ضرور ہی حضور کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے زیارت ہوتے ہی مرض دفع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ برخوردار مسعود شاہ کہ ابھی اس کی عمر چھ برس کی ہے اکثر اوقات حضور کے احکامات بیان کرتا ہے قدرت خدا سے جو حکم وہ بتاتا ہے اسکا ویسا ہی ظہور ہوتا ہے چنانچہ ابھی ماہ جولائی ۱۸۹۸ء میں عزیز القدر مرزا محمد شکوہ کا خط آیا کہ آپ جلد تر اطفال کو لیکر دہلی پہنچو کہ سفارش جناب کمشنر صاحب مسٹر ارکلرک بہادر سے خاندان شاہی کے جو بے تنخواہ لوگ ہیں ان کی پرورش منظور کی ہے۔ کمشنر صاحب بہادر آپ پر تو نہایت درجہ مہربان ہیں ضرور بچوں کے واسطے کچھ مقرر ہو جائے گا۔ پس جب ماہ اگست میں بہ تقریب عرس حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ میں دہلی آنے لگا یکایک مجھے کہنے لگا کیوں جاتے ہو میرا پیر تو مجھے یہ کہ گیا ہے اسمیں تیرا اسا چھا نہیں ہے تجھے اللہ دے گا۔ میں نے اس بات کو نہ گردانا جب دہلی

آیا تو معلوم ہوا کہ در حقیقت یہ پرورش ان کی ہے جو پہلے اپنی تنخواہ فروخت کر چکے ہیں چوں کے واسطے نہیں ہے۔

حلیہ مبارک حضور کا صاحب مقابیس المجالس نے خوب مفصل لکھا ہے مگر بندہ نے جو تصاویر صحیحہ کہنہ مستندہ موجودہ دہلی و دیگر خانقاہ سے مطابق کیا تو معلوم ہوا کہ ذات بابرکات مجموعہ صفات حسنہ ہے جس نے حضور کی زیارت کی گویا اس نے بہت سے اولیاء اللہ کو دیکھا چنانچہ قامت مبارک قامت حضرت خواجہ احرار سے مطابق ہے اور رنگ جسد مبارک مثل جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے گردن مبارک و پشت مثل حضرت خواجہ بزرگ سینہ فیض گنجینہ و کف دست حق پرست مثل حضرت غوث اعظم ساق بامشابہ سلطان ابراہیم بلخی رحمت اللہ علیہ بدن کا ڈول اور طریقہ نشست مثل حضرت غوث بہاء الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور فقر قدم قدم حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ ذات جامع الحسنات...... مملو با اخلاق حضرت محمد رسول اللہ ہے۔

**نقل** امسال میرے ایک دوست بوجہ نحوست طالع کے مقدمہ قتل میں مبتلا ہوئے حاکم ضلع نے ان کو سپرد بہ عدالت سیشن [۱] کیا ان کے برادر نے بندہ سے استدعا کی کہ عنداللہ آپ اپنے شیخ سے سفارش کریں کہ وہ دعا فرماویں یا کوئی وظیفہ بتاویں جس کی برکت سے بھائی کی جان بچے میں نے ان سے وعدہ تو کیا مگر خیال آیا کہ کب میری عرضی حضور میں پہنچی کب جواب آیا، مشکل امر ہے، اتفاق سے ان ہی روزوں میں سلسلہ شریف میں نے نظم کیا تھا ان کے واسطے ایک دن فکر کر رہا تھا کہ کیا کروں یکایک خیال ہوا کہ حضور کی یہ

---

[۱] متن میں شن آیا ہے

کرامت ہے کہ جو کوئی وقت مشکل کے آپ کو یاد کرتا ہے آپ اس کی دستگیری فرماتے ہیں امید ہے کہ اس کے ورد سے کاربر آری ہو جائے گی اسی خیال میں سو گیا اسی حالت خواب میں حضور نے سلسلہ شریف کے پڑھنے کی ترکیب تعلیم فرمائی کہ جو ہمراہ رسالہ علاج طاعون اور ہمراہ سلسلہ شریف کے طبع ہو چکی ہے صبح میں نے ان کو سلسلہ دیا اور پڑھنے کی ترکیب بتائی چنانچہ تصدق حضرت سے دس روز کے بعد وہ عدالت سیشن سے بری ہوئے اس روز سے مجھ کو اس کا تجربہ ہوا اس کے بعد اوروں کو بتایا پس جس نے جس واسطے اسکا عمل کیا کامیاب ہوا۔

**نقل** امسال یہ سگ درگاہ حضور میں حاضر تھا کہ برخوردار محمود شاہ کی عرضی پہنچی کہ میری والدہ سخت علیل ہیں چار روز سے کچھ نہیں کھایا درد مفاصل نے نہایت تنگ کر رکھا ہے حال ابتر ہے اگر دیکھنا ہے تو جلد تشریف لائیے کہ یہاں سب کو یاس ہے وہ تحریر دیکھ کر مجھ کو فکر تو ہوا مگر سمجھا کہ شیخ مالک ہے اور وہ کاغذ بدست میاں برکت علی حضور کے ملاحظہ میں بھیجا۔ حضور نے اس کو سن کر مراقبہ فرمایا کہ گھبرا کر میاں برکت علی نے عرض کی کہ ابھی بیگم صاحبہ کا سَلبِ[1] مرض فرما کر علیل ہو چکے ہیں جسکی کسل ہنوز باقی ہے ایسا نہ کیجئے گا، یہ سنکر چشم حق بیں وا کر کے فرمایا خیر ہے مقام اندیشہ نہیں ہے۔ الغرض جب مکان پر آیا تو ان کو صحت پائی مگر ضعف بدرجہ غایت تھا۔ مریضہ کا بیان ہے کہ جس روز یہاں سے خط روانہ ہوا ہے اس کے چوتھے دن بوقت نصف شب مجھ کو غنودگی آگئی میں نے دیکھا کہ حضور تشریف لائے اور اپنا لب دہن مبارک درد پر لگایا۔ میں چاہتی تھی کہ تعظیم

---

[1] متن میں صلب لکھا ہوا ہے جو کہ غلط ہے۔

کے لئے اٹھوں کہ آنکھ کھل گئی میری والدہ کو جو اسوقت میرے پاس موجود تھیں انہوں نے کہا خیر ہے کیوں ڈری؟ میں نے کہا کہ خیر ہے ابھی میرے حضرت تشریف لائے اور اپنا لب دہن درد پر لگایا۔ انہوں نے کہا اب کیا حال ہے؟ میں نے کہا شکر ہے کہ بیٹھا نہ جاتا تھا اب بیٹھی ہوں نہ درد ہے نہ وہ زور تپ کا ہے صبح ہوتے عرق آیا اور تپ بھی دفع ہوئی اب ضعف باقی ہے۔ ذات بابرکات صائم الدہر قائم اللیل ہے کہ ظہر کے وضو سے نماز صبح ادا فرماتے ہیں۔

مثنوی حسب حال مؤلف [۲]

پلا ساقیا مجھ کو وہ جامِ مُل — کھلے جس سے آغاز و انجامِ کل
دلا یاد سب وہ جو بھولے ہیں ہم — لکھیں چرخ کے تا کہ جور و ستم
دیا اس نے چکر ہے ہر ایک کو — ستایا ہے اس نے بد و نیک کو
چھری اس کی ہر وقت رہتی ہے تیز — کراتا ہے یاروں میں باہم ستیز
...... ...... ...... بھاتا نہیں — کوئی اس سے آرام پاتا نہیں
نہ رغبت اسے اہل اقبال سے — نہ نفرت اسے حال بد حال سے
بھلائی کسی سے یہ کرتا نہیں — برائی سے لیکن گذرتا نہیں
ستم اس کے ہاتھوں جو سہتے ہیں ہم — وہ اندک ز بسیار کہتے ہیں ہم
اسی نے کئے سب امیر و غریب — رذیل و ذلیل و شریف و نجیب
ہماری اطاعت پہ رکھتے تھے ناز — سبھی ہم سے ملتے بہ عجز و نیاز
خوشی سے گزرتی تھی صبح و مسا — نہ تھا خواب میں بھی تفکر ذرا
یکا یک فلک نے کچھ ایسا کیا — کہ یک لخت بدلی وہ ساری ہوا

[۱] اسے مثنوی شہر آشوب غدر دہلی ۱۸۵۷ء بھی کہہ سکتے ہیں۔

نہ وہ عیش و عشرت نہ گھر در رہا — نہ وہ عز و شان اور نہ کچھ زر رہا

بدر شہر سے کر دیا بد حواس — لٹیروں نے لوٹا جو قدرے تھا پاس

سروپا برہنہ پھرایا ہمیں — نہ دیکھا تھا جو کچھ دکھایا ہمیں

نمک خوار پہلو تہی کر گئے — کہ جیتے ہی جی سب کے سب مر گئے

نہ مونس نہ یاور نہ ہمدم رہا — رفاقت میں بیچارہ اک غم رہا

جہاں میں نہیں ہم سا کوئی حقیر — لنگوٹی بندھی ہے بنے ہیں فقیر

ترستے تھے جو اپنی خدمت کو بھی — انہیں عار ہے ہم سے تعظیم کی

جو کرتے تھے جھک جھک کے ہم کو سلام — وہ نخوت سے کرتے ہیں ہم سے کلام

اک[1] اقبال کے جاتے ہی واہ واہ — نہ وہ نالہ دلکش رہا اور نہ آہ

ہوا تجربہ سے یہ معلوم حال — شرافت نجابت جو ہے وہ ہے مال

سمجھتا ہے بے زر کو ہر ایک خوار — اگرچہ وہ ہو زادۂ شہریار

حسب اور نسب کا نہیں کچھ خیال — معزز وہی ہیں جو ہیں اہل مال

وہ دولت جو تھی اپنی نظروں میں خوار — بغیر اس کے ہیں آج زار و نزار

نہ پڑنے کو جنگل نہ رہنے کو گھر — ملے خاک میں اور ہوئے در بدر

میری خستہ حالی سے سب ہے عیاں — ضرورت چہ دارد عیاں را بیاں

ارے اہل زر ہم پہ ہنستے ہو کیا — نہیں دیر لگتی بدلتے ہوا

مصیبت میری یاد کرتے رہو — خدا سے ہر اک وقت ڈرتے رہو

نہیں آدمی کا کچھ اس میں گلا — مقدر نے میرے یہ سب کچھ کیا

بیاباں بیاباں پھرایا مجھے — سدا آٹھ آنسو رلایا مجھے

پہاڑوں میں غاروں میں جس جا گیا — کہیں اس سے مہلت نہ پائی ذرا

---

(1) متن میں ایک ہے جو غلط ہے۔

نہ تاب اقامت نہ پائے گریز — چلا بخت خفتہ سے کرتا ستیز
جگر میں تپش لب پہ آہ و فغاں — کلیجے میں ٹیس الاماں الاماں
اسی عالم یاس و حرمان میں — یہ آیا خیال ہوئی دھیان میں
کہ در پر کسی اہل حشمت کے چل — وضیعوں شریفوں کی صف سے نکل
(غیرت) نے ہرگز اجازت نہ دی — طبیعت نے اصلاً جسارت نہ کی
حمیت یہ بولی کہ توبہ کرو — میاں احمد اختر خدا سے ڈرو
رکھو نامِ آبا خدا کے لئے — نہ پھیلاؤ ہاتھ التجا کے لئے
کرو فقر و فاقہ کو دل سے قبول — کہ الفقر فخری ہے قول رسول
یہ دنیا ہے کھیتی نہایت خراب — طلب کرنے والے ہیں اس کے کلاب
نہ دنیا کے بندوں سے ہو گی فلاح — نہیں ان سے ملنا قرینِ صلاح
مگر جمع خاطر ہے منظور گر — کسی باخدا سے ......
یہ دل میں ٹھنی جب تو پھر بے خطر — مصمم کیا میں نے عزم سفر
ہوا عزم بالجزم کر کے رواں — پھرا قریہ قریہ تجسس کناں
بہت روز اس جستجو میں رہا — کہ مل جائے کوئی فنا فی البقا
جسے نام اللہ لیتے سنا — اسی کا قدم بوس جا کر ہوا
جہاں سن لیا، ہے وہاں اک فقیر — فرشتہ صفت پیر روشن ضمیر
بصد جدّ و جہد اس سے جا کر ملا — نہ پائی مگر بوئے نام خدا
جدھر آنکھ اٹھائی ہوا یہ عیاں — کہ ہے پھیکا پکوان اونچی دکاں
غرض یہ کہ سترہ برس تک یونہیں — پھرا اور نہ مقصود پایا کہیں
یکایک پھر اقبال یاور ہوا — مرا سوئے مقصود رہبر ہوا
ندا دینے والے نے دی یہ ندا — کہ ہو چاچڑاں کی طرف رہ گرا

وہ مسکن ہے اقطاب و اوتاد کا        وہ منبع ہے اللہ کی یاد کا
رہا ہے ہمیشہ وہاں اک ولی        حبیب خدا و محبّ نبی
وہاں اب بھی ہے ایک قطب زماں        خدا کا ولی پاکبازِ جہاں
کریم زمانہ غلامِ فرید[1]        کہ مثلش بدور جہاں کس ندید
ارادت اگر اس سے تو لائے گا        مرادِ دلی جلد تر پائے گا
یہ سنتے ہی میں با دل شادماں        ہوا چاچڑاں کی طرف کو رواں
جو پہنچا تو دیکھا کہ پیر ہدیٰ        شریعت طریقت کا ہے پیشوا
غریبوں کا حامی فقیروں کا یار        مریدوں کا اک رہنما غمگسار
فقیری میں دیکھو تو شیخِ اتم        امیری پہ جاؤ تو دارا حشم
تونگر دل و سیر چشم و غنی[2]        مبرّا منزّہ ز کبر و منی
ز چشمِ خدا بیں چوں کردے نظر[3]        گزشتے بشر از صفاتِ بشر
یہ دیکھا تو بس میں بصد سوز و ساز        گرا جا کے قدموں پہ با صد نیاز
کہا پھر کہ اے شیخِ ثابت قدم        خدارا بسویم نگاہِ کرم
بہت دور سے چل کے آیا ہوں میں        مقدر کا اپنے ستایا ہوں میں
سنا یہ تو پھر شیخ نے جلد تر        اٹھایا مرا اپنے قدموں سے سر
بہت کی تسلی دلاسا دیا        محبت سے ارشاد پھر یوں کیا
کہ اے غنچۂ بوستانِ شہی        کہاں تجھ میں محنت کی طاقت رہی
ضعیفی نے تجھ کو کیا مضمحل        مرے پاس آ کھول دوں تیرا دل

[1] زمانے کا سخی، فرید (خدائے یگانہ) کا غلام، کہ اس جیسا زمانے میں کسی نے نہیں دیکھا۔
[2] دل کے تونگر، بسیر چشم اور بے نیاز، غرور اور تکبر سے پاک وصاف۔
[3] جب اپنی خدا کو دیکھنے والی آنکھ سے نظر فرماتے ہیں تو آدمی انسانی صفات (عادتوں) سے پاک ہو جاتا ہے

سنا جبکہ یہ مژدہ جاں فزا    بفرطِ مسرت میں آگے بڑھا
ملائی جو دم بھر نظر سے نظر    فقیری کے عقدے کھلے سر بسر
کہوں کیا وہ کیا وقت تھا کیا سماں    ہوئی دم میں طے منزلِ سالکاں
اک ادنیٰ توجہ سے اس کی مجھے    مقاماتِ صغرا و کبرا کھلے
مری بود نابود ایسی ہوئی    کہ ذوقِ فنا میں بقا مل گئی
ہوئی دین و دنیا سے حاصل غنا    نہ مطلب کوئی دل کا باقی رہا
الٰہی یہ شیخ مبارک قدم    سلامت رہے با فراواں حشم
سدا فیضِ عام اس کا جاری رہے    سدا اس پہ انعامِ باری رہے
زمانہ رہے اس کا خدمت گذار    تری رحمت اس کی بنے غمگسار
رہے اس کی اولاد خرم تمام    بہ حقِ محمد علیہ السلام

ذکر حضرت صاحبزادۂ والا منزلت بلند شوکت حامیٔ شریعت قاطع بنیانِ شرک وبدعت ماہر انوار طریقت و حقیقت غواص بحر معرفت عالم علوم ظاہری وباطنی حضرت مولانا خواجہ شاہ محمد بخش صاحب خلف حضرت مرشدی [illegible] اللہ افضالہ ونوالہ کہ یکم ذالحجہ ۱۲۸۴ھ / ۲۵ مارچ ۱۸۶۸ء بمقام چاچڑاں شریف تولد ہوئے۔ اول اول مولوی غلام رسول سے پڑھتے رہے بعد زیر تعلیم مولانا نصیر بخش صاحب تحصیل علوم سے فارغ ہو کر کار اصلی کی طرف رجوع کی تھوڑے دنوں کی محنت میں کار فقر کی تکمیل کر کے صاحب اجازت ہوئے اللہ تعالیٰ ذات گرامی کو سلامت رکھے کہ آپ کی توجہ باطنی سے بھی ہزاروں فیضیاب ہوتے ہیں۔ بالکل اپنے والد ماجد کے قدم بقدم ہیں۔ وہ ہی علم و عمل وہ ہی حلم و حیا اور سخاوعطا وہ ہی طریقہ عبادت و مروت وہ ہی شرفاء پروری ورہبری ہے۔ نظم:

نظامیہ فریدیہ میں رائج الوقت ہیں برائے تعلیم برخورداران مرزا محمد شاہ و مرزا محمود شاہ طول عمرہ کہ غلامان فریدی سے ہیں نقل کرتا ہوں۔

**فوائد** ذکر جہر میں واضح ہو کہ فضیلت ذکر جہر کی ملفوظات خواجگان چشت اہل بہشت سے از حد ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت سلطان الاولیاء قاضی محمد عاقل چشتی فاروقی قدس سرہ العزیز تین پہر کامل ذکر جہر فرماتے تھے۔ کتاب مناقب المحبوبین سے ثابت ہے کہ جس زمانہ میں حضرت قاضی صاحب مہاراں شریف میں مقیم تھے شب کو حضرت کے ذکر کی آواز شہر فرید تک جاتی تھی جو مہاراں سے تین کوس ہے۔ ایک خوبی اس میں یہ ہے کہ جب جی چاہے ذکر کرے کوئی وقت مقرر نہیں ہے، بہت جلد کشودِ کار ہوتا ہے۔ ہمارے خواجگان کے نزدیک ذکر جہر جملہ اذکار و اشغال واوراد سے افضل تر ہے۔ چنانچہ میرے خواجہ بندہ پرور نے ۱۸ سال کامل ذکرِ جہر کیا ہے۔ ذکرِ جہر اسم ذات کے ساتھ اور لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ یعنی مربع بیٹھ کر، رگ ہائے کیماس کو داب کر، دونوں ہاتھ گھٹنوں پر کشادہ کشادہ رکھ کر، داہنے مونڈھے کی طرف سے باتصور اسم ذات کہ اللہ ہے اس کو دل پر ضرب کرے اور اسی طرح اگر لا الہ الا اللہ سے کرے تو داہنے مونڈھے کی طرف سے لا الہ اٹھا کر اِلاَّ اللہ کو دل پر ضرب کرے، اس میں یہ تصور کرے کہ نہیں موجود کوئی مگر اللہ۔

**ترکیب ذکرِ پاس انفاس** میں۔ ہمارے سلسلۂ عالیہ قادریہ نوربخشیہ فریدیہ میں لفظ ''ہُو ہی'' کے ساتھ پاس انفاس کیا جاتا ہے۔ یعنی جب سانس اندر لے جائے ہُو کہے، جب باہر لاوے ہی کہے اور لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے یعنی جب سانس اندر جائے الا اللہ

کہے جب سانس باہر آئے لا الٰہ کہے۔ پاس انفاس کے کرنے سے جلائے قلب ہوتی ہے، نور معرفت چمکتا ہے، عمر دراز ہوتی ہے، وقت وصال کے نامِ الٰہی سے محروم نہیں رہتا بہت جلد کشف ہونے لگتا ہے یعنی انتظام کرے کہ کوئی سانس اس کا خالی نہ جائے۔ جب مشق بڑھ جاتی ہے تو چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، کھاتے کماتے ذاکر رہتا ہے [۱]۔

**دوسری ترکیب** اس کی یہ ہے کہ وقت معین کر کے کرتے ہیں۔ اس کا طریق یہ ہے کہ خلوئے معدہ میں بہ جائے خلوت مربع بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے زبان کو حلق میں دے کر بلا حرکت زبان کے سانس کے ساتھ اس ذکر کو شروع کرے، ٹھوڑی استخوان بنس سے لگا کر ناف کی طرف نظر رکھے یہاں تک کہ ذکر میں مستغرق ہو جائے اور جو پاس انفاس پرّہ بینی [۲] سے ہوتا ہے اس کو ذکر ارّہ بولتے ہیں۔ اس میں دور کرنے سوزش اور یبوستِ دماغ، روغنِ بادام کا استنشاق کرتے رہیں قلب نہایت رقیق ہو جاتا ہے اور ذاکر دوسرے پر بھی تصرف کر سکتا ہے۔

طریقہ ذکر مشی [۳] کے بیان میں یعنی سالک اگر راستہ چلتا ہے اور تیز رفتار ہے تو جو قدم اٹھائے اور رکھے اس کے ساتھ الا اللہ کہے اگر آہستہ جاتا ہے تو وضعِ پائے [۴] راست کے ساتھ لا اور وضعِ پائے چپ کے ساتھ اللہ کہے پھر وضع پائے راست کے ساتھ اِلّا اور وضعِ پائے چپ کے

---

[۱] خواجہ فرید کے سرائیکی دیوان میں اس کیفیت کا بیان ملتا ہے کافی نمبر ۱۰۰ کا یہ بند دیکھئے:

| | |
|---|---|
| رل وسدے لوکاں نال ہن | پر اصل فارغ بال ہن |
| ہر آن غرق خیال ہن | شاغل سمھن شاغل اٹھن |

[۲] ناک کے نتھنے [۳] چلنا پھرنا [۴] قدم رکھنا

ساتھ اللہ کہے یا ہر قدم کے ساتھ اللہ اللہ کہے۔ جب ذکر سے فارغ ہو تین بار سبحان اللہ والحمدللہ و لا الہ الاّ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الاّ باللہ العلیّ العظیم پڑھ کر یہ دعا پڑھے اللھم انّک قلتہ فاذکرونی اذکرکم و قد ذکرناک علی قدر قلت عقلنا و علمنا فاذکرنا علی قدر وسعۃ رحمتک و فضلک و مغفرتک اللھم افتح مسَامع قلوبنا لِذِکرک یا خیر الذاکرین و یا ارحم الراحمین

(ترجمہ: اے اللہ تیرا فرمان ہے کہ "تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا" اور ہم نے اپنے معمولی علم و عقل اور سمجھ کے مطابق تیرا ذکر کیا ہے اب تو بھی اپنی رحمت کی وسعت اور فضل و مغفرت کے مطابق ہمیں یاد فرما۔ اے اللہ اپنے ذکر مبارک کے لئے ہمارے دلوں کے دریچے کھول دے۔ اے سب سے بہتر یاد کرنے والے اور سب سے زیادہ رحمت فرمانے والے۔)

**دوسری ترکیب شغل مشی** کی یہ ہے کہ جب قدم اٹھائے یارافع کہے، جب قدم زمین پر رکھے یاخافض کہے۔ تیسری ترکیب یہ ہے کہ داہنے قدم کے ساتھ یاحی کہے بائیں قدم کے ساتھ یاقیوم کہے ان اذکار کے کرنے سے فتح باطنی حاصل ہوتی ہے اور بلاہائے ارضی سے محفوظ رہتا ہے اور فقرائے خرقہ پوش نے کلام مجید سے چند آیات مقرر کیں ہیں ہر ایک کار کے واسطے جُدی جُدی (جدا جدا)۔ یعنی جب فقیر کوئی کام کرے پہلے آیۂ مقررہ پڑھ کر وہ کام کرے ان میں سے چند آیات مجموعہ تصوف میں درج ہیں باقی انشاء اللہ پھر کسی وقت ہدیۂ ناظرین کروں گا۔

اب یہ جاننا چاہیئے کہ ہیزدہ (۱۸) ہزار عالم سے کوئی ایسا نہیں ہے جو ذکر الٰہی سے غافل ہو چنانچہ حضرت بندگی سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ

ایک بار ان کے پدر نے برائے تعلیم علم ان کو زدو کوب کی یہ ناخوش ہو کر بیابان میں جا بیٹھے اسوقت تک ان کو کوئی علم عمل ذکر شغل نہ تھا محض بے خبر تھے۔ مغموم تین روز ایک درخت کے نیچے بیٹھے رہے تیسرے دن جانور شکر خورہ اس درخت پر آکر بیٹھا اور توئی توئی توئی کہنے لگا ان کو وہ آواز خوش معلوم ہوئی انہوں نے بھی اسی طرح ایکدم کے ساتھ یہ ذکر شروع کیا۔ بعد ایک سال کے مکاشفہ ہوا، خوبی اس ذکر میں یہ ہے کہ وقت معین نہیں ہے ایسے ہی انسان کے واسطے ذکر ہُو بے اختیاری ہے۔ خواہ یہ جانے یا نہ جانے یہ ذکر ہر وقت اور ہر حال میں جاری رہتا ہے مگر لازم یہ ہے کہ اس پر آگاہ ہو کر اس کی حفاظت کرے یہانتک کہ لذت ذکر میں محو و مستغرق ہو جائے اور ذکر ھُوھُو اتنا کرے کہ شعور جاتا رہے اور ذکر ھُوھی کے کرنے سے مراتب غیب مشاہدہ میں آتے ہیں۔

**ذکر دماغی**، اہل ہند اس کو کپالی بولتے ہیں۔ ترکیب اس کی یہ ہے کہ دونوں سوراخ گوش دونوں انگلیوں سے بند کر کے بغور آواز دماغی کو سنے کہ وہ ہی معمولی (معمول بہ) ھُو سنائی دے گا یا علاوہ اس کے اور جو آواز ہو اس کو سنے سمجھے کہ اسماء الٰہی سے کونسا نام ہے پس جو معلوم ہو اس کی حفاظت کرے بدلاوے نہیں اسی کو قائم رکھے بلکہ اس کے بڑھانے میں کوشاں رہے۔ اہل ہند سو ہم سنتے ہیں جب آواز بڑھ جاتی ہے تو اس کو ذکر صدائے (قلب ؟) کہنے لگتے ہیں اہل ہند اسوقت اس کو انہد ناد [1] کہتے ہیں۔

---

[1] "انہد ناد" کا لفظ خواجہ فرید کے سرائیکی کلام میں "انہد مُرلی" یا "انہد بِین" کی صورت میں استعمال ہوا ہے۔ فضل فرید لالیکا نے "دیوان فرید" کی تقریباً ۹ کافیوں میں اس لفظ کے استعمال کی نشاندہی کرتے ہوئے اس پر ایک تفصیلی مضمون تماہی "پنجابی ادب" لاہور شمارہ ۳۳ سن ۱۹۹۵ء میں لکھا تھا۔ (بقیہ اگلے صفحے کے حاشیے پر)

دوسری ترکیب اس کی یہ ہے کہ خلوئے معدہ میں بہ جائے خلوت مربع بیٹھ کر دونوں انگشت شہادت دونوں سوراخ کان میں رکھے یا کپڑے کی محکم ڈاٹ سے بند کرے اور سر جھکا کر ٹھوڑی کو استخوان ہنس یعنی ترقوہ سے ملا کر سانس کو بہ تصور ھُوْ کے ناف کی جگہ سے اوپر کو کھینچ کر حبس کرے اور نہ نود (نود وئہ (۹۰)) نام باری تعالےٰ کا تصور کرے ہر نام پر سر کو جنبش دیتا جائے۔ جب تمام ہوں، بار دیگر شروع کرے جب تک ممکن ہو اس ذکر کو کرے بعد الفراغ آہستہ آہستہ جسم کو حرکت دے ایک بار ہی (بھی) نہ اٹھ کھڑا ہو کہ نقصان اعضاء ہوتا ہے اس ذکر کو حضرات ہمارے ذکر سرمدی اور لایزالی کہتے ہیں اور فقرائے اہل ہنود اس کو سہنس (۱) نامی کہتے ہیں۔ ان سے بعضے سو نام بعضے ہزار نام صفائی کا تصور کرتے ہیں بعضے مرچ سیاہ سرخ پارچہ میں ملفوف کر کے کان میں رکھتے ہیں کہ مرچ کی گرمی سے آواز کو قوت ہوتی ہے اگر

---

دیوان فرید کی کافی نمبر ۲ کی استھائی ہے: "انہد مُرلی شور مچایا" اسی طرح کافی نمبر ۱۲۸ میں کہتے ہیں۔

انہد تُن جا من موہیں  راول جوگی لئی آں لئی آں

مولانا عزیز الرحمٰن نے "دیوان فرید" میں "انہد" کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "کیفیات تصوف میں سے وہ کیفیت ہے جس میں صاحب کیفیت یعنی سالک کے کانوں میں ایک خاص قسم کا شور سنائی دیتا ہے۔ اس کیفیت کے طاری ہونے پر بہت سے مقامات و اسرار کھل جاتے ہیں اور سنسکرت میں انہد کے معنی صدائے قلب کے ہیں یہ ایک تپسیا کا عمل ہے (دل کی آواز)۔"

(۱) سرائیکی شاعری میں "سہنس" سو یا سینکڑوں کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مولوی لطف علی کے علاوہ خواجہ فرید کے سرائیکی دیوان میں بھی متعدد مقامات پر یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً کافی نمبر ۱۲۳ اور کافی نمبر ۱۵۱ کے یہ اشعار دیکھیں:

یک ذاتوں سہنس ذوات عجب  اسما افعال صفات عجب
سجن سنگیں دا کوئی نہیں  دشمن سہنس ہزاراں

سالک جلد کاربر آری چاہے تو سوراخ گوش ہر وقت بند رکھے بلکہ رات کو بایاں نتھنا بند رکھے دن کو داہنا بند کرے۔

اے ناظرین جن حضرات نے **کلاہِ فریدی** کی زیارت کی ہے یا اس کو اپنے زیب سر کیا ہے وہ اس کے اس اسرار کو معلوم کر سکتے ہیں کہ محافظ آواز اور مدد دینے والی ہے جمیعت کی۔ بعض نفع اس میں از روئے طلب کے بھی ہیں اہل ہنود اکثر سوراخ گوش بند رکھتے ہیں مگر بعضے ان پر مذاق کرتے ہیں بعضے امراض گوش سمجھ کر پونچھ پونچھ (پوچھ پوچھ) کر جان کھاتے ہیں لہٰذا ہمارے حضرت خواجہ بندہ پرور نے یہ کلاہ اسی واسطے مخترع فرمائی کہ اس میں حفاظت انہد ناد اور اخفائے اسرار بھی ہے جب اس کا زیادہ رواج ہوا تو یہ ''کلاہ فریدی'' کے نام (سے) نامزد ہوئی کہ جو اسوقت غلامان فریدی کی پہچان ہے۔

**قاعدہ ذکر حیران** کا اس کے واسطے کوئی وقت اور آسن مقرر نہیں مگر خلوئے معدہ ضرور ہے یعنی ذاکر کو چاہئے کہ خلوت میں بیٹھ کر سانس کو روک کر سات بار متواتر ناف پر سے بہ تصور اللہ اشارۂ گردن سے ھُو کو اوپر سے کھینچے جب سات پوری ہو لیں بتدریج دم کو چھوڑے اور بار دیگر شروع کرے جب تک چاہے ذکر کرے۔

دیگر قاعدہ نہ نود (نو دونہ (۹۰)) نام ضربی کا یہ ہے کہ ذاکر دو زانو بیٹھ کر باہر سے سانس کھینچ کر حبس کرے بعد (میں) دم کو معدہ پر لا کر اَللّٰہُ کہتا ہوا نیلوفری پر ضرب کرے ایک دم میں پچاس بار ضرب کرے بعد اس کے پھر ۴۹ ضرب اسی لفظ اللہ کو معدہ سے لیجا کر سینہ پر ضرب کرے اس ذکر کے کرنے سے اسرار نہ نود (نو دونہ (۹۰)) نام باری تعالےٰ عزاسمہ کھل جاتے ہیں

طریق پاس انفاس۔ جس دمی کے بیان میں اہل کتاب[1]
نے اس کی چند تراکیب تحریر کیں ہیں اور نیز فقرا کی زبان سے بھی مختلف
تراکیب سنتے ہیں مگر جو اس کے کسبی (عامل) ہیں وہ نہ تو ہر کسی کو بتاتے
ہیں اور بعض تحریر میں بھی لائے ہیں تو انہوں نے لکھ تو دیا مگر پھر اپنا محتاج
رکھا ہے یا بہت سخت محنت کے طریقہ سے ذکر کیا ہے اکثر فقرائے اہل ہنود
اس کسب کو کرتے ہیں اور پری رام (ہری رام ؟) کہتے ہیں اور اگر بتاتے ہیں
تو طالب صادق کو بتاتے ہیں اور اپنے روبرو مشق کراتے ہیں۔ یہ اپنا دیکھا ہوا
ہے کہ اگر استاد کے روبرو مشق نہیں کی علیحدہ اس کو کیا تو بعض کو نہایت ضرر
ہوا ہے۔ اول اول اس ناکارۂ جہان سے بھی یہ خطا ہوئی تھی جسکی وجہ سے
اعصاب پشت و گردن بیکار ہیں چنانچہ موافق بیان عوام اور تحریرات کے جو
عمل کیا سود مند نہ ہوا جیسا کہ کہتے ہیں کہ مقعد گاہ کو جو بند کرتے ہیں وہ ایڑی
سے بند کرنا بیان کرتے ہیں۔ جب ہر ذکر میں بے خودی اور محویت تک پہنچنا
شرط ہے تو اس ذکر میں خواہی نخواہی جسم بے حرکت ہو جاتا ہے پھر کیونکر ہو
سکتا ہے کہ ایڑی اس جگہ ہی رہے گی۔

نقل کرنا کچھ اور بات ہے تجربہ کچھ اور شے ہے اور فقرائے اہل ہنود نے جو
آسن یعنے نشست تجویز کیں ہیں بعض ہیئت ذکر ہیں (یعنی ذکر کی شکل پر
ہیں) جیسے ہمارے ہاں نقش اللہ کو دیکھتے ہیں دل اور تصور اور زبان سے تو ذکر
بھی ہے اگر ذکر کی شکل بنائے تو گویا مجسم بذکر ہو گئے۔ بعض ان میں خاص کسی
مرض کے واسطے ہیں جیسا کہ گُومکہ آسن سے ہاضمہ درست ہوتا ہے پدم آسن
گرانی اور سستی اعضا کھوتا ہے بجر آسن نافع امراض بلغمی اور سوداوی ہے

[1] مصنف نے اہل کتاب لکھا ہے جبکہ اسلامی اصطلاح میں "اہلِ کتاب" یہود و نصاریٰ کو کہا جاتا ہے۔

دہنک آسن امراض صفرا اور خون سے بچاتا ہے کہن آسن بواسیر نواسیر بھگندر سے محفوظ رکھتا ہے مور آسن سے امراض شکم دور ہوتے ہیں مہامندر آسن سے زہر مار اثر نہیں کرتا۔ بعضے نیند دور کرنے کو ہیں۔ دوسرا امر یہ ہے کہ ان کے ہاں عام مسئلہ ہے کہ جتنا یہاں جسم کو دکھ دیا جائے گا اتنا وہاں آرام ملے گا بعضے ان میں سے کہتے ہیں دیہہ کو ڈنڈ مت دو دنیا میں رہ کر فقیری کرو اسی کو انہوں نے راج جوگ لکھا ہے چنانچہ ہمارے حضرات عالی درجات نے وہ طریقہ رکھا ہے جس میں کچھ کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے مگر ہاں آہستہ آہستہ اس کی مشق بڑھاوے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ اگر یہ انتظام جسمی میں رہا تو لذت ذکر اور محویت وبیخودی کب نصیب ہو گی اب جس طرح اس کا قاعدہ احقر کو مرشد سے پہنچا ہے اس کو عرض کرتا ہے مگر ہاں کچھ دن محنت کرنا پڑے گا بعد اس کے لذت حاصل ہو گی اول اول تو یہ لوہے کے چنے چبانا ہے اور جب سالک محنت کر کے اس کی لذت اٹھالیتا ہے تو پھر اسکا حال افیونی کا سا ہو جاتا ہے انعام الٰہی سے پھر نہیں چھوٹتا پس ذاکر کو چاہیئے کے بعد نماز صبح خلوئے معدہ (نہار منہ) میں بہ جائے خلوت جہاں دوسرے کا گزر نہ ہو سطح ہموار پر بہ شکل مردہ چت لیٹے دونوں ہاتھ سیدھے برابر برابر رکھے تمام پشت زمین سے چسپاں رہے دونوں انگوٹھے پیروں کے باہم ملحق رہیں اور ٹھوڑی یعنی زنخدان استخوان ہنس سے ملا دے زبان کو الٹ کر حلق میں دے اور آنکھیں بند کر کے ذکر پاس انفاس شروع کرے خواہ لا الہ الا اللہ خواہ ھُو اَللّٰہ یا اَللّٰہ ھُو کے ساتھ ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے اس کی مشق بڑھانا شروع کرے انشاء اللہ بعد ایک ہفتہ کے عجائبات نظر آنے لگیں گے پہلے جو نور نظر آئے گا وہ مثل ایک چھلنی کے ہو گا یعنے کچھ نور کچھ ظلمت

وہ جو ظلمت ہو گی وہ حارات جسمی ہونگے بعد چند روز کے نور مثل ستارگان
کے نظر آئے گا ایک سال کی محنت میں راز ہائے پنہانی پر آگہی ہونے لگے
گی، کشف القبور نصیب ہو گا اور علاوہ ان کے جو واردات ہوں ان کو سوائے
مرشد کے دوسرے سے نہ بیان کرے ورنہ باب فتوح بند ہو جائے گا۔ سیر
ناسوت و ملکوت اسی جگہ ہو جائے گی مگر حرام کاری، نشہ بازی، گوشت گائے
سے پرہیز رکھے اگر کبھی گائے کا گوشت کھانے کا اتفاق ہو بھی جائے فوراً
غسل کرے دوسری بات یہ ہے کہ اگر بسبب ابر و گرد و غبار یا اندھیری کے
نزول انوار نہ ہو تو ملول نہ ہو ان موقعوں پر نزول کم ہوتا ہے پس جب جانے
کہ سوا پہر بے تکان میں اسی ہیئت سے پڑا رہتا ہوں اور سانس بھی بڑھ گیا ہے
اسوقت یہ کرے کہ ذکر کرتے کرتے جب دم نیچے کو چھوڑے یعنے لا الہ کے
ساتھ سانس کو حبس کر کے بہ جائے مقعد اس کو گرہ دے اور تصور کرلے کہ
یہ دروازہ مسدود ہو گیا، جب اس جگہ خوب مشق ہو جائے اس وقت پھر بڑھا
کر اس کے بعد دوسرا بند ناف کی جگہ دے، جب اس پر بھی قادر ہو جائے اس
کے بعد سانس کو الا اللہ کے ساتھ حلق تک لیجا کر بند کرے، یہاں تک
خطرات رہتے ہیں ان کے دور کرنے میں بھی کوشاں رہے پس اس جگہ بھی
عمل در آمد پورا پورا ہو جائے تب سانس کو الا اللہ کے ساتھ کھینچ کر کپال میں
لیجا کر دونوں ابرو کے بیچ میں بند کرے مگر تصور اسم ذات کا ہر جگہ پر ضرور
ہے۔ اہل ہند (اہلِ ہنود) کے نزدیک یہ مقام ترینی (ترنی) ہے اور جس جگہ
سانس بند ہوتا ہے وہ بھور گپھا ہے، اس جگہ سے ملک الموت کا کھٹکا جاتا رہتا
ہے، سیر جبروت نصیب ہوتی ہے، آگے اس کے مقام اخص الخاص دماغ ہے
کہ وہ مقام انہد ہے جب سانس اس جگہ محتبس (قید یا بند) ہوتا ہے تو وہاں

عجیب عجیب آوازیں سنتا ہے جسکو انہد ناد کہتے ہیں۔ سیر لاہوت اور ہاہوت سے مشرف ہو کر (مقامِ) صمدِیت حاصل ہوتا ہے اگر ساتھ اس کے صحت جسمانی بھی حاصل ہے تو عمر بھی بہت دراز ہوتی ہے پس جب اس شغل سے فارغ ہو تھوڑی دیر اسی ہیئت سے پڑے رہ کر سانس کو اچھی طرح ساری و جاری (جاری و ساری) کر کے پھر بتدریج حرکت کرے جب جانے کہ تمام اعضاء درست ہو گئے اسوقت آہستہ اٹھے اب طالبِ صادق اور شائق واثق کو لازم ہے کہ اس شغل کو میرے خواجہ بندہ پرور خواجہ شاہ غلام فرید صاحب ثانی کی خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر مشق بہم پہنچاوے کس واسطے اس کی نئی سرکار ہے باقی کبھی لوگ اس کو کم بتاتے ہیں۔

**بیان ذکر نفی اثبات** میں جلسہ اس کے متعدد ہیں، مربعہ یا دوزانو بیٹھ کر بآرام سانس کو کھینچ کر حبس کر کے دو سو مرتبہ ان اسماء کا ذکر کیا کرے مگر صبح کے وقت خلوئے معدہ میں کیا کرے۔ اسماء مذکور یہ ہیں لا معبود الا اللہ لا مطلوب الااللہ لا مقصود الااللہ لا محبوب الااللہ نفی سے مراد جملہ اشیاء کا معدوم جاننا اور اثبات سے مراد حق کو موجود جاننا مگر تاوقتیکہ نفی کنندہ خود نفی نہیں ہو جاتا اثبات حق کو کہاں پا سکتا ہے۔ **سوال**: نفی کنندہ اپنی نفی کس طرح کرے؟ **جواب**: اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ عشق مولا میں بہ تصور معنے اس آیہ شریف کے یعنے و فی انفسکم افلا تبصرون۔ یعنی اللہ فرماتا ہے کہ میں تمہاری ذاتوں میں ہوں پس تم نہیں دیکھتے اپنی ہستی کو جلا کر بھسم کر دے کہ کچھ وجہ غیر از حق باقی نہ رہے مگر اس راہ میں پہلے لَذّاتِ دنیا کا ترک کرنا، جمعیت کا بہم پہنچانا، تفرقہ سے بھاگنا ضروریات سے ہے۔ بیت:

بظاہر ذات حق درجملہ اشیاء
نماند ہیچ لیکن ذات مولا

دوسرا طریقہ کسب کے ساتھ ہے یعنے ہر صبح خلوئے معدہ میں بہ جائے خلوت بشکل مردہ لیٹ کر آنکھیں بند کر کے بعینہ جیسا کہ حبس دم میں مذکور ہے لیٹ کر جو سانس اوپر کو لے، اس کے ساتھ کہے لاالٰہ اور تصور کرے کہ میری ہستی باقی نہ رہی، مر گیا اور جب سانس چھوڑے تصور کرے کہ زندہ ہوں یعنی لاالٰہ کے ساتھ مر جانا اور اِلّااللہ کے ساتھ زندہ ہو جانا جتنی دیر اس کو کرے گا اتنی ہی جلد کشف ہو گا اگر ساتھ اس کے دوئی بھی دور ہو گئی تو چند روز میں بہ صفات اللہ موصوف ہو اور جو کچھ درمیان زمین و آسمان کے ہیں ایک اس سے پوشیدہ نہ رہے۔ جس طرف توجہ کرے اس کی کمیت وکیفیتِ حقیقت پر آگاہ ہو۔ اور بعد فراغ وقت معمولی (معمولات مشق کا وقت) کے چلتے پھرتے ہر سانس کے ساتھ اس کا ورد رکھنا جلد نفع دیتا ہے پس جو اس پر قادر ہوا گویا مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْ[1] کا کسب تمام کیا چونکہ مرنا ہر ذی روح کے واسطے ایک بار ہے جب فقیر جیتے جی بے انتہا دفع مر لیا پھر اس کو موت کہاں اب ان کو اختیار ہے کہ جب چاہیں اس کالبدِ خاکی (جسمِ خاکی) سے مفارقت کر کے مکان اصلی کی طرف رجوع کریں اسی واسطے جائے لفظ موت کے ان کے لئے وصال کہا جاتا ہے اس کسب کو بیٹھ کر بھی کرتے ہیں۔ خواہ چشم کشادہ یا بند کر کے ہمارے سلسلہ میں ذکر نفی اثبات جہر کے ساتھ کرنا اولیٰ تر ہے دوسرے سلسلوں میں بطور خفی کے کرتے ہیں یعنی مربع بیٹھ کر جو سانس باہر نکالتے ہیں اس کے ساتھ لاالٰہ کہتے

---

[1] متن میں یہ آیت 'موتو قبل موتو' لکھی ہے جو غلط ہے۔ (ترجمہ: موت سے پہلے مر جاؤ)

ہیں اور سانس ہی کی حرکت سے لفظ اللہ کو دل پر ضرب کرتے ہیں اور ہمارے خواجگان جب اس ذکر کو جہر کے ساتھ شروع کرتے ہیں تو پہلے تین بار پورا کلمہ شریف پڑھ کر بعد لا الہ کو تحت ناف سے اٹھا کر کتف راست (دایاں کندھا) پر لے جا کر خیال کرتے ہیں کہ غیر حق کو پس پشت ڈالتا ہوں بعد برائے اثبات حق الا اللہ کو دل پر ضرب کرتے ہیں جس قدر ممکن ہو اس ذکر کو کرے مگر ہر دس بار کے بعد ایکبار پورا کلمہ پڑھے معہ بسم اللہ کے اور ہر چار سو کے بعد ملاحظہ تُوئی تُوئی (تو ہی تو ہی) بجالا کر تھوڑی دیر مراقبہ کرے جو واردات ہو اس کو دیکھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ میرے ہادی حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام فرید صاحب فرید ثانی اوام اللہ افضالہ و نوالہ اکثر مریدوں کو فرماتے ہیں کہ بعد ہر نماز کے درود شریف اللهم صلے علىٰ سيدنا محمدٍ و علىٰ آل سيدنا محمد و بارك وسلم اور سورۂ اخلاص ہر ایک دس دس بار، الحمد شریف ایک بار پڑھ کر پیران سلسلہ کی نذر کر دیا کرو مگر بعد نماز صبح و مغرب ایک تسبیح کلمۂ طیبہ کی بھی پڑھ کر نذر کیا کرے اور بعد نماز تہجد کے دو تسبیح لا الہ الا اللہ کی چار الا اللہ کی چھ اسم ذات کی یعنے اللہ اللہ کی ضرور پڑھے ہمارے خاندان کے ہر ایک مرید کو اس وظیفہ کا ادا کرنا لازمات سے ہے۔

سند ذکر یک ضربی دو ضربی جب شروع کرے پہلے تین بار بسم اللہ شریف پڑھ کر کلمہ الا اللہ کو بدستور بالا دل پر ضرب کرے اور بعد چار سو کے ملاحظہ " تُوئی تُوئی "(تو ہی تو ہی) بجالا کر مراقبہ کرے بعدہ تین بار بسم اللہ شریف پڑھ کر ذکر دو ضربی اسم ذات اللہ اللہ شروع کرے ضرب اول دل پر، ضرب دوم جگر پر دے یہاں ملاحظہ أَنْتَ الْهَادِيْ وَ أَنْتَ الْبَاقِي

وَ اَنْتَ الْحَاضِرُ وَ اَنْتَ النَّاظِرُ تصور کرے جب یہ دو ضربی ذکر بارہ سو بار ہو چکے ایک ساعت مراقبہ کر کے تصور کرے کہ باطن میں کیا علم و معرفت وارد ہوتا ہے بعد سر اٹھا کر تین بار تمام (پورا) کلمہ طیب معہ بسم اللہ کے پڑھ کر ذکر ایک ضربی اللہ اللہ سو بار دل پر ضرب کرے اگر طبع کو انشراح اور شوق ذوق ہو تو اختیار ہے جب تک چاہے مصروف رہے۔ ذکر ناسوتی تمام (پورا) کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے اور ذکر ملکوتی الا اللہ ہے اور ذکر اللہ جبروتی ہے اور ھُو ھُو ذکر لاہوتی ہے۔ اور مشرب قلندریہ میں جو ذکر جہر اسم ذات کے ساتھ کرتے ہیں اس کے ہمراہ دل سے تصور اسم ذات بھی کرتے ہیں اور نفی غیر اللہ و اثبات اللہ بھی اس ہی سے حاصل کرتے ہیں اور ہمارے سلسلہ عالیہ میں اَللّٰہُ حَاضِرِیْ اَللّٰہُ نَاظِرِیْ اَللّٰہُ شَاھِدِیْ اَللّٰہُ مَعِیْ ان کا اکثر شغل بھی کرتے ہیں اور سجدات (سجدہ ہائے) خضوع و خشوع میں بھی زبان پر لاتے ہیں اور ان کے معنے پر ہمیشہ نظر رکھتے ہیں اس میں فتوح اور کمالات بے شمار حاصل ہوتے ہیں اور سلسلہ قادریہ میں ان کے ساتھ مراقبہ کرنا معمولات میں سے ہے۔

**بیان مراقبات میں** اہل ہند اس کو دھیان کہتے ہیں سالک پر فرض ہے کہ حق کو اپنے قلب پر حاظر اور ناظر جانے جب مراقبہ شروع کرے تو کوشش کرے کہ اپنی آنکھوں سے اپنے ابرو دیکھے اور جو سانس کہ اندر جائے اس کے ساتھ اللہ کہے اور جو سانس کہ باہر آئے اس کے ساتھ ھُو کہے پہلے اپنے کو دیکھے اور فراموش کرے جب اچھی طرح اپنی صورت نظر آنے لگے اور اس کو استحکام ہو جائے اسوقت اس کو فراموش کر کے شکل شیخ کو دیکھے، جب اس میں کامیابی ہو صورت مرشد پر نور احمدی کو دیکھے جب

اس پر بھی قدرت ہو جائے اس وقت صورت مرشد پر نور حق کو دیکھے یہ ذکر گویا زینہ ہے فنافی الشیخ کا۔ اگر سالک سیر عجائبات اور کشف و کرامات میں رہا تو پس اس ہی جگہ رہ گیا اگر پورا مرتبہ فنافی الشیخ حاصل کرنا ہو تو ہر وقت صورت مرشد کو دیکھے یہاں تک مشق بڑھائے کہ اپنی ہستی گم ہو کر صرف صورت مرشد ہی نظر آئے[1] جو دیکھے اس سے دیکھے جو سنے اس سے سنے بلکہ خیال رکھے کہ میری ہیئت جسمی بھی مبدل بہ ہیئت مرشد ہو گئی ہے جب یہ اس پر پکا ہو جاتا ہے تو پھر نہ اس کی ہستی رہتی ہے نہ ہیئت صرف شیخ ہی رہ جاتا ہے یہ دیکھا ہے کہ جن کو مرتبہ فنافی الشیخ حاصل ہوا ہے بعض کی ہیئت اصلی مبدل بہ ہیئت شیخ ہو گئی ہے۔ بعد اس کے پھر اس ہی طرح سے مرتبہ فنا فی الرسول حاصل ہوتا ہے مگر اقتدائے شریعت ضرور ہے، بے اس کے محال ہے بعد اس کے اس ہی طرح مرتبہ فنافی اللہ پر فائز ہوتا ہے، اس میں دوئی کا دور کرنا اور موصوف بہ صفات اللہ ہونا بھی ضرور ہے کس واسطے کہ اپنے محبوب کا ہر کار عاشق کو پسند خاطر ہوا کرتا ہے یہ مراقبہ مذکورہ چشم بند کر کے کیا جاتا ہے مراقب کو چاہئے کہ استقامت ڈھیلۂ چشم میں کوشش کرے جب تک ڈھیلہ کو جنبش رہتی ہے بہ خوبی جمیعت نہیں ہوتی اور نہ نشانہ پر جمتی ہے

---

[1] فنا کے مختلف مراتب کے حوالے "دیوان فرید" کے وحدت الوجودی کافیوں میں جا بجا ملتے ہیں جن میں اپنے شیخ خواجہ فخر جہانؒ کا ذکر بھی متعدد مقامات پر انہوں نے کیا ہے مثلاً "تن دلبر شکل جہان آیا۔ ہر صورت عین عیان آیا" کی استھائی والی کافی میں کہتے ہیں۔

کتھے حسن حسین شہد ئے

کتھے مرشد فخر جہانؒ آیا (کافی نمبر ۳)

ایک اور جگہ "ہر جا ذات پنل جی۔ عاشق جان یقین" کی استھائی والی کافی کے مقطع میں کہتے ہیں۔

غافل نہ تھی یار توں ہک دم — ہر جا گہ ہر حین

دل فرید دی لٹن کیتے — بنیا فخر الدینؒ (کافی نمبر ۱۴۰)

چاہئے کہ آہستہ آہستہ نظر کو جماوے یعنی جب چاہے وہ بے حس اور ساکت ہو جائے، بے اس کے لذت نہیں ہوتی۔

**دوسری ترکیب یہ ہے** کہ چشم کشادہ ہر دو پرۂ بینی کو دیکھے یہاں تک کہ سیاہئ چشم غائب ہو جایا کرے صرف سفیدی نظر آئے تو جمعیت خاطر خواہ حاصل ہو کر خطرات بند ہو جاتے ہیں اور بعضے وقت ایک چشم بند کر کے ایک آنکھ سے بھی کرتے ہیں اس ہی کی دوسری ترکیب دیکھنا اپنی روح اور اربع عناصر کا ہے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ حسب قاعدۂ معمولی (معمول کے مطابق) دل کو خطرات سے خالی کر کے نظر کو جما کر ہر دو پرۂ بینی کے آگے اپنے دم کو دیکھے چند روز کی مشق میں پہلے رنگ ہائے عناصر دکھائی دینگے جس وقت جو عنصر غالب ہو گا اسے معلوم ہو جائے گا یعنی ہر عنصر کا رنگ معلوم ہو گا اگر محنت با کمال پہنچے تو انشاء اللہ معائنہ روح ہو گا جس نے اپنی روح کو دیکھا اس نے گویا اللہ صاحب کو دیکھا مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (ترجمہ: جس نے خود کو پہچانا اس نے اللہ کو پہچان لیا)

دیگر اسم ذات (کاغذ) پر[1] اور خوش (خط) تحریر کرا کر چند روز اس کو دیکھے پھر انشاءاللہ ایسا ہو جائے گا کہ جس طرف نظر کرے گا اللہ ہی اللہ نظر آئے گا ایسا ہی قاعدہ شغل آئینہ کا ہے کہ آئنیہ روبرو رکھ کر نظر جما کر اس کو دیکھا کرے، جو شکل اس میں معلوم ہو اس کو بغور دیکھا کرے بعد تھوڑے دن کی محنت کے وہ متحرک ہو گی اگر خوب محنت کرے گا تو رفتہ رفتہ وہ گویا ہو جائے گی، انتہا اس کی یہی ہے۔

دیگر طریق تصور کا اس طرح ہے یعنی بہ جائے خلوت مربع بیٹھ کر

---

[1] یہ خالی متن میں ہے نہ جانے کس چیز پر اسم ذات لکھنا ہے کاغذ پر یا ہتھیلی پر؟

آنکھیں بند کر کے خطرات کو دور کر کے بہ دل متوجہ ہو کر دل کی آنکھوں سے مطلوب کو دیکھے فقرائے ہند (ہندو) دل کو کنول بولتے ہیں۔ اور (اس کی) تین جگہ بیان کرتے ہیں۔ پہلا مول کنول جو کہ قریب نشست گاہ (دونوں کولہوں پر غالباً) کے ہے اور دوسرا کنول صنوبری (دل) یہ بائیں پستان کے دو انگل نیچے ہے تیسرا سرنگ کہ یہ دماغ میں ہے۔ جب فقیر اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر خطرات نہیں رہتے۔ دیگر مربع بیٹھ کر پشت کو جھکا کر آنکھیں بند کر کے خوض کرے، عجائبات نظر آئیں گے مگر صاحب مراقبہ کو خیالات دنیا نہ ہوں، قلب اس کا مولا کی طرف رجوع ہو غرض یہ ہے کہ جس قدر محنت کرے گا اور اپنے خیالات کو پختہ رکھے گا جلد کامیاب ہو گا پس جب یہ کچھ دن محنت کر لیتا ہے تو اس کو یہ معاملہ پیش آتا ہے کہ اس کو ایک میدان نظر آتا ہے اور اس میں ایک قبہ نظر آتا ہے پھر بعد تھوڑی محنت کے جب اس کا گذر قبہ کے اندر ہوتا ہے تو اس جگہ یہ اپنی صورت کو مراقبہ (مراقب) دیکھتا ہے جب یہ مرتبہ حاصل ہو لیتا ہے تو گویا سیر قلب اسی کا نام ہے۔

دیگر دونوں آنکھیں بند کر کے نظر دل پر جمالے اور بالیقین جانے کہ حق تعالیٰ میرے قلب میں حاضر اور ناظر ہے۔ سالک کو چاہئے کہ معنی آیۃ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ پر ایسا شیدا ہو جیسا کہ شمع پر پروانہ ہے۔ پس جب یہ پروانہ ہوا بے پرواہ ہوا دوئی سے۔ اَلْفَقِیْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلَی اللهِ کے یہی معنی ہیں الغرض سالک کے اذکار و اشغال و مراقبہ سے مراد صرف دید حق ہے، اس کا حاصل ہونا شفقت مرشد کامل اور اپنی ہستی کو جلا کر دور کر کے غور سے دیکھے کہ حق تعالیٰ جملہ موجودات میں ظاہر اور آشکارا ہے اور

حضرت انسان یہ تو مظہر خاص ہے جیسا کہ فرمایا ہے خلق اللہ آدم علی صورتہ (اللہ تعالی نے آدم کو اپنی صورت (بے مثل) پر پیدا فرمایا ہے) اور دیگر آیاتِ قرآنی اس کا مصداق ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے "آلم ذالِک الکتابُ لا ریبَ فیہِ ھُدًی لِلمُتقینَ الَّذینَ یُؤ منُونَ بالغَیبِ یعنی آلم کتاب توحید ہے کہ اس کتاب میں جھوٹ (جھوٹ) نہیں ہے اور رہنما ہے متقیوں کو اور متقی وہ ہیں کہ جنہوں نے اثباتِ خدا تعالیٰ میں اپنے کو فنا کیا اور ہستی اور نیستی دونوں کو سہو کیا دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاینما تُولُّوا فثمَّ وجہُ اللہ (تم جدھر بھی منہ پھیرو ادھر خدا ہی خدا ہے) ایضاً نحنُ اقربُ الیہِ مِن حَبلِ الوَرِید (ہم تمہاری شہ رگ سے بھی تم کو زیادہ قریب ہیں) اس کلام سے معلوم ہوا کہ محرک مطلق وہ ہی ہے جب محرک وہ ہی ہے تو وجود اس ہی کا پیرہن ہے۔ ایضاً نحنُ اَقربُ اِلیہِ مِنکُمْ ولکن لّا تُبصِرُوْن (ہم تمہیں خود تم سے بھی زیادہ قریب ہیں مگر تم دیکھتے ہی نہیں) + ایضاً و اللہُ ما فیْ السمٰوتِ وَما فِیْ الْارض وَکانَ اللہُ بکُلِّ شیٍٔ مُحیطا (جو کچھ زمین و آسمان میں ہے صرف اللہ کے لئے ہے اور اللہ ہر ایک چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے) ایضاً وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) ایضاً اَللہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (اللہ ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے) ایضاً کَانَ اللہُ رَقِیْبا (اللہ سب کا نگہبان اور ناظر ہے) + ایضاً اَللہُ رَبُّ السمٰوٰتِ وَالْاَرضِ وَمَا بَیْنَھُمَا الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِکُونَ مِنْہُ خِطَابا (اللہ پروردگار ہے زمینوں اور آسمانوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ رحمن ہے اس سے مخاطب ہونے کی کسی میں سکت نہیں ہے) + ایضاً وَنَفَخْتُ فیہِ مِنْ رُّوحِیْ + (میں نے اس (آدم) میں اپنی روح

پھونکی) پس صاحبِ مراقبہ کو چاہئے مطالب آیات صداقت درجات کو خوب ذہن نشین کر کے ان کی محبت میں اپنی بود کو جلا کر نابود کر دے تاکہ دوئی باقی نہ رہے حق عق جلوہ گر ہو۔ حضرت شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
ابیات

من خدا را آشکارا دیدہ ام　　آشکارا من خدا را دیدہ ام
گر کسے پرسد چگونہ دیدۂ　　صورتِ ایزد شما را دیدہ ام

(ترجمہ: (۱) میں نے خدا کو کھلم کھلا دیکھا ہے، سن لو میں نے خدا کو بالکل ظاہر ظہور دیکھا ہے۔
(۲) اگر کوئی سوال کرے کہ کیسے دیکھا ہے؟ (تو میں کہوں گا کہ) میں نے تمہاری شکل میں خدا کو دیکھا ہے)

چنانچہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے زاہدِ ظاہر بیں از قرب چہ مے پرسی؟　　او در من و من در وے چوں بو بہ گلاب اندر

(ترجمہ: اے ظاہر پر نظر رکھنے والے زاہد! قربِ الٰہی کے بارے میں تو کیا پوچھتا ہے؟ وہ مجھ میں اور میں اس ذات بحت میں ایسے سمائے ہوئے ہیں جیسے گلاب کے پھول میں خوشبو سمائی ہوئی ہے۔)

بیان انوار کہ جو مراقبہ اور اذکار و اشغال میں وارد ہوتے ہیں پس جب سالک کو ذکر قلبی حاصل ہوتا ہے اس وقت انوار اس کو ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ کبھی اپنے من میں کبھی خارج میں جسم سے، اور ظہور انوار کا ہونا دل اور سر یا دستِ راست و چپ اور کبھی سر اور کبھی آگے اور کبھی یمین پہ محمود ہیں، سالک کو اس مرتبہ میں عاشق انوار ہو کر رہ جانا چاہئے اور جو ان کے خیال میں رہا وہ یہیں رہا اور جو نور کہ کتف راست (دائیں کندھے) سے ظاہر ہوتا ہے وہ نور کراماً کاتبین کا اور جو بے اتصال کتف کے جانب چپ سے ظاہر ہو وہ نور مرشد سمجھنا چاہئے کہ وہ رفیقِ راہ ہے اور جو نور کہ جانب قبلہ

سے ظاہر ہوتا ہے وہ نورِ محمدی ﷺ ہوتا ہے کہ ہادیٔ طریق مستقیم ہے اور جو کتف چپ سے پیدا ہوتا ہے وہ نور ملائکہ کاتب سینہ کا اور جو جانب پدہٗ بینی چپ سے معمّر شخص صاحب تسبیح و عصا نمودار ہو وہ ابلیس ہے اور وہ نور کہ جو آگے پیچھے سے ظاہر ہو اور بعد جانے اس کے حضورِ خاطر اشتیاق و طلب غالب ہو وہ نور حضرت صمدیت ہے اور جو نور کہ بالائے سینہ اور ناف سے برنگ آتشی دودناک (دھوئیں سے بھرپور) ظاہر ہوتا ہے وہ خناس ہے اور وہ نور کہ جو دل سے ظاہر ہو سفید رنگ مائل بہ زردی وہ نور دل سے ہے اور جو نور خالص سفید ہوتا ہے وہ نور روح اعظم ہے اور جو نور کہ مثل آفتاب کے ہوتا ہے وہ بھی نورِ روح ہوا کرتا ہے۔ نور قلب میں ایک اور بات ہے کہ یہ پہلے مثل ستارہ کے دکھائی دیتا ہے بعد میں مثل ماہ کے ہو جاتا ہے۔ طالب ان میں سے ایک پر بھی توجہ نہ کرے بدستور اپنے کار میں مصروف رہے۔

**علامت آواز:** جو آواز آگے اور داہنی طرف سے اور آسمان کی طرف (سے) آوے وہ رحمانی ہے وہ دوبارہ پھر آئے گی اور جو آواز نیچے اور چپ سے اور زمین سے آئے وہ شیطانی ہوتی ہے جب رفع ہوتی ہے بارِ دیگر نہیں آتی اور جو شکم سے آتی ہے وہ جانب مرشد اور خدا سے ہوتی ہے۔

**فائدہ** طریق شغل آئینہ کا معروف ہے اس کا شاغل اپنی موت پر آگاہ ہو جاتا ہے یعنی جس روز شاغل کو آئینہ میں اپنا عکس نہ معلوم ہو جان لے کہ موت قریب ہے جو کرنا ہے فوراً اس کو انجام دے ایسے ہی اگر دونوں انگلیوں سے دونوں سوراخ گوش بند کرے اور کچھ آواز معلوم نہ ہو یہ بھی علامت موت ہے۔ **فائدہ** زبان کے بڑھانے نرم کرنے کو مرچ سیاہ نمک لاہوری زبان سے ملا کریں۔

## بیان نشستہائے درویشی کہ فقرائے ہند (ہندو) آسن کہتے ہیں

اہل ہند (ہندو) ذکرِ اسم سوہم کو کرم بولتے ہیں اور زہد اور درع کو دھرم بولتے ہیں اور اہل ہند کے ہاں تقویٰ مراد تجرید سے ہے۔

**سہج آسن:** مراد اس آسن سے نشست مربع سے ہے بدستور بالا اہل ہند پاس انفاس اسم سوہم سے کرتے ہیں یعنی سانس جب اندر جائے "سو" جب باہر آئے ہم کہتے ہیں سو عبارت از رَبُّ الْاَرْبَاب اور ہم عبارت از رَبّ" وَحیّ" ہے۔

**الکھ آسن:** طریق اس کا یہ ہے کہ دو زانو بیٹھ کر دست چپ کی مٹھی باندھ کر زانوئے راست پر رکھے، اس پر سیدھے ہاتھ کی کہنی ٹکا کر اس کی مٹھی باندھ کر اس مٹھی پر ٹھوڑی رکھے اور ناف کو شکم سے ملا کر دم کو اوپر کھینچ کر اللہ کا تصور کر کے اس میں محو ہو جائے، اہل ہند اسم الکھ کا تصور کرتے ہیں۔

**کرنبھ آسن**: معنی اس کے "نشست گاہ با خدا" ہیں اس کے دو طریق ہیں۔ایک یہ کہ دست و پاو سر باہم ملا کر بفراغت بیٹھے دوسرا وہ کہ پائے چپ سے ایک زانو ہو اور کف پا زیر سُرین (کولھے) رکھے۔ انگشتان ٹخنے پائے راست سے ملاوے اور ہر دو دست زانوئے چپ پر رکھے سر اور گردن کو سیدھا رکھے، داہنے شانے کو کج کر کے ھیَ ھیَ کہتا ہوا سانس کے ساتھ زانوئے چپ کی طرف جائے۔اہل ہند اس ذکر کو ذکرِ کھکھی کہتے ہیں۔

**گربھ آسن:** بعینہٖ اس کی ہیئت ایسی ہے کہ جیسے بچہ شکم مادر میں رہتا ہے۔اس آسن کے ساتھ جوگی لوگ ذکر نرنجن کرتے ہیں، مراد نرنجن سے لا تعین ہے ناف کو پشت سے لگا کر دم کو حبس کر کے شکم میں اوپر نیچے پھراتے ہیں۔

**برہم آسن:** یعنی ہر دو کفِ پا زیر خصیتین رکھے اور دونوں ہاتھ

پشت سے چپکا کر اس طرح مشغول ہو کہ سر کو قدرے کج کر کے اندر جنبش دے اور زبان کو زیر دندان دبا کر سانس کو از راہ بینی زور سے باہر کو چھوڑے اس سے دونی قوت کے ساتھ اندر کو لے جائے اس آسن پر تصور کرنے کا یہ مختیار ہے۔ تصور ہائے بالا سے جو چاہے عمل میں لائے واسطے صفائی قلب کے معمول کو رکھنا تبہ کا ہے۔

**سُدھ آسن:** ہیئت اس کی یہ ہے کہ پاشنہ قدم (ایڑی) چپ کا رگِ سیونی کہ زیر فوطہ ہے اس پر رکھے اور پاشنہ پائے راست مقعد پر رکھے، گردن سیدھی رہے۔ اس آسن یعنی اس نشست سے جوگی ذکر اکو جن کرتے ہیں مراد اکو جن سے کشش ہے یعنی بہ نشست سدھ آسن بیٹھ کر دونوں سرین کو ایک جگہ جما کر نیلوفری کو پیاچ اوپر کو کھینچے چونکہ نیلو فر خانۂ آتش ہے جب اس کو اوپر کھینچتے ہیں تو ایسی حرارت پیدا ہوتی ہے کہ تمام کثافت اور چیز غیر معتاد کو سوختہ کر دیتی ہے۔

**پدم آسن:** یعنی قدم راست ران چپ پر اور قدم چپ ران راست پر رکھے اور انگشت دست چپ سے سر انگشت قدم چپ اس ہی داہنے ہاتھ سے انگلیوں سے سر انگشت قدم راست پکڑ کر مگر ہاتھ قفا پر سے لاوے ٹھوڑی بہ جائے دل رکھ کر تصور کرے جو اس نشست سے بیٹھتا ہے سستی اور گرانی اعضاء دور ہوتی ہے۔

**گومکه آسن:** یہ ہاضمہ کو درست کرتا ہے یعنی پاشنۂ قدمِ چپ زیر خصیتین اور زانوئے قدم راست بر زانوے چپ رکھے۔

## سلسلہ شریف قادریہ فریدیہ

| اسم بزرگ | سن و ماہ وصال | جائے مزار | کیفیت |
|---|---|---|---|
| حضرت سرورِ عالم باعث ایجاد آدم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم | دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ [۱] | مدینہ طیبہ | زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو برس بعد [۲] مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور بعمر چالیس سال بہ ماہِ رمضان المبارک [۳] نزول وحی شروع ہوا اور شب ۲۷ صفر واقع (واقعہ) بعثت سے تیرہ برس [۴] بعد مکہ سے ہجرت فرما کر بروز دو شنبہ ۱۳ ربیع الاول کو داخل مدینہ منورہ ہوئے خلفاء حضور کے حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ فاروق، حضرت عثمانؓ غنی حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ، حضرت عبد الرحمٰن رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہ عشرہ مبشرہ [۵] کہلاتے ہیں اور قطعی جنتی ہیں۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ۱۱ | ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ ۱۲ | نجف اشرف | ۱۳ رجب بروز جمعہ واقع فیل سے تیس برس بعد تولد ہوئے اور قبل از بلوغ ایمان لا کر اقرار رسالت کیا اور ۳۵ھ ۱۳ میں مسند آرائے خلافت ہو کر پانچ برس تین ماہ کار خلافت کا انجام دے کر ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا۔ |
| حضرت امیر المومنین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت ۵ر شعبان ۴ھ) | ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ ۱۴ | کربلائے معلی | کنیت حضور کی ابو عبداللہ وابو الائمہ لقب سید و سید الشہدا کہ امام سوم ائمہ اثنا عشر سے تھے ولادت حضرت کی بروز سہ شنبہ ۴ شعبان ۳ یا ۴ ہجری ۱۵ مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ مدت حمل چھ ماہ ہے نبی جس کا مداح ہو اے دلا!، ثنا اس کی ہم سے ہو کیوں کر ادا۔ ۵۸ برس کی عمر میں شہادت پائی۔ |
| حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن امیر المومنین حضرت امام حسین علیہ السلام | ۱۸ محرم ۹۴ھ ۱۶ دشمنوں نے زہر دے کر شہید کیا۔ | جنۃ البقیع | امام چہارم کنیت آپ کی ابو محمد وابو الحسن وابو بکر لقب سجاد و زین العابدین ولادت باسعادت آپ کی مدینہ طیبہ میں ۳۸ھ ۱۷ میں ہوئی ایک صحابہ (صحابی) رسول فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت مبتلائے قید سخت تھے میں نہایت مشکل سے آپ کی خدمت میں پہنچا میں نے عرض کیا کہ اگر جائے آپ کے بندہ اس جگہ ہوتا تو بہتر تھا حضرت نے فرمایا تو خوش رہ قید و قتل، زہر و دولت موروثی ہیں اس میں درجات ولایت کو عروج ہوتا ہے طوق و زنجیر مجھے کچھ اذیت نہیں دیتے اگر |

| حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن امام باقر علیہ السلام | جمعہ یا دو شنبہ ۱۰ رجب ۱۴۹ھ[1] | جنۃ البقیع | امام ششم کنیت ابو عبد اللہ و ابو اسماعیل لقب صادق والدہ آپ کی اولاد سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تھیں اوصاف حمیدہ حضور کے دیکھنے ہوں تو شواہد النبوۃ ، سفینۃ الاولیاء و اخبار الاخیار و تذکرۃ الاولیاء ہند سے معلوم ہو سکتے ہیں ولادت آپ کی ۱۳ ربیع الاول بروز دو شنبہ ۹۰ھ[2] میں ہوئی۔ |
| --- | --- | --- | --- |
| حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن امام جعفر صادق | ۵ رجب بروز جمعہ ۱۸۶ھ[3] | بغداد شریف | ولادت آپ کی بمقام ابواسبان مکہ و مدینہ بروز یکشنبہ ۷ صفر ۱۲۸ھ[4] میں ہوئی آپ امام ہفتم ہیں اور کنیت آپ کی ابو الحسن و ابراہیم کاظم فضائل حضرت کے احاطہ تحریر سے افزون ہیں یحییٰ بن خالد ملعون کے ہاتھ سے شہادت پائی۔ |
| حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن امام موسیٰ کاظم | ۹ رمضان یا صفر ۲۰۳ھ[5] | قریہ سنابایا ولایت طوس | آپ امام ہشتم و خلیفہ اپنے پدر کے کنیت ابو الحسن لقب رضا[6] ولادت آپ کی بروز پنجشنبہ گیارہ ربیع الآخر ۱۵۳ھ[7] مدینہ منورہ میں ہوئی ہزاروں خوارق و کرامت ذات بابرکات سے ظہور میں آئیں مامون رشید نے بہ ہزار اصرار زہر آلودہ کھانا کھلا کر شہید کیا گھر بار سے بھی فیض جاری ہے۔ |

| حضرت ابو محفوظ خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ بن فیروز کرخی | ۲ محرم ۲۰۶ھ [۱] | کرخ | آپ حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تحصیل علوم ظاہر کی امام ابو حنیفہ کوفی سے کی اور تکمیل کار درویشی کی حضرت امام موسیٰ رضا سے کر کے خرقہ خلافت پایا اور نیز خواجہ حبیب راعی [۲] خلیفہ خواجہ سلمان فارسی [۳] سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا خلیفہ آپ کے خواجہ حسن [۴] سری سقطی۔ |
|---|---|---|---|
| حضرت خواجہ ابو الحسن سری سقطیؒ | [۵] | [۶] | شیخ وقت امام اہل طریقت عالم باعمل پہلے کار تجارت کرتے تھے اس حال میں بھی ہزار نفل سے کم نہ پڑھتے سب سے پہلے کلمات توحید بغداد میں آپ ہی نے فرمائے خلفاء آپ کے جنید بغدادی وابو الحسن نوری وشاہ محمود (رحمہم اللہ تھے) |
| حضرت ابو القاسم سید الطایفہ جنید بغدادی طاؤس العلماء رحمۃ اللہ علیہ بن محمد | ۲۷ رجب ۳۰۳ھ [۷] | بغداد شریف | نیشاپور میں پیدا ہوئے تیس سال برابر تمام شب ایک پاؤں سے عبادت حق میں کھڑے رہے ہیں شیخ ابو جعفر حداد کہتے ہیں کہ اگر عقل مرد ہوتی تو صورت جنید میں ہوتی خلفاء آپ کے ممشاد علو دینوری، خواجہ ابو بکر شبلی، شیخ علی رودباری (۳۲۲ھ) [۸] وشاہ عثمان مغربی وشاہ دقاق۔ |

| حضرت شیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بن یونس | ۲۷ ذالحجہ بروز جمعہ ۳۳۵ھ [1] | بغداد شریف | آپ کے والد امرائے نہاوند سے تھے آپ سامرہ ملک خراسان میں پیدا ہوئے مجاہدہ کی یہ صورت تھی کہ شب کو آنکھوں میں نمک بھر لیا کرتے تھے کہ نیند نہ آوے یہاں تک کہ سات سیر نمک اس کار میں صرف ہوا شیخ جنید آپ کو تاج فرمایا کرتے تھے عمر آپ کی بیاسی برس کی ہوئی خلیفہ آپ کے شیخ عبدالواحد بن عزیز یمنی۔ |
|---|---|---|---|
| حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز یمنی رحمۃ اللہ علیہ | ماہ جمادی الآخر ۴۳۶ھ [2] | امام احمد حنبل کے روضہ میں | امام اہل سنت صاحب شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت بعد وصال پیر کے صاحب سجادہ ہوئے خلیفہ آپ کے شیخ ابوالفرح طرطوسی مزار بغداد میں۔ |
| حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ | ۴۴۷ھ [3] | بغداد شریف | سر حلقہ اولیاء زمان زبدۂ مشائخاں جہان صاحب تجرید و تفرید یگانہ روزگار صاحب کامگار متوکل علی اللہ گزرے ہیں خلیفہ آپ کے شیخ ابوالحسن علی الہکاری۔ |
| حضرت شیخ ابوالحسن علی الہکاری رحمۃ اللہ علیہ | ماہ محرم ۴۸۶ھ [4] | ایضاً | اسم آپ کا علی بن محمود بن جعفر الہکاری [5] صائم الدہر قائم اللیل تیسرے روز برائے صد رمق کچھ قدرے نوش فرماتے مقتدائے وقت صاحب کرامت و خوارق گزرے ہیں خلیفہ آپ کے شیخ ابوسعید مبارک مخرمی۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت شیخ ابو سعید مخزمی[1] رحمۃ اللہ علیہ | ۵۱۳ھ [2] | بغداد شریف | اسم مبارک علی بن حسین سلطان الاولیاء برہان الاتقیا سراج الاصفیا پیر سالکان طریقت جامع علوم ظاہری و باطنی ہم جلیس خضر علیہ السلام کے۔ خلیفہ آپ کے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ |
| حضرت غوث الثقلین سلطان محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز بن سید ابی صالح بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ بن سید عمر زاہد بن سید محمد روحی بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی | شب شنبہ ۱۱یا۹ ماہ ربیع الثانی بعد نماز عشا ۵۶۱ھ[3] مدت عمر ۹۰ سال ۷ ماہ | اشرف البلاد بغداد مدرسہ باب الذرج | کنیت در طریقت امام الائمہ در شریعت محبوب سبحانی و ربانی غوث صمدانی ولادت با سعادت آپ کی بمقام صیل کے جو طبرستان میں واقع ہے اور اسکو جیلان و گیلان بھی کہتے ہیں بعض کے نزدیک جیل ایک موضع ہے کنارہ دجلہ پر بغداد سے ایک روز کے رستہ پر اور بغداد میں بُرج عجمی آپ کی سکونت کی جگہ مشہور ہے۔ ولی مادر زاد اور بے واسطے کسی اور کے روحانیت حضرت رسالت پناہ علیہ السلام سے فیض پایا اور پیر خرقہ حضور کے شیخ ابو سعید مخزومی[4] ہیں ۴۷۰ھ[5] میں تولد ہوئے کہ یکم رمضان تھی مگر ایام شیر خواری میں کبھی دن کو شیر مادر نہیں نوش فرمایا سولہ برس کی عمر میں آکر |

| نام | تاریخ وصال | مزار | حالات |
| --- | --- | --- | --- |
| حضرت شیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بن یونس | ۲۷ ذالحجہ بروز جمعہ ۳۳۵ھ [۱] | بغداد شریف | آپ کے والد امرائے نہاوند سے تھے آپ سامرہ ملک خراسان میں پیدا ہوئے مجاہدہ کی یہ صورت تھی کہ شب کو آنکھوں میں نمک بھر لیا کرتے تھے کہ نیند نہ آوے یہاں تک کہ سات سیر نمک اس کار میں صرف ہوا شیخ جنید آپ کو تاج فرمایا کرتے تھے عمر آپ کی بیاسی برس کی ہوئی خلیفہ آپ کے شیخ عبد الواحد بن عزیز یمنی۔ |
| حضرت شیخ عبد الواحد بن عبد العزیز یمنی رحمۃ اللہ علیہ | ماہ جمادی الآخر ۴۳۶ھ [۲] | امام احمد حنبل کے روضہ میں | امام اہل سنت صاحب شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت بعد وصال پیر کے صاحب سجادہ ہوئے خلیفہ آپ کے شیخ ابو الفرح طرطوسی مزار بغداد میں۔ |
| حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ | ۴۴۷ھ [۳] | بغداد شریف | سر حلقہ اولیاء زمان زبدۂ مشائخاں جہان صاحب تجرید و تفرید یگانہ روزگار صاحب کامگار متوکل علی اللہ گزرے ہیں خلیفہ آپ کے شیخ ابو الحسن علی الہکاری۔ |
| حضرت شیخ ابو الحسن علی الہکاری رحمۃ اللہ علیہ | ماہ محرم ۴۸۶ھ [۴]. | ایضاً | اسم آپ کا علی بن محمود بن جعفر الہکاری [۵] صائم الدہر قائم اللیل تیسرے روز برائے صد رمق کچھ قدرے نوش فرماتے مقتدائے وقت صاحب کرامت و خوارق گزرے ہیں خلیفہ آپ کے شیخ ابو سعید مبارک مخزمی۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت شیخ ابو سعید مخزومی[۱] رحمۃ اللہ علیہ | ۵۱۳ھ [۲] | بغداد شریف | اسم مبارک علی بن حسین سلطان الاولیاء برہان الاتقیا سراج الاصفیا پیر سالکان طریقت جامع علوم ظاہری و باطنی ہم جلیس خضر علیہ السلام کے۔ خلیفہ آپ کے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ |
| حضرت غوث الثقلین سلطان محی الدین شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز بن سید ابی صالح بن سید موسیٰ بن سید عبد اللہ بن سید عمر زاہد بن سید محمد روحی بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی | شب شنبہ ۱۱یا۹ ماہ ربیع الثانی بعد نماز عشا ۵۶۱ھ [۳] مدت عمر ۹۰ سال ۷ ماہ | اشرف البلاد بغداد مدرسہ باب الذرج | کنیت در طریقت امام الائمہ در شریعت محبوب سبحانی و ربانی غوث صمدانی ولادت با سعادت آپ کی بمقام صیل کے جو طبرستان میں واقع ہے اور اسکو جیلان و گیلان بھی کہتے ہیں بعض کے نزدیک جیل ایک موضع ہے کنارہ دجلہ پر بغداد سے ایک روز کے رستہ پر اور بغداد میں بُرج عجمی آپ کی سکونت کی جگہ مشہور ہے۔ ولی مادر زاد اور بے واسطے کسی اور کے روحانیت حضرت رسالت پناہ علیہ السلام سے فیض پایا اور پیر خرقہ حضور کے شیخ ابو سعید مخزومی[۴] ہیں ۴۷۰ھ[۵] میں تولد ہوئے کہ یکم رمضان تھی مگر ایام شیر خواری میں کبھی دن کو شیر مادر نہیں نوش فرمایا سولہ برس کی عمر میں آکر |

خواجہ فریدؒ

| | | | |
|---|---|---|---|
| بن سید عبداللہ ثانی بن سید<br>موسیٰ ثالث بن سید<br>عبداللہ محسن بن سید محمد<br>حسن مُثنّیٰ بن حضرت<br>امام حسن علیہ السلام | | | بغداد میں تحصیل علوم کیا ۵۲۰ھ[1] میں باشارہ جناب سرور کائنات و علی مرتضیٰ جد<br>خود منبر پر بیٹھ کر وعظ فرمایا آپ کے وعظ میں سامعین کو حالت وجد ہوتی پہلے سفر<br>میں ساٹھ رہزن آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ فضائل حضور کے کتب ہائے<br>معتبرہ میں موجود ہیں اور غنیۃ الطالبین و فتوح الغیب[2] و جلاء الخواطر و قصائد و غیرہ<br>کتب آپ کی تصنیفات سے ہیں حلیہ مبارک نحیف البدن میانہ قد سینہ چوڑا کشادہ و<br>پیشانی کشادہ گندم گون پیوستہ ابرو بلند آواز لباس بطریق علماء زیب تن رکھتے۔ خلفا<br>حضرت کے۔ سید سیف الدین ۵۱۲ھ[3]، سید عبدالرزاق ۵۹۵ھ[4]، سید ابو<br>زکریا یحییٰ ۶۰۰ھ[5]، سید شرف الدین ۵۷۳ھ[6]، سید عیسیٰ؛ سید شمس<br>الدین (۵۸۹ھ[7])، عبدالعزیز (پسران حضرت) شیخ ابو عمر قریشی ۵۶۴ھ[8]،<br>شیخ قصب البان موصلی ۵۷۰ھ[9]، شیخ احمد مبارک ۵۷۲ھ[10]، سید احمد رفعی |

| | | | |
|---|---|---|---|
| | | | ۵۷۲ھ[1]، شیخ ابو عمر حریفی ۵۷۲ھ[2]، شیخ محمد اولادانی ۵۷۶ھ[3]، شیخ ابو السعود بن شبلی ۵۷۹ھ[4]، شیخ حیات خبرانی ۵۸۱ھ[5]، شیخ عبدالرحمان ۵۸۷ھ[6]، (پسران جناب) سید ابو الفضل محمد ۶۰۰ھ[7]، حضرت شیخ موفق الدین ۶۲۲ھ[8] مقدسی شیخ ابو اسحاق ابراہیم ۶۲۳ھ[9]، (پسر حضرت) شیخ صدرالدین قونوی ۶۳۰ھ[10]، شیخ محی الدین ابن العربی ۵۶۰ھ[11]، شیخ ابو نجیب سہروردی[12]۔ |
| حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ | ۵۶۲ھ [13] | بغداد | امام طریقت شیخ وقت گنجینہ اسرار الٰہی صاحب کشف و کرامات ہم جلیس حضرت (خضر) علیہ السلام۔ خلیفہ آپکے شیخ عمار یاسر شیخ روزبھان مصری اکبر ۵۸۲ھ[14] شیخ فیروز قصری ۵۸۹ھ[15] و شیخ شہاب الدین سہروردی۔[16] |
| حضرت شیخ عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ | ۵۸۶ھ [17] | • | قائم اللیل صائم الدہر کامل وقت صاحب تجرید و تفرید خلیفہ آپ کے شیخ نجم الدین کبریٰ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ | جمادی الاول ۶۱۸ھ [1] | خوارزم | کنیت ابو الجناب نام احمد بن عمر الخیوتی خطاب کبریٰ ولی تراش علم مناظرہ میں یکتا بابا فرخ تبریزی اور شیخ روزبہان سے استفادہ اٹھایا۔ خلفاء آپ کے شیخ رضی الدین علی لالا نجم الدین رازی ۶۵۴ھ [2] عین الزمان جمال گینی ۶۵۶ھ [3]، سیف الدین باخرزی ۶۵۸ھ [4]، شیخ مجد الدین بغدادی۔ |
| حضرت شیخ رضی الدین علی لالا رحمۃ اللہ علیہ بن سعید از اولاد حکیم سنائی [5] | ۳ ربیع الثانی ۶۴۲ھ [6] | غزنی | جائے مولد آپ کا غزنی مرید و خلیفہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے اور شیخ احمد یسوی و خواجہ یوسف ہمدانی وغیرہ ایک سو چار بزرگوں سے خرقہ تبرک حاصل کیا خلیفہ آپکے شیخ مجد الدین بغدادی۔ |
| حضرت شیخ مجد الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ | ۰۰۰ [7] | خوارزم | کنیت آپ کی ابو شریف و ابو سعید نام شرف الدین ابن المؤید، آپ طبیب حاذق سلسلہ قادریہ میں مرید شیخ رضی الدین کے سلسلہ سہروردیہ میں مرید شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلیفہ آپ کے شیخ احمد جوزقانی |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت شیخ احمد جوز قانی رحمۃ اللہ علیہ اسم آپ کا جمال الدین | ۶۶۹ھ [1] | ... | شیخ وقت مقبول خدا عالم علوم شریعت و طریقت ماہر رموز حقیقت و معرفت آپ کے حق میں شیخ رضی الدین نے فرمایا کہ جو شیخ احمد سے ملا اس نے گویا جنید و شبلی سے ملاقات کی خلیفہ آپ کے شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرتی۔ |
| حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرتی الاسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ | یکشبہ ۱۴ جمادی الاول ۶۹۵ھ [2] | بغداد | جائے مولد آپ کا (کسرت توابع اصفہان) ولادت آپ کی ۶۳۷ھ [3] میں ہوئی نہایت بزرگ کہ آپ کے خلیفہ شیخ رکن الدین فرماتے ہیں کہ اگر اس زمانہ میں وجود باوجود شیخ عبدالرحمٰن کا نہ ہوتا تو سلوک بالکل محو ہو جاتا پروردگار کو یہ طریق باقی رکھنا تھا آپکو مجدد کیا۔ |
| حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ | شب جمعہ ۲۲ رجب ۷۳۶ھ [4] | بغداد در مقبرہ [5] عبدالوہاب عمادالدین | کنیت آپ کی شمس الدین وابو المکارم نام احمد بن محمد کہ امیر زادے سمنان کے تھے پندرہ برس کی عمر میں مصاحب سلطان ہوئے آخر دنیا کو ترک کر کے ۶۷۳ھ [6] میں مرید ہوئے چند روز مجاہدہ کر کے خرقہ خلافت پایا خلیفہ آپ کے شیخ محمود مردقانی و شیخ نجم الدین اولاد کافی ۷۷۸ھ [7]۔ |

| نام | وصال | مزار | حالات |
|---|---|---|---|
| حضرت شیخ محمود مزد قانی رحمۃ اللہ علیہ | ۷۶۶ھ [۱] | مزد قان [۲] | عصر عالم بے بدل مرد مقام بلند کیفیت ارجمند رکھتے تھے صاحب زہد و تقویٰ یگانہ متوکل باعظمت و کرامت خلیفہ آپ کے سید علی ہمدانی |
| حضرت سید علی ہمدانی امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ بن شہاب الدین | ۵ جمادی الاول بمقام کشمیر ۷۸۲ھ [۳] | ختلان [۴] | پہلے کسب درویشی شیخ تقی الدین کی خدمت میں کیا، ان کے انتقال کے بعد شیخ شرف الدین محمود مزد قانی کے مرید ہو کر تکمیل کی۔ چار سو اولیاء سے استفادہ اٹھایا ۷۸۱ھ [۵] میں وارد کشمیر ہو کر پانچ سال ہدایت خلق میں مصروف رہے خانقاہ آپ کی موجود ہے خلفاء آپ کے میر محمد ہمدانی ۸۰۹ھ [۶] پسر حضرت و سید حسین و سید حیدر و سید جمال دین و سید کمال ثانی و سید فیروز و سید قاضی و سید رکن الدین و فخر الدین و شیخ محمد قریشی و سید عزیز اللہ و شیخ احمد قریشی و حاجی محمد حافظ و شیخ سلیمان و خواجہ اسحاق ختلانی۔ |
| حضرت خواجہ اسحاق ختلانی رحمۃ اللہ علیہ | [۷] | [۸] | صاحب تجرید و تفرید عالم بے بدل درویش بے مثل مجاہد باللہ صاحب خوارق و کرامت۔ خلیفہ آپ کے سید نور بخش قادری صاحب سلسلہ قادریہ نوربخشیہ۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت سید محمد نور بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ | | | صحیح النسب سادات عظام ہمزمانہ حضرت گیسو دراز بندہ نواز کے قطب عہد، مدار وقت، امامِ زمان صاحبِ فتوت خلیفہ آپ کے شیخ جلال الدین شیرازی دہلوی و شیخ علی نور بخش قادری صاحب سجادہ۔ |
| حضرت سید محمد علی نور بخش قادری | | | عالم با عمل صاحب زہد و تقویٰ اول درجہ کے سیاح بہت سے اولیاء سے نعمت پائی ذات بابرکات گنجینہ فیوضات ربانی سلسلہ قادریہ میں حضرت شیخ حسن محمد صاحب چشتی آپ کے خلیفہ ہوئے۔ |
| حضرت شیخ حسن محمد چشتی | ۷ ذالحجہ | احمد آباد | ذکر خیر آپ کا حصہ اول میں ہو چکا ہے۔ |
| حضرت شیخ محمد اعظم قطب چشتی | ۱۹ ربیع الاول ۱۰۴۱ھ/۱۱ | ایضاً | ذکر خیر آپ کا حصے اول میں ہو چکا ہے۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت حاجی حرمین شریفین خواجہ شیخ یحییٰ مدنی قدس اللہ سرہ العزیز | ۲۷ صفر ۱۱۲۲ھ [1] | مدینہ منورہ | خلفا ان کے حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدین قادری کیرانوی قدس اللہ اسرارہٗ |
| حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس اللہ سرہ العزیز | ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ [2] | دہلی | خلیفہ ان کے حضرت خواجہ مولانا نظام الدین اورنگ آبادی ہوئے |
| حضرت خواجہ مولانا نظام الدین قدس اللہ سرہ العزیز | ۱۲ ذیعقدہ ۱۱۴۲ھ [3] | اورنگ آباد دکن | حضرت مولانا فخر الدین پسر آنجناب قدس اللہ سرہ العزیز آپ کے صاحب سجادہ ہوئے باقی حصہ اول میں ہے۔ |

| حضرت خواجہ مولانا محمد فخر الدین فخر جہان قدس اللہ سرہ العزیز سلسلہ پدری حضرت کا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہے اور سلسلہ مادری سید بندہ نواز تک ملحق ہے۔ | ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ [1] | قصبہ مہرونی (مہرولی) متصل شاہجہان آباد | خلفاء ان کے حضرت خواجہ مولانا نور محمد بہبل مہاروی قدس اللہ سرہ العزیز، مولانا عماد الدین، سید میر محمدی قادری، حضرت حاجی لعل محمد صاحب، حضرت مرزا بخش اللہ بیگ صاحب، شاہ عبداللہ حضرت خواجہ ظہور اللہ حضرت مولوی روح اللہ، حضرت سید احمد، حضرت شمس الدین، حضرت محمد سلیم، مولانا بدیع الدین، مولانا فرید الدین، مولوی مکرم مولوی فرید الدین دہلوی، مولوی روشن علی، مولوی حسن محمد، مولوی محمد صالح، حضرت شیخ ضیاء الدین، خواجہ عبدالوہاب بیکانیری، حضرت حاجی خدا بخش، حضرت محمد غوث کیرت پوری، حضرت قاضی احمد علی بھوپالی، مولانا اصغر علی، حضرت مولانا نیاز احمد، حضرت مولانا قطب الدین، پسر آنجناب حضرت مولانا محمد غوث پسر آنجناب، حضرت اکبر بادشاہ، اور حضرت ابو ظفر کو بھی خورد سالی میں ان کے والد نے بیعت کرا دیا تھا۔ اور بتکمیل علم الٰہی کی مولانا قطب الدین و میر عماد الدین سے کی۔ |
| --- | --- | --- | --- |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت قبلہ عالم مولانا خواجہ نور محمد بھیل مہاروی رحمۃ اللہ علیہ | ۳ ذالحجہ ۱۲۰۵ھ [۱] | بمقام چشتی [۲] علاقہ بہاولپور | خلفا حضرت کے مولانا خواجہ قاضی محمد عاقل، خواجہ نور محمد نارو والہ صاحب، حافظ محمد جمال چشتی ملتانی [۳]، خواجہ شاہ سلیمان تونسوی [۴]، حافظ غلام حسین چیلاوھنای [۵]، مولوی مسعود جھانگی والے، حافظ غلام محمد کیڑی (کھیڑی) والے، حافظ غلام ناصر پیش امام شیخ جمال محمد، سید عارف شاہ پاک پٹنی۔ |
| سلطان الاولیاء مولانا خواجہ قاضی محمد عاقل فاروقی چشتی کوٹ مٹھنی رحمۃ اللہ علیہ | ۸ رجب ۱۲۲۹ھ [۶] | کوٹ مٹھن ضلع ڈیرہ غازی خان | خلفاء محبوب الٰہی مولانا خواجہ خدا بخش، مولوی سلطان محمود، مولوی عبداللہ احمد پوری، خلیفہ شرف الدین، خلیفہ محمد اعظم، حافظ جان محمد اوچی، خواجہ تاج محمود صاحب ، حاجی نصرت، میاں نور محمد، خواجہ نور حسن صاحب خلف قبلہ عالم مہاروی، خواجہ محمود نبیرۂ اکبر قبلہ عالم، قاضی محمد مراد، مولوی احمد یار، شریف محمد۔ مولوی ڈنہ شاہ ، محمد غوث کہ سلسلہ آپ کا جاری ہے ۱۳۰۶ھ [۷] میں وصال ہوا۔ |

| نام | تاریخ | مقام | خلفاء |
| --- | --- | --- | --- |
| حضرت محبوب الٰہی مولانا خواجہ خدابخش رحمۃ اللہ علیہ | ۱۲ ذالحجہ ۱۲۶۹ھ [۱] | ایضاً | خلفاء حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام فخر الدین (فخر) جہان، خواجہ نصیر بخش صاحب بن خواجہ نور حسن صاحب، مخدوم کرم حیدر از اولاد مخدوم جہانیاں [۲]، مولوی غلام کبریا فتحیابادی، مولوی صالح محمد ملتانی، مخدوم عنایت شاہ، مخدوم حیدر بخش، قاضی فتح محمد ملتانی، سید لال شاہ، مولوی محمد حسین ملتانی۔ |
| حضرت شیخ العالم مولانا خواجہ غلام فخر الدین فخر جہان رحمۃ اللہ علیہ | ۵ جمادی الاول ۱۲۸۸ھ [۳] | ایضاً | خلفا حضرت کے حاجی حرمین شریفین مولانا خواجہ شاہ غلام فرید صاحب فرید ثانی ادام اللہ افضالہ ونوالہ باقی حصہ اول میں۔ |
| حاجی حرمین شریفین حضرت خواجہ بندہ پرور مولانا خواجہ شاہ غلام فرید صاحب فرید ثانی ادام اللہ افضالہ ونوالہ | سال ولادت حضور کا ۱۲۶۱ھ [۴] ہے | جائے مولد چاچڑاں شریف | خلفا حضرت کے صاحبزادہ والا قدر مولانا خواجہ محمد بخش صاحب [۵]، صاحبزادہ خواجہ فضل حق صاحب نبیرہ قبلہ عالم، سید ولایت شاہ [۶]، سید مراد شاہ، حافظ محمد صاحب سجادہ خانقاہ حاجی پور شریف، مولوی عاقل محمد صاحب [۷] سجادہ ہڑند ضلع ڈیرہ غازی خان، سید غریب شاہ صاحب، سید غلام شاہ صاحب، از اولاد مخدوم جہانیاں، سید بہادر شاہ، سید مومن شاہ، سید احمد جان [۸]۔ |

## سلسلۂ سہروردیہ

| نام | تاریخ وصال | مزار | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- |
| حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ | ۲۶ جمادی الاول ۲۶۱ھ[1] | ملک شام متصل مزار لوط علیہ السلام | آپ مرید خواجہ فضیل بن عیاض کے وہ مرید خواجہ عبد الواحد بن زید کے وہ خلیفہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے۔ دوسرا سلسلہ حضرت کا خواجہ حسن بصری سے ہے جو سلسلہ چشتیہ میں بیان ہوا ، تیسرا سلسلہ اس طرح ہے کہ خواجہ فضیل کو خرقہ خلافت شیخ ابی عمران موسیٰ الراعی سے پہنچا، ان کو دو جگہ سے ملا ایک حضرت عمر خطابؓ سے دوسرا خواجہ اویس قرنی سے چنانچہ یہ سلسلہ ہمارا اویسیہ اور فاروقیہ بھی ہے۔ |
| حضرت شیخ ابو علی خواجہ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ | شہادت پائی[2] | [3] | متوفن بلخ مرید و خلیفہ سلطان ابراہیم بلخی[4] کے اور حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا۔ تمام عمر توکل اور قناعت سے بسر کی۔ خلیفہ آپکے خواجہ حاتم بن عنوان (عنون) اصم |
| حضرت خواجہ حاتم رحمۃ اللہ علیہ بن عنوان (عنون) اصم | ۲۳۷ھ [5] | | کنیت آپ کی عبد الرحمن[6] ساکن بلخ بزرگان خراسان میں مشہور گزرے ہیں صاحب زہد و تقویٰ و ریاضت و مجاہدہ وعظ آپ کا بالکل شمشیر برہنہ تھا ریا سے پاک خلیفہ آپ کے شیخ احمد خضرویہ ۲۴۰ھ[7] و شیخ محمد رازی و شیخ ابو تراب خشی (نخشبی)۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| شیخ ابی تراب نخشی (نخشبی) رحمۃ اللہ علیہ | ۱۷ جمادی الاول ۲۴۵ھ[1] | بصرہ | کنیت آپ کی عسکر[2] بن محمد اکملِ مشائخ خراسان صاحبِ تقویٰ و مجاہدہ تیس سال پیہم شب کو لیٹتے تک نہیں اور شیخ حاتم عطار بصری[3] سے بھی استفادہ اٹھایا خلیفہ آپ کے شیخ ابی عمر۔ |
| حضرت شیخ ابی عمر رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرید حضرت شیخ محمد جعفر رحمۃ اللہ علیہ ہوئے | | | ان دونوں بزرگوں کا کچھ حال معلوم نہیں[4] |
| حضرت شیخ ابو عبد اللہ خفیف[5] رحمۃ اللہ علیہ مرید شیخ محمد جعفر کے | ۳۳۱ھ [6] | شیراز عمر آپ کی ۹۵ سال | نام آپ کا محمد بن خفیف از اولاد ملوک نیشاپور قطب وقت مقتدائے روزگار صاحب ریاضت و تقویٰ ۔ آپ کو ارادت شیخ احمد رویم ۳۰۳ھ[7] سے بھی تھی۔ خلفاء آپ کے شیخ ابو عباس نہاوندی۔ |

| نام | وفات | مقام | حالات |
|---|---|---|---|
| حضرت شیخ ابو عباس احمد نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ بن محمد افضل | ۳۶۰ھ [۱] | نہاوند | شاگرد جعفر خلدی کے صاحب مقامات عالی شریعت و طریقت میں قدم راسخ رکھتے تھے خلیفہ آپ کے شیخ عمویہ ۳۷۳ھ [۲]، و شیخ اخی سراج۔ |
| حضرت شیخ اخی سراج زنجانی [۳] رحمۃ اللہ علیہ | ۴۵۷ھ [۴] | نہاوند | جامع کمالات ظاہری و باطنی صاحب خوارق و کرمت ارشاد طالبان و ترتیب مریدان میں ید طولیٰ رکھتے تھے ۔ خلیفہ آپ کے شیخ محمد عمویہ بن عبد اللہ سہروردی۔ |
| حضرت شیخ محمد عمویہ بن عبد اللہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ | ۴۷۳ھ [۵] | بغداد | آپ کو خرقہ خلافت شیخ اسود احمد دینوری ۳۶۶ھ [۶] سے بھی پہنچا کہ وہ مرید شیخ ممشاد علو دینوری کے تھے وہ مرید خواجہ جنید بغدادی کے وہ مرید خواجہ سری سقطی کے وہ مرید خواجہ معروف کرخی کے وہ مرید شیخ داؤد طائی کے ۱۶۲ھ [۷]، وہ مرید خواجہ حبیب عجمی کے ۱۵۶ھ [۸] وہ مرید خواجہ حسن بصری کے چنانچہ بوجہ اس سلسلہ کے ہمارا تعلق خانوادہ حبیبیہ سے بھی ہے۔ خلیفہ آپکے شیخ ابو نجیب سہروردی۔ |

| خواجہ شیخ ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ | ۵۶۳ھ [۱] | بغداد | عالم علوم ظاہری وباطنی صاحب تصنیفات کثیرہ اولاد سے حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق کے اور شیخ احمد غزالی سے بھی آپ کو خرقہ خلافت پہنچا۔ حضرت خضر علیہ السلام ہمیشہ آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ خلیفہ آپ کے شیخ شہاب الدین۔ |
|---|---|---|---|
| امام المتاخرین قطب العارفین حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ [۲] | ۶۳۲ھ | ایضاً | صاحب خانوادہ سہروردیہ اور حضرت غوث پاک سے بھی سلسلہ قادریہ میں خرقہ خلافت پایا خلفا آپ کے شیخ نجم الدین (کبریٰ) وسید نور الدین مبارک و شیخ سعدی و شاہ ترکمان دہلوی و شیخ بہاء الدین (زکریا) ملتانی و شیخ نجیب الدین علی بر غش و شیخ محمد یمنی وشہاب الدین رومی۔ |
| حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ وجیہہ الدین (محمد غوث) | ۶۶۶ھ [۳] | ملتان | اکابر اولیاء ہند صاحب کرامت آپ کے جد کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ سے خوارزم وہاں سے ملتان میں آکر مقیم ہوئے غوث صاحب اول درجہ کے سیاح گزرے ہیں بغداد پہنچ کر شیخ شہاب الدین کے مرید ہو کر خرقہ خلافت پایا عالم حدیث بھی تھے۔ خلفاء آپ کے شیخ صدر الدین عارف ، حسام الدین بداؤنی ، فخر الدین عراقی ، حسن افغان ، سید جلال الدین میر شاہ سرخ بخاری ، سید لعل شہباز سہمدی (سہون ، سندھ) |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت شیخ صدر الدین عارف ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بن بہاء الدین (زکریا) ملتانیؒ | ۳ ذالحجہ ۶۸۴ھ [1] | ملتان | صاحب کشف و کرامت و سخاو عطا عالم علوم ظاہری و باطنی خلفا آپ کے شیخ رکن الدین و شیخ صلاح الدین چشتی دہلوی و شیخ علاء الدین ملتانی |
| حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی بن شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ | ۷۳۵ھ [2] | ایضاً | آپ نے خرقہ خلافت اپنے جد سے بھی پایا کتب تاریخ صوفیہ آپ کے فضائل سے پر ہیں بلکہ بعض ملفوظات چشتیہ میں بھی ذکر خیر موجود ہے خلفا آپ کے سید جلال الدین مخدوم جہانیاں و شیخ ابو حاکم قریشی الہکاری [3]، شیخ اسمٰعیل، شیخ وجیہ الدین، عثمان سیاح سنامی، شیخ جمال خندان (رو)۔ |
| حضرت سید جلال الدین [4] بخاری رحمۃ اللہ علیہ (المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ) | ۷۸۵ھ [5] | اوچ شریف | علاوہ اپنے پیر کے اور سو سلسلوں میں اجازت یافتہ تھے بعد اس کے ہر سلسلے میں آپ کا فیضان جاری ہوا فضائل آپ کے احاطہ تحریر سے افزون ہیں خلفاء آپ کے شیخ کبیر الدین اسماعیل و سید صدر الدین راجو (قتال) و سراج الدین و برہان الدین قطب عالم اخی راجگری۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت سید صدر الدین راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ [1] | ۱۶ جمادی الثانی ۷۷۷ھ [2] | اوچ شریف علاقہ بہاولپور | مرید اپنے پدر سید احمد کے اور اپنے برادر کلاں مخدوم جہانیاں سے بھی خرقہ خلافت پایا عہد فیروز شاہ میں دہلی آئے مبارک شاہ کے عہد میں صاحب سجادہ ہوئے بعد آپ کے سید صدر الدین آپ کے فرزند سجادہ نشین ہوئے۔ |
| حضرت شیخ علم الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ | ۶ صفر | احمد آباد | ذکر خیر آپ کا (حصہ) اول میں ہو چکا ہے آپ کے خلیفہ شیخ محمود راجن چشتی ہوئے ان کے خلیفہ شیخ جمال الدین جمن چشتی [3] ہوئے ان کے خلیفہ شیخ حسن محمد صاحب ہوئے ان جملہ حضرات کے اذکار بھی حصہ اول میں ہو چکے ہیں تا حضرت خواجہ فرید ثانی سلمہ الرحمانی۔ |

## سلسلہ شریف نقشبندیہ فریدیہ

| اسم بزرگ | سن و ماہ وفات | جائے مزار | کیفیت |
|---|---|---|---|
| حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول رسول مقبول علیہ السلام[۱] | بروز جمع ۳ ربیع الآخر ۱۳ھ [۲] | مدینہ منورہ | کنیت افضل البشر (بعد از انبیائے کرام) نام نامی عبد اللہ بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن عنم لقب صدیق اکبر و عتیق دو سال تین ماہ کار خلافت (خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا آپ کے عہد میں نہایت درجہ ترقی اسلام ہوئی۔ نصاریٰ پر برابر فتوحات ہوتی رہیں فضائل حضرت کے مطالع کتب دینی سے معلوم ہو سکتے ہیں |

| نام | وفات | مدفن | کیفیت |
|---|---|---|---|
| حضرت سلمان فارسی ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) | ۳۳ھ [۱] | ایضاً | آپ صحابہ کرام سے ہیں، متوطن اصفہان کے، عمر آپ کی طویل ہوئی ہے، جنگ خندق میں سرور عالم نے سلمانُ منّا اہلبیت کے خطاب مفتخر فرمایا، آپ کی عمر میں راویان اخبار کا اختلاف ہے بعضے تین سو ساٹھ۔ بعضے پانسو بعضے ایک ہزار سالہ عمر کہتے ہیں۔ |
| حضرت ابو القاسم بن محمد بن حضرت ابی بکر صدیق رحمۃ اللہ علیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) | ۱۰۷ھ [۲] | ایضاً | اپنے عہد میں مدینہ کے صاحب فتوح اور استاذ العلما تھے علوم ظاہری و باطنی میں افضل تر تھے |
| حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ [۳] | ۱۴۹ھ [۴] | جنۃ البقیع | سلسلۂ قادریہ میں دیکھو |
| حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ | ۱۴ شعبان ۲۶۶ھ [۵] | بسطام | اکمل الاولیاء عہد، پیر زمانہ، صاحب مراتب عالی، آپ کے ذکر خیر سے کتابیں پر ہیں خلفا آپ کے شیخ مسعود خرقہ شکربار، شیخ ابراہیم خرقہ چشت بار، شیخ محمود خرقہ ہزایخی اس خرقہ کے فقیر دکن میں ملتے ہیں اور شاہ عبد اللہ۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ | ۴۲۴ھ [۱] | خرقان | نام آپ کا علی بن جعفر رہنے والے موضع خرقان کے قطب عہد امام زمانہ تذکرہ اولیاء ہند مطبوعہ میور پریس دہلی کے دیکھنے سے آپ کا حال بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ جو اس عاجز کی تالیفات سے ہے۔ |
| حضرت خواجہ ابو علی فارمدی [۲] رحمۃ اللہ علیہ | ۴۷۷ھ [۳] | فارمد | نام آپ کا فضیل (فضل) بن محمد رہنے والے قصبہ فارمد کے کہ علاقہ طوس میں ہے شیخ ابوالقاسم کرکانی سے بھی آپ کو خرقہ پہنچا۔ |
| حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ | ۵۳۵ھ [۴] | مرد ملک ترکستان | کنیت ابو یعقوب، متوطن ہمدان، شیخ ابو اسحاق شیرازی سے بھی استفادہ تھا، شیخ حسن سمنانی اور شیخ عبداللہ کی صحبت میں رہے۔ ۱۸ برس کی عمر میں بغداد جا کر مولانا اسحاق سے حدیث پڑھی، غوث پاک سے فیض پایا۔ |
| حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ | ۵۷۵ھ [۵] | غجدوان | غجدوان بخارا سے چھ کوس ہے سلسلہ جدی آپ کا حضرت امام مالک سے ملتا ہے، آپ کی والدہ سلاطین روم کی اولاد سے تھیں۔ دنیا اور اہل دنیا سے تنفر رہتے ہر وقت اندوہ گین رہا کرتے۔ شیخ عہد، قطبِ دوراں گزرے ہیں |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ | ۷۱۵ھ [۱] | ریوگر | عظمائے اولیائے، کبرائے مشائخ، صاحب ترک و تجرید، عالم باعمل، زہد و ریاضت میں شہرۂ آفاق گزرے ہیں۔ |
| حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ | ۷۱۷ھ [۲] | فغن یہ مقام بخارا سے ۳ کوس ہے | آپ تمام پیر بھائیوں میں ممتاز صاحبِ زہد و تقویٰ و عشق و محبت، ذکر جہر بہت کرتے تھے |
| حضرت خواجہ عزیز علی [۳] رامتینی رحمۃ اللہ علیہ | ۲۸ ذیقعدہ ۷۲۱ھ [۴] | خوارزم | صاحب مقامات بلند و کرامات ارجمند گزرے ہیں روزی بوجہ حلال کر کے کھائے کسی نے آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے فرمایا "کندن پیوستن۔" یعنی دنیا کندن واز خلق پیوستن [۵]۔ |
| حضرت خواجہ محمد بابا سماسی [۶] رحمۃ اللہ علیہ | ۷۵۵ھ [۷] | قصبہ سماسی (سماس) | ایک مدت خدمت پیر میں بمقام خوارزم حاضر رہ کر کار اصلی کی تکمیل کی اور سماسی توابع رامتینی میں ہے۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| افضل الاولیاء حضرت سید خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ | ۸ جمادی الاول ۷۷۲ھ [۱] | قصبہ سوخار | سوخار میں پیدا ہوئے ولی مادر زاد تھے تمام ملک خراسان آپ کا غلام تھا چنانچہ امیر طاغا خان پدر حضرت امیر تیمور آپ کے مرید تھے بعد میں امیر صاحب بھی آپ کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت پایا ایک ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ جو کچھ تبرک آپ نے امیر صاحب کو عطا فرمایا تھا جب تک وہ ہمارے ہاں رہا سلطنت کو ترقی ہوتی رہی محمد شاہ کے عہد میں وہ تلف ہوا سلطنت میں بھی ضعف آیا جس کو میں نے تذکرۃ اولیاء ہند میں مشرح درج کیا ہے۔ |
| حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ [۲] | ربیع الاول ۷۹۱ھ [۳] | قصر عار فان متصل بخارا | امام طریقت پیر شریعت ماہر انوار حقیقت و معرفت پیشوائے اہلِ سنت صاحب کشف کرامت وروحانیت خواجہ عبدالخالق سے فیض پایا۔ باقی مطوّلات میں دیکھو |
| خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ [۴] | ۸۱۵ھ [۵] | قریہ ھلفتو | عالم علوم ظاہری و باطنی قطب وقت شیخ عہد گزرے ہیں قصبہ چرخ علاقہ غزنی میں ہے |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت خواجہ ناصر الدین احرار رحمۃ اللہ علیہ[1] | غرہ محرم ۸۹۵ھ [2] | سمر قند | میرے حضرت صاحب (خواجہ غلام فریدؒ) اور آپ ہم جد ہیں یعنی دونو بزرگ فاروقی ہیں متوطن شاش اور بہت سے بزرگوں سے فیض پایا خلفاء آپ کے خواجہ باقی باللہ دہلوی ۱۰۲۹ھ، خواجہ محمد قاضی ۹۰۹ھ [3]، مولانا سید حسن میر عبدالاول تاشکندی ۹۱۴ھ[4]، خواجہ نور الدین ۹۶۶ھ[5]، خواجہ ہندو ۹۲۴ھ[6]، مولانا زادہ تراری ۹۲۴ھ[7]، خواجہ محمد یحییٰ ۹۰۶ھ[8] پسر حضرت خواجہ خواجگان ۹۱۱ھ[9]، پسر حضرت ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ ۹۳۷ھ [10] خواجا عبدالحق ان کے مرید امیر عبداللہ ان کے مرید سید امیر ابو العلاءؒ اکبر آبادی ۱۰۶۱ھ[11] میں فوت ہوئے خواجہ باقی باللہ کے مرید مجدد صاحب[12]۔ |
| حضرت خواجا محمد قاضی رحمۃ اللہ علیہ | ۹۱۲ھ [13] | ملک خراسان | اول میں جانب سلطان کی طرف سے قاضی تھے آخر ترک کر کے خواجہ احرارؒ کے مرید ہوئے اور سلسلۃ العارفین اپنے پیر کی شان میں لکھی خلفاء آپ کے بے شمار گزرے ہیں ترکستان میں آپ کے خلفاء کی چند خانقاہیں ہنوز آباد ہیں اور موجود ہیں۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| حضرت خواجہ خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ بن خواجہ محمد درویش | ۱۰۰۸ھ [۱] | امکنگ مضافات سمرقند | آپ کو نعمت اپنے والد سے بھی پہنچی کہ جو مرید مولانا زاہد ولی نخشبی کے تھے وہ مرید خواجہ احرار کے، عالم علوم ظاہری و باطنی صاحب سخا و عطاء و ذوق و شوق ہمیشہ بے خور و خواب بسر فرماتے تھے۔ |

حضرت خواجہ محمد کلاں دہیدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرید خواجہ ہاشم دہیدی ہوئے ان کے مرید خواجہ محمد امکنگی ہوئے ان کے مرید امیر محترم (امیر کلال) متوکل علی اللہ ہوئے ان کے مرید حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے باقی تا حضرت خواجہ بندہ پرور فرید ثانی سلمہ الرحمانی سلسلہ قادریہ میں دیکھیں۔

واضح ہو کہ سلسلہ کبرویہ میں حضرت سید محمد نور بخش قادری کو اجازت شیخ نجم الدین کبریٰ سے تھی اس وجہ سے اس سلسلہ شریف میں ہمارے ہاں بھی اجازت ہے جیسا کہ مجموعہ تصوف میں طبع ہو چکا ہے اور سلسلہ فردوسیہ میں بھی سید صاحب موصوف کی وجہ سے اجازت ہے اور سلسلہ مغربیہ میں ہمارے ہاں شیخ محمود راجن چشتی سے اجازت ہے ان کو اجازت شیخ احمد کھتو (کھٹو) سے تھی۔ چنانچہ سلاسل فخریہ فریدیہ میں طبع ہو چکا ہے اور سلسلہ شطاریہ میں شیخ محمود راجن صاحب کو اجازت شیخ امادن سے تھی وہ ہنوز چلی آتی ہے۔ باقی ہمارے حضرت صاحب جملہ سلاسل میں مرید فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ذات بابرکات کو ہمیشہ ہم غلاموں کے سر پر سلامت باکرامت رکھے۔ آمین۔ ثم آمین

# حواشی نقشہ جات مناقب (حصہ دوم)

## صفحہ نمبر ۲۶۷

[۱] وصال مبارک ۷ / جون مطابق ۶۳۲ء

[۲] ولادتِ پاک ۱۲/ ربیع الاول بروز دو شنبہ (پیر) سنہ ۵۳ قبل ہجرت مطابق ۹/ دسمبر ۵۶۹ء بہ عہد نوشیروان عادل بادشاہ ایران

[۳] رمضان ۱۴/ قبل الہجرۃ (۶۱۰ء)

[۴] دو شنبہ (پیر) ۸/ ربیع الاول ۱ھ بہ حساب مدنی کیلنڈر، مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء

[۵] خلافت میں صرف چار حضرات شامل ہیں باقی عشرہ مبشرہ تو ہیں مگر خلفأ نہیں۔

## صفحہ نمبر ۲۶۸

[۱] ولادت ۲۰ قبل ہجرت ۱۳ رجب بروز جمعہ تیس برس واقعہ فیل کے بعد

[۲] مطابق ۶۶۱ء

[۳] مطابق ۶۵۶ء ......

[۴] ۱۰/ محرم ۶۱ھ، مطابق ۱۰/ اکتوبر ۶۸۰ء

[۵] ۴ شعبان ۴ھ مطابق ۹ جنوری ۶۲۶ء

[۶] مطابق ۷۱۲ء مگر "سلسلۃ الذہب" میں ۱۲ محرم ۹۶ھ بعمر ۵۸ سال مطابق ۷۱۴ء

[۷] ۵/ شعبان ۳۸ھ مطابق ۶۵۹ء

## صفحہ نمبر ۲۶۹

[۱] بمطابق ۷۳۳ء

[۲] مطابق ۶۹۴ء / ۳؍ صفر ۷۵ھ

## صفحہ نمبر ۲۷۰

[۱] مطابق ۷۶۶ء

[۲] مطابق ۷۰۹ء

[۳] مطابق ۸۰۲ء

[۴] مطابق ۷۴۵ء

[۵] مطابق ۸۱۸ء

[۶] نام آپ کا علی تھا اور والد کی نسبت سے علی موسیٰ رضا کہلاتے تھے۔

[۷] مطابق ۷۷۰ء

## صفحہ نمبر ۲۷۱

[۱] حضرت معروف کرخیؒ امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے علاوہ حضرت حبیب عجمی کے نہیں، ان کے خلیفہ حضرت داؤد طائی کے فیض یافتہ تھے اور حضرت حبیب عجمی سیدنا سلمان فارسی کے نہیں بلکہ شیخ الکل حضرت حسن بصری کے خلیفہ تھے۔ نیز حضرت معروف کرخی کا وصال ۲۰۶ء میں نہیں بلکہ ۲؍ محرم ۲۳۴ھ مطابق ۸۴۸ء کو ہوا اور آپ کا مزار شہر بغداد کے ایک محلہ کرخ میں واقع ہے

(حوالہ سلسلۃ الذہب الصوفیہ المعروف مشجر الاولیا (جلد دویم ص ۷ تا ۱۴) مصنفہ سید العارفین حضرت سید محمد نوربخش قہستانی بانی سلسلہ نوربخشیہ)

[۲] حبیب عجمی کو راعی لکھا ہے۔ حضرت حبیب عجمی اور معروف کرخی کے درمیان حضرت داؤد طائی کا واسطہ مصنف نے چھوڑ دیا ہے۔

[۳] حبیب عجمی سلمان فارسی کے نہیں بلکہ حضرت حسن بصری کے خلیفہ تھے اور ایک دوسری نسبت سے آپ حضرت امام جعفر صادق کے مرید تھے۔

[۴] حسن غلط لکھا ہے۔ حضرت معروف کرخی کے نامور خلیفہ حضرت ابو الحسن سری سقطی تھے۔

[۵] وفات بروز بدھ ۶ رمضان المبارک ۲۵۱ھ مطابق ۸۶۵ء

[۶] بغداد شریف

[۷] ۳۰۳ھ مطابق ۹۱۶ء۔ آپ کی ولادت بقول صاحبِ سلسلۃ الذہب ۲۰۷ھ مطابق ۲۳-۸۲۲ء میں ہوئی۔

[۸] پورا نام شیخ ابو علی احمد بن محمد رودباری۔ بقول جامی ان کا وصال ۳۲۱ھ/ ۹۳۳ء میں ہوا۔

## صفحہ نمبر ۲۷۲

[۱] مطابق ۹۴۷ء

[۲] مطابق ۱۰۴۴ء

[۳] مطابق ۱۰۵۵ء

[۴] یکم فروری ۱۰۹۳ء، یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ

[۵] آپ کو شیخ الاسلام الہکاری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

## صفحہ نمبر ۲۷۳

[۱] آپ کے لئے سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ آپ حضرت غوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانی بانیٔ سلسلۂ عالیہ قادریہ شریف کے مرشد اور استاذ ہیں آپ نے حضرت غوث کے لئے "تحفۂ مرسلہ" کے نام سے تصوف و سلوک پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ بھی لکھا جو تمام سلاسل میں متداول ہے۔

[۲] مطابق ۱۱۱۹ء

[۳] مطابق ۱۱۶۶ء

[۴] صحیح لفظ مخرّ نسی ہے

[۵] مطابق ۸۷-۱۰۷۷ء

## صفحہ نمبر ۲۷۴

[۱] ۱۱۲۶ء

[۲] آپ صاحبِ تصانیفِ کثیرہ مفسر، محدث اور متکلم الاسلام تھے۔ غنیۃ اور فتوح نے عالمی شہرت حاصل کی اور قصیدۂ غوثیہ تو اوراد و وظائف میں شامل ہے۔

[۳] بمطابق ۱۱۱۸ء

[۴] بمطابق ۹۹-۱۱۹۸ء

[۵] ۴-۱۲۰۳ء

[۶] ۷۲-۱۳۷۱ء

[۷] ۱۱۹۳ء

[۸] ۶۹-۱۱۶۸ء

[۹] ۷۵-۱۱۷۴ء

[۱۰] ۷۷-۱۱۷۶ء

## صفحہ نمبر ۲۷۵

[۱] ۷۷-۱۱۷۶ء

[۲] ۷۷-۱۱۷۶ء

[۳] ۸۱-۱۱۸۰ء

[۴] ۸۴-۱۱۸۳ء

[۵] ۸۶-۱۱۸۵ء

[۶] ۱۱۹۱ء

[۷] ۴-۱۲۰۳ء

[۸] ۱۲۲۵ء

[۹] ۱۲۲۶ء

[۱۰] ۳۳-۱۲۳۲ء

[۱۱] ۶۵-۱۱۶۴ء شیخ الاکبر حضرت ابن العربی سلوک و معرفت کی دنیا میں بے تاج بادشاہ کی حیثیت رکھتے ہیں وہ ہر سلسلہ کے مشائخ کی ضرورت رہے ہیں اور بلا مبالغہ ہزاروں علماء و مشائخ ان کے فلسفہ وحدت الوجود کے اسیر بے دام ہیں۔ فتوحات مکیہ صدیوں تک مساجد، مکاتب، مدارس اور خانقاہوں کے حلقہ ہائے درس کی زینت و رونق رہی ہے۔

[۱۲] حضرت ابو النجیب عبد القاہر السہروردی (پیدائش ۱۰۹۶ء۔ وفات ۱۱۶۸ء) بانی سلسلہ عالیہ سہروردیہ، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کے حقیقی چچا، استاد اور شیخ و مرشد تھے۔ مصنف "مناقبِ فریدیہ" نے غلو عقیدت اور مبالغہ کے تحت حضرت ابو النجیب عبد القاہر السہروردی کو غوث الاعظم کا خلیفہ لکھا ہے جبکہ وہ سلسلہ قادریہ سے منسلک نہیں تھے بلکہ اپنے ایک مستقل سلسلہ سہروردیہ کے بانی اول تھے جسے بعد میں ان کے برادر زادہ اور خلیفہ حضرت شیخ الشیوخ نے کمالِ معراج تک پہنچایا۔ حضرت ابو النجیب کی طرح حضرت ابن العربی اور دیگر کئی مشائخ بھی مصنف نے حضرت غوث الاعظم کے خلفا میں شمار کئے ہیں۔

[۱۳] ولادت ۴۹۰ھ مطابق ۹۷-۱۰۹۶ء اور محمد دین کلیم نے الطبقات الکبری اور سفینۃ الاولیا کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۷۳ سال کی عمر میں بروز شنبہ ۱۲ جمادی الآخر ۵۶۳ھ مطابق ۱۱۶۸ء کو ہوا۔ بغداد میں دفن ہوئے۔ جبکہ نفحات میں آپ کا سن وفات ۵۳۳ھ درج ہے۔

[۱۴] ۱۱۸۶ء

[۱۵] ۱۱۹۳ء

[۱۶] شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردیؒ سلسلہ عالیہ کے بانی و مجدد تھے انہوں نے اپنے چچا کے اس سلسلہ کو بامِ عروج تک پہنچایا خانقاہی نظام کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں عوارف المعارف لکھ کر تصوف کو چار چاند لگا دئے۔ (ولادت رجب ۵۳۹ھ / ۴۵-۱۱۴۴ء وصال ۶۳۲ھ / مطابق ۳۵-۱۲۳۴ء)

[۱۷] ۱۱۹۰ء

صفحہ نمبر ۲۷۶

[۱] ۱۲۲۱ء

[۲] ۱۲۵۶ء

[۳] ۱۲۵۸ء

[۴] ۱۲۶۰ء

[۵] حکیم سنائی اپنے وقت کے عظیم دانشور ادیب اور شاعر تھے۔ فارسی شاعری بالخصوص مثنوی گوئی میں ان کا بہت ہی بلند مقام ہے۔ حدیقۃ الاسرار ان کی شہرۂ آفاق مثنوی ہے حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے حکیم سنائی اور حضرت فرید الدین عطار کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے ؎

عطار روح بود و سنائی دو چشم ما　　ما از پسِ سنائی و عطار آمدیم

(حضرت عطار ہماری جان تھے اور سنائی ہماری دونوں آنکھوں کی طرح تھے۔ ہم تو عطار اور سنائی کے بعد آئے ہیں۔ یعنی وہ ہمارے پیش رو تھے)

[۶] ۱۲۴۴ء

[۷] ابو سعید شرف بن مؤید مجد الدین بغدادی تاتاری حملے میں بحوالہ نفحات الانس جامی

سال ۶۰۷ھ مطابق ۱۱-۱۲۱۰ء یا ۶۱۰ھ مطابق ۱۴-۱۲۱۳ء میں شہید ہوئے۔

## صفحہ نمبر ۲۷۷

[۱] شیخ جمال الدین احمد جوز قانی خلیفہ شیخ رضی الدین علی لالا بقول صاحب سلسلۃ الذہب ربیع الآخر ۶۶۲ھ مطابق ۱۲۲۵ء میں واصل حق ہوئے۔

[۲،۳] حوالہ سلسلۃ الذہب آپ کی ولادت شوال ۶۳۹ھ / ۱۲۴۲ء کو اور وفات بروز ہفتہ ۴/ جمادی الاول ۷۰۰ھ مطابق ۱۳۰۱ء کو ہوئی۔

[۴،۵] شیخ احمد بن محمد بن احمد رکن الدین علاء الدولہ سمنانی بیانان کی حوالہ سلسلۃ الذہب ذی الحجہ ۶۵۹ھ مطابق ۱۲۶۱ء کو پیدا ہوئے اور جمعہ کی رات کو ۲ رجب ۷۳۶ھ مطابق ۱۳۳۶ء کو واصل حق ہوئے۔ آپ کا مزار بغداد میں نہیں بلکہ صوفی آباد سمنان میں ہے۔

[۶] ۶۷۳ھ / ۷۵-۱۲۷۴ء نہیں بلکہ ۶۸۷ھ / ۱۲۸۸ء میں بغداد جا کر حضرت عبد الرحمٰن اسفرائنی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

[۷] ۷۷-۱۳۷۶ء

## صفحہ نمبر ۲۷۸

[۱] ۶۵-۱۳۶۴ء

[۲] ساوۃ کا شہر ھمدان اور رے کے وسط میں شاہراہِ خراسان پر واقع ہے۔ جھیل ساوہ اسی کے قریب واقع تھی جو ولادتِ حضور علیہ السلام کے وقت یکدم خشک ہو گئی تھی۔ ساوہ کے دریا کا نام مزد قان تھا اور اسی نام سے اس کے کنارے پر ایک گاؤں بھی آباد تھا۔ یہ دریا قصبۂ ساسان سے چل کر شہر مزد قان (یا مضد قان) کو آتا تھا بقول مستوفی مزد قان کا دور تین ہزار قدم تھا۔ پہاڑوں میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کی آب و ہوا سرد تھی۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں مزد قان کی ایک مشہور رباط (رباط کے معنی خانقاہ یا سپاہ

خانہ کے ہیں) کا ذکر کیا ہے جہاں بہت سے صوفیا اور طالبانِ سلوک رہتے تھے۔ (حوالہ جغرافیہ خلافت مشرقی ص ۴۷۹، از جی لی اسٹرینج مترجمہ محمد جمیل الرحمن طبع سال ۱۹۸۶ء مقتدرۂ قومی زبان اسلام آباد)

[۳] ۱۳۸۰ء

[۴] جو بڑا پہاڑی علاقہ دریائے وخشاب اور جیحون کے درمیان واقع تھا خُتّل کہلاتا تھا اس کے نام میں اختلاف ہے کہیں اسے خُتلان اور کہیں خُتّلان لکھا گیا ہے یہ علاقہ نہ صرف زرخیز بلکہ مردم خیز بھی تھا۔...... وصال بمقام پکھلی ۶/ ذی الحجہ ۷۸۶ھ/ بمطابق ۱۳۸۵ء کو ہوا حسبِ وصیت آپ کے نعش مبارک ختلان لے جا کر بمقام کولاب ۵/ جمادی الاول کو دفن کی گئی۔

[۵] بمطابق ۱۳۷۹ء۔ (ولادت امیر کبیر ۱۲/ رجب ۷۱۴ھ) سنین میں تطابق نہیں ہے اگر بقول مصنف حضرت امیر کبیر علی ہمدانی کا کشمیر میں ورود سال ۷۸۱ھ/ ۱۳۷۹ء میں ہوا اور پانچ سال تک آپ نے کشمیر میں فریضۂ تبلیغ بھی انجام دیا تو پھر آپ کا وصال ۷۸۲ھ/ ۱۳۸۰ء میں کیسے ممکن ہے؟ نفحات الانس کے مطابق آپ کا وصال ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ/ ۱۳۸۵ء میں ہوا۔

[۶] ۷-۱۴۰۶ء

[۷] ولادت ۷۴۰ھ مطابق ۴۰-۱۳۳۹ء، شہادت ۸۲۶ھ مطابق ۲۳-۱۴۲۲ء

[۸] سر مبارک بدخشاں میں بمقام اُستازیار تگاہ خلائق ہے اور باقی بدن جامع مسجد بلخ کے پہلو میں مدفون ہے۔

صفحہ نمبر ۲۷۹

[۱] ۱۶۳۱ء

## صفحہ نمبر ۲۸۰

[۱] ۱۷۱۰ء

[۲] ۱۷۲۹ء

[۳] ۱۷۲۹ء

## صفحہ نمبر ۲۸۱

[۱] ۱۷۸۵ء۔ آپ کی وفات سے تقریباً چار ماہ قبل ۱۴ دسمبر ۱۷۸۴ء کو خواجہ نور
درد فوت ہوئے۔

## صفحہ نمبر ۲۸۲

[۱] مطابق ۱۷۹۱ء ولادت ۱۱۴۲ھ / ۱۷۲۹ء

[۲] چشتیاں ضلع بہاولنگر

[۳] ولادت ۱۱۶۰ء / ۱۷۴۷ء وفات ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء

[۴] ولادت ۱۱۸۴ھ / ۱۷۷۰ء وفات ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء

[۵] وفات ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء

[۶] ۱۸۱۴ء

[۷] ۸۹-۱۸۸۸ء

## صفحہ نمبر ۲۸۳

[۱] ۱۸۵۳ء

[۲] تمام تواریخ اس حقیقت پر متفق ہیں کہ حضرات خواجگان کوریجہ (کوٹ مٹھن شریف) کے آباؤاجداد مشائخ سہروردیہ علیہم الرحمۃ کے ساتھ وابستہ تھے مگر جب مشائخ سہروردیہ کے اخلاف میں وہ جذب واثر اور کردار و عمل نہ رہا تو پھر خود مشائخ سہروردیہ کے بڑے بڑے سجادگان اور پیرزادے مشائخ کوریجہ کے ذریعے سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں

داخل ہو گئے۔

[۳] مطابق ۱۸۷۱ء

[۴] چونکہ یہ کتاب مصنف نے حضرت خواجہ کی زندگی میں لکھ کر چھپوائی تھی چنانچہ انہوں نے خواجہ علیہ الرحمۃ کی تاریخ ولادت دی ہے۔ آپ کی ولادت ۲۶ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء اور وصال ۶/ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء کو ہوا

[۵] آپ کا تخلص نازک تھا علوم متداولہ کے ماہر اور فارسی و سرائیکی زبان کے خوشگو شاعر بھی تھے آپ کا وصال ۲۱/ رمضان ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء کو ہوا۔

[۶] سید ولایت شاہ بخاری حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے خانوادے سے تعلق رکھتے تھے اور فارسی، اردو اور سرائیکی زبان کے بلند پایہ شاعر بھی تھے تخلص سید تھا اور خواجہ فرید کے محبوب مرید اور خلوتیانِ راز میں سے تھے۔

[۷] مولوی قاضی محمد عاقل ہڑند ضلع ڈیرہ غازیخان کے ایک تبحر عالم، مفتی اور صاحب سجادہ تھے مگر عشقِ فرید میں ایسے گرفتار ہوئے کہ حلقۂ احباب اور خویش واقارب کے منع کرنے کے باوجود خواجہ صاحب کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ فارسی، اردو اور سرائیکی کے خوشگو اور بلند پایہ شاعر تھے۔ شائق تخلص کرتے تھے۔ تینوں دیوان طبع ہوئے جواب کمیاب بلکہ نایاب ہیں

[۸] مؤلف مناقبِ فریدی کی دوسری کتاب "سوانح عمری فرید ثانی" کے مطابق خواجہ فریدؒ نے فرمایا کہ سید بہادر شاہ، سید مومن شاہ اور سید احمد جان کو خلافت نہیں ہے بلکہ وہ میرے رومال کے ذریعے مرید کرتے ہیں۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے مقدمۂ کتاب اور کشف الخلافۃ۔

صفحہ نمبر ۲۸۴

[۱] ابو اسحٰق ابراھیم بن ادھم بن سلیمان بن منصور بلخی شہزادۂ بلخ تھے اور محدثِ وقت

بھی۔ آپ کا انتقال بقول مولانا جامیؒ (نفحات الانس) سال ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ / ۷۸-۷۷۷ء میں ہوا لیکن زیادہ مشہور ہے کہ ۱۶۶ھ / ۸۳-۷۸۲ء میں واصل حق ہوئے مصنف نے جو سال وفات ۲۶۱ھ / ۸۷۵ء دیا ہے یہ بعید از قیاس ہے حضرت ابن ادھم کے مرشد خواجہ فضیل بن عیاض کا وصال ۱۸۷ھ / ۳-۸۰۲ء میں ہوا۔ اس لحاظ سے بھی ۲۶۱ھ مشکوک معلوم ہوتا ہے۔

[۲،۳] ابو موسیٰ شقیق بن ابراھیم بلخی محدث کبیر تھے امام زفر کے شاگرد اور حضرت حاتم اصم کے استاد تھے۔ ولایتِ ختلان میں شہید ہوئے اور قبر مبارک بھی ختلان کے علاقے میں ہے

[۴] سلطان ابراھیم بن ادھم بلخیؒ

[۵] ابو عبد الرحمٰن حاتم اصم مشائخ خراسان سے تھے۔ احمد خضرویہ کے استاد تھے بقول مولانا جامی واشجر نواح بلخ میں سال ۲۲۷ھ / ۴۲-۸۴۱ء میں انتقال ہوا۔

[۶] ہو سکتا ہے ابو عبد الرحمٰن ہو۔

[۷] ۲۴۰ھ بمطابق ۵۵-۸۵۴ء

## صفحہ نمبر ۲۸۵

[۱] بمطابق ۸۵۹ء

[۲] ابو تراب نام عسکر

[۳] ابو حاتم عطار

[۴] مصنف نے حضرت ابی عمر اور محمد جعفر کے نام جس انداز میں لکھے ہیں، تواریخ مشائخ میں ان کا ملنا بہت مشکل ہے بہر حال جب ان ناموں کا تقابل حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کی تصنیف ''فوائد فریدیہ'' میں دئے گئے سلاسل سے کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابی عمر کا پورا نام ''ابی عمر عبد الرحیم الاصطخری'' ہے اور دوسرا نام محمد جعفر

نہیں بلکہ "حضرت ابی عمر جعفر الاصطخری" ہے نفحات الانس میں مولانا جامی نے عبد الرحیم الاصطخری کے تحت لکھا ہے کہ ان کی کنیت ابو عمر ہے حضرت رُویم اور سہل تستری کے صحبت یافتہ تھے۔ ان کا طریقہ پوشیدہ اور رندانہ (ملامتیہ) تھا۔ لباس بھی رندانہ پہنتے تھے۔ کتے رکھے ہوئے تھے شکار کو جایا کرتے تھے۔ اور کبوتر بھی پال رکھے تھے ۔ حضرت ابو عبد اللہ خفیف کہتے ہیں کہ جب میں حضرت رُویم کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھ سے عبد الرحیم الاصطخری کا حال پوچھا میں نے کہا کہ وہ تو اس سال فوت ہو گئے ہیں فرمایا "خدا اس پر رحمت کرے میں کوہ لکام کے علاقوں میں اس طریقہ (ملامتیہ) کے بہت سے لوگوں سے ملا ہوں لیکن عبد الرحیم سے بڑھ کر کسی کو صابر نہیں پایا"۔ حضرت ابی عمر اور حضرت جعفر دونوں اصطخر کی نسبت سے مشہور ہیں۔ اصطخر اسلامی دنیا کا ایک تاریخی، تہذیبی اور مشہور شہر تھا۔ جغرافیہ کا نویسوں کا کہنا ہے کہ "شیراز" قدیم اصطخر کی جگہ بسایا گیا ہے۔ کورۂ اصطخر (علاقہ اصطخر) صوبۂ فارس کے تمام حصوں پر محیط تھا اس علاقے کا صدر مقام ساسانی تہذیب کا وہ شہر تھا جسے عرب اصطخر اور یونانی "پرسی پولس" کہتے تھے۔ اخمنشی (ہنما منشی) دور کے محلات، مقابر اور تاریخی عمارات جن کی نسبت حضرت سلیمان علیہ السلام اور جمشید بادشاہ کی طرف کی جاتی ہے اصطخر کے قریب واقع تھیں اصل اصطخر کو چوتھی صدی ہجری (دسویں عیسوی) کے آخر میں بنی بویہ کے سلطان عضد الدولہ کے بیٹے نے تباہ و برباد کر دیا جو اس کے بعد ایک معمولی سا گاؤں بن کر رہ گیا۔ کورۂ اصطخر (علاقہ اصطخر) سے متصل کوہستان لُکام کا سلسلہ تھا جسے فارس کا سب سے بڑا پہاڑی سلسلہ سمجھا جاتا تھا۔ اسی کوہستان لکام کے مغرب کی ایک وادی میں ہارون الرشید نے ۱۸۳ھ (۷۹۵ء) میں الھار ونیہ کے نام سے ایک قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ مسلمان جغرافیہ نویس لُکام کے پہاڑوں سے مراد اَنٹی ٹارس بسلسلہ کوہستان لیتے تھے۔ حضرت بقول ابنِ حوقل شہر طرسوس اور یونانی سلطنت کے درمیان جو پہاڑی سلسلہ حدِ

فاصل بنا ہوا ہے اسے بھی جبال لکام کی ایک شاخ سمجھنا چاہئے ۔ بقول حضرت رُویمؒ جبال لکام سے وابستہ وسیع و عریض علاقوں میں حضرت عبد الرحیم اصطخری ایسا صابر و شاکر اور فرقۂ ملامتیہ کا مردِ میدان اور کوئی نظر نہیں آیا۔

[۵] ابو عبد اللہ محمد بن خفیف مگر بقول مولانا جامی شیخ ابو طالب خزرج بغدادی کے شاگرد تھے۔ کتانی، یوسف بن حسین رازی، ابو الحسین درّاج، طاہر مقدسی اور ابو عمرو دمشقی کی صحبتوں میں بھی رہے۔ حضرت رُویم کے ہاں بھی کافی آنا جانا رہتا تھا جیسا کہ اس سے قبل حضرت عبد الرحیم الاصطخری کے سلسلے میں گذر چکا ہے۔ کسی بھی تذکرہ نگار نے انکو حضرت شیخ ابی جعفر کا مرید یا خلیفہ یا ہم صحبت نہیں لکھا البتہ حضرت مولانا جامی نے حسن بن حمویہ کے ایک ہم صحبت ابو جعفر خراز اصطخری کا ذکر کیا ہے جو اصطخر سے حضرت عبد اللہ خفیف شیرازی کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ لہذا ہم تا تحقیق ثانی اسی حضرت ابو جعفر خراز اصطخری کو ہی سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے پیرانِ سلسلہ میں شمار کرنے پر مجبور ہیں لیکن پھر بھی یہ خدشہ اپنی جگہ قائم رہے گا کہ مولانا جامی نے ابو جعفر کو ابن خفیف کا مسترشد لکھا ہے جبکہ مرزا احمد اختر اسے مرشد لکھتے ہیں۔

[۶] مطابق ۳-۴۲-۹۴۲ء

[۷] ۱۶-۹۱۵ء

صفحہ نمبر ۲۸۶

[۱] ۷۱-۹۷۰ء

[۲] ۸۴-۹۸۳ء

[۳] تذکرہ نگاروں نے اخی سراج زنجانی کی جائے اخی فرخ زنجانی لکھا ہے۔

[۴] ۶۵-۱۰۶۴ء

[۵] محمد بن عبد اللہ عمویہؒ (۴۷۳ھ / ۸۱-۱۰۸۰ء)

[٦] ۷۷-۹۷۶ء

[۷] ۷۹-۷۷۸ء

[۸] ۷۳-۷۷۲ء

صفحہ نمبر ۲۸۷

[۱] ولادت صفر ۴۹۰ھ / ۱۰۹۷ء وفات روز شنبہ ۱۲ر جمادی الآخر ۵۶۳ھ / مارچ ۱۱۶۸ء

[۲] حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی ایک لحاظ سے سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے بانی اور روحِ رواں ہیں ان کی شہرۂ آفاق تصنیف عوارف المعارف، تمام سلاسل طریقت کی خانقاہوں میں صدیوں تک نظام العمل اور نصابِ ضروری کے طور پر پڑھائی جاتی رہی ہے۔ سالِ وفات ۶۳۲ء مطابق ۱۲۳۱ء ہے۔

[۳] تاریخ فرشتہ نے اگرچہ سال وصال ۶۶۶ھ دیا ہے مگر آپ کا درست سالِ وصال ۷ر صفر المظفر ۶۶۱ھ مطابق ۱۲۶۳ء ہے ولادت ۵۶۶ھ / ۱۱۷۰ء کو ہوئی

صفحہ نمبر ۲۸۸

[۱] ۱۲۸۶ء

[۲] ۱۳۳۴ء

[۳] حمید الدین الحاکم الہکاری

[۴] سید جلال الدین سرخ میر کے پوتے حضرت جلال الدین حسین (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) کا سلسلہ عالیہ پورے جنوبی ایشیا میں پھیلا۔ آپ اپنے وقت کے جیدّ عالم اور صاحبِ تصانیف کثیرہ تھے آپ کے ملفوظات کے کئی مجموعے ہیں جن میں سے خزانۂ جلالی اور الدُّر المنظوم زیادہ مشہور و متداول تھے۔

[۵] ۱۳۸۳ء

## صفحہ نمبر ۲۸۹

[۱] حضرت راجو قتال انتہائی جلالی طبیعت کے تھے اور علم وادب سے بھی گہرا تعلق تھا۔ فارسی اور اپنی مقامی زبان سرائیکی (ہندوی) میں شعر بھی کہا کرتے تھے راجو، راجن اور قتال تخلص استعمال فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا فارسی دیوان قلمی حاشیہ نگار کے پاس محفوظ ہے

[۲] ۱۳۷۵ء

[۳] مولانا جمال الدین کا تخلص ہُمن تھا اور فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ رنگ تغزل کے ساتھ ساتھ کلام میں تصوف و معرفت اور وحدت الوجود کے مضامین کو خوبی کے ساتھ ادا کیا گیا ہے۔

## صفحہ نمبر ۲۹۰

[۱] آپ کی ولادت ۴۲ق ہجرت کو ہوئی

[۲] ۶۳۴ء

## صفحہ نمبر ۲۹۱

[۱] ۶۵۳-۵۴ء

[۲] بروز سہ شنبہ یکم ذی الحجہ ۱۰۷ھ مطابق ۹/اپریل ۷۲۶ء

[۳، ۴] حضرت امام جعفر صادق کو آئمہ اہلبیت میں ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے آپ علوم ظاہری وباطنی کے بحر ذخار، مفسر، محدث، فقیہ اور صاحبِ اجتہاد تھے، فقہ جعفریہ کے بانی اور سلاسل اہلبیت کے وارث تھے۔ ولادت ۱۷/ ربیع الاول ۸۰ھ / ۶۹۹ء منصور عباسی کے زمانے میں آپ کو مدینہ منورہ کے دوران قیام میں زہر دیا گیا جس کے اثر سے ۱۵/ شوال ۱۴۸ھ / ۷۶۵ء کو شہادت کا جام نوش فرمایا

[۵] ۸۸۰ء

## صفحہ نمبر ۲۹۲

[۱] ۳۳-۱۰۳۲ء

[۲] حضرت فضل بن محمد خراسان کے شیخ الشیوخ مشہور تھے۔ تصوف کی ام الکتاب رسالہ قشیر یہ کے مصنف حضرت ابو القاسم قشیری کے تلمیذِ خاص تھے

[۳] ۸۵-۱۰۸۴ء

[۴] ۳۹-۱۱۳۸ء

[۵] ۸۰-۱۱۷۹ء

## صفحہ نمبر ۲۹۳

[۱] ۱۱۲۳ء

[۲] ۱۸-۱۳۱۷ء

[۳] آپ کا نامِ نامی علی اور لقب "عزیزان" تھا عرفِ عام میں آپ کو عزیزان علی رامتینی کہا جاتا ہے۔

[۴] ۱۳۲۱ء

[۵] یعنی دنیا سے توڑ کر خدا سے جوڑنا

[۶] حضرت باباؒ نے سر خیل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ حضرت خواجہ نقشبند کو اپنا فرزند بنا کر پالا اور تربیت فرمائی۔

[۷] مطابق ۱۲۵۷ء۔ مولانا جامی نے نفحات میں تاریخ وفات ۱۰ ر جمادی الثانی ۷۵۵ھ / ۱۳۵۴ء لکھی ہے جو زیادہ مناسب اور درست معلوم ہوتی ہے۔

[۱] ۱۳۷۰ء

[۲،۳] محمد بن محمد بخاری الملقب بہ بہاء الحق والدین المعروف بہ خواجہ نقشبند محرم ۷۱۸ھ / ۱۳۱۹ء کو "قصر عارفان" (نزد بخارا) میں پیدا ہوئے آپ کی ولادت سے

قبل اس قصبہ کو "قصرِ ہندوان" کہا جاتا تھا وصال آپ کا بروز پیر ۳ / ربیع الاول ۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء کو ہوا

[۴، ۵] یعقوب بن عثمان بن محمود بن محمد بن محمود الغزنوی ثمہ الچرخی السررزی المعروف بہ یعقوب چرخی ۔ آپ کو حضرت خواجہ نقشبند سے فیضِ خلافت حاصل تھا۔ وصال آپ کا ۵ / صفر المظفر ۸۵۱ھ / ۱۴۴۷ء کو ہوا مصنف نے ۸۱۵ھ لکھا ہے۔ غالبًا یہ کتابت کا سہو ہو گا یعنی کاتب نے ۵۱ کو ۱۵ بنا دیا ہو گا۔ آپ کا مزار حصار کے ایک دیہات ہلفتو میں واقع ہے مگر ایران کے ایک محقق آقائے سعید نفسی مرحوم نے لکھا ہے کہ آپ کا مزار اب کالخوز لینن میں تاجکستان کے دار الخلافہ دوشنبہ سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر چغانیان میں واقع ہے۔

## صفحہ نمبر ۲۹۵

[۱] خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار کا اپنے زمانہ کے عارفین کامل میں شمار ہوتا تھا۔ مولانا عبد الرحمٰن جامی (صاحبِ نفحات الانس) ایسے باکمال ان کے مرید تھے۔ آپ کا وصال محرم میں نہیں بلکہ ۲۹ / ربیع الاول ۸۹۵ھ / ۱۴۹۰ء کو ہوا۔ جنوبی ایشیا (ہندو پاک) میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و شیوع، آپ ہی کے ایک قابلِ فخر خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے ذریعہ ہوئی

[۲] ۱۴۸۹ء

[۳] مصنف نے خواجہ محمد قاضی کے احوال میں جو اسی صفحے پر درج ہیں ان کی تاریخ وصال ۹۱۲ھ / ۷-۱۵۰۶ء لکھی ہے اور خانہ کیفیت احوال حضرت احرار میں ۹۰۹ھ / ۴-۱۵۰۳ء۔ یہ تاریخ تحقیق طلب ہے۔

[۴] ۹-۱۵۰۸ء

[۵] خواجہ نور الدین جامی مشہور شاعر و مصنف مطابق ۵۹-۱۵۵۸ء

[۶] ۱۵۱۸ء

[۷] ۱۵۱۸ء

[۸] ۰۱-۱۵۰۰ء

[۹] ۶-۱۵۰۵ء

[۱۰] ۳۱-۱۵۳۰ء

[۱۱] ۵۱-۱۶۵۰ء

[۱۲] شیر بیشیہ ولایت حضرت خواجہ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی کی ذات گرامی سے خانقاہی نظام میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ کفر و شرک، بدعات و رسوم اور غیر شرعی تجدد کی بیخ کنی میں آپ نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ مگر افسوس کہ ان کے بہت سارے پیروکار خود ان کی تعلیمات سے بھی متجاوز ہو کر سرے سے فقر و تصوف اوز سلوک و معرفت کے ہی منکر ہو گئے۔

[۱۳] دیکھیں حاشیہ نمبر ۳

## صفحہ نمبر ۲۹۶

[۱] ۱۶۰۰ء-۱۵۹۹ء

(۳)

# سفر نامہ فریدی

الحمد به و المنة که دیوان ... و رساله ... و قطعه المسمی به
المسمی به شعرنامه فریدی
حسب فرمایش مرزا محمود شاه صاحب ... خواجه صاحب چاچران شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محامدِ فراوان از ازل تا ابد خاص احد لم یلد ولم یولد کو سزاوار ہے کہ شعلۂ عشق اپنے سے، قلوب عارفوں کو آفتاب جاودانی کیا اور ساتھ مصقلۂ زہدوریاضت کے ان کے ( سچے ؟ ) دلوں کو مجُلّٰی فرمایا نظم :

دلِ عارفاں گشت گلشن ازو
زمین و زماں گشت روشن ازو
خداوند پروردگارِ جہان
بحکم آشکارا بحکمت نہان
عاشقاں را ازو نور باد
ز عشقش دل و سینہ معمور باد

(ترجمہ :(۱) عارفوں کے دلوں کو باغ و بہار بنا دیا ، زمین ہو کہ زمانہ دونوں اس کی ذات سے روشن ہیں .

(۲) مالک اور جہانوں کا پالنے والا ہے ، اپنے فرمان کے مطابق ہر جا آشکار اور اپنی حکمت کے لحاظ سے سب سے پوشیدہ ہے .

(۳) عاشقوں کے دل سدا اس کے نور سے روشن ہیں . ہمارے دل اور سینے اس کی محبت سے آباد رہیں . )

صلوٰتِ زاکیات و تحیات وافیات سرور خیل انبیا سر دفتر اصفیا محبوب رب العالمین فخر الانبیاؑ والمرسلین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ پر کہ ساتھ ارشاد سراسر رشاد اس کے کہ راہ دین متین صراط مستقیم ہے اور اتباعِ سنت سنیہ اس کی ، رضائے خالق کون و مکان ، بہبودی ایں و آں ، رائے بیضائے اس

سلطان ذیشان آفتاب درخشان کی نور بخش اور ذات والا صفات اس پادشاہ والا جاہ کی تمام کائنات کو ظہور بخشنے والی۔ نظم:

زینتِ این و آن ہمو باشد
باعثِ قدر و شان ہمو باشد
احمد مصطفیٰ شہ والا
ہست سیاح عالم بالا
سرورِ انبیا حبیبِ خدا
حب او ہست عین حبِ خدا
غنچۂ فقر ، شد شگفتہ ازو
آشکارا ازو نہفتہ ازو
باد بروے بسا درود و سلام
باد بر آل و ہم صحاب کرام

(ترجمہ: اس دنیا اور اُس دنیا (عالم سفلی و عالم بالا) کی زینت وہی ہیں اور انسان کی اور قدر و منزلت کا سبب بھی وہی ہیں۔
(۲) بلند مرتبہ بادشاہ حضرت احمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بالا (لامکان) کی سیاحت فرمائی۔
(۳) ان کی محبت عین محبتِ خدا ہے کیونکہ وہ انبیاء کے سردار اور محبوب خدا ہیں
(۴) فقر کا غنچہ ان کی ذات سے شگفتہ ہے، جو کچھ ظاہر اور چھپا ہوا ہے سب اسی کے صدقے سے ہے۔
(۵) ان پر بے حد دورد و سلام ہو، اور ان کی آلِ اطہار اور اصحابِ کرام پر بھی)

امابعد زبان خامہ شوق ترجمان کو ساتھ وصفِ فرخندہ توصیفِ زبیدہ فخرِ عارفان زبدۂ سالکان خواجہ خواجگان سراج زمرۂ اہل اللہ زیب بخشِ مسندِ فقر ذی جاہ ہادئ گمراہان مقتدائے عاشقان امید گاہ ما غریبان قبلہ مریدان و

کعبہ راستان مرشدی و مولائی حضرت حاجی حرمین شریفین مولانا خواجہ شاہ غلام فرید صاحب فرید ثانی سلمۂ الرحمانی سے رطب اللسان کرتا ہوں۔ نظم:

آفتابِ سپہر درویشے
زینتِ مسندِ صفا کیشے
بر رخش ہر کہ دید شد گلشن
بر دلش نورِ معرفت روشن
دید ہا را رخش چراغ آمد
مجلس قرب را ایاغ آمد
چشم اوست ناظرِ ملکوت
ذات او ہست سائرِ جبروت
مظہر حق اگر کسے جوید
بسر و چشم سوئے او پوید
شد مجسم معارف عرفان
ہست لاریب عاشقِ رحمان
حق اگر طالبِ خدا بیند
سوئ آں منبع ضیا بیند
کنہِ اسرار را اگر جوئی
یابی انگہ کہ سوئ او پوئی
ذات او مظہر خدائے وحید
سرور عارفاں غلامِ فرید
بر زبانم چو نام نامی رفت

لذتِ حیثیت گرامی رفت

ترزبانم بہ وصفِ آں ابرار

تا شوم از مراد برخوردار

(ترجمہ:(۱) آسمان درویشی کے سورج، اہل صفا کی مسند کو سجانے والے!

(۲) اُن کے چہرے پر جس نے بھی نظر ڈالی کھل اُٹھا۔ ان کے دل پر معرفت کا نور چمک رہا ہے

(۳) اُن کا چہرہ آنکھوں کے لئے مانند چراغ ہے۔ مجلس اہل قرب کے لئے جام وصال ہے

(۴) اُن کی آنکھ عالم ملکوت کا مشاہدہ کرنے والی ہے۔ ان کی ذات، عالم جبروت کی سیر کرنے والی ہے۔

(۵) اگر کسی کو مظہر حق کی تلاش ہو۔ تو اسے چاہئے کہ سر اور آنکھوں کے بل اُن کی طرف دوڑے۔

(۶) وہ مجسم معارفِ عرفان ہیں اور بلا شبہ وہ عاشقِ ذات رحمان ہیں۔

(۷) اگر کوئی طالب خدا حق کو دیکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اس ذات کی طرف دیکھے جو روشنی کا منبع ہے۔

(۸) اگر اسرار و رموزِ معرفت کی گہرائی تک پہنچنا چاہتے ہو تو آپ کی طرف دوڑ کر آؤ۔

(۹) ان کی ذات خدائے واحد کی مظہر ہے۔ وہ عارفوں کے سردار اور ذاتِ فرید (ذات فرید وحدہٗ لا شریک لہٗ) کے غلام ہیں۔

(۱۰) جب آپ کا نام نامی میری زبان پر آیا تو زبان ایک عجیب قیمتی نکتے سے لذت یاب ہوئی۔

(۱۱) اُس نیک بخت کی تعریف میں رطب اللسان ہوں تاکہ اپنے مقصد روحانی کا ثمر حاصل کر سکوں۔)

اب خادم درگاہ فریدی ازرہ (ہمہ) کمترا حمد اختر خلف اکبر محمد دارا بخت ولیعہد حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی خاتم السلاطین گورگانی، ناظرین کی خدمت بابرکت میں ملتمس ہے کہ مکتوبات فریدی تمام و کمال ابھی جمع نہیں ہوئے اور سفر نامہ حضرت غریب نواز کا طول و طویل ہے

الحال برائے خوشنودیٔ طالبان و دیگر شائقان صرف سفر نامہ بیت اللہ و زیارت روضہ رسول اللہ کہ جس میں قریب تین سو کے اولیا اللہ کا ضمناً تذکرہ ہے، تحریر میں لاکر نام اس مفیدہ کو "سفر نامۂ فریدی" کے ساتھ نام زد کیا۔
واللہ الموفق والمعین۔ (اللہ ہی توفیق دینے اور مدد کرنے والا ہے)

واضح کہ واقع ۱۲۹۶ھ [۱] تاریخ یکم شوال / ۱۸ر ستمبر ۱۸۷۹ء ارادہ حج بیت اللہ مصمم فرما کر حاضرین خانقاہ شریف و دیگران مریدان و معتقدان و درویشان عالیشان گرد و نواح کے نام احکامات صادر فرمائے کہ ارادہ فقیر کا امسال حج کا ہے۔ جو صاحب مشتاق زیارت حرمین شریفین ہوں وہ ۲۸ یا ۲۹ تک داخل چاچڑاں شریف ہوں اور خدام کو تیاری سامان سفر کا حکم دیا۔ پس جب یہ خبر سعادت اثر گرد و نواح میں منتشر ہوئی تو عاشقان اللہ و طالبان حج بیت اللہ و دیگر مشتاقان دیدار جمال جہان آرا ۱۳ اور ۱۴ ماہ مذکور بالا سے جوق جوق آکر جمع ہونے لگے۔ مہمانوں کے واسطے لنگر وسیع کیا گیا اور حکم ہوا کہ بلا روک ٹوک سب کو کھانا دیا جائے، جن کے پاس سواریاں ہیں ان کے حسب دلخواہ ان کے قیام گاہوں پر دانہ گھاس وغیرہ سامان ضروری وقت معینہ پر پہنچے اور جو صاحب طالب حج ہیں وہ اپنے قرض ادا کریں، قرض بعض کا خزانہ فیض نشانہ سے بھی ادا کیا گیا اور ایک روز دربار عام میں زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ جو صاحب عازم سفر بیت اللہ ہیں ان کو چاہئے کہ بہ نیت خالص ارادہ حج کریں اور گناہوں سے توبہ کریں، قرضہ ادا کریں۔ کسی کی امانت ہو اس کے پاس پہنچا دیویں حق العباد کو عفو

---

[۱] درست سن ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء ہے جس کی تصدیق مصنف کی دیگر تصانیف مناقبِ فریدی (حصہ دوم) اور "سوانح عمری فرید ثانی" سے بھی ہوتی ہے۔ یہ سہوِ کتابت ہے دیگر تفصیل مقدمۂ کتاب میں دیکھئے۔

کراویں اور دشمنوں کو راضی کر دیں اور والدین کو راضی کریں جو صاحب جائیداد ہیں ان کو چاہیے وصیت نامہ تحریر کر دیں کہ حقوق العباد و حقوق اللہ ضائع نہ ہوں۔

پس ۱۶ ماہ مذکور تک اس قدر خلق خدا جمع ہوئی کہ شہر میں ان کے رہنے کی جگہ باقی نہ رہی آخر شہر سے باہر شامیانہ پال چھولداریاں استادہ کرا دی گئیں۔ ۱۷ ماہ مذکور کو بعد ادائے نماز ظہر حضور انور بسواری اسپ خراسانی معہ جماعت درویشانِ حق آگاہ رونق افروز حاجی پور شریف ہو کر مزار شیخ نور محمد صاحب نارووالہ خلیفۂ اعظم قبلہ مہاروی صاحب مشرف ہو کر شب باش ہوئے۔ بعد استفادہ روحانیت شیخ ۱۹ ماہ مذکور کو داخل مٹھن کوٹ شریف ہو کر محل معلیٰ میں فروکش ہوئے۔ بعد قدرے استراحت کے وضو کیا اور باجماعت درویشان و ہمراہیٔ خانقاہ نشین کوٹ مٹھن شریف حاضر درگاہ والا جاہ حضرت سلطان الاولیا قاضی محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ جد خود و مولانا خواجہ خدا بخش محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز و مولانا غلام فخر الدین فخر جہان شیخ العالم مرشد و برادر کلاں خود ہو کر تمام شب روضۂ مطہرہ میں مشغول حق رہے۔ بعد استفادہ روحانیت جد خود و حصول رخصت صبح کو سوار ہو کر دریائے سندھ پر آئے، یہاں پہلے ہی سے اژدحام خلائق تھا دو گھنٹہ کامل گھاٹ پر استادہ رہ کر مشتاقانِ جمال کو دیدار سے مشرف فرمایا بعدہ ان سے رخصت ہو کر کشتی پر سوار ہو کر پار ہو کے وہاں سے بسواریٔ اسپ داخل چاچڑاں شریف ہو کر محل سرائے میں تشریف لے گئے۔ بعد تھوڑے عرصہ کے مجلس خانہ فیض نشانہ میں برآمد ہو کر مشتاقان زیارت کو اپنے دیدار فیض آثار سے مشرف فرمایا۔ سائلان پر زر ایثار کیا اور جو طالبِ بیعت تھے ان کو

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| سید عبد القادر گیلانی لاہوری | // | ۹۰۱ھ [۱] | لاہور | پسر سید جمال الدین متوطن بغداد سیر کنان وارد لاہور ہو کر قیام پذیر ہو کر قبولیت عظیم پائی۔ |
| سید شاہ نور حضوری | // | ۹۵۷ھ [۲] | // | پسر سید محمود حضوری کے بعد اپنے پدر کے صاحب سجادہ ہوئے آپ بھی رسول نما تھے۔ |
| شیخ حسین لاہوری بن شیخ عثمان ڈھڈا | // | ۱۰۱۳ھ [۳] | دودہ متصل لاہور | ۹۴۵ھ میں پیدا ہوئے سات برس کی عمر میں پڑھنے بیٹھے دسویں سال شاہ بہلول دریائی کے مرید ہوئے طریقہ ملامتیہ رکھتے تھے آپ کی توجہ سے سوا لاکھ اولیا ہوئے پیر صحبت اکبر اعظم کے۔ |

[۱] ۹۶-۱۴۹۵ء۔ [۲] ۱۵۵۰ء اولیائے لاہور کے مصنف لطیف ملک سال وصال ۹ رجب ۱۰۰۳ھ ۹۵-۱۵۹۴ء لکھتے ہیں۔

[۳] مطابق ۵-۱۶۰۴ء مگر دیگر مورخین نے سال ولادت ۹۵۴ھ / ۳۹-۱۵۳۸ء اور سال وفات ۱۰۰۸ھ ۱۶۰۰-۱۵۹۵ء لکھا ہے۔ آپ کا معروف نام ''شاہ حسین لاہوری'' ہے اور سرائیکی زبان کے اولین کافی گو شاعر ہو گزرے ہیں آپ نے لاہور میں بیٹھ کر جو زبان اپنی کافی میں استعمال کی ہے وہ آج بھی ملتان، بہاولپور، ڈیرہ جات بلکہ اہلِ سندھ کے لئے بھی اجنبی نہیں ہے۔ شاید اس لئے کہ ماضی میں بقول حضرت داتا گنج بخش ''لاہور یکے از مضافات ملتان است'' (لاہور ملتان کے ملحق مواضعات میں سے ہے)

التقوی (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں رہو اللہ تعالیٰ آپ کو تقویٰ کا زاد راہ عطا فرمائے)

الغرض وہاں سے چل کر جب سواری قریب کوٹلہ سردار خان کے آئی تمام خلقت کوٹلہ کی برائے حصول زیارت سڑک پر استادہ تھی۔ خان مذکور نے آگے بڑھ کر رکاب کو بوسہ دیا اور دست بستہ ہو کر عرض پرداز ہوا کہ ازراہ مرید نوازی و بندہ پروری نان جویں غریب خانہ پر قبول فرمایئے الغرض بہ ہزار اصرار خان کے مدعو ہوئے اور بعد تناول طعام بوقت شب سوار ہو کر داخل خانپور ہوئے کہ جو چاچڑاں سے بارہ کوس پختہ ہے۔ تمام دن وہاں استراحت فرمائی بعد از نماز مغرب خانساماں کو حکم فرمایا کہ اسٹیشن ریلوے سے جملہ اشخاص کے واسطے ٹکٹ لاکر تقسیم کر دو تاکہ بروقت سواری حاجیوں کو دقت پیش نہ آئے۔ فی الحال صرف ملتان تک ٹکٹ لو کہ ارادہ ہندوستان ہو کر جانے کا ہے اس پر بعض مقربین نے عرض کی کہ براہ ہندوستان زیادہ صرف ہو گا اور مسافت بھی زیادہ طے کرنی پڑے گی، کرانچی [1] سے چلنا انسب ہے۔ یہ سن کر اس وقت سکوت فرمایا کہ ان کی دل شکنی نہ ہو مگر قبل از عشاء دیوان حیدر بخش صاحب و مخدوم ولایت شاہ صاحب و مخدوم غریب شاہ صاحب کہ از اولاد حضرت مخدوم جہانیاں کے اور حضور کے یاران با اعتقاد و مصاحبان صادق الوداد سے ہیں، ان سے آہستہ فرمایا براہ ہندستان یہ نفع ہے کہ زیارات مزارات پیران عظام و دیگر اولیا کرام سے مشرف ہوں گا [2]، فقیر کو کارساز

---

[1] دلی کے محاورے میں ممکن ہے "کراچی" کو "کرانچی" کہا جاتا ہو ورنہ درست تلفظ "کراچی" ہے۔ مصنف نے مناقب دوم میں بھی "کرانچی" ہی لکھا ہے۔

[2] مزارات اولیا اللہ کی زیارت سے فیض یاب ہونے کے ساتھ ساتھ خواجہ فریدؒ کا ذوق سفر بھی اس نیے سے عیاں ہوتا ہے۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے دور دراز علاقوں تک سفر کیے تھے۔

حقیقی کافی ہے، میرا تکیہ اللہ پر ہے خواہ کسی قدر خرچ ہو میں اپنے ارادہ کو ہرگز فسخ نہ کروں گا۔ یہ سن کر ان صاحبوں نے بھی تائید کلام فیض انضمام کی آخر ۲۴ ماہ مذکور کو بوقت چار بجے مع ہمراہیان بسواری ریل داخل دارالامان ملتان شریف ہو کر اپنی حویلی میں فروکش ہوئے بعد تھوڑی دیر کے سوار ہو کر زیارات مزارات اولیاء اللہ ملتان شریف سے مشرف ہوئے جن کی فہرست ذیل میں درج ہے۔ باقی کہتے ہیں کہ ملتان میں سوا لاکھ درگاہ ہیں۔

## نقشہ فہرست اولیأ اللہ ملتان شریف

سید جمال شاہ صاحب کہ صحیح النسب سادات عظام اور عالم طبیب حاذق اور مشاہیر ملتان اور حضور (خواجہ غلام فرید) کے سلک غلامان سے ہیں پابہ رکاب رہے

| اسم بزرگ | خاندان | سن وفات | جائے مزار | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی قریشی الاسدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ | سہروردیہ | ۶۶۶ھ[۱] | ملتان | آپ کے جد وارد ملتان ہوئے، اور ۵۷۸ھ[۲] میں تولد ہوئے اول درجہ کے سیاح تھے خاص بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہوئے خرقہ خلافت پایا، شاہان دہلی تین پشت تک آپ کی اولاد کے مرید ہوتے رہے۔ فضائل آپ کے احاطہ تحریر سے باہر ہیں مطولات میں دیکھیں۔ |
| شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ | // | ۶۸۷ھ [۳] | ملتان | پسر و صاحب سجادہ شیخ بہاء الدین کے۔ عالم باعمل صاحب کشف و کرامت تارک الدنیا تھے |

[۱،۲] ولادت ۵۶۰ھ / ۶۵-۱۱۶۴ء، وفات ۶۶۱ھ / ۱۲۶۲ء [۳] ولادت ۵۹۹ھ / ۳-۱۲۰۲ء، وفات ۶۸۴ھ / ۸۶-۱۲۸۵ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ حسن افغان مرید شیخ بہاء الدین کے | // | ۶۸۵ھ [1] | // | صاحب زہد و عبادت و عشق و محبت اور نہایت پیر پرست تھے۔ |
| حضرت شیخ ابوالفتح ملتانی رحمۃ اللہ علیہ | // | ۷۳۵ھ [2] | ملتان | بن شیخ صدرالدین عارف عالم علوم ظاہری و باطنی صاحب کرامت باعظمت اور بادشاہوں کے پیر |
| شیخ علاؤالدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ | // | ۷۳۰ھ [3] | // | مخاطب بہ محبوب اللہ اور مرید شیخ صدرالدین عارف |
| شیخ شمس الدین سہروردی [4] رحمۃ اللہ علیہ | // | ... | // | بخلاف شمس التبریز کے یہ سید موسوی ہیں آپ کی اولاد سید شمسی کہلاتے ہیں وہ سب شیعہ ہیں۔ |

[1] وفات ۶۸۹ء / ۱۲۹۰ء۔ [2] ولادت ۹ر رمضان ۶۴۹ھ / ۱۲۵۱ء وفات ۷ر جمادی الاول ۷۳۵ھ / ۱۳۳۴ء۔ [3] ۷۳۰ھ / ۳۰-۱۳۲۹ء۔ [4] ان کا سہروردی سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ شمس الدین سبزواری ہیں اور فرقہ اسمٰعیلیہ کے آئمہ میں سے ہیں۔ اسمٰعیلیوں کی مقدس کتاب ''حبل اللہ المتین'' کے حوالے سے آپ کی وفات ۷۵۷ھ / ۱۳۵۶ء کو ملتان میں ہوئی۔

| نام | سلسلہ | سنہ | مقام | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| سید موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ | قادریہ | ۱۰۰۱ھ [۱] | ملتان | کہ فرزند عابد گنج بخش کے کئی بار زیارت رسول مقبول سے مشرف ہوئے سلسلہ قادریہ غوثیہ میں بے نظیر تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے مرید تھے۔ |
| حافظ محمد جمال چشتی رحمۃ اللہ علیہ | چشتیہ | ۰۰۰ [۲] | // | عالم علوم ظاہری وباطنی شاہِ ولایتِ ملتان مرید مولانا نور محمد مہاروی کے۔ |
| شیخ احمد | سہروردیہ | ۷۲۳ھ [۳] | ملتان | خلیفہ شیخ صدرالدین عارف کے نہایت بزرگ گذرے ہیں۔ |
| شیخ حمید الدین قریشی [۴] | // | ۷۳۷ھ | // | خلیفہ شیخ رکن (الدین) ملتانی کے۔ حسب الحکم شیخ شیوخ کے وارد ہند ہو کر مرید ہوئے تھے۔ |

[۱] ولادت ۹۵۲ھ / ۴۶-۱۵۴۵ء ، وفات ۱۰۰۱ھ / ۹۳-۱۵۹۲ء ۔ [۲] وفات ۵ جمادی الثانی ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء [۳] پورا نام شیخ احمد معشوق ، وفات کا سال ۷۳۳ھ / ۳۳-۱۳۳۲ء ہے۔ [۴] پورا نام شیخ حمید الدین الحاکم الہکاری القریشی" لقب سلطان التارکین تھا ۔ ولادت ۵۷۰ھ / ۱۱۷۴ء ، سال وفات خاندانی تذکروں کے مطابق ۷۳۵ھ / ۱۳۳۴ء اور "تاریخ ادبیات فارسی در پاکستان" کے مصنف نے ۷۳۷ھ / ۱۳۳۶ء دیا ہے۔ آپ کا مزار ملتان میں نہیں بلکہ ضلع رحیم یار خان کے مشہور قصبہ 'مئو مبارک' میں ہے ۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| مولانا علی مردان | رومیہ | ... [1] | بیرون... دروازہ | مشہور عالم گزرے ہیں۔ ملتان کے اکابر علما و مشائخ میں شمار ہوتا تھا اور اویسیانِ ملتان کے سر خیل تھے |
| شیخ یوسف معروف شاہ گردیز از سادات زیدیہ رحمۃ اللہ علیہ | | ... | اندرون بوہڑ دروازہ محلّہ شاہ گردیز | ۴۵۰ ہجری میں وارد ہندوستان ہو کر اس جگہ مقیم ہوئے کہ جہاں اب شہر ملتان آباد ہے اس سے پہلے شہر دوسری جگہ آباد تھا اس جگہ آپ کی برکت سے شہر آباد ہوا آپ کی کرامت مشہورہ سے ایک یہ ہے کہ جو طالب بیعت آتا آپ کا دست مبارک مرقد سے نکل کر بیعت کرتا۔ چنانچہ عہد بابا صاحب تک یہ کیفیت رہی بابا صاحب (فرید الدین گنج شکر) نے عرض کی کہ اظہار اس کرامت سے آپ کے جد کی شریعت میں رخنہ پڑتا ہے پس اس روز سے وہ ہاتھ نکلنا موقوف ہوا |
| شاہ روڈن کڈن [2] | ... | ... | اندرون پاک دروازہ | آپ کی خانقاہ بہت پرانی ہے۔ اس کے پاس حافظ موسیٰ کا مزار ہے۔ |

[1] ولادت ۱۱۸۸ھ / ۷۵-۱۷۷۴ء ،وفات ۲۵ رجب ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء ، آپ کا سلسلہ رومیہ نہیں اویسیہ تھا غالباً کتابت کی غلطی ہے۔

[2] عام طور پر لوگ آپ کو شاہ ' لڈن کڈن ' کہتے ہیں۔

| منشی غلام حسن خلیفہ مولانا خدا بخش خیر پوری کے وہ خلیفہ حافظ جمال ملتانی کے ہمارے خواجہ صاحب مولانا خدا بخش کی نہایت تعریف فرماتے ہیں۔ | چشتیہ | ۱۲۶۶ھ [۱] | آغا پورہ بیرون شہر [۲] | تارک الدنیا تھے گھر سے باہر ایک حجرہ میں رہتے تھے بروقت جنگ مولراج ایک سپاہی گورے نے بندوق مار کر شہید کیا چار روز بعد چراغ بخش نے اپنے گاؤں میں لے جا کر دفن کیا۔ ڈھائی برس بعد آپ کی نعش کو وہاں سے لا کر ملتان میں دفن کیا جب نعش کو دیکھا تو بجنسہ ویسی کی ویسی ہی تھی۔ |
|---|---|---|---|---|

پس ملتان میں ایک روز قیام فرما کر بسواری ریل ۲۶ ماہ مذکور کو داخل لاہور ہوئے ہزاروں آدمی برائے حصول قدم بوسی حاضر ہوئے بہت سے مرید ہوئے۔ سائلین کی حاجت روائی فرمائی وہاں کے علماء و فقراء سے ملے وہاں کے مزارات اولیاء اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مخدومؒ گنج بخش ہجویری کے مزار پر مراقب رہے بعد حصول استفادہ مخص ہو کر قیام گاہ پر رونق افروز ہوئے۔

---

[۱] ولادت ۱۲۰۲ھ / ۸۸-۱۷۸۷ء ، وفات ۱۲۶۶ھ / ۵۰-۱۸۴۹ء ۔ منشی علیہ رحمۃ سرائیکی عربی فارسی اور ابتدائی اردو کے نہایت بلند پایہ اور خوشگو صاحب دیوان شاعر بھی تھے ۔ [۲] ان کا مزار بیرون شہر نہیں بلکہ بیرون دہلی گیٹ عین شہر کے اندر ہے

## فہرست مزارات اولیأ اللہ لاہور معہ مختصر حالات وغیرہ

| نام | سلسلہ | سال وفات | مقام | حالات |
|---|---|---|---|---|
| حضرت شیخ مخدوم علی الجلالی الہجویری گنج بخش (بن عثمان) بن سید علی بن عبدالرحمن بن شاہ شجاع ابوالحسن علی بن حسین شہید اصغر بن سید زین العابدین بن امام حسین علیہ السلام | جنیدیہ | ۴۶۵ھ[1] | بیرون لاہور جانب[2] غرب | مرید و خلیفہ شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی الجنیدی کے (جو) ۴۵۳ھ[3] میں فوت ہوئے وہ مرید شیخ ابوالحسن حصری کے کہ ۳۷۱ھ[4] میں فوت ہوئے وہ مرید شیخ ابابکر شبلی کے وہ خلیفہ خواجہ جنید بغدادی کے عالم علوم ظاہری وباطنی صاحب کشف وکرامت وتصانیف کثیرہ۔ اور بہت سے بزرگوں نے آپ کی مزار سے فیض پایا۔ مزار آپ کا معدن فیضانِ الٰہی ہے |
| سید حسن زنجانی | // | ۶۰۰ھ[5] | لاہور | مرید سید یعقوب صدر دیوانہ (دیوان) کے لاہور میں قبولیت عام پائی |

[1] ۷۳-۱۰۷۲ء - [2] اب شہر لاہور کے عین مرکز میں - [3] ۱۰۶۱ء- [4] ۸۲-۹۸۱ء- [5] مطابق ۴-۱۲۰۳ء مگر دیگر محققین نے ۶۰۴ھ / ۸-۱۲۰۷ء لکھا ہے۔ آپ کا نام حسن نہیں حسین زنجانی ہے۔ ۵۵۷ھ / ۶۲-۱۱۶۱ء میں حضرت صدر دیوان کے ہمراہ لاہور وارد ہوئے۔ وفات ۶۰۴ھ / ۸-۱۲۰۷ء میں ہوئی۔ کچھ مؤرخین انہیں داتا گنج بخش سے بھی پہلے کا بتاتے ہیں جو غلط ہے۔

خواجہ فریدؒ

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| سید احمد توختہ ترمذی | // | ۶۰۳ھ[1] | مقبرہ گنج بخش | صحیح النسب سادات حسینی صاحب حال و قال گزرے ہیں۔ |
| سید یعقوب صدر دیوانہ | // | ۶۰۴ھ[2] | لاہور | سادات حسنی صاحب کشف کرامت ظفر خان حاکم پنجاب آپ کا مرید تھا۔ خواجہ بزرگ اور آپ میں نہایت دوستی تھی۔ |
| سید عزیز الدین مکی | // | ۶۱۲ھ[3] | لاہور | متوطن بغداد دس سال کعبہ میں معتکف رہے ۵۷۴ ہجری[4] میں وارد لاہور ہو کر چھتیس سال رہے |
| حاجی عبدالکریم چشتی صابری | چشتی | ۱۰۲۵ھ[5] | // | مرید شیخ نظام الدین بلخی صابری کے صاحب کشف و کرامت تھے |
| شیخ عارف چشتی | // | ۱۰۶۲ھ [6] | // | صاحب زہد و تقوی بانسبت عالم علم الٰہی اور سلسلہ قادریہ میں مرید شیخ اسحاق کے آخری عمر میں معتکف ہو گئے تھے۔ |

[1] ۱۲۰۶-۷ء۔ [2] ۱۲۰۷-۸ء۔ [3] ۱۲۱۵-۱۶ء۔ [4] ۱۱۷۸-۷۹ء۔ [5] ولادت ۲۴ رجب ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء، وفات ۷ رجب ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء۔ آپ مرید و خلیفہ اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری کے تھے۔ حضرت نظام الدین بلخی سے بھی ہم صحبت رہے۔ [6] مطابق ۱۶۵۱-۵۲ء مگر صاحب خزینہ وغیرہ نے ۱۰۶۴ھ / ۱۶۵۳-۵۴ء لکھا ہے۔

| شاہ محمد غوث گیلانی بن سید حسن | // | ۱۱۵۲ھ [۱] | // | مرید اپنے والد کے سلسلہ چشتیہ میں مرید سید میراں بھیجہ صابر کے سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت یافتہ میاں عبدالغفور کے۔ |
|---|---|---|---|---|
| مولا؛ حاجی شیخ محمد معروف شیخ میاں | مداریہ | ۸۵۳ط [۲] | لاہور | خلیفہ مدار صاحب کے صاحب تجرید و تفرید قدم بقدم مرشد |
| کامل شاہ لاہوری | // | ۱۰۰۵ھ [۳] | موضع بابو صاحب لاہور | مرید شاہ الہ داد مداری کے صاحب علم و مشہور فقیر گزرے ہیں سلسلہ قادریہ میں بھی اجازت یافتہ تھے مزار آپ کا خام ہے۔ |
| سید محمود حضوری بن سید شمس الدین | قادریہ | ۹۴۲ھ [۴] | درمقبرہ سید جان محمد | ولایت غور سے وارد ہو کر بمقام لاہور برکات پورہ میں مقیم ہوئے جو آپ سے بیعت کرتا اسی شب زیارت رسول مقبول سے مشرف ہوتا اس وجہ سے آپ مخاطب بہ حضوری ہوئے اور صاحب گروہ گزرے۔ |

[۱] مطابق ۴۰-۱۷۳۹ء مگر دیگر مؤرخین نے ۱۱۷۷ھ / ۶۴-۱۷۶۳ء دیا ہے۔ [۲] ۱۴۴۹ء۔
[۳] مطابق ۹۷-۱۵۹۶ء [۴] ۳۶-۱۵۳۵ء

مرید کرنے میں مصروف ہوئے۔ چونکہ وقت تنگ ہو گیا تھا اور طالب بے انتہا تھے آخر حکم دیا کہ سب صاحب ایک جگہ باہم مل کر بیٹھ جائیں اور اپنی لنگی مبارک کہ ان پر ڈالکر ارشاد فرمایا کہ اس کو پکڑ لو اور دل کو خواہشات دنیا سے خالی کر کے پروردگار عالم سے رجوع کرو اور خود مراقبہ فرما کر ان کے آئینہ ہائے دل صیقل فرمائے۔ بعد تھوڑی دیر کے مجلس برخاست ہوئی اور حضور حجرہ شریف میں داخل ہو کر مشغول حق ہوئے۔ ازاں بعد تاریخ ۲۱ ماہ مذکور بروز پنجشنبہ بعد ادائے وظائف معمولی کے تیاری کا حکم فرمایا اور قبل از نماز عصر ہمراہیان کو حکم دیا کہ سوار ہو کر خانپور روانہ ہوں۔ بعد ان کی روانگی کے حضرت نے دو رکعت نفل اس طرح ادا کیے۔ یعنی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون دوسری میں سورۂ اخلاص اور بعد سلام کے یہ دعا پڑھی۔

اللھم انت الصاحب فی السفرو الخلیفه فی الاھل المال و الوٌلد و الاصحاب والا خوان احفظنا وایّا ھُم من کل آفةٍ وَّعاھةٌ

(ترجمہ: اے اللہ تو ہمارا سفر کا ساتھی ہے اور ہمارے بعد ہمارے اہل و مال، اولاد، ساتھیوں، اور بھائی بندوں کا نگہبان، ضامن اور نائب ہے۔ ہمیں اور ان سب کو ہر آفت اور مصیبت و تکلیف سے محفوظ رکھنا)

اور اپنی سواری کے واسطے سانڈھنی[۱] طلب فرمائی۔ غایت مطلب اس میں یہ تھا کہ وقت ہجرت کے سرور عالم و عالمیان علیہ السلام بھی شتر پر سوار تھے۔ سبحان اللہ کیا پابندیٔ سنت نبوی ہے۔ بعد اس کے حاضرین سے رخصت ہو کر فرمایا۔ اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِیْنَکُمْ وَاِیْمَانَکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ (ترجمہ: تم کو اور تمہارے دین و ایمان اور خاتمۂ اعمال کو خدا کے سپرد کرتا ہوں) اس پر حاضرین کی طرف سے غل ہوا۔ فِیْ حِفْظِ اللهِ وَ کَنَفِهٖ زَوَّدَکَ اللهُ

---

[۱] سانڈھنی یا اونٹنی؟

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شاہ بدر گیلانی بن میر شرف الدین | ،، | ٠٠٠٠ | لاہور | ازاہ : غوث پاک ، ایسی قبولیت پائی کے ہزاروں اہل پنجاب آپ کے حلقہ ارادت میں آئے۔ |
| سید جیون عبد القادر | قادریہ | ۱۰۳۰ھ[1] | رسول پورہ | نہایت بزرگ شیخ متقی عالم تبحر صاحب کرامت گزرے ہیں۔ |
| سید شاہ خیر الدین ابو المعالی کرمانی | ،، | ۱۰۲۳ھ [2] | بیرون موچی دروازہ | پسر سید رحمت اللہ مرید شیخ داؤد شیر گڑھی کے جو آپ سے بیعت کرتا اسی شب زیارت غوث پاک سے مشرف ہوتا۔ |
| میاں نتھا قادری | ،، | ۱۰۲۷ھ [3] | متصل میاں میر | مرید میاں میر لاہوری کے جملہ جمادات و نباتات آپ سے ہمکلام ہوتے تھے۔ (بقول دارا شکوہ صاحب) |
| شاہ شمس الدین قادری | ،، | ۱۰۲۱ھ [4] | لاہور | مرید شیخ ابو اسحاق قادری کے مظہر تجلیات الٰہی عالم عارف باعمل صاحب کرامت گزرے ہیں۔ |

[1] ۲۱-۱۶۲۰ء۔ [2] ۱۶۱۴ء بقول دارا شکوہ اور مفتی غلام سرور لاہوری کے آپ کی ولادت ۱۰/ ذی الحجہ ۹۶۰ھ / ۱۵۵۳ء اور وفات ۱۶/ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء کو ہوئی آپ نامور شاعر، ادیب اور مصنف تھے غربتی اور معالی تخلص کرتے تھے۔ [3] ۱۶۱۸ء۔ [4] ۱۱/ رجب ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء

| شیخ ابو اسحاق قادری | قادریہ | ۱۰۱۳ھ [۱] | ڈوڈہ متصل لاہور | مرید شیخ داؤد کرمانی کے عالم علوم ظاہری و باطنی عابد و زاہد صاحب کشف و کرامت گزرے ہیں۔ |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| ملا حامد قادری | قادریہ | ۱۰۴۳ھ [۲] | نزد پیر خود | مرید میاں میر لاہوری کے عالم علوم ظاہری و باطنی واقف رموزِ شریعت و حقیقت اول درس تدریس کرتے تھے آخر میں ترک کر کے کار اصلی میں معروف ہوئے۔ |
| شیخ یوسف سہروری | سہروردیہ | ۱۰۳۲ھ [۳] | لاہور | عہد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ میں شیخ وقت کہلاتے تھے۔ |
| شیخ محمد میر معروف میاں میر | قادریہ | ۱۰۴۵ھ [۴] | درگاہ میاں میر مشہور چھاؤنی میاں میر | صحیح النسب سادات مرید شیخ سیوستانی کے عالم علوم ظاہری و باطنی صاحب کشف کرامت ۹۵۷ھ میں پیدا ہوئے ۸۷ سال کی عمر میں بعہد شاہجہان بادشاہ انتقال کیا۔ |

[۱] مطابق ۵-۱۶۰۴ء مگر دیگر تذکروں میں سالِ وفات ۵ رمحرم ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء لکھا ہے۔[۲] ۳۴-۱۶۳۳ء۔

[۳] ۲۳-۱۶۲۲ء [۴] مطابق ۲۶-۱۶۲۵ء آپ قاضی سائیں ڈتہ" سوائی سندھی کے فرزند اور سندھی زبان کے اولین شاعر اور قاضی القضاۃ حضرت قاضی قاضن (قادن) کے نواسے تھے، آپ کی ولادت بمقام سہون شریف (شہر لعل شہباز قلندرؒ) ۹۵۷ھ / ۱۵۵۰ء اور وفات بقول فوق، مفتی غلام سرور اور دارا شکوہ وغیرہ ۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء کو ہوئی۔

| نام | سلسلہ | سنہ | مقام | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| سید شاہ بلال | ؍؍ | ۱۰۴۶ھ [۱] | بیرون دہلی دروازہ | عالم باشرع صائم و قائم صاحب تقویٰ و سخا آپ کی خانقاہ میں ہر وقت لنگر جاری رہتا ہے۔ |
| شاہ مادھو لاہوری | ؍؍ | ۱۰۵۲ھ [۲] | لاہور | قوم سے برہمن تھے بعد شیخ حسین لاہوری کے مرید ہو کر محبوب مرشدی ہوئے بعد پیر کی مسند مشیخت پر بیٹھے کامل درویش تھے۔ |
| سید عبدالرزاق شاہ چراغ | ؍؍ | ۱۰۸۴ھ [۳] | شاہ چراغ مشہور ہے | نبیرہ سید عبدالقادر ثالث مرید اپنے پدر کے آپ کا روضہ شاہجہان پادشاہ کا تیار کرایا ہوا ہے۔ |
| شیخ محمد ملا شاہ | ؍؍ | ۱۰۶۹ھ [۴] | بیرون مقبرہ مرشد | خلیفہ میاں میر لاہوری کے، مرشد شہزادہ دارا شکوہ کے، صاحب کشف و کرامت سلسلہ آپ کا کشمیر میں جاری ہے۔ |
| حاجی عبدالجلیل | قادریہ | ۱۰۹۲ھ [۵] | قدم رسول | مرید شیخ رنگ بلاول کے وہ مرید شیخ مادھو کے، درگاہ قدمِ رسول آپ ہی نے تیار کرائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ |

[۱] ۱۶۳۶ء۔ [۲] ۴۳-۱۶۴۲ء۔ [۳] مطابق ۷۴-۱۶۷۳ء۔ [۴] مطابق ۵۹-۱۶۵۸ء بقول دیگر ۱۰۷۲ھ / ۶۲-۱۶۶۱ء۔ [۵] ۱۶۸۱ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| حاجی محمد ہاشم گیلانی | ۹ // | ۱۰۸۷ھ[۱] | لاہور | از اولاد سید محمد غوث اُچی سیاح وصاحبِ سلسلہ تھے۔ |
| سید سرور دین حضوری | // | ۱۱۰۰ھ[۲] | درروضہ جد خود | از اولاد سید محمود حضوری اب تک اس خاندان میں برابر رسول نمائی رہی۔ |
| سید جعفر بن حاجی محمد ہاشم | // | ... | تکیہ ائیلی بیرون شہر | مرید اپنے پدر کے شرافت وکرامت میں یکتا تھے۔ |
| سید عبدالحکیم | قادریہ | ۱۱۰۸ھ [۳] | لاہور | از اولاد غوث پاک ۸۴۳ھ[۴] میں آپ کے بزرگ لاہور میں آئے ۱۰۳۱ھ[۵] میں آپ تولد ہوئے مرید سید عبدالقادر کے تھے |
| سید محمد فاضل متوکل بن ہاشم گیلانی | // | ۱۱۱۲ھ[۶] | لاہور | بڑے درجے کے زاہد اور متوکل تھے۔ تمام عمر میں گھر سے باہر قدم نہیں رکھا مقبرہ آپکا سکھوں نے منہدم کرایا تھا۔ |

[۱] مطابق ۱۶۷۶ء آپ پیر قلندر شاہ سہروردی کے خلیفہ تھے مزار مضافات لاہور کوٹ خواجہ سعد میں ہے

[۲] آپ حضرت سید محمود حضوری کے پڑپوتے اور سید جان محمد دویم حضوری کے فرزند تھے وفات ۱۲ ارشوال ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۹ء کو ہوئی۔

[۳] ۹۷-۱۶۹۶ء۔ [۴] ۴۰-۱۴۳۹ء۔ [۵] ۲۲-۱۶۱۲ء۔[۶] ۱-۱۷۰۰ء

| شیخ کرم اللہ معروف شہر اللہ | سہروردیہ | ۱۰۵۶ھ[1] | لاہور | کئی سلسلوں میں اجازت یافتہ۔ کبھی لاہور کبھی دہلی میں آپ کا قیام رہتا تھا۔ |
|---|---|---|---|---|
| شاہ رضا قادری | قادریہ، شطاریہ | ۱۱۱۸ھ [2] | لاہور | مرید قاضی محمد فاضل کے سلسلہ سید محمد غوث گوالیاری میں مشہور فقیر گزرے ہیں۔ |
| سید محمد عمر بن سید محمد ہاشم | // | ۱۱۱۵ھ[3] | لاہور | مرید اپنے پدر کے عالم علوم، صاحبِ تصنیف و گوشہ نشین۔ |
| شاہ درگاہی | // | ۱۱۱۶ھ [4] | متصل چاہ پیتاں والا | مرید سید عبدالرزاق شاہ چراغ کے، خاندانِ چشتیہ صابریہ میں بھی اجازت یافتہ تھے۔ |
| سید عبدالوہاب | // | ۱۱۰۳ھ[5] | لاہور | نبیرۂ سید سرور دین، عالمِ با عمل، متوکل، مرجع خلائق |
| سید بدر الدین | // | ۱۱۳۶ھ [6] | لاہور | واعظِ وقت بعض وقت کلامِ قلندرانہ فرماتے تھے جہاندار شاہ بادشاہ نے ایک لاکھ نقد کچھ زمین نذر کی آپ نے قبول نہ فرمایا۔ |

[1] ۱۶۴۶ء۔ [2] ۷-۱۷۰۶ء۔ [3] ۴-۱۷۰۳ء۔ [4] ۵-۱۷۰۴ء۔ [5] ۹۲-۱۶۹۱ء۔ [6] ۲۴-۱۷۲۳ء

| نام | سلسلہ | وفات | مقام | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| شاہ عنایت شطاری | شطاری | ۱۱۴۱ھ [۱] | // | خلیفہ شاہ رضا کے پہلے قصور میں رہتے تھے بعدہٗ لاہور میں آکر مقیم ہوئے۔ |
| سید حاجی عبداللہ بن سید اسماعیل قادری | قادریہ | ۴۲-۱۱۴۱ھ [۲] تقریبا | // | از اولاد سید عبداللہ ربانی، مستغنی المزاج، ہمیشہ درس تدریس میں رہتے۔ |
| شاہ فرید نوشاہی | قادریہ | ۱۱۵۸ھ [۳] | لاہور | مرید پیر محمد سچا پیر کے۔ بحکم مرشد لاہور میں آکر کوٹلہ فرید آباد کیا |
| شیخ محمد سلطان مرگ نینی | // | ۱۱۵۸ھ [۴] | لاہور | مرید شیخ سندھی شاہ کے مرد سالک، مجذوب، مرگ نینی مرشد نے خطاب دیا تھا۔ |
| شیخ مصاحب خان خورد | // | ۱۱۹۰ھ [۵] | لاہور | مرید سید سرور شاہ کے، بعد پیر کے صاحبِ سجادہ ہوئے |

[۱] ۲۹-۱۷۲۸ء آپ پنجابی اور سرائیکی زبان کے نامور صوفی شاعر اور عارف حضرت بلھے شاہ کے مرشد تھے۔ [۲] ۳۰-۱۷۲۸ء

[۳] ۱۷۴۵ء مصنف نے تفصیل نہیں دی ایک شیخ فرید الدین سروردی قطب العالم چوہڑ بندگی کے چھوٹے بھائی بھی تھے جن کا مزار قصبہ چوہنی میں ہے [۴] ۱۷۴۵ء۔

[۵] ۷۷-۱۷۷۶ء۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| عبداللہ شاہ بلوچ | // | ۱۲۱۶ھ [۱] | // | مرید شیخ شرف الدین پانی پتی کے، سلسلہ آپ کا میاں میر لاہوری سے ملحق ہوتا ہے۔ |
| سید عادل شاہ | // | ۱۲۲۰ھ [۲] | // | مرید اپنے والد سید حاجی محمد ہاشم کے، صاحبِ دستِ غیب تھے۔ |
| سید شادی شاہ | // | ۱۲۲۲ھ [۳] | // | متوطن لکھوال، لاہور میں آکر پہلے مخدوم گنج بخش کے ہاں چلہ کیا بعد اس کے قبولیتِ عظیم پائی۔ |
| شیخ عبدالخالق صابری | چشتیہ | ۱۰۶۹ھ [۴] | // | صاحبِ وجد و سماع، حالتِ وجد میں جس پر نظر ڈالتے وہ بے ہوش ہو جاتا تھا۔ |
| سید علی شاہ | // | ۱۲۳۷ھ [۵] | // | مرید سید غازی شاہ کے، کسبِ درویشی کو چھپاتے اور مستجاب الدعوات تھے۔ |

[۱] مطابق ۲-۱۸۰۱ء بقول خزینہ حدیقہ و مصنف اولیائے لاہور سال وفات ۷ / رجمادی الثانی ۱۲۱۲ھ / ۹۸-۱۷۹۷ء۔ [۲] ۶-۱۸۰۵ء

[۳] ۸-۱۸۰۷ء۔ [۴] مطابق ۵۹-۱۶۵۸ء مگر دیگر مستند تواریخ میں آپ کی وفات ۱۲ / رجب ۱۰۵۹ھ / ۱۶۴۹ء کو ہوئی۔

[۵] ۲۲-۱۸۲۱ء آپ کا عرف پیر بری ہے حضرت چوہڑ بندگی کے برادر زادہ ہیں مزار حصار فیروزپور (بھارت) میں ہے۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ محمد سلیم صابری | چشتیہ | ۱۱۵۱ھ [۱] | لاہور | خلیفہ شیخ محمد صدیق چشتی صابری لاہوری کے |
| شیخ حاجی رمضان | // | ۱۱۸۲ھ [۲] | // | خلیفہ خواجہ شاہ سلیمان تونسوی چشتی نظامی کے۔ |
| شیخ محمد طاہر قادری | نقشبندیہ | ۱۱۴۰ھ [۳] | // | خلیفہ شیخ احمد مجدد الف ثانی، سلسلہ مجددیہ میں صوفی ابو الوقت گزرے ہیں۔ |
| شیخ حامد نقشبندی | // | ۱۰۵۴ھ [۴] | // | خلیفہ شیخ آدم بنوری کے، کم کھاتے کم سوتے، کم بولتے |
| حاجی محمد سعید | // | ۱۱۵۵ھ [۵] | // | مرید حافظ سعد الدین نقشبندی کے، سلسلہ قادریہ میں مرید سید محمود بن سید حسینی مدنی کے |

[۱] ۳۹-۱۷۳۸ء۔ [۲] ولادت ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۸ء بمقام لاہور اور وفات ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء کو ہوئی۔ [۳] مطابق ۲۸-۱۷۲۷ء مگر مستند تذکروں میں ولادت ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء اور وفات ۸ / محرم ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء درج ہے۔ [۴] ۱۶۴۴ء۔ [۵] مطابق ۱۷۴۲ء مگر مستند تذکروں میں آپ کی وفات ۵ ربیع الاول ۱۱۸۱ھ / ۱۷۶۷ء درج ہے بعض نے ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۳ء بھی دی ہے آپ سلسلہ قادریہ میں سید محمود بن سید علی حسینی کر دی ثم مدنی کے تھے اور دوسری نسبت شیخ اشرف لاہوری کے ذریعے حضرت شاہ محمود غوث گوالیاری تک پہنچتی ہے، سلسلہ نقشبندیہ کی (بقیہ اگلے صفحے پر)

| شیخ سعدی مجددی | ,, | ۱۱۰۸ھ [۱] | ,, | مرید شیخ آدم بنوری کے |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| سید منور شاہ گیلانی | ,, | ۱۲۶۳ھ [۲] | ,, | سلسلہ آپ کا نقشبندیہ تھا، بعدہٗ سلسلہ سہروردیہ میں سید حسین شاہ کے مرید ہوئے۔ |
| شیخ عبدالجلیل قطبِ عالم چوہڑ بندگی | سہروردیہ | ۹۱۰ھ [۳] | بیرون لاہور | مرید اپنے پدر شیخ ابوالفتح کے۔ فیض یافتہ از روحانیتِ شیخ فرید الدین گنج شکر |
| شیخ الاسلام سہروردی | سہروردیہ | ۹۱۲ھ [۴] | بیرون لاہور | از اولادِ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، صاحبِ ذوق و شوق و جذب و استغراق تھے۔ |
| شیخ علم الدین چونی وال | ,, | ۹۰۶ھ [۵] | ,, | مرید شیخ عبدالجلیل قطبِ عالم کے صاحبِ ذوق و شوق |

---

اجازت حضرت حافظ سعداللہ مجددی سے حاصل تھی۔

[۱] ۳؍ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ / ۱۶۹۶ء کو وصال ہوا حضرت سعدی لاہوری بلند پایہ شاعر بھی تھے آپ کی ریختہ گوئی قدیم اردو شاعری کا اہم نمونہ ہے۔

[۲] ۷-۱۸۴۶-۴۷ء۔ [۳] یکم رجب ۱۵۰۴ء۔ [۴] ۷-۱۵۰۶ء۔ [۵] مطابق ۱۵۰۰-۱۵۰۱ء بعض مستند تذکروں میں آپ کی وفات ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء ہے۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| سید عثمان شاہ جھولہ بخاری | // | ۹۱۲ھ[۱] | پنج پیر | بزرگ عالی منزلت سرور العلما مرید اپنے پدر سید محمود اُچی کے |
| شیخ موسیٰ آہنگر | // | ۹۲۵ھ[۲] | لاہور | خلیفہ شیخ شرح اللہ کے، صاحبِ کشف و کرامت یگانہ وقت گزرے ہیں |
| سید جھولن شاہ گھوڑی بخاری | // | ۱۰۴۱ھ [۳] | // | نبیرۂ سید عثمان جھولہ از اولاد مخدوم جہانیاںؒ سلسلہ چشتیہ میں مرید محسن شاہ خلیفہ جان محمد چشتی صاحب کے |
| شیخ حسن حسو تیلی | // | ۱۰۱۴ھ[۴] | // | خلیفہ شاہ جمال لاہوری کے |
| سید عماد الملک بن شاہ جھولہ | // | ۱۰۳۵ھ[۵] | نزد شاہ بلاول | مرید اپنے پدر کے صاحبِ کشف و کرامت گزرے ہیں |
| سید شہاب الدین نہرا | // | ۱۰۴۱ھ[۶] | بھوگیوال لاہور | مرید اپنے پدر میراں محمود شاہ موج دریا کے |

---

[۱] ۷-۱۵۰۶ء۔ [۲] مطابق ۱۵۱۹ء ولادت ۸۴۱ھ / ۱۴۳۷ء۔ [۳] آپ کا اصل نام سید بہاء الدین بخاری تھا وفات ۱۱ ربیع الاول ۱۰۰۳ھ مطابق ۱۵۹۴ء کو ہوئی مگر مصنف نے ۱۰۴۱ھ / ۳۲-۱۶۳۱ء دیا ہے۔ [۴] مطابق ۶-۱۶۰۵ء مگر دوسرے تذکروں میں ۱۰۱۲ / ۱۶۰۳ آیا ہے۔ [۵] مطابق ۲۶-۱۶۲۵ء۔ [۶] مطابق ۳۲-۱۶۳۱ء آپ کی ولادت ۹۶۴ھ / ۵۷-۱۵۵۶ء کو ہوئی۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| سید عبد الرزاق مکی | ؍؍ | ۱۰۴۸ھ[۱] | نیلا گنبد مشہور ہے | مرید میراں محمود شاہ موج دریا کے صاحب کمال و عالم گزرے ہیں |
| سید جمال شاہ | سہروردیہ | ۱۰۴۵ھ[۲] | لاہور | مرید مرزا لگرابیگ کے صاحبِ وقت گزرے ہیں۔ |
| سید محمد شاہ نورنگ | ؍؍ | ۱۰۵۴ھ [۳] | موضع جومتی لاہور | صاحب زادۂ پنجم شاہ محمد بن سید عثمان کے |
| شیخ جان محمد سہروردی | ؍؍ | ۱۰۸۴ھ [۴] | قریب شہر | مرید شیخ اسماعیل کے، عالم تبحر، شہر سے باہر ہمیشہ ایک مسجد میں واعظ کیا کرتے تھے۔ |
| سید محمد اسماعیل مدرس میاں کلاں | ؍؍ | ۱۰۸۵ھ [۵] | ؍؍ | مرید مخدوم طیب کے، صاحبِ گروہِ اسماعیل شاہی |

[۱] مطابق ۳۹-۱۶۳۸ء مگر مستند تذکروں میں ۱۰۸۴ھ / ۷۴-۱۶۷۳ء آیا ہے۔ غالباً ۸۴ کا ہندسہ آگے پیچھے ہو کر ۴۸ بن گیا[۲] مطابق ۳۶-۱۶۳۵ء دیگر تذکرہ نگاروں میں سے مصنف اولیائے لاہور نے ۴ ربیع الثانی ۱۰۶۱ھ / ۵۱-۱۶۵۰ء اور صاحب خزینۃ الاصفیاء نے ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء لکھا ہے۔[۳] ۱۶۴۴ء [۴] ۷۴-۱۶۷۳ء ۔[۵] ۷۵-۱۶۷۴ء آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے قابلِ فخر فرزند تھے علوم قرآن اور حفظ کا سب سے بڑا مدرسہ لاہور میں آپ کا تھا۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ محمد سہروردی | // | ١٠٧١ھ[1] | نواح لاہور | از سلسلہ سادات اچ، صاحبِ کرامت |
| شیخ صدرالدین سہروردی | // | ١٠١٥ھ[2] | لاہور | صاحبِ ترک و تجرید، مجاہد باللہ تھے۔ |
| سید زندہ علی | // | ١١١١ھ[3] | لاہور | نبیرۂ میراں محمد شاہ وروشن ضمیر گزرے ہیں۔ |
| شیخ جان محمد لاہوری | // | ١١٤٠ھ[4] | // | عالمِ حدیث، صاحبِ معرفت، مرید شیخ عبدالمجید کے ساکن برکات پورہ |
| شیخ حامد قاری | // | ٠٠٠[5] | // | مرید مولوی تیمور کے، قاریٔ بے بدل اور مولوی بھی تھے۔ |
| شیخ شاہ مراد قریشی | سہروردیہ | ١٠١٥ھ[6] | لاہور | مرید اپنے والد کرم شاہ کے، ولایتِ موروثی رکھتے تھے |

[1] ٦١-١٦٦٠ء حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے اور مفتی اعظم تھے "سہروردی اولیائے لاہور" کے مصنف محمد دین کلیم نے تاریخ وفات ٨٩١ھ/١٤٨٦ء دی ہے۔ [2] ١٦٠٦ء۔ [3] ١٦٩٩ء۔ [4] ٢٨-١٧٢٧ء۔ [5] ولادت ١٠٧١ھ/١٦٦٠ء سالِ وفات مصنف تحقیقات چشتی نے ١١٦٦ھ/١٧٥٢ء، مصنف تاریخ لاہور نے ١١٦٤ھ/٥١-١٧٥٠ء اور مفتی غلام سرور لاہوری نے ١١٥٥ھ/١٧٤٢ء لکھا ہے۔ بہت بڑا مدرسۂ تجوید و حفظ القرآن کا تھا اور میاں وڈا کی طرح علوم قرآنی کا فیض خوب پھیلایا۔ [6] ١٦٠٦ء۔

| سید عبدالکریم پیر بھاون | // | ۱۲۱۳ھ[۱] | لاہور | سید سندھی اور مرد کامل گزرے ہیں۔ |
|---|---|---|---|---|
| شیخ برہان الدین | // | ۱۰۲۱ھ[۲] | // | عالمِ تصوف امامِ مناظرہ مسائلِ توحید کو خوب بیان فرماتے تھے۔ |
| مولوی غلام فرید | // | ۱۲۱۶ھ[۳] | // | مشہور مولوی گزرے ہیں ہم نام ہمارے شیخ کے |
| شیخ نور احمد حسین | قادریہ | ۱۲۲۵ھ[۴] | // | مرید سید عبدالکریم بھاون شاہ کے |
| شیخ یوسف مجذوب | --- | ۱۲۴۰ھ[۵] | // | صاحبِ تصرفِ باطنی، ہمیشہ خاموش رہتے۔ |
| مقیم شاہ مجذوب | // | ۱۲۴۱ھ[۶] | // | مرجعِ خلائق تھے |
| نامی شاہ مجذوب | // | ۱۲۶۱ھ[۷] | // | پُر تاثیر، واقفِ اسرارِ غیب تھے۔ |

---

[۱] ۹۹-۱۷۹۸ء۔ [۲] ۱۶۱۲ء۔ [۳] ۲-۱۸۰۱ء۔ [۴] ۱۸۱۰ء۔[۵] ۲۵-۱۸۲۴ء۔ [۶] ۲۶-۱۸۲۵ء
[۷] ۱۸۴۵ء

بعد الفراغ زیارت مزارات اولیا اللہ لاہور بتاریخ بست و ہشتم (۲۸) بوقت پہر بھر رات گئے مع کل ہمراہی قافلہ کے سوار ہو کر اسٹیشن ریلوے پر جلوہ افروز ہوئے۔ واسطے زیارت حضرت خواجہ یہاں خلق اللہ کا اژدحام تھا اور بہت سے سائل جمع تھے۔ اول سائلین کی دستگیری فرمائی بعد اس کے شائقین دیدار اور مریدوں کے لئے دعا خیر فرما کر گاڑی پر سوار ہوئے اور ایک تار ڈبل مریدان و معتقدان دہلی کے نام دیا گیا تمام پلیٹ فارم اسٹیشن لاہور شائقین دیدار سے بھرا ہوا تھا۔ جس وقت گاڑی وہاں سے چھوٹی ان لوگوں کی عجیب کیفیت ہوئی۔

پس لاہور سے امر تسر ، امر تسر سے لدھیانہ ، لدھیانہ سے جالندھر وہاں سے انبالہ ، وہاں سے سہارنپور ، وہاں سے دیو بند ، وہاں سے مظفر نگر ، وہاں سے میرٹھ ، وہاں سے غازیہ آباد (غازی آباد) ، وہاں سے چل کر ساڑھے چار بجے داخل شاہجہان آباد (دہلی) ہوئے ، یہاں پہلے ہی سے مشتاقانِ قدم بوسی پلیٹ فارم پر حاضر تھے۔ سواریوں کا بھی انتظام ہو گیا تھا، ہر چند بعض امرائے دہلی نے چاہا کہ حضور ہمارے مکان پر فروکش ہوں مگر حضور نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ مجھ کو منظور نہیں کہ ایک شخص کی خوشی ہو باقی صاحبوں کو رنج ہو ، مجھ کو آپ سب صاحب برابر اور یکساں ہیں آخر مسافر خانہ میں فروکش ہوئے۔ صبح ہوتے ہی سائلوں نے آن گھیرا ، ان کی دستگیری کے واسطے حکم خدام والا مقام کو فرما کر مع درویشان سوار ہو کر حاضر درگاہ والا جاہ قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہو کر بعد ادائے فاتحہ وہاں کے خدام کی خدمت کی ، تھوڑی دیر مراقبہ فرما کر روحانیت حضرت خواجہ سے مفیض (مستفیض) ہو کر حضرت مولانا فخر الدین فخر

جہان دہلوی کے مزار پُر انوار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھ کر چندے مراقب رہے۔ بعدہٗ رخصت ہو کر اندرون آستانہ کے ہر ایک مزار پر فاتحہ پڑھ کر مساکین پر ایثار کیا، جوارِ روضہ عالی کے مزارات پر جاکر فاتحہ پڑھی جب شام ہوئی تو وہیں مہرولی شریف میں قیام پذیر ہوئے۔

## یاداشت ان اولیأ اللہ کی جو اندر آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز کے آسودہ ہیں

بعضے جوارِ روضہ متبرکہ کے، بعض حوض شمسی پر اندر حجرہ شریف کے یہ صاحب (اصحاب) ہیں۔ (۱) خواجہ فخر الدین غزنوی پایان مزار (۲) خواجہ اسحٰق برابر (۳) شیخ معزالدین دہلوی کا مزار ہے ان کے پاس (۴) شیخ امام الدین ابدال کا مزار ہے (۵) شیخ احمد تیماجی کا مزار خواجہ کے پائیں ہے اور (۶) سید احمد صاحب صاجبزادہ صاحب حضرت خواجہ کا مزار بھی پہلو میں ہے چادر مبارک خواجہ آپ کے مزار پر بھی رہتی ہے۔ ان کے پاس (۷) شیخ ضیاء الدین دست غیب اور (۸) حضرت صاجبزادہ سید محمد صاحب کا مزار بھی خواجہ کے پائیں ہے ان کے پاس (۹) سید تاج الدین کا مزار ہے اور کھرنی کے نیچے (۱۰) خواجہ عبدالعزیز بستانی کا مزار ہے اور (۱۱) قاضی سعد کا مزار بھی پہلوئے خواجہ میں ہے۔ اور حجرے سے باہر ان بزرگوں کے مزارات ہیں بعضے عقب مسجد خواجہ میں (۱۲) مولانا فخر الدین دہلوی و (۱۳) شیخ حسین خیاط و (۱۴) شیخ اللہ دیاو (۱۵) شیخ حسن دانا اور عقب عید گاہ کہنہ متصل قلعہ پتھورا کے (۱۶) شیخ شہاب الدین عاشق خدا مرشد بو علی شاہ قلندر پانی پتی و (۱۷) شیخ جلال الدین تبریزی و (۱۸) شمس الدین، خیازہ پر ان کے مزارات ہیں اور حوض شمسی پر بے انتہا اولیا اللہ کے مزارات ہیں مگر جن کے نشانات باقی ہیں وہ یہ

ہیں(۱۹) خواجہ موئنہ دوز خلیفہ خواجہ نورالدین مبارک ،(۲۰) شیخ برہان الدین ، (۲۱) قاضی عبدالمقتدر ، (۲۲) قاضی رکن الدین ، (۲۳) شیخ برہان الدین محمود ، (۲۴) مولانا سماء الدین ، (۲۵) شیخ سلیمان اجودھنی ، (۲۶) حافظ محسن نقشبندی ، (۲۷) مقبرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اندر حوض شمسی کے چبوترہ پر (۲۸) شیخ داؤد پاہلی خلیفہ بابا صاحب کا مزار ہے۔ اولیا مسجد میں دو مصلے سنگ خارا کے ہیں ایک حضرت خواجہ کا دوسرا حضرت خواجہ بزرگ کا اور جھرنے سے اوپر ایک سطح پر (۲۹) شیخ برہان الدین بلخی و (۳۰) شیخ نجم الدین فردوسی دونو مزار برابر ہیں اور وہیں جدا مزار (۳۱) شیخ نجم الدین صفا (صغرا ؟) کا ہے اور وہیں (۳۲) مولانا درویش (؟) واعظ کا مزار ہے اور عقب مسجد قوۃ الاسلام کے (۳۳) سلطان شمس الدین التمش کا مقبرہ کھلا ہوا ہے۔ باقی نقشہ مزارات دہلی میں دیکھیں دوسرے روز صبح کو ہمراہیوں کو بیل گاڑیوں پر سوار ہونے کا حکم دیا اور خود بدولت پا پیادہ تسبیح پڑھتے ہوئے مہرولی شریف سے روانہ ہو کر (۳۴) شیخ نجم الدین متوکل برادر خورد بابا صاحب اور (۳۵) حضرت والدہ سلطان جی صاحب بی بی نور کے ہاں فاتحہ پڑھ کر وہاں سے چل کر مسجد کڑ کو (مسجد کیلو کھڑی ؟) ملاحظہ فرمایا وہاں سے شیخ سرائے میں آکر (۳۶) شیخ سماءالدین کے ہاں فاتحہ پڑھ کر بہشتی نالہ پر آئے وضو کیا، یہ نالہ زیر دیوار چراغ دہلی ہے اور فرمایا کہ اس نالہ پر ہزاروں بیمار آکر غسل کرتے ہیں اور شفا پاتے ہیں، وہاں سے چل کر آستانہ شریف (۳۷) حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی میں حاضر ہو کر بعد ادائے فاتحہ تھوڑی دیر مراقب رہے۔ روضہ عالی سے باہر آ کر سامنے والے مزار پر کہ جو مخدوم کی بڑی بہن کے (۳۸) صاحبزادہ کا ہے فاتحہ پڑھی بعد (۳۹)

حضرت شیخ کمال الدین علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر آکر زیارت سے مشرف ہو کر (۴۰) شیخ صاوی خلیفہ مخدوم صاحب واستاد شیخ کمال الدین علامہ کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر روضہ عالی کے سامنے والی برج میں روضۂ (۴۱) دختر حضرت بابا صاحب کے پاس کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ کر بعدہٗ مزار (۴۲) والد کاتب الحروف کہ سنگ مرمر کا بنا ہوا اور جانب شیخ کمال الدین صاحب کے واقعہ ہے فاتحہ پڑھ کر دوپہر وہیں بسر فرمائی۔

خدام آستانہ شریف کو معمولی (یعنی معمول کے مطابق) نذرانہ پیش کیا، مساکین کی دستگیری کر کے بعد نماز ظہر سوار ہونے کا حکم دیا ان میں بعضے مصاحبین نے دست بستہ عرض کی کہ حضور جو مہرولی سے تا چراغ دہلی پا پیادہ تشریف لائے اس میں کیا حکمت ہے؟ حضرت نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ سنت مخدوم صاحب کی ہے یعنی ہر پنجشنبہ (بدھ) کو مخدوم صاحب حضرت خواجہ کے روضہ پر حاضر ہوتے تھے مگر انگوٹھوں کے بل جاتے آتے تھے، آپ کے خلفاً نے آپ سے پوچھا اس میں کیا حکمت تھی مخدوم صاحب نے ارشاد فرمایا کہ یہاں سے وہاں تک کل اولیا اللہ لیٹے ہوئے ہیں۔ کس کے (مرقد؟) پر قدم رکھوں۔ الغرض قریب عصر غیاث پور میں حاضر ہو کر مسجد خاص روضۂ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا میں نماز ادا کر کے داخل روضۂ متبرکہ ہو کر بعد ادائے تہۂ فاتحہ تھوڑی دیر مراقبہ فرما کر زیارت حضرت سے مشرف ہو کر روضۂ امیر صاحب (امیر خسرو) میں حاضر ہوئے بعد اس کے یاران چبوترہ کے کل مزارات پر فاتحہ پڑھی جن کی یاداشت پورے پتہ کے ساتھ یہ ہے۔ (۱) خواجہ ماہرو خواہر زادہ امیر صاحب اول درجہ (نمبر) مقبرہ امیر صاحب میں ہیں۔ (۲) خواجہ عمر، (۳) خواجہ ابابکر مصلّٰی برادر خواجہ عزیز الدین، (۴) خواجہ مبشر،

(۵) خواجہ فرید الدین، (۶) خواجہ نصیر الدین، (۷) مولانا کمال الدین مدراسی، (۸) خواجہ عبدالرحمٰن، (۹) خواجہ اقبال، (۱۰) خواجہ گوپامؤ، (۱۱) قاضی قطب الدین کاشانی، (۱۲) نور الدین مبارک، (۱۳) بالی میاں سانچی پیر دربان سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ ان کا مزار دروازہ مشرق رویہ کی کوٹھڑی میں ہے۔ وہاں سے چل کر زینہ اتر کر کے جڈی ایک احاطہ میں گئے وہاں دو مزار ہیں ایک (۱۴) خواجہ محمد صالح دوسرا (۱۵) خواجہ رفیع الدین ہمشیرہ زادگان حضرت سلطان المشائخ صاحب۔ وہاں سے رخصت ہو کر دوسرے یاران چبوترہ پر آئے کہ متصل باؤلی کے ہے وہاں بہت سے مزارات ہیں (۱۶) خواجہ شمس الدین یحیٰؒ، (۱۷) مولانا علاؤ الدین نیلی و (۱۸) خواجہ تقی الدین و (۱۹) خواجہ محمد امام و (۲۰) خواجہ موسیٰ و (۲۱) سید محمد کرمانی خلیفہ بابا صاحب (۲۲) سید حسین کرمانی و (۲۳) خواجہ امیر خورد مؤلف سیر الاولیا کی زیارت سے مشرف ہو کر وہیں شب کو سید عاشق علی صاحب اپنے وکیل کے مکان پر رہے۔ صبح بعد ادائے نماز اشراق سوار ہو کر مزار مبارک حضرت بی بی فاطمہ سام کی زیارت سے مشرف ہو کر زیر قلعہ کہنہ کے مزارات پر فاتحہ پڑھ کر قدرے مقام بہشتی دروازہ (پر) توقف فرما کر داخل شاہجہان آباد (دہلی) ہوئے۔ رات کو استراحت فرما کر نماز صبح کی مسجد فتحپوری بیگم میں ادا کر کے دن کے بارہ بجے تک علمائ و فقرأ دہلی سے ہمکلام ہوتے رہے ٹھیک بارہ بجے دربار برخاست ہوا۔ ڈیڑھ بجے جامع مسجد میں حاضر ہو کر تجدید وضو فرما کر اول دو رکعت آداب مسجد (تحیۃ المسجد) ادا کر کے با جماعت نماز گزار کر آثار شریف میں حاضر ہوئے زیارت. تبرکات سے مشرف ہوئے یعنی موئے مبارک رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کلام مجید کہ جو جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ مبارک کا لکھا ہوا ہے کہ جس کے

چند اوراق جناب امام حسین علیہ السلام کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہیں اور پورا کلام مجید دستی جناب امام حسین علیہ السلام اور قدم مبارک و نعلین مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و غلاف روضۂ مطہرہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تبرکات کی زیارت سے مشرف ہو کر برائے ادائے سنت فخر صاحب حوض پر تشریف فرما ہوئے۔ وہاں خلقت کا اژدحام تھا جو برائے حصول سعادت قدمبوسی کے حاضر ہوئے تھے، اور مہتمان مسجد کی طرف مائل ہو کر دریافت فرمایا کہ گوشۂ حوض پر یہ کٹہرہ کس غرض سے لگایا گیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ۱۲۱۱ھ / ۹۷-۱۷۹۶ء میں ایک اہل اللہ نے کہ جن کو تمام (اہلِ) شہر خدا رسیدہ مانتے تھے، جناب رسول خدا کو وضو کرتے اس جگہ پر دیکھا، بادشاہ نے اس جگہ کٹہرا نصب کرا دیا کہ کسی کا قدم اس جگہ نہ پڑے، بعدہٗ استادہ ہو کر دربانان مسجد کو کچھ عطا فرما کر جنوبی دروازہ سے برآمد ہوئے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے، وہاں سے پا پیادہ حضرت شاہ سرمد دہلوی و سید ہرے بھرے صاحبان کے مزارات پر آئے بعد ادائے فاتحہ سوار ہو کر متصل چتلی قبر کے سید عماد الدین میر محمدی صاحب خلیفہ حضرت مولانا فخر صاحب پر آئے وہاں سے چل کر خانقاہ شریف میں مزار مظہر جانِ جاناں و غلام علی شاہ صاحبان کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر، مزار پر انوار حضرت شاہ ترکمان بیابانی خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ فیض نشانہ (پر) کہ ہمعصر حضرت خواجہ قطب الدین تھے فاتحہ پڑھ کر مراقبہ فرمایا اور بعد اس کے ارشاد فرمایا کہ یہ زندہ پیر ہیں یہ مزار نہایت پر فیض ہے۔ وہاں سے رخصت ہو کر ترکمان دروازہ سے باہر شہر کے نکل کر مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و مولانا شاہ عبد القادر و مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی و خواجہ

میر درد صاحب[۱] اور مینڈھیوں کے گورِ غریبان پر فاتحہ پڑھ کر، پہاڑ گنج سے گزر کر، مزار سید حسن رسول نما پر فاتحہ پڑھ کر، احاطہ سید حسن کے بیرون دروازہ استادہ ہو کر دور سے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ وہ مزار خدا نما کا ہے اور فرمایا کہ کتب تواریخ اولیا اللہ میں جو لکھا ہے کہ غوث پاک کے خلفا سے ایک بزرگ دہلی میں آسودہ ہیں وہ یہی خدا نما صاحب ہیں۔ وہاں سے چل کر حاضر قدم شریف ہو کر زیارت قدم مبارک سے مشرف ہو کر فرمایا یہ قدم مبارک حضرت مخدوم جہانیاں لائے تھے عہد فیروز شاہ تغلق میں، اور یہ دونو مزار کہ جو زیرِ دیوارِ درگاہ جانب کھڑکی غربی کے واقع ہیں مخدوم صاحب کے ہمراہیوں کے ہیں۔ وہاں سے رخصت ہو کر (مزار) حضرت خواجہ باقی باللہ میں حاضر ہو کر فاتحہ پڑھ کر، خواجہ بیرنگ مولانا حافظ عبدالعزیز دہلوی معروف اخوند صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر، مجذوب کے مزار پر استادہ ہو کر فرمایا کہ دہلی وہ متبرک مقام ہے جہاں بے انتہا اولیاء اللہ آسودہ ہیں کہ میاں دین علی شاہ مرید و خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کہ صاحب سلسلہ گزرے ہیں منشی حافظ علی مغفور سے، کہ اولاد سے شاہ ابو المعانی (ابو المعالی ؟) صابری کے تھے سلسلہ جاری ہے۔ وہاں سے سوار ہو کر شیخ باجید (بایزید) اللہ ہو کے مزار پر آ کر فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ ان کا اصلی نام شیخ بایزید ہے یہ مجاہد باللہ ہیں مقرب و ہمراہی (ہمراہیان) حضرت سید سالار غازی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں کہ جو بہ نیت جہاد ہند میں آئے تھے بعد فتح دہلی کے حضرت نے آپ کو دہلی کا حاکم مقرر فرمایا تھا وہاں سے رخصت ہو کر لاہوری دروازہ سے داخل ہو کر قیام گاہ پر رونق افروز ہوئے۔

---

[۱] اردو کے شاعر اور صوفی ۔ وفات ۱۴ردسمبر ۱۷۸۴ء

[۲] دلی خواجہ فرید کی دیکھی بھالی لگتی ہے۔ اُن کی سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے پہلے بھی کئی بار ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ تفصیلات کے لئے دیکھیں مقدمہ کتاب

## فہرست مزارات اولیأ اللہ دہلی مع مختصر حالات وغیرہ

| اسم اولیأ اللہ | خاندان | سن وفات | جائے مزار | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ | چشتیہ | ۶۳۴ھ[۱] | مہرولی دہلی کہنہ | ذکر خیر حضرت کا حصہ اول میں ہو چکا ہے۔ |
| سلطان شمس الدین التمش بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ | چشتیہ | ۲۰ شعبان ۶۳۴ھ [۲] | عقب مسجد قوۃ الاسلام مہرولی | قوم ترک مرید حضرت خواجہ[۳] کے نہایت پرہیز گار عاشق روح رسول مقبول سن بلوغ سے تا حیات کبھی بے وضو نہیں رہے مال سلطنت کو حرام سمجھا بہ وجہ حلال ایام گزاری کی۔ |

---

[۱،۲] ۲۷-۱۲۲۶ء۔ [۳] حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے فیض نظر سے اس مقام کو پہنچے اور ہمیشہ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے مشائخ سے تعلقات پیر برادری قائم رکھے۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| خواجہ محمود موئینہ دوز | چشتیہ | ۶۵۵ھ [۱] | حوض شمسی | مرید قاضی حمید الدین کے سماع، دوست۔ ہنوز حاجت مند برائے حصول مراد آپ کے مرقد کا پتھر لا کر اپنے گھر میں باادب رکھتے ہیں جب مراد پوری ہوتی ہے اس پتھر کے برابر شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ |
| شیخ بدرالدین غزنوی | ایضاً | ۶۵۵ھ [۲] | نزد خواجہ | خلیفہ خواجہ قطب الدین کے نہایت بابرکت، خضر علیہ السلام آپ کی مجلس میں رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ |
| شیخ احمد نہروانی | ایضاً | ۶۶۱ھ [۳] | جوار روضہ خواجہ | خلیفہ قاضی حمید الدین کے حضرت سلطان المشائخ نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ |
| شیخ نظام الدین ابوالموید (ابو المو ئید) | ایضاً | ۶۷۴ھ [۴] | ،، | خلیفہ خواجہ قطب الدین کے عالم علوم ظاہری و باطنی واصل حق گزرے۔ |

[۱] ۱۲۵۷ء۔ [۲] ۱۲۵۷ء۔ [۳] ۶۳-۱۲۶۲ء۔ [۴] ۷۶-۱۲۷۵ء۔

| قاضی حمید الدین سہروردی | ایضاً | ۶۷۰ھ [1] | بابیان مزار خواجہ | متوطن بخارا، خلیفہ و مصاحب حضرت خواجہ کے، عہد معزالدین سام میں دہلی میں آئے تین سال ناگور کے قاضی رہے، آپ کی اولاد قاضی زادے کہلاتی ہے۔ |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| شیخ داؤد پالہی خلیفہ بابا صاحب کے | چشتیہ | ۶۷۸ھ [2] | اندرون حوض شمسی | تمام دن پہاڑ میں جاکر ذکر جہر میں مصروف رہتے۔ خبطی ہرن آپ کے گرد جمع ہو جایا کرتے تھے نہایت پر جلال تھے بعد وصال کے چند مدت آپ کے مزار پر سے جانور اڑ کر سلامت نہ جاسکتا تھا۔ |
| سید محمد بن سید محمود کرمانی | ایضاً | ۷۱۱ھ [3] | یران چبوترہ در غیاث پورہ | آپ امرا سلطانی سے تھے آخر ترک دنیا کر کے بابا صاحب کے مرید ہو کر کار فقر کی تکمیل کی |
| شیخ نظام الدین شیرازی | ایضاً | ۷۱۸ھ [4] | ایضاً | خلیفہ حضرت سلطان جی صاحب کے سماع دوست وحامی بھی تھے |

[1] ۷۲-۱۲۷۱ء۔ [2] ۸۰-۱۲۷۹ء۔ [3] ۱۲-۱۳۱۱ء۔ [4] ۱۳۱۸ء۔

| قاضی محی الدین کاشانی | ایضاً | ۷۱۹ھ [۱] | مقبرہ آپ کا لب سڑک راہ مہرولی میں ہے | پہلے بوجہ سماع کے آپ سلطان جی صاحب کے منکر تھے آخر مرید ہو کر خرقہ خلافت پایا۔ |
|---|---|---|---|---|
| شیخ برہان الدین محمود ابی الخیر بلخی | ایضاً | ۶۸۷ھ [۲] | روبرو روضہ خواجہ | عالم اجل، شاعر بے بدل، خلیفہ خواجہ کے، مشہور اولیا گزرے ہیں۔ |
| خواجہ شمس الدین ماہ رو | ایضاً | ۶۶۹ھ [۳] | مقبرہ امیر صاحب میں | خواہر زادہ امیر خسرو دہلوی کے، خلیفہ سلطان جی صاحب کے مرتبہ فنافی الشیخ پر فائز تھے۔ |
| حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیار حمۃ اللہ | ایضاً | ۷۲۵ھ [۴] | درگاہ آپ کی مشہور ہے | ذکر خیر حضور کا مناقب (حصہ اول) میں آچکا ہے۔ |

[۱] ۱۳۱۹ء۔ [۲] ۱۲۸۸ء۔ [۳] ۷۱-۱۲۷۰ء۔ [۴] ۱۳۲۵ء۔

| امیر خسرو دہلوی | ایضاً | ۷۲۵ھ [۱] | سلطان جی میں مقبرہ عالی ہے | مرید محبوب و خلیفہ مرغوب و عاشق صادق سلطان جی صاحب کے مخاطب بہ سلطان الشعرا صاحب تصانیف کثیرہ ہم جلیسِ سلاطین و تارک الدنیا |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| مولانا مؤید الدین | ایضاً | ۷۲۶ھ [۲] | یاران چبوترہ | خلیفہ سلطان جی صاحب کے پہلے سلطان علاءالدین کے امرا میں سے تھے۔ آخر تارک الدنیا ہوئے |
| خواجہ محمد امام نواسہ بابا صاحب | ایضاً | ۷۳۴ھ [۳] | ایضاً | خلیفہ سلطان جی صاحب کے "انوار المجالس" ملفوظ سلطان جی صاحب آپ ہی نے جمع کیا ہے۔ |
| مولانا فخر الدین روزی | ایضاً | ۷۳۶ھ [۴] | ایضاً | مرید و مصاحب سلطان جی صاحب کے رجال الغیب آپ کے پاس آیا کرتے تھے |
| امیر حسن علائی | ایضاً | ۷۳۸ھ [۵] | ایضاً | خلیفہ سلطان جی صاحب کے تارک الدنیا و اہل دنیا |

[۱] ۱۳۲۵ء۔ [۲] ۱۳۲۶ء۔ [۳] ۱۳۳۳-۳۴ء۔ [۴] ۱۳۳۵-۳۶ء۔ [۵] ۱۳۳۷-۳۸ء

| مولانا ضیاء الدین برنی | ایضاً | ۷۳۳ھ [۱] | ایضاً | خلیفہ سلطان جی صاحب کے، عالم تبحر تھے اور ظریف بھی تھے وقت وصال کے آپ کے پاس صرف ایک بوریہ تھا جو جنازہ پر پڑا تھا۔ |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| شیخ عزیز الدین صوفی | ایضاً | ۷۴۱ھ [۲] | غیاث پور | نواسے بابا صاحب کے، خلیفہ سلطان جی صاحب کے، صاحب تجرید و تفرید اور مرید کم کرتے تھے |
| شیخ شمس الدین یحییٰ | ایضاً | ۷۴۷ھ [۳] | یاران چبوترہ غیاث پور | خلیفہ سلطان جی صاحب کے اور نہایت پیر پرست تھے |
| خواجہ ملک زادہ احمد | ایضاً | ۷۴۷ھ [۴] | ایضاً | خلیفہ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے مگر آپ کو بیعت ظاہر سے نہ تھی فرماتے تھے کہ میری مجال نہیں کہ شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھوں |

[۱] ۱۳۳۲-۳۳ء۔ [۲] ۱۳۴۰-۴۱ء۔ [۳] ۱۳۴۶-۴۷ء۔ [۴] ۱۳۴۶-۴۷ء۔

| خواجہ کمال الدین علامہ | ایضاً | ۷۵۲ھ[۱] | چراغ دہلی | ذکر خیر آپ کا مناقب (حصہ اول) میں آچکا ہے۔ |
|---|---|---|---|---|
| حضرت مخدوم نصیر الدین | ایضاً | ۷۵۷ھ[۲] | ایضاً | ایضاً |
| شیخ صدر الدین حکیم | ایضاً | ۷۵۹ھ[۳] | دہلی کہنہ | خلیفہ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے اور نظر کردہ سلطان جی صاحب کے |
| شیخ محمد صادی | ایضاً | ۷۸۱ھ [۴] | چراغ دہلی | خلیفہ مخدوم صاحب کے ،عالم متبحر استاد خواجہ کمال الدین (علامہ) کے۔ |
| شیخ علاءالدین نیلی | ایضاً | ۷۶۲ھ [۵] | یاران چبوترہ | عالم علوم ظاہری وباطنی خلیفہ سلطان جی صاحب کے آپ کو مرتبہ فنافی اللہ حاصل تھا مشاہیر اولیا سے گزرے ہیں |
| شیخ حمید قلندر بن مولانا تاج الدین دہلوی | ایضاً | ۷۶۷ھ [۶] | ایضاً | خلیفہ سلطان جی کے بعد وصال سلطان جی کے مخدوم صاحب (چراغ دہلوی) سے بیعت کر کے خرقہ خلافت پایا |

[۱] ۱۳۵۱ء۔[۲] ۱۳۵۶ء۔[۳] ۵۸-۱۳۵۷ء۔[۴] مطابق ۸۰-۱۳۷۹ء آپ علامہ زمانہ تھے مشہور عربی تفسیر قرآن "تفسیر صادی" آپ کی تصنیف ہے۔ [۵] ۶۱-۱۳۶۰ء۔[۶] ۶۶-۱۳۶۵ء

| سید محمد بن سید مبارک کرمانی | ایضاً | ۷۷۰ھ[۱] | ,, | خلیفہ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے صاحب کرامت |
|---|---|---|---|---|
| سید عبد الاول بن علائے حسینی | ایضاً | ۷۶۸ھ [۲] | ایضاً | مرید سلسلہ سید محمد گیسو دراز دہلوی کے مؤلف ''تفصیل الباری شرح صحیح بخاری''۔ |
| سید محمود بہار | ایضاً | ۷۷۸ھ [۳] | کیلو کھرے | مرید و خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، درگاہ آپ کی حاجت روائے خلق ہے |
| شیخ معز الدین دہلوی | ایضاً | ۶۵۶ھ[۴] | مہرولی | مرید خواجہ قطب الدین کے کامل وقت گزرے ہیں |
| دائی سنمبل شیردہ خواجہ | ایضاً | ۶۲۳ھ[۵] | ,, | مرید حضرت خواجہ کی مستوراتوں کی تعلیم پر مامور تھیں۔ |
| شیخ احمد تیماجی | ایضاً | ۶۵۷ھ [۶] | مہرولی | مرید حضرت خواجہ۔ شیخ بدر الدین غزنوی کے پاس آپ کا مزار ہے |

[۱] ۶۹-۱۳۶۸ء۔[۲] ۶۷-۱۳۶۶ء۔[۳] ۷۷-۱۳۷۶ء۔[۴] ۱۲۵۸ء۔[۵] ۱۲۲۶ء۔[۶] ۵۹-۱۲۵۸ء۔

| شیخ حسین دانا | ایضاً | ۶۵۶ھ [۱] | عقب مسجد خواجہ | مرید خواجہ کے تاحیات خانقاہ خواجہ میں رہے۔ |
|---|---|---|---|---|
| شیخ الہ دیا | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ----- |
| شیخ حسن خیاط | ایضاً | ۶۵۹ھ [۲] | نزد دروازہ آستانہ خواجہ | مرید و خلیفہ حضرت خواجہ کے صاحب تجرید و تفرید گزرے |
| شیخ ضیاءالدین دست غیب | ایضاً | ایضاً | اندر آستانہ خواجہ | مرید و خلیفہ حضرت (خواجہ) کے، صاحب سخا و عطا، اندر آستانہ کے، زیر کھرنی آپ کا مزار ہے۔ |
| سید فیروز | ایضاً | ۶۶۹ھ [۳] | ایضاً | مرید خواجہ کے صحیح النسب سادات۔ مزار آپ کا متصل مسجد کہنہ آستانہ خواجہ کے باولی پر واقع ہے |

[۱] ۱۲۵۸ء۔ [۲] ۶۱-۱۲۶۰ء۔ [۳] ۷۱-۱۲۷۰ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| قاضی عمادو قاضی علی | ایضاً | ٦٦٠ھ [۱] | ایضاً | قاضی علی و قاضی عماد یہ دونو بزرگ عالم تبحر صاحب کرامت گزرے ہیں۔ مرید سلسلہ خواجہ کے |
| مولانا مجد دالدین | ایضاً | ایضاً | مہرولی | مرید حضرت خواجہ کے اپنے وقت میں استاد شہر مانے جاتے صاحب ولایت گزرے ہیں۔ |
| شیخ فریدالدین ناگوری | ایضاً | ٦٦٧ھ [۲] | نزد نور منزل | از اولاد قاضی حمید الدین صوفی اصولی ناگوری، کامل و مشہور اولیا گزرے ہیں۔ |
| سیدزادہ مجذوب | • | • | مہرولی | عہد عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ گزرے ہیں ۔ تباہی خاندان تیموریہ کی خبر آپ اس وقت دے چکے تھے۔ |
| شیخ سلیمان ہندی | ایضاً | • | عقب روضۂ خواجہ | کامل بزرگ گزرے ہیں۔ |

[۱] ۶۲-۱۲۶۱ء۔ [۲] ۶۹-۱۲۶۸ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ سلیمان اجودھنی | • | • | شمسی حوض | ازاولاد بابا صاحب آپ کی خانقاہ کے ابھی نشان موجود ہیں۔ |
| مولانا سماءالدین[1] | • | • | --- | سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ میں اجازت یافتہ تھے۔ |
| قاضی عبدالمقتدر | چشتیہ | • | دہلی | اور قاضی رکن الدین دونو مشہور تھے |
| حاجی حاجزنے | ایضاً | • | مہرولی | خلیفہ حضرت خواجہ کے، صاحب کرامت |
| جلال الدین تبریزی | ایضاً[2] | ۶۴۴ھ [3] | عقب عیدگاہ کہنہ | خلیفہ خواجہ کے، مشاہیر اولیاء دہلی سے ہیں۔ |
| شیخ علی سنجری | ایضاً | • | زیر منار قطب | مرید محبّ حضرت خواجہ کے، صاحب عظمت مرجع خلائق گزرے ہیں |

[1] آپ مشہور شاعر و مؤرخ سلسلہ عالیہ سہروردیہ صاحبِ سیر العارفین مولانا جمالی دہلوی کے پیر و مرشد ہیں۔ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے شیخ الکل سمجھے جاتے ہیں۔ [2] حضرت جلال الدین تبریزی شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ اور حضرت بہاء الحق والدین زکریا ملتانی کے پیر بھائی ہیں۔ مزار آپ کا سلہٹ (بنگلہ دیش) میں مشہور و مقبول ہے۔ [3] ۱۲۴۶-۴۷ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ حیدر مخدوم | ایضاً | • | دہلی | قریب مہرولی کے موضع لاڈوسرائے میں آپ کامزار ہے۔ |
| ملک سید العجائب | ایضاً | • | مہرولی | جہاں آپ کی خانقاہ تھی وہاں سید العجائب کے نام سے وہ نام زد ہے۔ |
| شیخ امام الدین امام | ایضاً | ۷۳۰ھ[1] | لاڈوسرائے | مرید و پیش امام مسجد سلطان جی صاحب کے۔ |
| شمس الدین جنارہ پران | ایضاً | • | --- | مشہور اولیاء دہلی سے گزرے ہیں۔ |
| شیخ رکن الدین دہلوی | ایضاً | • | عقب عید گاہ کہنہ | فرزند شیخ امام الدین امام خلیفہ سلطان جی صاحب کے |
| ضیاءالدین | ایضاً | • | پہلوئے پدر | کالو سرائے متصل مہرولی کے آپ کا مزار ہے۔ |
| شیخ اوحد الدین | ایضاً | • | مہرولی | عقب عید گاہ کہنہ کے آپ کا مزار ہے۔ |
| خواجہ عین (معین) | ایضاً | • | دہلی | مرید خواجہ کے مزار آپ کا لب سڑک دہلی ہے۔ |

[1] ۳۰-۱۳۲۹ء

| مولانا درویش واعظ | ایضاً | ٠ | برجھرنا مہرولی | برہان الدین بلخی کے پاس آپ کا مزار ہے |
|---|---|---|---|---|
| شیخ کلیم اللہ جہان آبادی | ایضاً | ۱۱۴۲ھ[۱] | شاہجہان آباد | مناقب میں آپ کا ذکر ہو چکا ہے۔ |
| شیخ محمد صاحب | چشتیہ | ٠ | شیخ محمد کی پائین مشہور ہے | خاندان صابریہ میں صاحب سلسلہ اور خانقاہ آپ کی شاہجہان آباد میں موجود ہے، فیض بازار میں۔ |
| سید غلام ساوات صابری | ایضاً | ٠ | // | درویش کامل مرجع خلائق صاحب خانقاہ |
| مولانا فخر الدین فخر جہان | ایضاً | ۱۱۹۹ھ[۲] | مہرولی | ذکر خیر حضرت کا مناقب میں ہو چکا ہے۔ |

-[۱] ۳۰-۱۷۲۹ء آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کو نئی زندگی بخشی، صاحبِ تصانیف کثیرہ تھے آپ کی شہرۂ آفاق تصانیف مرقع کلیمی اور کشکول شریف مدتوں خانقاہی نظام کے نصاب کا حصہ رہیں۔ [۲] آپ کی ولادت بمقام اورنگ آباد (دکن) ۱۱۲۱ھ / ۱۷۰۷ء کو ہوئی۔ وفات بقول مصنف ودیگر تذکرہ نگاران ۱۱۹۹ھ / ۸۵-۱۷۸۴ء کو ہوئی۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| اکبر شاہ ثانی بادشاہ | ایضاً | ۱۲۵۳ھ [۱] | ،، | مرید و خلیفہ مولانا فخر صاحب کے ولی مادر زاد اکثر کشف و کرامت آپ کی زبان زد خاص و عام ہیں۔ |
| سید صابر علی شاہ صابری | ایضاً | • | شاہجہان آباد | معروف میاں صابر بخش دہلوی مرید اپنے پدر کے مرجع خلائق صاحب خوارق و کرامت۔ |
| مولانا عماد الدین میر محمدی دہلوی | ایضاً | ۱۲۴۴ھ [۲] | ایضاً | خلیفہ مولانا فخر صاحب کے صحیح النسب سادات و امرائے دہلی سے تھے ہنوز آپ کے خوارق اہل دہلی کے زبان زد ہیں۔ |
| سید احمد صاحب | ایضاً | ۱۲۰۰ھ [۳] | مہرولی | صاحب سجادہ مولانا فخر صاحب کے بعد وصال مولانا کے آپ کو مسند آرا کر کے رسوم دستار بندی ادا کر دی گئی تھی۔ |

[۱] ۳۸-۱۸۳۷ء۔ [۲] ۲۹-۱۸۲۸ء۔ [۳] ۸۶-۱۷۸۵ء مگر تمام تذکرہ نگاروں اور تواریخ سے سید احمد نام کے کوئی صاحب سجادہ فخر جہاں کے نہیں ملتے۔ آپ کے پہلے سجادہ نشین آپ کے فرزند تھے جن کا نام مصنف نے سید احمد کے نیچے دیا ہے۔ حالانکہ سید احمد ان کے مرید و خلیفہ تھے نہ کہ سجادہ نشین۔ حضرت فخر جہان کے فرزند اور پہلے صاحبِ سجادہ کا نام قطب الدین نہیں بلکہ مولانا غلام قطب الدین فخری ہے ان کا وصال ۱۸ر محرم ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء کو ہوا تو ان کے صاحب زادے جن کا نام نصیر الدین اور عرف کالے میاں تھا صاحب سجادہ بنے۔ مومنؔ نے ان کے نام کا سجع یوں نکالا ؎ ہر دم نام میاں کالے!

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| مولانا قطب الدین فخری | چشتیہ | • | ,, | پسر و مرید حضرت مولانا فخر صاحب کے بالکل قدم بقدم مولانا صاحب کے تھے۔ پیر صحبت جد راقم کے۔ |
| ماموں بھانجی | ایضاً | • | ,, | یہ دو مزارات مہرولی میں مشہور ہیں اکثر لوگوں کی مرادیں حاصل ہوتی ہیں |
| مولانا غلام نصیر الدین معروف میاں کالے صاحب | ایضاً | • | ,,[1] | خلف مولانا (غلام) قطب الدین آپ نے شاہ سلیمان صاحب (تونسوی) سے بھی فیض پایا۔ |
| محمد دار اخت والد راقم الحروف | ایضاً | •[2] | چراغ دہلی | مرید و خلیفہ میر محمدی صاحب کے سلسلہ چشتیہ قادریہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و فخریہ میں اجازت یافتہ تھے آپ کے خلفا سے مولوی محمد جعفر صاحب زندہ ہیں۔ |
| سید عبداللہ صابری | چشتیہ | • | شاہجہان آباد | صاحب سجادہ اپنے پدر سید صابر علی شاہ دہلوی کے، صاحب کرامت مجاہد باللہ، بالکل فقیرانہ بسر فرماتے تھے۔ |

[1] کالے میاں کا وصال ۱۵ر جنوری ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۶ء کو ہوا۔ [2] افسوس کہ مصنف نے اپنے والد مرحوم کی تاریخ وصال بھی نہیں لکھی۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ یوسف قتال | سہروردیہ | • | دہلی | یہ بزرگ عہد سلطان سکندر میں آئے تھے۔ |
| سید شاہ بڑے صاحب | قادریہ | • | دہلی | یہ حضرت صحیح النسب سادات عظام سے ہیں۔ صاحب کشف و کرامت عہد حضرت محمد شاہ بادشاہ میں وارد دہلی ہوئے، محمد شاہ بادشاہ کو آپ کی خدمت میں نہایت ارادت تھی ہمیشہ آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے تھے۔ تاحال آپ کے مزار فیض بار سے فیض عام جاری ہے تکیہ آپ کا بیچ دریائے جمن (جمنا) میں ہے مگر اس وقت سے تاحال کیسا ہی دریا طغیانی پر ہو آپ کے تکیہ پر پانی نہیں چڑھتا۔ اسی طرح دوسرا تکیہ شام گر بابا سنیاسی کا ہے کہتے ہیں پہلے اس پر بھی پانی نہ چڑھتا تھا مگر اب اس پر پانی آجاتا ہے موسم برسات میں اور حضرت کا تکیہ ابھی انعام الٰہی سے محفوظ ہے۔ |
| شاہزادہ مرزا بہادر صاحب | چشتیہ | • | دہلی | مرید و خلیفہ مرزا روشن صاحب کے صاحب نسبت گزرے ہیں اول درجہ کے زاہد تھے غدر ۵۷ء میں ہی جام شہادت نوش کیا |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| پیر بھیلم | --- | • | ״ ״ | مرجع خلائق گزرے ہیں ہنوز آپ کے مزار سے فیض جاری ہے۔ |
| شمس الدین اوتاد اللہ | ایضاً | • | ایضاً | مرید سلسلہ حضرت خواجہ قطب الدین کے کاملِ وقت گزرے ہیں، سید سبز پوش کا مزار بھی آپ کے قریب ہے۔ |
| مولانا غلام نظام الدین فخری | ایضاً | ۱۲۹۶ھ [۱] | مہرولی | مرید و خلیفہ اپنے پدر کے چند روز کاروبار دنیا میں مصروف رہے آخر عمر میں تارک الدنیا ہو کر قدم بقدم اپنے بزرگوں کے ہو گئے تھے اور نہایت سخی تھے۔ |
| میاں غلام معین الدین فخری | ״ ״ | ۱۳۰۶ھ [۲] | ״ ״ | صاجزادہ خورد میاں کالے صاحب کے بر وقت انتقال اپنے والد کے خورد سال تھے آپ بالکل مجذوب تھے مگر حضرت اللہ بخش صاحب تونسوی سے فیض پایا |

[۱] اکثر تذکرہ نگاروں اور خاندانی ریکارڈ سے ان کی وفات ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء ہے۔ نوٹ: سن ۱۲۹۶ھ اور ۱۳۰۶ھ خواجہ فرید کے سفرِ حج سے بعد کے سن ہیں۔ یہ سفر تو خواجہ فرید ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں کر رہے ہیں۔ پھر یہ مزارات کہاں سے آگئے ؟ [۲] مطابق ۸۹-۱۸۸۸ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شاہ اودانی قادری | // | ۰ | شاہجہان آباد | اپنے جدی سلسلہ قادریہ میں صاحب اجازت تھے اور سلسلہ چشتیہ میں مرید و خلیفہ مولانا فخر صاحب کے |
| حضرت خواجہ باقی باللہ | نقشبندیہ | ۱۰۱۲ھ [۱] | دہلی | خلیفہ خواجہ امکنگیؒ کے امام زمان، مقتدائے دوران، روحانیتِ خواجہ احرار کے فیض یافتہ۔ صاحبِ تصنیف گزرے ہیں۔ |
| خواجہ بیرنگ بن خواجہ باقی باللہ | نقشبندیہ | ۱۰۴۴ھ [۲] | پہلوئے پدر | صاحب کمالات ظاہری و باطنی مرجع خلائق گزرے ہیں۔ |
| حافظ محمد محسن مجددی | ایضاً | ۱۱۴۷ھ [۳] | متصل مقبرہ جد خود | از اولاد شیخ عبدالحق دہلوی خلیفہ محمد معصوم فرزند مجدد الف ثانی کے عالم اجلِ درویش مکمل۔ |
| حافظ سعد اللہ مجددی | ایضاً | ۱۱۵۴ھ [۴] | شاہجہان آباد | مرید شیخ محمد صدیق بن شیخ محمد معصوم مجددی |

[۱] ۴-۱۶۰۳ء جنوبی ایشیاء (ہندوپاک) میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ آپ کے وجود سے پھیلا اور پھلا پھولا۔ حضرت امام مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی آپ ہی کے خلیفہ مجاز اور تربیت یافتہ تھے۔ [۲] ۳۵-۱۶۳۴ء۔ [۳] ۳۵-۱۷۳۴ء۔ [۴] ۴۲-۱۷۴۱ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| خواجہ گلشن مجددی | ایضاً | ۱۱۵۵ھ [۱] | دہلی | مرید خواجہ عبدالاحد مجددی کے، صاحب کشف و کرامت عالم علوم ظاہری باطنی، جامع مسجد میں رہتے تھے۔ |
| سید عبدالرشید مجددی | ایضاً | ؍؍ | ؍؍ | خلیفہ شیخ عبدالاحد مجددی سرہندی کے اور آپ حاجی بھی تھے |
| شاہ شمس الدین حبیب اللہ مرزا[۲] جانِ جانان از اولاد امیر عبدالسبحان اکبری | نقشبندیہ مجددیہ | شہادت آپ کی ۵ ؍ محرم الحرام ۱۱۱۱ھ[۳] میں ہوئی | خانقاہ شریف اندر شاہجہان آباد کے ہے | مرید و خلیفہ حاجی محمد افضل کے، حافظ سعد اللہ صاحب و میاں محمد عابد بزرگان سے فیض کامل حاصل کیا، عالم علوم ظاہری و باطنی، وعظ آپ کا بالکل شمشیر برہنہ اور بہت نازک مزاج تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں سید نور محمد مجددی کے مرید ہو کر ریاضت شاقہ کر کے خرقہ خلافت پایا خوارق و کرامت آپ کی زبان زد خواص و عام ہیں۔ |
| شیخ محمد احسان مجددی | ایضاً | ۱۲۰۶ھ [۴] | دہلی | از اولاد حافظ محمد محسن مجددی دہلوی کے۔ مرید و خلیفہ مرزا مظہر جان جانان سے درویش روشن ضمیر گزرے ہیں۔ |

[۱] ۴۳-۱۷۴۲ء۔ [۲] مرزا مظہر جانجانان۔ [۳] ۱۷۰۰ء/ ۱۶۹۹ء۔ [۴] ۹۲-۱۷۹۱ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شاہ عبداللہ غلام علی شاہ دہلوی سجان مرزا مظہر جان جانان کے | ایضاً | ۱۲۴۰ھ [۱] | شاہجہان آباد خانقاہ مرزا صاحب | خلیفہ صاحب سجادہ مرزا مظہر جانجانان کے، اور بہت سے بزرگوں سے استفادہ اٹھایا، اور مولانا فخر صاحب و سید غلام سادات صابری کی صحبت سے بھی فائدہ اٹھایا خلفا آپ کے بہت ہوئے ہیں مگر بندہ نے آپ کے خلفا میں سے مولانا حاجی حافظ محمد حسین کیرانوی سے علم پڑھا ہے۔ |
| سید نور الدین مبارک غزنوی | سہروردیہ | ۶۴۴ھ [۲] | دہلی | خلیفہ شیخ شیوخ شہاب الدین سہروردی کے نہایت برگزیدہ بعد وفات خواجہ قطب الدین کے قبولیت عظیم پائی۔ |
| شاہ ترکمان بیابانی | سہروردیہ | ہمعصر خواجہ قطب الدین | شاہجہان آباد | ہم زمانہ خواجہ قطب الدین کے، خلیفہ شیخ شیوخ شہاب الدین سہروردی کے صاحب تجرید و تفرید صاحب خوارق و کرامت آپ کے مزار فیض بار سے عام فیض جاری ہے ہزاروں کی مرادیں بر آتی ہیں۔ |

[۱] ۲۵-۱۸۲۴ء۔ [۲] ۴۷-۱۲۴۶ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ ضیاءالدین رومی | سہروردیہ | ۷۲۶ھ [۱] | دہلی | خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے نہایت بزرگ صاحب عظمت مرجع خلائق سلطان علاءالدین خلجی آپ کا مرید تھا۔ |
| شیخ صلاح درویش سہروردی | ایضاً | ۷۴۰ھ [۲] | شیخ سرائے متصل چراغ دہلی | خلیفہ شیخ صدر الدین عارف ملتانی کے سلسلہ چشتیہ میں مرید مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے اور مصاحب بھی تھے۔ |
| شاہ عبداللہ قریشی ملتانی | ایضاً | ۹۰۰ھ [۳] | ایضاً | از اولاد غوث بہاءالدین (زکریا ملتانی) قدم بقدم اپنے جدی سلسلہ کے ابتداسلوک میں ہزار نفل سے کم نہ پڑھتے تھے |
| شیخ بہاءالدین مرید سید کبیر الدین سہروردی | ایضاً | ۹۰۱ھ [۴] | ایضاً | ذات آپ کی جامع کمالات تھی سلطان بہلول لودھی آپ کا نہایت معتقد تھا۔ |
| سید عبدالوہاب بخاری | ایضاً | ۹۳۲ھ [۵] | ایضاً | از اولاد سید جلال الدین سرخ، مرید اپنے جدی سلسلہ کے براہ خشکی جاکر دو حج کیے۔ |

[۱] ۱۳۲۵ء-[۲] ۴۰-۱۳۳۹ء-[۳] ۹۵-۱۴۹۴ء-[۴] ۹۶-۱۴۹۵ء-[۵] ۲۶-۱۵۲۵ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ ابابکر طوسی | ایضاً | • | زیر قلعہ کہنہ | حضرت سلطان صاحب ہمیشہ آپ کے عرس میں شریک ہوتے۔ |
| ملک یار پران | --- | • | ایضاً | ہمعصر شیخ ابابکر طوسی کے مشہور اولیا گزرے ہیں۔ |
| مولانا جمالی کہ نام آپ کا جمال الدین تھا۔ | سہروردیہ | ۹۴۲ھ [۱] | جوار خواجہ میں | خلیفہ مولانا سماءُ الدین دہلوی کے عالم علوم ظاہری و باطنی شاعر بے بدل مقبول بارگاہِ رسول صلعم آپ کا دیوان ہمارے خواجہ (غلام فرید) صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ |
| شیخ اودھن زین العابدین | ایضاً | ۹۴۸ھ [۲] | دہلی | جد مادری شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خلیفہ مولانا سماءُ الدین دہلوی کے |
| شیخ جمال الدین سہروردی | ایضاً | ایضاً | ایضاً | خلیفہ شیخ عبدالوہاب بخاری کے از اولاد سید جلال الدین شریف اللہ (سرخ میر بخاری اچوی) |

[۱] ۱۵۳۵-۳۶ء۔ [۲] ۱۵۴۱-۴۲ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ نورالدین ملک یار پران | گازرونیہ | ۶۹۵ھ [۱] | زیر قلعہ کہنہ لب دریا | مرید شیخ عزیز الدین دانیال بلخی کے وہ مرید شیخ علی خضر کے وہ مرید شیخ ابو اسحاق گازرونی کے |
| شیخ نجیب الدین فردوسی | فردوسیہ | ۷۳۳ھ [۲] | دہلی | مرید خلیفہ شیخ رکن الدین فردوسی کے آپ کے والد کا نام خواجہ عماد الدین تھا۔ |
| ملک زین الدین | --- | ۹۳۲ھ [۳] | ایضاً | عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم قائم الیل صائم الدہر تمام شب تلاوت قرآن میں بسر فرماتے تھے۔ |
| شیخ یوسف قتال | --- | ۹۳۳ھ [۴] | نزد مقبرہ تغلق | مرید و خلیفہ قاضی جلال الدین لاہوری کے۔ |
| مولانا شعیب | --- | ۹۳۶ھ [۵] | دہلی | عالم باعمل کامل وقت علماء دہلی آپ کا وعظ آکر سنتے تھے۔ |

[۱] ۹۶-۱۲۹۵ء۔[۲] ۳۳-۱۳۳۲ء۔[۳] ۲۶-۱۵۲۵ء۔[۴] ۲۷-۱۵۲۶ء۔[۵] ۳۰-۱۵۲۹ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ سلیمان بن عفان | --- | ۹۴۴ھ [۱] | ایضاً | عالم تبحر درویش کامل حافظ بے بدل، شاہ عبدالقدوس گنگوہی آپ کے شاگرد تھے۔ |
| شاہ جلال الدین شیرازی | کبرویہ | ایضاً | عقب گاہ خواجہ | مرید و خلیفہ سید نور بخش قادری کے سلاسل کبرویہ، سہروردیہ، قادریہ، فردوسیہ، رفاعیہ وغیرہ میں اجازت یافتہ لنگر آپ کا ہمیشہ جاری رہتا۔ |
| شاہ سرمد دہلوی | کبرویہ | ۱۰۷۰ھ [۲] | زیرِ مسجد جامع | مجذوب صاحبِ عشق و محبت و استغراق اور آپ شاعر بھی تھے آپ کے مزار سے فیض عام جاری ہے۔ |
| شاہ ولی اللہ محدث دہلوی | نقشبندی | ۱۱۸۰ھ [۳] | بیرون شہر | مرید و خلیفہ اپنے والد مولوی عبدالرحیم نقشبندی کے مشہور و معروف گزرے ہیں۔ |
| مولانا شاہ عبدالقادر | ؍؍ | ۱۲۴۲ھ [۴] | ؍؍ | بن شاہ ولی اللہ محدث عالم بے بدل محدثِ دوران صاحبِ فتویٰ |

[۱] ۳۸-۱۵۳۷ء۔ [۲] ۶۰-۱۶۵۹ء۔ [۳] ۶۷-۱۷۶۶ء۔ [۴] ۲۷-۱۸۲۶ء

| مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی | قادریہ | ۱۲۳۹ھ [۱] | ایضاً | امام المحدثین مقتدائے مفسرین جامع علوم ظاہری وباطنی |
|---|---|---|---|---|
| مولانا محمد اسحاق دہلوی | // | ۱۲۶۳ھ [۲] | بیرون شہر | نواسے شاہ عبدالعزیز دہلوی کے، عالم اجل استاد بے بدل ہزاروں آپ کی توجہ سے مولوی ہوئے۔ |
| میاں مصروف مجذوب | --- | ۹۴۷ھ [۳] | مہرولی | مجذوب صاحبِ کرامت، باوجود سکر کے علم تکسیر میں یگانہ تھے۔ |
| شیخ حسن بودلہ | --- | ۹۴۲ھ [۴] | دہلی | ہمیشہ برہنہ رہتے تھے۔ لکھا ہے کہ مجلس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے تھے۔ |
| شیخ عبداللہ ابدال | --- | • | ایضاً | مشہور و معروف صاحبِ حال گزرے ہیں۔ |
| میاں مونگر لاہوری . | --- | ۹۸۰ھ [۵] | ایضاً | جذب قوی رکھتے تھے شمشیر برہنہ تھے۔ |

[۱] ۲۴-۱۸۲۳ء-[۲] ۴۷-۱۸۴۶ء-[۳] ۴۱-۱۵۴۰ء-[۴] ۳۶-۱۵۳۵ء-[۵] ۷۳-۱۵۷۲ء

| دین علی شاہ مجذوب | --- | • | زیرِ قدم شریف | مشہور صاحبِ کرامت باہیبت گزرے بندہ بھی انکی زیارت سے مشرف ہوا |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| شاہ امان اللہ درویش معروف لعل شہباز مداری | مداریہ | ۹۸۲ھ [۱] | ؍؍ | خلیفہ باباکپور کے، صاحب گروہ لعل شہبازیہ مداریہ، ایک بار اکبر اعظم آپ کی خدمت میں گئے تھے۔ |
| مولانا نورؒ علی شاہ | ایضاً | ۱۲۶۵ھ [۲] | ؍؍ | مرجع خلائق کامل و عامل صاحب تجرید و تفرید، متاہل نہیں ہوئے۔ |
| مولانا شیخ عبدالحق | قادریہ | ۱۰۵۱ھ [۳] | حوض شمسی | عالم تبحر محدثِ وقت صاحبِ فتویٰ و تالیف و تصنیف علمائے جہانگیر سے تھے مرید سید موسیٰ پاک شہید ملتانی کے۔ |

[۱] ۱۵۷۴-۷۵ء۔ [۲] ۱۸۴۸-۴۹ء۔ [۳] ۱۶۴۱-۴۲ء

| شہزادہ محمد دارا شکوہ | ایضاً | ۱۰۷۰ھ [۱] | صحن مقبرہ ہمایوں بادشاہ | بادشاہ، درویش سیرت، فیض یافتہ میاں میر لاہوری اور خرقہ خلافت مولانا (ملا) شاہ خلیفہ میاں میر سے پایا اور شاہ سرمد دہلوی سے بھی فیض پایا آپ کی تالیفات سے سفینۃ الاولیا، و سکینۃ الاولیا، رسالہ حق نما، حسنات العارفین، مجمع البحرین، سر اکبر، دیوان اکبر، ترجمہ جوگ بشٹ۔ تخلص قادری کرتے تھے اول درجہ کے موحد تھے۔ |
|---|---|---|---|---|
| خواجہ ہاشم دریادل | ایضاً | • | دہلی | عہد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ میں مشہور فقیر گزرے ہیں۔ |
| سید حسن رسولؑ نما | ایضاً | ۱۱۰۳ھ [۲] | ان کی درگاہ مشہور ہے | مرید شاہ محمد مقیم حجرہ دال، کے صاحب خوارق و کرامت جو آپ کا مرید ہوتا اسی شب زیارتِ رسول اللہ سے مشرف ہوتا۔ دوسرا جو چاہتا تھا پانچسو روپیہ اس سے برائے طلبا لے کر زیارت رسول اللہ کراتے تھے۔ |

[۱] ۶۰-۱۶۵۹ء۔ [۲] ۹۲-۱۶۹۱ء

| باباحاجی زوریہ | سہروردیہ | عہد پتھورا | خندق قلعہ پتھورامہرولی | درویشان اہل اسلام میں سے سب سے پہلے وارد دہلی ہوئے خوارق وکرامت آپ کی زبان زد خاص وعام ہے |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| سید حسین ثانی | قادریہ | عہد بابر بادشاہ | زیر لاٹھ قلعہ پتھورا | سادات صحیح النسب وارد ہندوستان ہو کر قلعہ پتھورا میں سکونت پذیر ہوئے۔ نہایت بزرگ، آپ کو امام ضامن بھی کہتے ہیں مزار آپ کا مرجع خلائق ہے۔ |
| خواجہ بسنت سہروردی | سہروردیہ | • | مزار باؤلی خواجہ قطب الدین | مشہور و معروف مرجع خلائق گزرے ہیں۔ |
| سید امجد و مولانا شعیب | --- | • | حوض شمسی | سلسلہ ان کا نہیں معلوم ہوا مگر مشاہیر سے گزرے ہیں۔ |
| شیخ نجم الدین متوکل | چشتیہ | ہمعصر سلطان جی صاحب | متصل بی بی نور | مرید و خلیفہ و برادر خورد حضرت باباصاحب کے صاحبِ خوارق و کرامت گزرے ہیں اور بی بی نور، یہ بھی بہت بڑی بزرگ صاحب راز و نیاز گزری ہیں یہ جگہ مہرولی سے دو کوس ہے۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ مبارز الدین | ایضاً | ہمعصر خواجہ | نزد لی لی نور | خلیفہ حضرت خواجہ کے مزار آپ کا لی لی نور سے باہر جانب مہرولی جاتے ہوئے برلب سڑک واقع ہے۔ |
| چہل تن چہل من | --- | • | مہرولی | یہ مزارات اولیا مسجد سے تھوڑی دور پر واقع ہیں اکثر ان مزارات سے اظہارِ کرامت ہوتا ہے مگر صحیح نہیں معلوم کہ یہ بزرگ کس وقت آئے اور کس خاندان سے تھے۔ |
| شاہ شکر ریز | چشتیہ | • | مہرولی | یہ مزار بھی متصل اولیا مسجد کے ہے پہلے اس میں سے شکر نکلتی تھی جب وہ لوگ بیچنے لگے بند ہو گئی۔ ایک مدت بجائے شکر کے زرد رنگ مٹی نہایت باریک نکلی کہ اوائل عمر میں مٹی نکلتے کاتب الحروف نے بھی دیکھا۔ |
| شیخ رکن الدین سہروردی | سہروردیہ | ۸۸۰ھ [1] | دہلی | مرید شیخ صدر الدین حکیم سہروردی کے مرد متوکل، ہمیشہ در حجرہ بند کر کے مشغول حق رہتے۔ |

[1] ۱۴۷۵-۷۶ء

بعد زیارت مزارات اولیاء اللہ دہلی و ملاحظہ صناعات، مکانات دہلی پانچ ماہ ذیقعد کو بسواری ریل رونق افروز جے پور ہو کر خانقاہ والا جاہ حضرت مولانا سید ضیاء الدین خلیفہ حضرت فخر صاحب میں تشریف لے جا کر زیارت مزار مولانا مبرور سے مشرف ہو کر، ہوا محل وغیرہ مکانات عمدہ جے پور کا ملاحظہ فرما کر شب باش ہوئے، وہاں کے درویش اور سر گروہ علماء سے ملاقات فرما کر مساکین کی دستگیری کی۔ آخر شب کو سوار ہو کر علی الصباح داخل دارالخیر اجمیر شریف[1] ہو کر مع قافلہ حجاج کے نماز صبح کی آستانہ فیض نشانہ حضرت خواجہ میں جماعت ادا فرما کر حاضر روضہ اقدس ہو کر فاتحہ پڑھی اور مزار پُر انوار کے سامنے باادب بیٹھ کر تا وقت اشراق مراقب رہے، بعد دعا حصول حاجات

---

[1] "مقابیس المجالس کے مطابق ۲۵ر محرم ۱۳۱۷ھ / جون ۱۸۹۹ء کو خواجہ فریدؒ اپنے سفر ہند کا ذکر فرما رہے تھے۔ یہ غالباً سفرِ حج سے پہلے کا سفر ہندوستان تھا۔ مختلف احوال کے بیان کے بعد اجمیر کے حوالے سے فرمایا کہ: " میں بہت دفعہ اجمیر شریف جا چکا ہوں لیکن اس چولستان اور ماڑ کے راستے حج سے پہلے پانچ بار گیا ہوں۔ پہلی بار البتہ زادِ راہ اور خرچ ساتھ لے گئے تھے لیکن دوسری بار صرف ایک روپیہ یا ایک روپیہ چار آنے ساتھ تھے۔" (ص ۷۶۲) اسی طرح "مقابیس" میں ایک اور جگہ اجمیر کے حوالے سے 'آدابِ سماع' کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ: "آج کل اکثر درویشوں کے خاندانوں سے آدابِ سماع مفقود ہو چکے ہیں۔ چونکہ آداب بجا نہیں لاتے (اس لئے) لذت و ذوق سے بھی بے بہرہ رہتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے اجمیر شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں آج کل یہ دستور ہو گیا ہے کہ مجلسِ سماع میں غربا و مساکین ایک فرش پر بٹھائے جاتے ہیں اور سجادہ نشینوں، امیروں اور دولت مندوں کے لئے دوسری طرف معزز طریق پر قالینوں پر بٹھانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ایک دن حضرت خواجہ بزرگ کے عرس کے موقع پر سماع خانے میں مجلسِ سماع منعقد ہوئی۔ ایک طرف سجادہ نشین، امیر اور دولت مند لوگ تھے۔ مجھے بھی اسی صف میں جگہ دی گئی اور دوسری طرف باقی لوگ تھے۔ جب قوالی شروع ہوئی تو میں نے دیکھا کہ امیروں کی صف میں سلسلۂ گفتگو اور چائے نوشی جاری رہا۔ یہ لوگ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے اور وہی غریب لوگ باقی رہ گئے۔ میں بھی اٹھ کر عوام کے ساتھ جا بیٹھا......" (ص ۱۷۷)

دارین قدموس ہو کر رخصت ہوئے۔ تھوڑی دیر دیوان صاحب آستانہ کے پاس بیٹھ کر فرودگاہ پر تشریف لائے۔ تا قیام فیض انضمام میاں اسد علی شاہ صاحب موجود رہے۔ سات تاریخ ماہ مذکور کو منجانب آستانہ عالی **رسمِ دستار بندی** ادا ہوئی بعد اس کے خدام آستانہ کو معمولی نذرانہ پیش کش کیا گیا، وہاں سے اٹھ کر چلہ مدار صاحب اور مزار سید حسین خنگ سوار پر گئے۔ تارہ گڑھ ،اُنا ساگر ، جھالرا وغیرہ مکانات نامی اجمیر کو دیکھا۔

شہر اجمیر، پرانا شہر اور بوجہ اتصال تالاب پشکر راج کے کہ آبادی سے تین کوس ہے اہلِ ہند اس کو جائے تیر تھ اور مقدس مانتے ہیں۔ یہ کہنا بہت ٹھیک ہے کہ ہندوستان میں بنائے اسلام بوجہ قدوم میمنت لزوم خواجہ سے قائم ہوئی۔ وصال خواجہ کا ۶۳۳ ہجری / ۱۲۳۶ء میں ہوا اور درگاہ والا جاہ کی عمارت حسب کوشش شیخ حسین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کہ اولاد سے شیخ حمید الدین ناگوری کے تھے ،بامداد سلطان غیاث الدین خلجی کے تیار ہوئی اور اسی بادشاہ نے ایک لاکھ کی لاگت سے دروازہ درگاہ کا تیار کرایا۔ بعد اس کے جدِ راقم سلطان نور الدین جہانگیر نے طلائی کٹہرہ تیار کرایا۔ اس کے بعد راجہ جے سنگ سوامی نے چاندی کا کٹہرا بنوایا اور بیرونی دروازہ کے کواڑ فیض اللہ خان بنگش کے چڑھائے ہوئے ہیں۔ بازار جلال الدین محمد اکبر اعظم نے تیار کرایا اور ایک مسجد بنوائی جو موجود ہے۔ بعد اس کے حضرت شاہجہان بادشاہ نے مسجدِ موجودہ کہ مسجدِ شاہجہانی مشہور ہے دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ کی لاگت سے تیار کرائی جو چودہ سال میں بن کر تیار ہوئی تھی موجود ہے۔

**ڈھائی دن کا جھونپڑا** یہ مسجد پہلے زمانہ راجہ اندر سین میں بتخانہ تھا۔ ۵۹۵ھ / ۹۹-۱۱۹۸ء میں شہاب الدین غوری نے اس بتخانہ کو خراب

کر کے اس کو مسجد بنایا، تیسرا درجہ اس مسجد کا سلطان شمس الدین التمش کا بنایا ہوا ہے۔ بعد اس کے نو (۹) ماہ مذکور کو چار بجے گاڑی پر سوار ہو کر جے پور ،باندیکوئی، اکبر آباد، کانپور، الہ آباد، جبل پور، ہوشنگ آباد ہوتے ہوئے، چودہ کو داخل بمبئے ہو کر پانچ روز قیام فرمایا۔ خدام والا مقام کو قافلہ کے لئے فراہمی سامان خورونوشی کا حکم فرمایا، اس عرصہ میں اور بہت سے شائقین زیارت بیت اللہ و روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو تہی دست تھے جمع ہو گئے۔ انیس ہزار روپیہ جو لے کر چلے تھے یہاں تک کل صرف میں آیا۔ خزانچی نے عرض کیا کہ خزانہ عامرہ میں اب برکت ہے ایک حبہ باقی نہیں رہا، اس پر ارشاد فرمایا کہ مقام اندیشہ کا نہیں کارساز حقیقی مالک ہے۔ تمام خدام کو فکر تھا کہ روپیہ سب خرچ ہو چکا ہے اب پردیس میں دیکھئے کیا ہو گا الغرض وہ دن اسی ششن و پنج میں گزرا مگر رات ہی رات میں پروردگار عالم نے امداد فرمائی صبح ہوتے ہی پھر وہی اخراجات جاری ہو گئے کسی نے سچ کہا ہے ''جن کا تکیہ رب ہے ان کو رزق ہمیشہ''۔ اللہ صاحب اپنے دوستوں کی کوئی حاجت رکی نہیں رکھتے۔ پس حکم دیا کہ درویشوں کے واسطے دوم درجہ کی ٹکٹ، ضعفا کے لئے اول درجہ کی ٹکٹ، باقی سب کے واسطے سوم درجہ کی ٹکٹ لے کر سامان بار کرا دیں اور ۲۰ ماہ مذکور کو بگھیوں میں سوار ہو کر مع ہمراہی قافلہ کے دریا پر آئے۔ بعد ادائے نماز مغرب بشب جمعہ جہاز پر سوار ہوئے اور تمام قافلہ کو حکم دیا کہ یہ پڑھیں بسم اللہ ما قدرو اللہ حق قدرہ و الارض جمیعاً قبضۃ و یوم القیامۃ و السموات مطویات بیمینہ سبحانہ تعالیٰ عما یشرکون بسم اللہ مجریہا و مرسہا ان ربی لغفور الرحیم اور حکم دیا کہ مچھلی خشک کوئی بھون کر نہ

کھائے کہ موجب اذیت کا ہوگا اور طبیب ہمراہی کو حکم دیا کہ جس کسی کو دوران سر یا متلی ہو فوراً اس کا دفعیہ کرو یہ خیال مت کرو کہ یہ ہمارے ہمراہ ہے یا دوسرا شخص ہے۔ جیسا کہ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش زیک جوہر اند

چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضو ہا را نماند قرار

تو کز محنت و دیگران بے غمی
نشاید کہ نامت نہند آدمی

(ترجمہ: (۱) آدم کی اولاد ایک دوسرے کے لئے عضو کی مانند ہیں کیونکہ سب ایک ہی جوہر سے پیدا ہوئے ہیں۔
(۲) اگر زمانہ کسی ایک عضو کو تکلیف دے گا تو دوسرے اعضاء بھی درد سے تڑپ اٹھیں گے۔
(۳) اگر تو دوسروں کے دکھ درد سے بے فکر ہے تو تجھے آدمی کہنا ہی قطعی غلط ہے۔

اتفاقاً اسی شب کو ایک افغان کا انتقال ہوا، اس کے ہمراہیوں نے جنازہ کفنا تیار کیا، جملہ مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھی، بعد اس کے حضرت خواجہ صاحب مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ اس متوفی کو تین طور پر ثواب حاصل ہوا، اول یہ کہ فی سبیل اللہ مہاجر تھا، دوم شب جمعہ، سوم یہ کہ پانی میں ڈالا گیا اور فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے ارادہ حج بیت اللہ کر کے چلا اور وہ راہ میں فوت ہوا قیامت تک داخل ثواب رہے گا تاریخ ۲۵ ماہ مذکور بالا کو مولوی بلاول صاحب سے فرمایا کہ مہاجرین کو کچھ فضائل حج سناؤ، انہوں نے بموجب امر عالی نہایت قبض (شرح) وبسط کے ساتھ فضائل حج بیان کرنے شروع کئے اور کہا کہ ایک نماز ادا کرنا مسجد نبوی صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم میں ہزار درجہ بہتر ہے دیگر مساجد سے۔ اور ایک نماز خانہ کعبہ کی، ہزار درجہ بہتر ہے نماز مسجد نبوی سے۔ اس پر حضرت خواجہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے زبان فیض ترجمان سے یوں فرمایا کہ ایک نماز مسجد نبوی میں ادا کرنا بہتر ہے دس ہزار

حصہ دیگر مساجد سے اور ایک نماز خانہ کعبہ کی دس ہزار درجہ افضل ہے مسجد نبوی علیہ السلام سے ،اس پر مولانا حافظ اللہ بخش مغفور متخلص بہ مسکین مؤلف کتاب فرخ فریدی نے عرض کیا کہ مراد نماز خانہ کعبہ سے داخل کعبہ ہے یا حرم شریف ؟اس پر زبان دُرفشان سے ارشاد فرمایا کہ مراد حرم سے ہے۔ پس بتاریخ ۲۶ ماہ مذکور بعد نماز ظہر سخن احرام و میقات درمیان میں آیا۔ ارشاد کیا کہ بیت اللہ شریف کے چاروں طرف حرم ہے ،اعلیٰ مسافت حرم کی سات کوس اس سے کمتر تین کوس، حدود موصوف میں ظلم وبدعت بدکاری کرنا نعوذباللہ سخت منع ہے۔ بلکہ گرگ بھی گوسپند کو اس حد میں نہیں ستاتا[۱]۔

۲۷ ماہ مذکور بوقت صبح قریب عدن کے جہاز پہنچا کہ جو بمبئے سے سولہ سو میل ہے اہالیان جہاز نے جہاز کو لنگر کیا مسافر چھوٹی کشتیوں میں سوار ہو ہو کر برائے خرید و فروخت جانے لگے۔ حضرت خواجہ صاحب دامت برکاتہ نے خانسامان کو حکم دیا کہ ہمارے ہمراہی قافلہ سے جو کوئی سیر کو جائے اس کو خرچ دے دو، الغرض قریب شام کے تمام مسافر آگئے اور بوقت نصف شب بادبان اٹھایا جہاز روانہ ہوا۔ ۲۸ کو باب سکندر سے گزر کر ۲۹ کو بوقت اشراق قریب شہر جدہ کے پہنچے اول تاریخ ماہ ذی الحجہ بروز یکشنبہ احرام باندھا گیا۔ اول سالار اولیا حضرت خواجہ صاحب نے اصلاح ہو اکر غسل فرمایا بعدہٗ مشک گلاب میں حل کی ہوئی جسد مبارک سے لگائی اور اپنے قافلہ کو مرحمت فرمائی

---

سرائیکی دیوانِ فرید کی کافی نمبر ا میں یہ بات یوں بیان ہوئی ہے ۔

اے نور سیاہ مجسم ہے عین سوادالاعظم

تھیا بے شک آمن بے غم جو حرم احاطے آیا

اور تہمند باندھا اور سفید چادر مبارک اوڑھی، سر مبارک کو برہنہ رکھا اور دو رکعت نفل بدین طور گزاری یعنی رکعت اول میں قل یاایُّہاالکفرون رکعت دوم میں سورہ اخلاص اس کے بعد یہ آیۃ پڑھی ربنالا تزغ قلوبنا بعد از ہدیتنا و ہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب ۔ بعد تاریخ دوم ماہ ذالحجہ کو قریب جدے کے پہنچے جو عدن سے چھ سو میل ہے اور بمبئی سے دو ہزار تین سو میل ہے۔ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں سوار ہو کر تیسری (تاریخ ؟) کو بوقت شام زیر حصار جدہ شب باش ہوئے۔ صبح ارکان سلطان نے فی اسم ایک روپیہ وصول کیا اتفاقاً ایک فقیر کہ جو حضور کے ہمراہیوں سے نہ تھا بول اٹھا، بابا صاحب فقیروں سے بھی لیتے ہو، حضور نے اس کو منع کیا اور فرمایا کہ فقرا کے نزدیک امیر غریب سب یکساں ہیں اور فقیروں کا مال وقف ہوتا ہے یہ تو خزانہ اسلام میں جائے گا جو لقمہ مجاہدین ہو گا بلکہ دینا موجب ثواب کا ہے اور خادم کو اشارہ کیا کہ اس کی عیوض بھی دے دو۔ سبحان اللہ کیا سیر چشمی ہے اور اہل دلی ہے۔ صبح کو داخل جدہ ہو کر آپ نے ایک مکان میں قیام فرما کر ہمراہی قافلہ کو حکم دیا کہ ہر ایک کو علی القدر حاجت خرچ دے دو تا کہ یہ لوگ شہر میں جا کر سیر کریں اور خود بدولت مزار حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوئے، سرہانہ آپ کا جانب جنوب اور منہ جانب کعبہ معظمہ اور قبر مبارک نہایت دراز ہے۔ یہ شہر جدہ کنارہ دریا پر آباد ہے، بازار خوب بدل مرغوب کل عمارات سنگین ہیں باشندے عربی بولتے ہیں، یہاں تک (کہ) ہر ملت مذہب کا آدمی برائے تجارت آسکتا ہے آگے سوائے اہلِ اسلام کے دوسرے کو حکم نہیں۔ اس شہر میں پانی بہ قیمت ملتا ہے اس واسطے کہ چاہ وغیرہ نہیں

ہیں۔ قدرت خدا سے مینہہ ہر مہینہ برستا ہے اور پہاڑوں کے کھڈ بھر جاتے ہیں اور اب نہر بھی جاری ہو گئی ہے۔ اور یہ شہر بہت پرانا ہے، اس کے دروازہ کے پاس مسافر خانہ ہے ،ایک آدمی سے فی یوم ایک قرص (قرش) لیا جاتا ہے کہ جو سکہ مسّی (تانبے کی) ہے ایک روپیہ کے تیرہ قرص (قرش) ملتے ہیں۔ اور ایک گر یعنی ایک مشک ایک قرص (قرش) کی ملتی تھی۔ اب نہر کا پانی استعمال میں آتا ہے۔ عملداری سلطان کی ہے، کانسل (قونصلیٹ) انگریزی رہتا ہے۔ اہل ہند کے مقدمات اس کے اجلاس میں پیش ہوتے ہیں، چوتھی ماہ ذالحجہ کو ش تمام قافلہ کے بسواری شتر روانہ ہوئے، جب مکہ معظمہ تین میل رہا اول ایک خلیفہ فرستادہ شیخ محمد حسین مطوف مکی واسطے استقبال کے آیا تحفہ تبرک آبِ زم زم پیش کیا، حضور نے قدرے نوش کیا باقی تمام قافلے کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ جب سواری قریب مکہ کے پہنچی شیخ عبداللہ صاحب پسرِ کلاں شیخ محمد حسین صاحب مطوف پیشوائی کو آئے اور نہایت تکریم سے معانقہ کر جملہ آداب و قواعد کعبہ مکرر سنائے۔

پھر سب نے دعا کی۔ بعد بتاریخ پنجم ماہ مذکور بوقت صبح شہر انور خانہ دا اور مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کہ جدہ سے ۳۳ میل ہے، بشرف دخول مشرف ہو کر مکان شیخ محمد حسین صاحب موصوف میں متمکن ہوئے اور بوقت صبح صادق بہ تشریف زیارت سراسر فیض بشارت بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ اور بتوسط شیخ عبداللہ صاحب مطوف سات بار بیت اللہ کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا بعد طلوع آفتاب، دوگانہ واجب الشکر بمقام ابراہیم ادا کیا اس کے بعد پھر سات بار طواف کر کے کوہ صفا سے تا مروہ وہاں سے تا صفا دوڑے کہ یہ دونوں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں، جس پر آدم علیہ السلام بیٹھے

تھے وہ صفا ہے، جس پر حضرت حوا بیٹھی تھیں وہ مروہ ہے۔ اور تا قیام فیض انتظام (انضمام) بلاناغہ نماز پنجگانہ بیت اللہ شریف میں ادا فرماتے رہے ایک روز (حضور) جلوہ افروز تھے معزز اشخاص سے ستر آدمی حاضر دربار معلیٰ تھے، زبان فیض ترجمان سے فرمایا[۱] کہ کتب صحیحہ میں وارد ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے طبقہ زمین پر آئے آپ کے ہمراہ دو سنگ بھی آئے تھے۔ پس آدم علیہ السلام نے پہلے کوہ ابو قبیس پر قیام فرمایا اسی زمانہ میں پروردگار عالم نے بنائے کعبہ کا حکم فرمایا، اول حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی قوت سے چھ طبقہ زمین کے کھودے اور فرشتوں نے ساتویں طبقہ پر سے بنیاد کعبہ کی رکھنی شروع کر کے طبقہ اولیٰ تک پہنچائی۔ بعد اس کے وہ نشان معدوم ہو گیا تھا۔ جب زمانہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا آیا بعد وقوعہ فرمانے کے حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور خوشخبری دی کہ پروردگار عالم کا حکم ہے کہ آپ چار دیواری کعبہ کی بنا دیں چنانچہ حضرت خلیل اللہ نے حسب الحکم پروردگار عالم اس جگہ کا تفحص شروع کیا اور جبرائیل علیہ السلام بھی تھے کہ یکایک ایک ٹکڑا ابر کا اس جگہ آکر سایہ فگن ہوا، اس کو دیکھ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ جگہ یہ ہے، چنانچہ خلیل اللہ نے جب اس جگہ کو کھودا پہلے ریت نکلی بعد اس کے وہ بنیاد کہ جو فرشتوں نے تیار کی تھی وہ برآمد ہوئی۔ اس وقت حضرت جبرائیل کوہ لبنان و کوہ قبیس و حرا و صفا و مروہ سے جا کر پتھر لائے اور حضرت ابراہیم دیوار کے بنانے میں مصروف ہوئے، اس وقت حضرت اسماعیل بھی پدر کو امداد دیتے تھے۔ گولائی خانہ کعبہ کی حجر اسود سے تا رکن شامی ۳۳ گز اور

[۱] کعبہ شریف اور حج کے بارے میں خواجہ فریدؒ کے دیگر ارشادات مقدمۂ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

رکن شامی سے تا رکن عراقی ۲۳ گز اور رکن عراقی سے تا رکن یمانی ۲۱ گز اور رکن یمانی سے تا حجر اسود ۲۰ گز جملہ ۹۶ گز ہوا، آثار دیوار کا دو گز اور بلندی چار گز پس دیوار جب قد کے برابر ہوئی، حضرت خلیل اللہ نے درگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ اے میرے رب میرا ہاتھ سر دیوار تک نہیں پہنچتا اب کس طرح تعمیر کروں؟ اس ہی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے میرے خلیل وہ سنگ کہ جو آدم علیہ السلام کے ہمراہ بہشت سے آئے تھے عہد آدم تک وہ کوہ ابو قبیس پر تھے حضرت شیث علیہ السلام انکو وہاں سے لائے جو تجھ تک پہنچے، ان میں سے ایک کو کعبہ کے داہنے کونے پر رکھ دوسرے کو زیر پا رکھ کر کام کر، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ وہ سنگ کہ جو کونہ پر رکھا گیا وہ سنگ اسود ہے حاجی لوگ بوقت طواف اس کو بوسہ دیتے ہیں اور دوسرے پر قدم رکھ کر تعمیر فرماتے۔ اگر اونچے ہونے کی حاجت ہوتی سنگ اونچا ہوتا نیچے ہونے کی حاجت ہوتی وہ قدرتی طور سے نیچا ہوتا، چنانچہ آپکے قدم مبارک کا نشان اس پر ظاہر ہوا۔ جب آپ تعمیر سے فارغ ہوئے اس پتھر کو روبرو کعبہ معظمہ کے رکھا اس کو مقام ابراہیم کہتے ہیں، مابین اس مقام اور خانہ کعبہ کے حاجی لوگ طواف کرتے ہیں، بعد اس کے حضرت خلیل اللہ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ دیوار کس قدر بلند کروں انہوں نے فرمایا کہ میری کعب (ٹخنوں) تک، وہ نو گز اونچی تیار ہوئی اس وجہ سے کعبہ موسوم ہوا، بعد اس کے دہنی جانب مکان واسطے خزانہ وہدیہ وغیرہ کے تیار ہوا اور پشتہ دیوار اور جوڑی کواڑ و حلقہ عہد سلطان عبد الحمید خان میں تیار ہوا، تعمیر کعبہ ششم شوال سے شروع ہو کر پہلی ذیقعدہ کو ختم ہوئی، پس جب خلیل اللہ تعمیر سے فارغ ہوئے تو فرمان الٰہی ہوا کہ یا خلیل۔ آواز کر کہ "بندگانِ خدا

میں نے خانہ خدا تعمیر کیا ہے زیارت کو آؤ''۔ آپ نے عرض کی کہ الٰہی میری آواز کہاں تک پہنچے گی؟ اس پر فرمان الٰہی ہوا کہ تیرا کام آواز کرنا اور میرا کام اس کا پہنچانا ہے۔ بعد اس کے آپ کوہ ابو قبیس پر گئے اور آواز دی، اللہ تعالیٰ نے ان کی آواز تمام دنیا کے گوش زد کی، اس کے سنتے ہی جس ارواح نے لبیک کہا اس کو حج نصیب ہوا، اس میں جس نے دوبار کہا دوبارہ حج نصیب ہوا، جس نے ایک بار کہا ایک حج نصیب ہوا جو خاموش ہو رہا محروم رہا، پھر بعد اس کے دیوار بھی اور بلند کی گئی اور دیگر مکانات تیار ہوئے، یہ فرما کر ارشاد کیا کہ کتب صحیحہ میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ میرے بندے اس خانہ کا طواف کریں گے اور حج ادا کریں گے۔ اگر اس سے کم ہوں گے ہم حسبِ وعدہ فرشتوں کو بھیج کر تعداد پوری کر دیں گے۔ سبحان اللہ پروردگار عالم نے اپنے اس گھر کو کیا بزرگی دی ہے کہ اندر حرم کے ایک نماز ادا کرنے والے کو ایک سال کی نماز کا ثواب ملتا ہے اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد کرتا ہے و من دخل بیتاً کان آمناً یعنی جو داخل ہوا کعبہ میں بخشے گئی پچھلے گناہ اس کے۔ اور پھر فرمایا کہ اہل ایمان دیکھو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آبِ زمزم شفا ہے واسطے ہر مرض کے بعد اس کے مجلس برخاست ہوئی حضور داخلِ حجرہ ہو کر مشغول بحق ہوئے۔ اور بتاریخ ہفتم ماہِ مذکور بوقت عصر پہلے جملہ ہمراہیان کو حکم دیا کہ بسواریٔ شتر جانب جبل عرفات روانہ ہوں اور خانساماں کو ارشاد فرمایا کہ پال چھولداریاں شامیانہ وغیرہ سامان آسائش برائے حجاج بکرایہ لے کر جلد روانہ کرو، اس نے عرض کی کہ اس وقت یہ سامان گراں کرایہ پر ملے گا متبسم ہو کر ارشاد کیا کہ جو کہہ دیا اس پر عمل کرو۔ مجبوراً بپاس امر عالی اس

نے وہ سامان روانہ کیا اور خود بدولت بپاس ادب و حصول ثواب پاپیادہ بعد نماز صبح کے داخل عرفات ہوئے، تمام ہمراہی قافلہ نے بڑھ کر پیشوائی کی اور قدموسی سے مشرف ہو کر عرض کیا کہ شب کو بہت شدت سے مہاوٹ (شبنم / تریڑ) برسی خلقت کو سردی میں نہایت تکلیف ہوئی مگر ہم لوگ حضور کی توجہ سے اس تکلیف سے محفوظ رہے اور جہاں تک ممکن ہوا بندگان خدا کو اپنے پاس لے لیا، موقعہ کے پیش آنے سے کھل گیا کہ حضور نے پہلے ہی نور باطن سے معلوم فرما کر یہ انتظام فرمایا تھا۔

اس سفر میں ایسے ایسے خوارق بہت ذات بابرکات سے ظہور میں آئے جن کی کیفیت طول طویل ہے انشاءاللہ بشرطِ زندگی پھر کسی موقع پر بیان کروں گا۔

نو تاریخ کو کہ روز دوشنبہ تھا وقت عصر قاضی ناقہ پر سوار ہو کر جبلِ عرفات پر آیا اور اور روبکعبہ ہو کر خطبہ پڑھا۔

**جبل عرفات** یہ ایک پہاڑ ہے اس کے نیچے ایک وسیع میدان ہے کہ جس میں حجاج فروکش ہوتے ہیں، وجہ تسمیہ اس کی یوں ہے کہ اول آدم علیہ السلام کو اس جگہ معرفت حاصل ہوئی دوم یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی اس جگہ معرفت اس بات کی حاصل ہوئی اور اسی جگہ جبرائیل علیہ السلام نے معرفت مناسک حج ان کو تعلیم کی اور اسی پہاڑ پر ایک جگہ ہے اس کے پاس بڑے بڑے پتھر سیاہ رنگ کے ہیں جن پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہوئے تھے اس کو جبل رحمت کہتے ہیں۔ اس پہاڑ پر ایک مسجد الزہ ہے اس میں ہر ایک مکان پھٹا ہوا ہے اور وسط میں اس کے ایک جگہ دو دہانہ نہر کے بطور کنویں کے ہیں، منجانب سلطان روم اس میں سے حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور عرفات میں کبھی ایک درخت کنار تھا اس جگہ لوگ دعا کرتے

ہیں اور مسجدِ ابراہیم بھی جبل عرفات پر بطور احاطہ کے، خطبہ اسی مسجد میں پڑھا جاتا ہے۔ پس بوقت غروب آفتاب وہاں سے مع تمام حجاج کے کوچ کیا نماز مغرب حضور نے بمقام مزدلفہ ادا کی۔ یہ جگہ عرفات سے تین کوس جانب بیت اللہ کے ہے یہاں نہر بھی جاری ہے، آدم علیہ السلام اس جگہ حضرت حوا سے ملے تھے اس واسطے اس کو مزدلفہ کہتے ہیں اس میں ایک جگہ ہے کہ اس کو وادئ محسر کہتے ہیں جناب سرورِ عالم کی دعا اس جگہ قبول ہوئی اور اسی جگہ شیطان نے اپنے سر پر خاک ڈالی اس وجہ سے اس کو وادئ حسرت کہتے ہیں۔ پس بعد نماز مغرب کے **جمرة الاولیٰ** پر آئے یہ ایک مینار ہے مسجد خیف کے پاس، یہاں شیطان کو کنکر مارتے ہیں وہاں سے **جمرة الوسطیٰ** پر آئے یہ جگہ بمقام منا ایک نشیب میں ہے یہاں بھی کنکر مارتے ہیں۔ **منا** ایک شہر ہے تین کوس مکہ معظمہ سے جانب شرق اس جگہ بھی قربانی ہوتی ہے اس جگہ جبرائیل امین حضرت آدم سے جدا ہوئے تھے اس وجہ سے اس کو منا کہتے ہیں۔ تاریخ دس کو بعد طلوع آفتاب **جمرة العقبہ** پر آئے سات کنکر اٹھا کر تکبیر کہہ کر شیطان پر مارے۔ یہ جگہ نشیب نما ہے بعدہ اصلاح ہوائی اور بمقام مسلخ کہ جو منا کے کنارہ پر ہے قربانی کی احرام کھولا، گیارہ کو زیارت بیت اللہ سے مشرف ہو کر طواف کیا کہ فرائض حج تمام ہوئے، بعد اس کے خوش ہو کر مساکین کو بہت کچھ دیا۔ اور جائے ذبح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زیارت کی۔ تیرہ تاریخ کو بوقت عشا ستر بار طواف کر کے صفا مروا دوڑے اور پندرہ کو داخل ہوئے۔ بعد اس کے دو رکعت نماز نفل ادا کر کے شیخ عمر بن عبد اللہ بن محمد شیبی سے ملے ان کی عمر اس وقت نوبرس (؟) کی تھی۔ تحائف ہندوستان ان کو دیئے یہ فاتح ہیں

باب خانۂ کعبہ کے، ان کے جد عثمان ابن طلحہ کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجی باب بیت اللہ کی مرحمت فرمائی تھی۔ بعد اس کے دوسرے مقامات ذیل کی زیارت سے مشرف ہوئے یعنی مسجد الرایہ، مسجد الجن، مسجدۃ الشجرہ، مسجد النعیم، مسجد اجیاد، مسجد ابو قیس، مسجد ذی الطوی، مسجد جعرانہ،، مسجد عایشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مسجد مسخر النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، مسجد الکبش یعنی مسجد ابراہیم علیہ السلام، مسجد الخیف واقع منا، دار خدیجہ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دار ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دار خیران، مولد رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مولد علی مرتضیٰ جنت المعلیٰ، مزار حضرت آمنہ والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مزار حضرت خدیجہ، مزارات ستر انبیاؑ علیہم السلام واقع مسجد خیف واقع منا، مزار ابو البرکات صاحب کنز، مزار سید رفائی، مزار ملا علی قاری، مزار جنابہ میمونہ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حجر متکلم، حجر متکائے، غارِ حرا یعنی جبل نور۔ مقام شق الصدر، جبل نور، غارِ جبلِ نور، غار مرسلات کوہ شق القمر، عبادت گاہ سید عبد القادر جیلانی، مسجد حضرت عمر، مسجد امرایہ کہ جنت المعلیٰ کے رستہ میں بلندی پر ہے، مزار فرزند سلطان ابراہیم بن ادہم بلخیؒ اور صحابہ کے مزارات کی زیارت فرمائی۔ مولوی رحمۃ اللہ کیرانوی کے مدرسہ کو دیکھا جو بہ محلہ خندریسہ ہے، طلبا کی امداد کی، وہاں کے علماء و فقراء سے ملے۔ اول روز جب حضور حرم شریف میں حاضر ہوئے ہیں آپ طواف میں تھے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب بھی حاضر حرم شریف تھے آپ کے سر مبارک پر کلاہ فریدی کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ شاہ صاحب آپ شاہ غلام فرید صاحب کے ہمراہیوں میں سے ہیں؟ حضور نے گردن نیچے کر کے فرمایا کہ غلام فرید یہی خاکسار ہے۔ یہ

سن کر گلے سے لپٹ گئے اور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ برادر میں مدت سے تم سے ملنے کا مشتاق تھا جس کے سر پر اس قسم کی کلاہ دیکھتا تھا تمہارا حال دریافت کرتا تھا الحمد للہ کہ آج ملاقات ہوئی الغرض ایسا اعتماد قائم ہوا کہ دونو برگزیدہ آفاق سے ہیں۔ گاہے حاجی صاحب حضور سے ملنے تشریف لاتے کبھی حضور حاجی صاحب کے مکان پر تشریف لے جاتے تا قیام بیت اللہ شریف یہی صورت رہی اور بعد واپس آنے کے بھی رسل رسائل جاری رہے[1]۔

[1] مقابیس میں بھی خواجہ فریدؒ نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلے تفصیلات مقدمہ کتاب میں دیکھیں۔

| اسم بزرگ | خاندان | سن وفات | جائے مزار | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| خواجہ فضیل بن عیاض | چشتیہ | ۱۸۶ھ [۱] | جنت اعلیٰ مکہ معظمہ | مناقب میں آپ کا ذکر ہے |
| شیخ ابابکر کتانی | جنیدیہ | ۳۲۲ھ [۲] | مکہ معظمہ | مرید خواجہ جنید بغدادی کے صاحب زہد و تقویٰ مخاطب مخاطب بہ چراغِ حرم۔ بحالت طواف قرآن ختم کرتے تھے۔ |
| شیخ ابو سعید اعرابی بن محمد بصری | --- | ۳۴۰ھ [۳] | مکہ معظمہ | عالم علوم ظاہری و باطنی صاحب حدیث و فقہ و فتویٰ صاحب تصنیف گزرے ہیں۔ |

[۱] ۸۰۲ء۔ [۲] ۹۳۳-۳۴ء۔ [۳] ۹۵۱-۵۲ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| شیخ ابو طالب محمد بن علی بن عتبۃ البخاری | بصریہ | ۳۸۷ھ [۱] | مکہ معظّمہ | مرید شیخ ابو العباس شاذولی کے، صاحب مقامات بلند و مدارج ارجمند روشن ضمیر |
| امام عبد اللہ یافعی بن سعید یافعی | قادریہ | ۷۶۰ھ [۲] | متصل خواجہ فضیل | متوطن یمن کے تاریخ روضۃ الریاعین و نشر المجالس آپ کی تصنیفات ہیں نہایت بزرگ صاحبِ کرامت گزرے۔ |
| شیخ علی متقی بن حسام الدین | چشتیہ | ۹۷۵ھ [۳] | مکہ معظّمہ | مرید شیخ حسام الدین متقی ملتانی کے صاحب کشف و کرامت گزرے ہیں۔ |
| خواجہ عثمان ہارونی | چشتیہ | ۶۱۷ھ [۴] | مکہ معظّمہ | ذکر خیر مناقب میں گزر چکا ہے۔ |

[۱] ۹۹۷ء۔[۲] ۵۹-۱۳۵۸ء۔[۳] بروز جمعہ یکم ربیع الاول ۹۷۵ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۵۶۷ء آپ محدث اعظم تھے۔ حدیث میں آپ کی یگانۂ روزگار و شہرۂ آفاق تصانیف عرب و عجم میں متداول ہیں جن کی کئی شرحیں اور حواشی لکھے گئے۔ آپ کا اور آپ کے والد اور شیخ حضرت حسام الدین متقی ملتانی کا سلسلہ سہروردیہ ہے۔[۴] مطابق ۲۱-۱۲۲۰ء جنوبی ایشیاء میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کا فیض آپ کے خلیفہ اعظم ہندالولی حضرت خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کے ذریعے پھیلا، جو آج تک جاری و ساری ہے۔

پس ۲۱ ماہ مذکور کو خانساماں کو طلب فرما کر فراہمیٔ سامان سفر مدینہ طیبہ کا حکم دیا۔بائیس کو مع کل ہمراہی قافلہ کے ،بسواری شتر کہ جن کا کرایہ فی کس ۳۳ روپیہ تھا، ۴ میل چلے تھے کہ شام ہوئی وہاں قیام فرمایا۔ صبح ۲۳ تاریخ کو بہمراہی قافلۂ کلاں کہ جس میں جملہ ممالک کے اہلِ اسلام تھے چل کر بوقت نماز فجر وادیٔ فاطمہ پر آئے نماز صبح باجماعت ادا فرمائی تمام قافلہ کے لوگ واسطے حصول زیارت کے آئے۔اس منزل میں یعنی وادیٔ فاطمہ میں بازار اور باغات اور نہر کا پانی بھی شیریں ہے جو مفت ملتا ہے۔ ۲۴ تاریخ کو بوقت استواوہاں سے سوار ہو کر نماز فجر منزل بیر صفا پر آ کر ادا کی یہاں خس پوش بازار ہے پانی شیریں مفت ملتا ہے مگر یہاں سے چوروں کا اندیشہ ہے۔ ۲۵ تاریخ کو پھر دن رہے سوار ہو کر منازل و مراحل طے کرتے ہوئے اور رستہ کی ہر ایک مسجد میں نماز گذارتے ہوئے وارد منزلِ دہم مقام بیر سناسی ہوئے اس جگہ بھی بازار خس پوش ہے کچھ سپاہ سلطانی رہتی ہے۔ دس بجے دن کے یہاں سے روانہ ہوئے جب درخت مدینہ طیبہ کے نظر آئے حضور کو حالت ہوئی[۱] اسی شوق میں شتر سے اتر کر روتے ہوئے پہر بھر رات گئے زیرِ حصار مدینہ طیبہ متمکن ہوئے کہ مکہ سے دو سو چھتیس میل ہے۔ صبح بعد نمازِ اشراق شیخ عبدالرحیم مدنی تشریف لائے پہلے حضرت سے آکر مصافحہ کیا بعد تمام قافلہ کو ہمراہ لئے ہوئے باب الاسلام سے داخل ہو کر محل حرم محترم وروضہ مطہرہ رسول مقبول کی زیارت سے مشرف ہو کر درایشان پر جبہ سائی کر کے سعادت دارین حاصل کی۔اس موقع پر چند حضرات ایسے تھے

---

[۱] ”دیوانِ فرید“ کی کافی نمبر ۱۵۴ ہے ع تھیواں صدقے صدقے آیا شہر مدینہ ! جس سے مدینے میں داخل ہونے کی کیفیات کا اظہار ہوتا ہے۔ دیگر تفصیل مقدمہ کتاب میں۔

کہ ایک دو بار پہلے بھی زیارت روضۂ پاک سے مشرف ہو چکے تھے ان کا بیان ہے کہ امسال جو شرف اور لطف، جو انوار و برکات ہم کو حاصل ہوئے وہ پہلے نہ ہوئے تھے۔ ظاہراً یہ سعادت ان حضرات کو طفیل حضرت خواجہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حاصل ہوئی در حقیقت حضرت عاشقِ صادق روح پاک رسول مقبول ہیں۔ بعد اس کے دیگر جگہ کی زیارت سے مشرف ہوئے بہت سے لوگ مدینہ منورہ کے داخل سلسلہ شریف ہوئے۔

**کیفیت مدینہ طیبہ**: یہ شہر پاک خوش قطعہ، عمارت سنگین، دو منزلہ سہ منزلہ مکانات عالیشان بازار اچھا کہ ہر ایک چیز خور و نوش و پوشش بکثرت ملتی ہے۔ فصیل سنگین، دروازوں پر پہرہ ہائے سلطانی، بیرون شہر دروازہ کے مقابلہ میں آبادی ہے اس میں **ہندی لوگ** رہتے ہیں۔ اہل شہر رحیم و خلیق، ہر کوچہ میں آبِ شیریں کے حوض اور غسلخانہ مردانہ و زنانہ جدا جدا قریب حوضوں کے، ان میں نہروں کا پانی آتا ہے وہ مفت ملتا ہے۔ بیرون شہر قلعہ سلطانی ہے اس میں فوج اور توپخانہ سلطانی رہتا ہے، عجیب نور کا عالم ہے کیوں نہ ہو یہ آستانہ اس بادشاہِ دین و دنیا کا ہے کہ جس کا مداح خود پروردگار عالم ہے یہ مصرعہ حضور کی شان میں نہایت موزوں ہے۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

روضۂ معلیٰ نبوی علیہ السلام مسجدِ نبوی علیہ السلام کے ایک گوشہ میں ہے۔ چہرہ مبارک قبلہ رو تربت پاک کے قریب ہر دو خلیفہ جناب امیر المؤمنین ابا بکر صدیق و امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزار ہیں خوبیٔ مسجد شریف و روضۂ پاک احاطہ تحریر سے افزون ہے۔

اگر فردوس بر روئے زمین است

ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

(ترجمہ: اگر روئے زمین پر بہشت کا ہونا ممکن ہے تو پھر بس یہی زمین بہشت ہے یہی زمین بہشت ہے، یہی زمین بہشت ہے)

دیوار مسجد پاک پر چاروں طرف دلائل الخیرات خوشخط کندہ ہے، تمام سنہری کام ہے اور دیگر سامان روشنی وغیرہ بکثرت اور موزوں طور پر ہے، وقت شب سوائے پہرہ داران کے دوسرے کو رہنے کا حکم نہیں ہے۔

## فہرست ان مقامات متبرکہ کی کہ جن کی زیارت سے مشرف ہوئے

مسجدِ عائشہ، مسجدِ بدر، دوسری مسجدِ بدر کہ جس کے اندر نہر جاری ہے یعنی مسجد شریف مسجدِ خلیص اس کے صحن سے باہر نہر جاری ہے، مسجد الشجرہ ذوالخلیفہ میں تھے۔ **جنت البقیع** یہ مقام بیرون مدینہ منورہ متصل دروازہ کے یہ ایک قبرستان ہے اس کے چار طرف سنگین چاردیواری ہے، اس میں جب داخل ہوئے اول زیارت مزار امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشرف ہو کر قبۂ اہلِ بیت رسول پاک میں حاضر ہوئے یہ ایک عالی عمارت ہے اس میں چوبیں کٹہرہ کے اندر یہ بزرگوار آسودہ ہیں۔ حضرت امام حسنؓ، حضرت عباسؓ، امام زین العابدینؒ، امام محمد باقرؒ، امام محمد جعفر صادقؒ اور اس کے ایک گوشہ میں حضرت سیدۃ النساءؓ دخترِ رسولِ مقبولؐ کا مزار پُر انوار ہے، اس مزار کے اگرد چوبی کٹہرہ نصب ہے یہ مقام ہر طرح سے آراستہ ہے۔ تیسرا قبہ حضرتِ ابراہیم خلف رسول کریم کا عمدہ بنا ہوا ہے، فرش وغیرہ سے درست ہے، اسی میں عثمان بن مظعون و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن وقاص مدفون ہیں۔ چوتھا قبہ کہ ازواجِ

مطہرات رسولِ خدا کا سوائے میمونہؓ و خدیجہؓ کے اس میں آسودہ ہیں۔ پانچویں قبہ میں دوسری دختر رسول کا مزار ہے، چھٹا قبہ عقیل برادر حضرت علیؓ کا ہے، ساتواں قبہ عبدالرحمٰن بن حضرت عمرؓ کا ہے، آٹھواں قبہ امام مالک کا ہے نواں قبہ حلیمہ سعدیہؓ کا ہے۔ دسواں چبوترہ مدفن شہیدان جنگ اُحد کا ہے اور بہت سے مزارات ہیں کچھ مزارات زنانے ہیں، جس میں مرد نہیں جاتے، مزار فاطمہ بنت اسد وابو سعید خدری و صفیہ پھوپی رسول مقبول، سید اسماعیل بن امام جعفر، مالک بن مستان، حضرت عبداللہ والد رسول مقبول، امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ عم رسول۔ جگہ قیام بروقت جنگ احد، مشہد دندان حضرت در اُحد، مشہد حضرت امیر حمزہ مشہد حضرت عثمان غنی، باغ رسول اور وہ کھجور کہ جس نے حضور کو حلقہ مار کر سجدہ کیا اب تک حلقہ زن ہیں۔ جگہ شب باشی جنگ احد جناب سرورِ کائنات، مسجدِ قبا، مسجد جمعہ، مسجد فصیح، مسجد بنی قریظہ، مسجد بنی ظفر، مسجد سلمان فارسی، مسجد ابی حدار، مسجد رایہ، مسجد امی بن کعب، مسجد علی مرتضیٰ قریب عید گاہ، مسجد بنات النجار متصل مسجد الجمعہ۔

بیر عثمان مدینہ سے تین کوس ہے، بیر وضاعہ بیرون دروازہ شامی، بیر حاکہ سامنے مسجدِ نبوی کے ہے، بیر بفہ جنت البقیع سے آگے ایک باغ میں ہے، بیر عس یہ مسجد (سے) نصف میل ہے، بیر اریس اس پر قبہ ہے۔ یہ برائے ادائے نوافل کے ہے، مائدہ حسین علیہ السلام جنت البقیع سے آگے ہے۔ یہاں قبہ ہے اس میں ایک پتھر پر قدم کا نشان ہے، زیارتی کھجور وغیرہ اس نشان میں ڈال کر کھاتے ہیں۔ مسجدِ عمامہ بیرونی آبادی میں، یہاں سرورِ انبیا پر بادل سایہ فگن ہوا تھا۔ الغرض جب تک مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے نماز

پنجگانہ مسجد نبوی علیہ السلام میں ادا فرماتے رہے اور روحانیت حضرت شیخ یحیٰی مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اویسی طور پر فیضیاب ہوئے۔ بعد اس کے در دولت فیض موہبت نبوی صلوٰۃ اللہ و علیہ السلام سے مرخص ہو کر بعد قطع منازل و مراحل حاضر مکہ معظمہ ہو کر بہ نیت عمرہ احرام باندھا اور عشا کے وقت طواف کیا اور صفا مروہ دوڑے۔ صبح کو شیخ محمد حسین اور محمد فقیہہ شیدی کو کہ جو مطوف صاحب جانب سے حضور کے ہمراہ گئے تھے ان کو انعام دے کر خوش کیا۔ بعد اس کے پھر خزانچی نے عرض کی کہ اب صندوق خالی ہے، فرمایا گھر سے لے لو اس نے در دولت پر جا کر عرض کرائی حضرت مائی صاحبہ سلمہا نے کچھ زیور طلائی کہ جو کنیزوں کے پاس تھا بھجوا دیا تعداد میں کئی ہزار کا تھا مگر حضور کے اخراجات حسنات کے آگے کچھ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ دو سو آدمی تو حضور کے ساتھ گئے تھے اور دوسرے حاجی بے خرچ بھی جمع ہو گئے تھے۔ سواریاں جملہ ہمراہی قافلہ کے واسطے بہم کی گئیں اسباب بار کرایا گیا اور حضور بارہ ماہ مذکور کو بوقت عشا بیت اللہ میں حاضر ہوئے اور جملہ رسوم ادا کر کے باب الوادع سے باہر آئے۔ تیرہ کو روانہ طرف جدہ کے ہوئے شیخ محمد حسین صاحب مطوف نے اپنے فرزند کلاں شیخ عبداللہ کو جدہ تک بھیجا۔ فضل الٰہی سے چودہ کو بوقت صبح داخلِ جدہ ہوئے وہاں اژدحام خلائق ہوا جو برائے زیارت خواجہ صاحب آئے تھے اور بہت سے مرید ہوئے۔ ۱۶ ماہ مذکور بوقت سواری جہاز اور تہی دستوں کو بھی ہمراہ لیا کہ جن کے کرائے میں کئی ہزار روپیہ خرچ ہوا اور لنگر سے ان کو کھانا ملنے کا حکم ہوا۔ ۱۹ تاریخ کو بوقت دوپہر عدن [۱] میں داخل ہوئے۔ ۲۴ تاریخ کو وہاں سے روانہ

---

[۱] مقابیس میں عدن کا ذکر بھی آیا ہے۔

ہوئے دوسری ماہ ربیع الاول کو بوقت عشا قریب بمبئے [۱] کے پہنچے اس سفر دریا میں ایک روز طوفان آیا جب جہاز میں پانی آنے لگا تمام جہاز و کپتان جہاز متردد ہو کر دست بستہ...... [۲]۔

(صفحہ اکتالیس بیالیس دستیاب نہیں ہیں ۔ آگے صفحہ تینتالیس سے عبارت ملاحظہ فرمائیں)

شکر گفتار و شیریں لب ہوئے مشہور تم طالب
زبان پر نام کیا آیا فرید الدین ثانی کا

## نتیجہ طبع مولوی محمد ابراہیمؒ صاحب ساکن کرانہ

فرید وقت مے دانم فرید الدین ثانی را
وحید العصر مے خوانم فرید الدین ثانی را
دُرِ دریائے عرفانی ۔ محیطِ فیض یزدانی
خبر از راز پنہانی فرید الدین ثانی را
رخش گلزار سبحانی عذارش وَردِ رحمانی

---

[۱] مناقب (حصہ دوم) میں مولوی غلام رسول سکنہ کوٹ شاہاں کا واقعہ بیان کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ: "...... تیسرے روز خبر گذری کہ حضورؒ حج کر کے واپس براہ کراچی تشریف لاتے ہیں۔" (دیکھیں ص ۲۳۷) لیکن سفر نامے سے تو واضح ہوتا ہے کہ خواجہ فریدؒ کی واپسی بھی بمبئے کے راستے سے ہوئی تھی۔

[۲] آگے دو صفحات کی گمشدگی کی وجہ سے غالباً اصل کتاب کے مالک نے مناقب سے نقل کر کے یہ عبارت لکھی ہے جو راقم کی فوٹو اسٹیٹ میں موجود ہے۔ "۷ / ماہ مذکور کو ریل پر سوار ہو کر براہ جبلپور (؟) لاہور، ملتان، ۱۴ / ماہ مذکور کو داخل چاچڑاں شریف ہوئے۔ جوق در جوق لوگ زیارت کو آنے لگے۔ کئی روز برابر پیہم لنگر عام رہا اور داد و دہش دی"

بہار باغ ربانی فرید الدین ثانی را

جبینش مطلع رحمت فزوغ مشرق عظمت

فروزان نیر مکنت فرید الدین ثانی را

کلید فتح ابرویش شمیم جان بگیسویش

معطر روح از بویش فریدالدین ثانی را

دہانش منبع کوثر زبانش موجہ گوہر

لبانش لعل خوش جوہر فریدالدین ثانی را

نہال قامتش طوبیٰ عصائے حضرت موسیٰ

بود اعجاز چوں عیسیٰ فرید الدین ثانی را

قدومش مقدم رحمت ز عالم زائلِ زحمت

ز خاکش نسخہ حفظت فرید الدین ثانی را

نگاہش رحمت یزدان فراوان قدرت سبحان

خوشا دیدار عالی شان فرید الدین ثانی را

بشوقش دل بود عمان بہ پُر شد ساغرِ عرفاں

بگویم مخزنِ ایقان فرید الدین ثانی را

نگہ از رحمت شایاں بہ ابراہیمؔ شوق عنواں

کہ ایں شد معتقد از جان فریدالدین ثانی را

(ترجمہ : (۱) میں فرید ثانی کو اپنے وقت کا فرید (گنج شکر ) جانتا ہوں اور اسے اپنے زمانے کا یگانہ مانتا ہوں .

(۲) سلوک و معرفت کے چھپے ہوئے بھیدوں کی خبر بھی فرید ثانی کو ہے کیونکہ وہ دریائے عرفان کا موتی اور فیض یزدانی کا احاطہ کرنے والا ہے

(۳) ان کا چہرہ ذات سبحان کا باغ اور انکا رخسار انفاس رحمانی کا پھول ہے .گویا وہ سراپا باغ ربانی کی بہار ہیں.

(۴) ان کی پیشانی رحمت کے طلوع ہونے کی جگہ اور مشرقِ عظمت کا فروغ ہے۔ وہ تمکنت کا روشن سورج ہیں۔

(۵) ان کی بھنویں فتوحات کی جالی ہیں اور ان کے گیسو روح کے لئے شمیم معطر ہیں۔ ان کی خوشبو سے ہماری روحیں معطر رہتی ہیں۔

(۶) ان کا منہ مبارک کوثر کا دہانہ ہے اور زبان موج گہر بار ہے۔ ان کے لب مبارک بہترین کان کے قیمتی لعل ہیں۔

(۷) ان کے قد کا بوٹا طوبیٰ درخت جیسا ہے جو عصائے حضرت موسیٰ کی طرح معجز نما ہے۔ اور پھر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اعجاز عیسوی بھی رکھتے ہیں۔

(۸) آپ کے قدم مبارک رحمت کے آنے کے آثار ہیں۔ جو دنیا سے تکلیفوں کو دور کر دیتے ہیں ان کے قدموں کی مٹی نسخۂ حفظ و امان ہے

(۹) ان کی نظر رحمت خداوندی ہے جس سے ذات سبحان کی بے پایاں قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ آپ کی بلند رتبہ زیارت کا کیا کہنا!

(۱۰) ہمارا دل آپ کے شوق میں بحرِ عمان بنا ہوا ہے جس سے عرفان کے ساغر بھرے جا رہے ہیں لہٰذا میں فرید ثانی کو "مخزن عرفان" کیوں نہ کہوں؟

(۱۱) اپنی شایانِ شان رحمت سے ہمہ شوق ابراہیمؒ پر بھی ایک نظر ہو جائے۔ کیونکہ یہ دل و جان سے آپ کا مرید و معتقد ہے۔

## نتیجہ طبع مولانا نظام الدین صاحب مصحح مطبع مجتبائی دہلی

شریعت ہم زباں ہمدم فریدالدین ثانی را
حقیقت معرفت باہم فریدالدین ثانی را
منم ظاہر او باطن منم باطن و او ظاہر
عیاں دارم نہاں دارم فریدالدین ثانی را
خوشا تحمید و توحیدے خوشا تفرید و تجریدے
خوشا جمیعتے ہر دم فریدالدین ثانی را
نگاہِ لطف فرماید اگر چشم خدا بینش

جہاں بینم اگر بینم فرید الدین ثانی را
سرورے خشد از گاھے مرا صہبائے عشق او
دل وجاں ہدیہ پیش آرم فرید الدین ثانی را
چہ می پرسی ز حالِ مستی و مدہوشیم زاہد!
نہاں در سینہ می دارم فرید الدین ثانی را
اگر طورِ دلم گاہے تجلی گاہ او باشد
شرارِ عشق بنمایم فریدالدین ثانی را

(ترجمہ:(۱) شریعت فرید ثانی کی ہمدم اور ہم زبان ہے اور حقیقت و معرفت دونوں ان میں یکجا ہیں۔
(۲) اگر میں ان کا ظاہر ہوں تو وہ میرے باطن ہیں۔اور اگر میں ان کا باطن ہوں تو وہ میرے ظاہر ہیں، میں اندر اور باہر کی طرف فرید ثانی ہی دیکھتا ہوں۔
(۳)آپ کی حمد خوانی و توحید کا اور تجرید و تفرید کا کیا کہنا؟ آپ کا دل ہمیشہ ''جمعیت خاطر ''کی نعمت سے مالا مال رہتا ہے۔
(۴) اگر ان کی خدا بیں آنکھ مہربانی فرما دے تو سارے جہان کے رموز مجھ پر ان کی زیارت سے منکشف ہو جائیں۔
(۵) اگر ان کے عشق کی شراب سے مجھے کبھی سرور آگیا تو میں نذرانے میں دل و جان پیش کر دوں گا۔
(۶) اے زاہد میری مستی اور ہشیاری کا کیا پوچھتے ہو؟ میں تو اپنے سینے میں فرید ثانی کو چھپائے رکھتا ہوں۔
(۷) اگر میرے دل کا طور کبھی ان کی تجلی گاہ ہو جائے تو میں فرید ثانی کو اپنے عشق کی چنگاریاں دکھلادوں!

## نتیجۂ فکر جناب فیض مآب مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مالک رسالہ زبان دہلی و شارح مثنوی معنوی

فلک رہتا ہے متوالا فریدالدین ثانی کا

پیا ہے مہر نے پیالا فرید الدین ثانی کا
زمیں پر ہے مہِ کامل کہ روشن جس سے سب محفل
جہاں میں حلقہ ہے ہالا فریدالدین ثانی کا
نظر تا لا مکاں ہر دم سفر تا جانِ جاں ہر دم
گزر تا عالمِ بالا فرید الدین ثانی کا
چمن گر عشقِ کامل ہے تو نرگس دیدۂ دل ہے
چراغ داغ ہے لالا فرید الدین ثانی کا
تصرف کا ہے یہ عالم قضا خود ہو گئی مبرم
قدر نے حکم گر ٹالا فرید الدین ثانی کا
فنا فی الذات صاحبِ سر ظہورِ نورِ بی یُبْصِر
تعالیٰ رتبۂ بالا فرید الدین ثانی کا
زہے زورِ یدُاللّٰہی فقیری کرتی ہے شاہی
خزانہ سب لٹا ڈالا فرید الدین ثانی کا
یہاں ہے آبِ حیواں گر وہاں کوثر ہے اشکِ تر
کہ ہے محبوب حق نالا فرید الدین ثانی کا
خدا کی مہربانی سے مجھے کیا لن ترانی سے
کہ ہوں میں دیکھنے والا فرید الدین ثانی کا
رہِ وحدت نے یہ لوٹا کہ کچھ باقی نہیں رکھا
غمِ دزد و غمِ کالا فرید الدین ثانی کا
لباسِ فقراے راخ قبائے بادشاہی ہے
ملا ہے خلعتِ والا فریدالدین ثانی کا

## نتیجۂ طبع مرزا فخر الدین گورگانی دہلوی

نرالا دیکھ کر نقشہ فرید الدین ثانی کا
میں جان و دل سے ہوں شیدا فرید الدین ثانی کا
نہ کرتا یاد لیلیٰ کو کبھی بھی بھول کر مجنوں
اسیر زلف گر ہوتا فرید الدین ثانی کا
سخاوت جس نے حاتم کی نہیں دیکھی وہ اب دیکھے
ہے جاری فیض کا دریا فرید الدین ثانی کا
ولی امت میں حضرت کی ہوئے اور ہونگے بھی لیکن
عجب ہے مرتبہ اعلیٰ فرید الدین ثانی کا
قمر کا رنگ جس کے سامنے تبدیل ہوتا ہے
رخ پر نور ہے ایسا فرید الدین ثانی کا
بشر تو کیا پری و جن بھی آ کر چوم لیتے ہیں
ہے سنگِ آستاں ایسا فرید الدین ثانی کا
''سفر نامہ'' میں پڑھ کر یہ غزل کہتے ہیں سب فخرؔ و
مناقب خوب یہ لکھا فرید الدین ثانی کا

## نتیجہ فکرِ صائب شاعرِ نعت گو مولوی محمد نظام الدین عشق کیرانوی

تم بحر سخا و کرامت ہو یا حضرت شاہ غلام فرید
تم آب زلالِ رحمت ہو یا حضرت شاہ غلام فرید
تم گوہر درج سخاوت ہو تم اختر برج ولایت ہو
تم صاحبِ رشد و رشادت ہو یا حضرت شاہ غلام فرید
تم شیخ شیوخ زمانہ ہو تم پیر فرید یگانہ ہو

تم ہادی راہِ طریقت ہو یا حضرت شاہِ غلام فرید
پروانہ صفت ہیں ہم مضطر اے کاش ہوں روشن جان و جگر
تم شمعِ بزمِ حقیقت ہو یا حضرت شاہ غلام فرید
مشتاقِ جمال انور ہیں بسمل ہیں، تپاں ہیں، مضطر ہیں
ہم پر بھی نگاہِ رحمت ہو یا حضرت شاہ غلام فرید
تم سالک راہِ طریقت کے تم عارف سرِ حقیقت کے
تم زیبِ لباسِ شریعت ہو یا حضرت شاہ غلام فرید
چوکھٹ پہ کھڑا ہے عشق گدا دیتا ہے صدا فرماؤ عطا
تم شاہ ہو شاہِ ولایت ہو یا حضرت شاہ غلام فرید

## غزل

وہ چہ خوش رسمی است در سرکارِ ما
ما بکارِ خویش او درکارِ ما
ما نمی دانم ہوش و عقل چیست
مستی و مدہوشی باشد کارِ ما
صحبتِ ساقی خوش است از این و آں
ترکِ جامِ عشق ننگ و عارِ ما
عین ہوشیاری است مدہوشی مگو
پُرس از پیر مغان اَسرارِ ما
چوں بسرِّ ذاتِ او مخفی شدیم
عینِ اظہار آمدہ اِسرارِ ما
گر خدا خواہی برو در چاچڑان
مظہرِ ذات است روئے یارِ ما

اضطراب احمد اختر را بہ بیں
یار ما دلدار ما غم خوار ما

(ترجمہ: واہ ہماری سرکار کی بھی کیا خوب رسم اور عادت ہے! ہم اپنے کام میں مشغول ہیں اور وہ ہمارے کام میں!
(۲) ہمیں ہوش و خرد کی کچھ خبر ہی نہیں ہے، ہم تو سدا مستی اور مدہوشی میں غرق رہتے ہیں
(۳) ایسے ویسے کاموں سے تو ساقی کی صحبت بہتر ہے۔ ویسے بھی جام محبت کا ترک کرنا تو ہمارے لئے باعث بدنامی ہے۔
(۴) ہم تو عین ہوشیاری میں ہیں اسے تم مدہوشی کیوں کہتے ہو؟ ہمارے راز پوچھنا ہوں تو پیر مغاں سے جا کر پوچھا!
(۵) جب ہم اس کی ذات کی گہرائیوں میں ڈوب گئے تو ہمارے مخفی بھید بھی عین اظہار بن گئے
(۶) اگر خدا کی تلاش ہے تو چاچڑاں (شریف) چلے جاؤ! اس لئے کہ ہمارے دوست کا چہرہ مظہر ذات الٰہی ہے
(۷) اے میرے دوست! اے میرے دلدار! اے میرے غمخوار! کبھی احمد اختر کی بے قراری اور اضطراب تو آ کر دیکھ لو۔

## متفرقات

- تجلی خدا بینم فریدالدین ثانی را
جمال احمدی ہمدم فریدالدین ثانی را

- بحر عصیان سے کیا خطر اس کو
جس کی کشتی کا ناخدا ہے فرید

- بن گیا کامل جو پہنچا چاچڑان
میرے مرشد کا عجب دربار ہے

- مہرباں ہو جس پہ وہ خواجہ فرید
دو جہاں میں اس کا بیڑا پار ہے

# مختصر حالات چاچڑاں شریف

یہ متبرک مقام کنارۂ دریائے سندھ پر عملداری ریاست بہاولپور میں داخل ہے کہتے ہیں کہ کبھی یہ بہت بڑا شہر تھا زمانہ اس کی آبادی اور ملتان کا قریب قریب بیان کیا جاتا ہے، کئی بار دریائے سندھ نے یورش کر کے اس کو ڈبویا کئی بار مختلف جنگوں اور پادشاہ گردیوں میں اس پر زوال آیا آخر کار یہ چھوٹا سا موضع رہ گیا تھا۔ اس میں چاچڑ قوم آباد تھی کہ جو پیشہ کاشتکاری کرتی تھی۔ پس پھر جب اس کے بھلے دن آئے اس وقت یہ وقوعہ گزرا کہ دریا پار کا علاقہ ڈیرہ غازیخان یہ سکھوں کے قبضہ میں تھا وہ لوگ جو بوجہ تعصب مذہبی کے اہلِ اسلام پر نہایت سختیاں اور زجر کرتے تھے اور کوٹ مٹھن شریف بھی اسی علاقہ میں داخل تھا، اہلِ اسلام اس علاقہ کے ہمیشہ حاضر ہو کر حضرت مولانا خواجہ خدا بخش صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کو ستاتے تھے کہ حضرت تباہی سکھوں کے واسطے دعا فرماویں آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بابا ابھی ان کا وقت نہیں آیا صبر کرو، آخر کار آپ نے عملداری سکھوں میں رہنا مناسب نہ جان کر ہجرت کا ارادہ کیا۔ شدہ شدہ یہ خبر نواب صادق محمد خان اول والئ ریاست بہاولپور کو ہوئی کہ جو حضرت سلطان اولیا قاضی محمد عاقل قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید صادق تھے، خود کوٹ شریف حاضر ہو کر ۱۲۳۵ھ یا ۳۶ ہجری / ۲۱-۱۸۲۰ء میں حضرت کو اپنی عملداری میں لائے۔ ہر چند چاہا کہ حضور دارالریاست میں قیام فرماویں آپ نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد

کیا کہ وہاں فسق و فجور کا انسداد نہ ہوگا یہیں کنارۂ دریا پر ایام گزاری کروں گا کہ یہاں سے کوٹ شریف بھی نزدیک ہے اور شارع عام وغیرہ بھی یہاں سے دور ہیں۔ آخر کار چاچڑاں شریف میں متمکن ہوئے۔ حضور کے قدومِ میمنت لزوم سے اس شہر کی ترقی شروع ہوئی مختلف مقامات سے شرفا اور بقال وغیرہ دکان دار آکر آباد ہوئے۔ شہر میں دن دونی رات چوگنی رونق ہونی شروع ہوئی، بازار بن گیا ہر قسم کے خورونوش و پوش کی اشیا ملنے لگیں۔ آپ نے مدرسہ دینی، اور مکتبِ کلام اللہ شریف جاری فرمائے۔ مساجد تیار ہو گئیں چنانچہ اب تیس کے قریب مساجد ہیں۔ بوجہ اجرائے لنگر کے سینکڑوں محتاج اور طلبا رہنے لگے، طالبانِ خدا برائے استفادۂ درویشی جوق جوق آکر مشرف ہونے لگے۔ گو موسم برسات میں چاچڑاں شریف کے گرد چھ چھ کوس تک پانی رہتا ہے مگر اندرونِ شہر ہمیشہ پانی سے محفوظ رہتا ہے۔

(۴)

# کشف الخلافة

إني جاعل في الأرض خليفة

الحمد للہ والمنۃ کہ در ابن و ان سجادہ قرآن کریم سر آمدی

# کشف الخلافۃ

سنہ ۱۳۱۹ھ

از تصنیف شریف صوفی با صفا مرد میدان علم و رضا
کثیر التصانیف شاہزادہ مرزا احمد اختر صاحب خلف اکبر
بیدار بخت ولیعہد حضرت ابوظفر سراج الدین
محمد بہادر شاہ ثانی خلیفہ راشد حضرت محی حبیب اللہ
مولانا خواجہ شاہ غلام فرید صاحب قدس سرہ ثانی
کوٹ مٹھن دام فیوضہم

سنہ ۱۹۰۱ع

قیصر پریس الہ آباد میں باہتمام محمد فصیح اللہ منیجر طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلوٰتُ وَالسَّلام علیٰ رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ امابعد عرض کرتا ہے سگِ درگاہ فریدی احمد اختر جامع مناقب فریدی حصہ اول ودوم وسفر نامہ فریدی، آئینِ فریدی وفیضانِ فریدی، مکتوباتِ فریدی وپنج رقعہ فریدی و سلاسلِ فریدی و اعمالِ چشتیہ فریدیہ ...... فریدی و مخزن المعالجات فریدی وغیرہ وغیرہ کہ یہ احقر عرصۂ دراز سے سلکِ غلامان قبلہ دو جہان واقف اسرارِ ربانی کاشف انوار روحانی حضرت سخی حبیب اللہ خواجہ بندہ پرور مرشدنا و مولانا حضرت خواجہ شاہ غلام فرید صاحب فرید ثانی سلمہ الرحمانی سجادہ نشین کوٹ مٹھن شریف سکنہ چاچڑاں شریف کے داخل ہے اور توجہ متوجہ و کشش باطنی حضرت ظلِ سبحانی سے ہر سال تین چار ماہ خدمتِ اقدس میں حاضر رہ کر شرفِ صحبت حاصل کرتا ہے۔ یہ وہ بارگاہِ فیض جاہ ہے کہ طالبانِ حق مہینوں کے اندر مقاماتِ سلوک طے کرتے ہیں۔ بعض کو یہ دیکھا ہے کہ حضرت شیخ کی نظر کیمیا اثر پڑتے ہی مقامات کھل گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفہ صاحب مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب الہ آبادی کا ماجرا حصہ دوم مناقب شریف میں درج ہے۔ اور جہاں تک دیکھا جاتا ہے جملہ متعلقین و متوسلین اس درگاہ والا جاہ کے اہلِ نسبت وشاغل باخدا ہیں خاص کر بہت سے پیر برادر کہ ریاضت شاقہ اور مجاہدہ کئے ہوئے مقامات سلوک طے کر چکے

اور برکت صحبت و تعلیم و تربیت حضرت شیخ کامل و مکمل سے تزکیہ نفس و تصفیہ قلوب کر چکے تھے اور مدت دراز سے اس آستانہ فیض نشانہ پر معتکف تھے اور قابلیت و لیاقت ان حضرات کی متقاضی تھی کہ یہ حضرات خرقہ خلافت سے مشرف ہو کر اطراف و اکناف عالم میں جا کر اشاعتِ سلسلہ مبارک چشتیہ نظامیہ فخریہ فریدیہ کی کریں مگر چونکہ شیخ مد ظلہ تعالیٰ ہر وقت مقامِ صمدیت میں مستغرق بحرِ شہود و وحدت رہتے ہیں، کسی کو یہ مجال نہ تھی کہ اس گروہ اہل اللہ و عاشقانِ خدا کی طرف سے تحریک کرتا۔

اگرچہ اس سگِ درگاہ کا مدت سے خیال تھا کہ ان برگزیدۂ آفاق کے بارہ میں کچھ تحریک کرے مگر موقع نہ ملتا تھا آخر انعامِ الٰہی سے ۱۳۱۶ھ / ۹۹-۱۸۹۸ء میں دریائے رحمت حضرت شیخ کا موجزن دیکھ کر ایک فہرست مرتب کر کے دربارِ عام میں پیش کی۔ اور سر عجز گوشہ سجادہ پر رکھ کر عرض پرداز ہوا کہ یا ہادیٔ حقیقی و مرشد تحقیقی، یہ سگِ درگاہ امیدوار ہے کہ ان بندگانِ خاص کو کہ جو مدتِ دراز سے درِ دولت پر پڑے مجاہدۂ شاقہ کر کے جسم و جان کو کھپائے ہوئے ہیں رحمتِ خاص سے اجازتِ بیعت اور خرقہ سے مشرف فرمایا جائے۔ قبلۂ عالم نے اس فہرست کو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرما کر سکوت کیا کہ اس وقت دربارِ عام تھا۔ اور اشخاص نامحرم بھی بہت حاضر تھے مگر جب دربار گوہر بار برخاست ہوا اور حجرہ مبارک پر استادہ ہو کر ازراہِ غلام نوازی و ذرہ پروری بکمال رضا و خوشنودی ارشاد فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ اس فہرست میں سے انتخاب کیا جائے۔ پس جب حسبِ فرمان والا فہرستِ اول سے انتخاب کر کے دوسری فہرست مرتب کر کے پیش کی

[1] خلافت ناموں کے اجراء کے سن و سال کے بارے میں تفصیلی بحث مقدمہ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

اس کو کمال غور و خوض سے ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ ان کے نام خلافت نامہ لکھادے۔ وہ فہرست ثانی یہ ہے:

(۱) مولوی نجم الدین صاحب احمد پوری[۱] سجادہ نشین خانقاہ مولانا گل محمد صاحب جامع تکملہ سیر الاولیأ۔ (۲) مولانا رکن الدین جامع ملفوظات حضرت صاحب قبلہ۔ (۳) فقیر محمد یعقوب صاحب چشتی[۲]۔ (۴) شیخ عبدالرحمن صاحب الہٰ آبادی۔ (۵) مولوی خان محمد صاحب چاچڑوی۔ (۶) مولانا فیض اللہ صاحب چشتی صابری مراد آبادی۔ (۷) سید احمد شاہ صاحب سکنہ ٹڈ دولت شاہ۔ (۸) صاحبزادہ میاں نصیر الدین صاحب برادر خورد میاں کرم الدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ پر ارہ (پراران)۔ (۹) حکیم امام الدین صاحب کیرانوی۔ (۱۰) مولوی احمد بخش صاحب چشتی ججوی۔ (۱۱) مولوی نبی بخش صاحب مرحوم ججوی[۳]۔ (۱۲) میاں صدیق احمد صاحب پیرزادہ سہارنپور۔ (۱۳) مولوی محمد بخش صاحب[۴] چاچڑوی۔

---

[۱] مولوی نجم الدین احمد پوریؒ نے خواجہ فریدؒ کا سرائیکی دیوان 'مثنوی معدن عشق' ۱۸۸۲ء میں مرتب کیا تھا، علاوہ ازیں وہ خواجہ فریدؒ کے پہلے 'اردو دیوان' کے مرتب بھی تھے جو ۱۸۸۴ء میں چھپا۔ نجم تخلص تھا اور سرائیکی کے بہت اچھے شاعروں میں سے تھے۔ ایک کافی کا مقطع ملاحظہ فرمائیں۔

کڈیں یار نجم نہ آندے     جیندیں بردیاں دے ہوں باندے
نت ملن سجن دا چاہندے     ہوں شائق تیڈے ، ماندے

[۲] میاں محمد یعقوب ساکن چاچڑاں شریف (مقابیس ص ۸۴۲)

[۳] میاں نبی بخش مہریوالہ (مقابیس ص ۸۴۲)

[۴] میاں جی محمد بخش (مقابیس ص ۸۴۲)

(۱۴) سید محمد عظیم صاحب خادم آثار شریف جامع مسجد دہلی۔
(۱۵) مولانا عبدالودود قادر بخش صاحب متوطن جزیرہ انڈمان پورٹ بلیر ملک برہما (برما)۔ (۱۶) میاں ابو محمد عبدالرحیم محمد ابراہیم صاحب صوبہ دار میجر (۱۷) شیخ محمد امین صاحب مدراسی (۱۸) میاں محمد عبدالرؤف صاحب مدراسی۔ (۱۹) سید شہاب الدین صاحب۔ (۲۰) مولوی محمد قاسم صاحب سکنہ سمیناں (سمینہ تحصیل ڈیرہ غازیخان)۔

اور مولانا رکن الدین صاحب کو حکم دیا کہ مسودہ خلافت نامہ بزبانِ عربی تیار کر کے پیش کرو چنانچہ مولانا رکن الدین صاحب جامع ملفوظات نے حضرت کے حسب الحکم عالی مسودہ مثال (سند) خلافت تیار کر کے اس سگِ درگاہ کو دیا جس کو حضور اقدس نے پسند فرما کر ہر ایک کے نام خلافت نامہ لکھا دینے کی اجازت فرمائی اور بعد تیاری مثالہا دوبارہ ہر ایک مثال کو حضور نے حرف بہ حرف مطالعہ فرما کر دستخطِ خاص سے مزین فرمایا۔ بعد اس کے پیر محمد خان صاحب غوری نے مہرِ خاص حضرت قبلہ و کعبہ ثبت کر کے نمبر سند خلافت اور نام و مقام خلیفہ رجسٹر میں درج کرایا کہ دیگر کوئی بوالہوس اپنی خلافت اس درگاہ سے منسوب نہ کر سکے۔ بعد اس کے جو صاحب موجود تھے ان کو مثالِ خلافت مرحمت فرما کر طریقہ بیعت تعلیم فرمایا اور وہ حضرات جو کہ اس جگہ حاضر نہ تھے اون کو بذریعہ ڈاک بھیج دئے گئے۔ بعد میں وہ صاحب بھی حاضر ہو کر تعلیم طریقہ بیعت سے مشرف ہوئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ اس روز سے دروازۂ فیض کشادہ ہوا قبل اس کے جو چند حضرات باکمال اس نعمتِ خلافت و سعادت سے مشرف ہوئے ہیں ذکرِ

خیر اُن عالی درجات کا آخر کتاب میں آئے گا مگر بعض ناواقف و حاسد ان سلسلہ فرید یہ کہ جن کی نظر ملفوظات خواجگانِ چشت اور تاریخ دیگر اولیا اللہ پر نہیں ہے ان کو توہم فاسدہ پیدا ہوا۔ وقتاً فوقتاً طعنہ زنی اور یاوہ گوئی کرنے لگے۔ لہٰذا لازم آیا کہ ان کو اچھی طرح سمجھا دیا جائے۔ تا کہ آئندہ اس حرکت سے باز آئیں اور تائب ہو کر گناہ ماضی سے پاک ہوں۔ پس وہ لوگ کہ منکر اس خلافت کے ہیں وہ ابطالِ خلافت میں چند سوال پیش کرتے ہیں۔

سوال اول وہ کہتے ہیں کہ یہ خلافت سفارشی ناجائز اور نامقبول ہیں اس میں حضرت خواجہ کی رضا و رغبت نہ تھی۔ دوم کہتے ہیں کہ جو خلیفہ یہاں موجود نہ تھے ان کے خلافت نامہ ان کے وطن میں پہنچ گئے یہ بھی ناجائز ہے اور عوام کے سامنے کہتے ہیں کہ کسی نے مشائخ متقدمین میں سے ایسا نہیں کیا بلکہ حاضر ہونا خلیفہ کا شرط ہے۔ سیوم کہتے ہیں کہ خلفا کامل و مکمل نہیں خلافت دینا سوائے کامل و مکمل کے جائز نہیں۔

پہلے سوال و اعتراض کا جواب دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ خلافت سفارشی کہ جس کو شیخ بکمال رضامندی و خوشنودی منظور فرمائے بہر حال صحیح و مقبول ہے۔ اس سگِ درگاہ فریدی نے از سر نو پیدا نہیں کیا ہے۔ اے حضرات! بلکہ یہ رسم قدیم ہے چنانچہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ العزیز نے حسبِ سفارش اپنے خلفا کے خلافتیں مرحمت فرمائی ہیں۔ جیسا کہ کتاب سیر الاولیا کہ سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں مستند و معتبر کتاب ہے اس کے باب چہارم مناقب و فضائل خلفائے حضرت سلطان المشائخ کو دیکھو چنانچہ اس کی یہ عبارت موجود ہے کہ:

چوں در آخر عمر عنصر ہمایوں وذات خدا نمون سلطان المشائخ راز حمت

مزاحم شد بعضے یاران اعلیٰ و خدمتگاران کہ ملازمت حضرت سلطان المشائخ بودہ اند چنانکہ سید السادات سید حسین و شیخ نصیر الدین محمود کہ دراں ایام خدمت سلطان المشائخ بود و مولانا فخر الدین زرّادی و خواجہ مبشّر کہ خدمتگار قدیم بود و خواجہ اقبال خادم این عزیزان اتفاق کردہ وجہت خلافت سلطان المشائخ سی و دو (۳۲) نفر یاران اعلیٰ کہ بہ علم و زہد و ورع و بذل و عشق و ذوقِ باطنی مشہور بودہ اند خط امیر خسرو تذکرہ کنانید ند و خدمت سلطان المشائخ گذرانید ند سلطان المشائخ فرمود ند چندیں چہ نبشتہ اید چون اثر بے رضائی بدین نسبب مشاہدہ کردند ازان تذکرۃ الاولیا چند نفر را اختیار کردند چون در دوم تذکرہ منتخب کردہ پیش بردند بشرف مطالعہ سلطان المشائخ مشرف شد درباب یکے ازیں بزرگان اعنی مولانا اخی سراج الدین فرمود کہ اول درجہ دریں کار علم است چنانکہ ایں کیفیت شرح درذکر ایں بزرگ تحریر یافتہ است الغرض چونکہ ایں بزرگان در خاطر مبارک سلطان المشائخ جائے دادند سید السادات سید حسین را فرمان شد کہ جہت ایں عزیزان خلافت نامہ ہانویس مولانا فخر الدین زرّادی از کمال علم و فصاحت وبلاغت کہ در وبود خلافت نامہ ہائے ایں عزیزان سواد کرد و سید السادات سید حسین مرحوم بخط مبارک خود بیاض کرد چوں خلافت نامہ ہائے مبارک کتابت شد بخدمت سلطان المشائخ گذرانید ند باز سید حسین را فرمان شد تو کتبہ خود دریں کاغذ ہا بجن بدیں محل سلطان المشائخ سبب کتابت فرمودن کتبہ مذکور حکایت فرمود کہ درانچہ جہت خلافت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ

العزیز بعض عزیزان را اختیار کردند مولانا بدرالدین اسحاق را فرمان
شد کہ جہت ایں عزیزان خلافت نامہ ہا بنویس دریں محل یارے بود
قدیم او گفت و شنود آغاز کرد کہ سالہا من دریں کار خون خوردہ ام و
در ارادت ازیں عزیزان سابقم چرا شاید کہ ہمن خلافت نرسد چہ شود
اگر شیخ مرا خلافت خود ندہد من می توانم کہ ایں چنیں کاغذی بہ
پردازم و بدیں کار مشغول شوم چون ایں سخن بسمع مبارک شیخ شیوخ
العالم رسید مولانا بدرالدین اسحاق را فرمان شد کہ در خلافت نامہ
ہائے ایں عزیزان کہ کتابت کردہ کتبہ خود بجز تاریخ حریصے را دریں کار
تداخل نباشد بعد سید حسین بفرمان سلطان المشائخ در خلافت ہائے
ایں بزرگان کتبہ خود بدیں عبارت کرد حرّرتُ ہذا الأستطر
بالا شارۃ العالیۃ اوام اللہ علابا وصان عن کل آفتہ و حما با
بخط العبد الضعیف الراجی بالفضل الرحمانی حسین بن
المحمّد بن محمود العلوی الحسینی الکرمانی بعدہ سلطان المشائخ
بخط مبارک خویش مزین گردانیدند بدین عبارت من الفقیر احمد بن
محمد بن علی البداونی البخاری وازیں بزرگان ہر جا کہ حاضر
بود در مجلس مختلفہ خلافت نامہ ہائے ایشان باخلعت خلافت در نظر
سعادۃ بخش سلطان المشائخ بدست مبارک ایشان داد ند سلطان المشائخ
ہر یک را ازیں بزرگان بہ نعمت و وصیت مکرم گردانید چنانکہ در ذکر ہر
یکے ازیں بزرگان تحریر خواہد یافت انشاءاللہ تعالیٰ و خدمت مولانا
شمس الدین و مولانا علاءالدین نیلی کہ دران ایام در خطہ آودہ بودند بحکم
فرمان سلطان المشائخ خلافت نامہ ہائے ایں ہر دو بزرگ باخلعت

خلافت بدست مبارک شیخ نصیر الدین محمود داوند تا ایں امانت دینی بدیشاں برساند ۔"

(ترجمہ : جب آخر عمر میں حضرت سلطان المشائخ کے مبارک وجود اور خدا نما ذات کو تکلیف نے آگھیرا تو کچھ بلند مرتبہ دوستوں اور سلطان المشائخ کے قدیمی خدمت گذاروں جیسے کہ سید السادات سید حسین اور شیخ نصیر الدین محمود (چراغ دہلی) جو ان دنوں (حضرت) سلطان المشائخ کی خدمت میں تھے اور مولانا فخر الدین زرادی اور خواجہ مبشر جو قدیمی خدمتگار تھا اور خواجہ اقبال خادم ان سب دوستوں نے اتفاق رائے سے حضرت سلطان المشائخ کی خلافت کے سلسلے میں بتیس (۳۲) ایسے بلند مرتبہ ساتھیوں کے لئے جو علم و زہد، تقوی ایثار اور عشق و ذوق باطن میں نامور تھے ۔ امیر خسرو کے ہاتھوں یاداشت تیار کرا کے حضرت سلطان المشائخ کے سامنے پیش کر دی ۔سلطان المشائخ نے فرمایا : اتنے سارے نام کیسے لکھ دئے ؟ جب اس انداز سے انہوں نے آپ کی نارضامندی ملاحظہ کی تو اولیأ (خلفأ) کی اس یاداشت میں سے چند آدمیوں کو رہنے دیا۔ جب دوسری یاداشت میں سے وہی نام منتخب کر کے لے گئے اور حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے ان میں سے صرف ایک نام یعنی مولانا اخی سراج الدین کے بارے میں فرمایا کہ اس راہ میں سب سے پہلے علم کی ضرورت ہے جیسا کہ یہ کیفیت تفصیل کے ساتھ اس بزرگ کی سند میں لکھی ہوئی ہے ۔

مختصر یہ کہ جب ان سب دوستوں نے یہ بات حضرت سلطان المشائخ کے ذہن نشین کرائی تو سید السادات سید حسین کو حکم ہوا کہ ان سب دوستوں کے خلافت نامے لکھو ! مولانا فخر الدین زرادی نے اپنے علم و فصاحت و بلاغت کے کمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلافت ناموں کا مسودہ تیار کیا ۔ اور سید السادات سید حسینی مرحوم نے اپنے خط میں یہ صاف لکھے ۔ جب یہ خلافت نامے حضرت سلطان المشائخ کو دکھانے گئے تو آپ نے دوبارہ سید حسین کو فرمایا کہ تو بھی ان خلافت ناموں پر اپنے تصدیقی دستخط کر اور پھر اس موقع پر (سید حسین سے) تصدیقی دستخط کرانے کا سبب بیان کرتے ہوئے ایک حکایت بیان فرمائی کہ جب شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خلافت کے لئے چند دوستوں کو منتخب کیا گیا تو مولانا بدر الدین اسحق کو حکم ہوا کہ ان دوستوں کے لئے خلافت نامے لکھو ۔ اس موقع پر ایک قدیم دوست تھا اس نے بات چیت چلائی

کہ برس ہا برس سے میں اس کام کے لئے خون کے گھونٹ پی رہا ہوں اور ارادت (عقیدت) میں بھی ان سب دوستوں سے آگے ہوں پھر مجھے خلافت کیوں نہیں ملتی۔ اگر شیخ مجھے خلافت نامہ خود نہیں دیں گے تو کوئی بات نہیں۔ میں بھی ایسے کاغذ ہاتھ کر کے اس کام میں مشغول ہو سکتا ہوں۔ جب یہ بات شیخ شیوخ العالم کے کانوں تک پہنچی تو مولانا بدر الدین اسحق کو حکم ہوا کہ جن دوستوں کے خلافت نامے تیار ہونے ہیں ان پر اپنے دستخط بھی کر دو۔ تاکہ کسی حریص کو اس کار میں مداخلت کا موقعہ نہ ملے۔ اس کے بعد سید حسین نے ان دوستوں کے خلافت ناموں پر یہ عبارت لکھ کر تصدیقی دستخط ثبت کئے۔

"میں نے یہ چند سطریں (آپ کے) اشارۂ عالیہ سے لکھی ہیں (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کے مراتب کو بلند اور آپ کی ذات کو تمام آفات سے محفوظ و مصئون رکھے) دستخط بندۂ ضعیف فضل رحمانی کا امیدوار حسین بن محمد بن محمود العلوی الحسینی الکرمانی"۔

اس کے بعد سلطان المشائخ نے اس عبارت کے ساتھ ان کو اپنے دستخطوں سے مزین فرمایا:

"فقیر محمد بن احمد بن علی البداؤنی البخاری کی جانب سے"

اور ان بزرگوں (خلفاء) میں سے جو بھی مختلف مجالس میں بیٹھا ہوا تھا ان سب کو حضرت سلطان المشائخ کی سعادت بخش نظر سے گذاری ہوئی خلعت خلافت کے ساتھ یہ سندات خلافت ان کے ہاتھوں میں دی گئیں۔ سلطان المشائخ نے ان بزرگوں میں سے ہر ایک کو نعمت (خلافت) اور اپنی وصیت سے بھی عزت بخشی چنانچہ اسے ہم ان بزرگوں کے ذکر میں انشاء اللہ تحریر کریں گے مولانا شمس الدین اور مولانا علاؤ الدین نیلی (جو ان دنوں علاقۂ اودھ میں تھے) کے خلافت نامے شیخ نصیر الدین محمود کے مبارک ہاتھوں میں دئے گئے تاکہ وہ یہ دینی امانت ان تک پہنچا دیں"۔

ونیز سیر الاولیاء کے باب چہارم صفحہ ۲۸۱ کی یہ عبارت مولانا برہان الدین غریب کے ذکر خلافت دلانے کی موجود ہے:

"عرض میدارد کاتب حروف بر اں جملہ کہ چوں بعضے یاران اعلیٰ را از حضرت باعظمت سلطان المشائخ اجازت خلافت شد سید السادات سید

خاموش عم کاتب حروف و خواجہ بشر کہ از خدمت گاران قدیم سلطان المشائخ بود جائے فرزندان پرورش یافتہ خدمت سید السادات سید حسین گفتند خدمت مولانا برہان الدین از مریدان سابق است و در اعتقاد میان یاراں ممتاز چراشاید کہ ذکر او جہت خلافت خدمت حضرت سلطان المشائخ بکنید سید حسین رحمۃ اللہ علیہ فرمود کہ من باقبال خواہم گفت یا محلے قابل جہت ایں کار خدمت مولانا را خدمت حضرت سلطان المشائخ بگذراند بعدہ سید خاموش و خواجہ مبشر خواجہ اقبال را گفتند بسبب فرط محبتے کہ خواجہ اقبال را خدمت سادات بود و در حمایت ایشان درے گذشت قبول کرد و خدمت مولانا را فرمود کہ شما مستعد شدہ بیائید تا خدمت سلطان المشائخ بگذرانم چوں خدمت مولانا بیامد اقبال خدمت مولانا، اپیش بر دو سید خاموش نیز دراں محل برابر بود و سلطان المشائخ دریں حال میانِ حجرۂ چوب خانہ کہ بالائے بامِ جماعت خانہ بود در پلنگ غلطیدہ و لحاف بالا کشیدہ فاما روئے مبارک ایشان از لحاف بیرون بود الغرض خواجہ اقبال خدمت سلطان المشائخ ذکر کرد کہ مولانا برہان الدین غریب بندۂ قدیم مخدوم راپائے بوسی میکند و امیدوار مرحمت می باشد سلطان المشائخ چشم مبارک باز کرد و جانب مولانا و اقبال دیدن گرفت خدمت مولانا دریں محفل زمین بوسی کرد بعدہ اقبال ہم در نظر مبارک حضرت سلطان المشائخ بقچہ جامہ ہائے خاص باز کرد، پیراہنے و کلاہے کہ صحبت سلطان المشائخ یافتہ بود بکشید و پیش سلطان المشائخ بر دو دست مبارک سلطان المشائخ بر آں پیراہن و کلاہ نہادہ بعدہ خواجہ اقبال در

نظر سلطان المشائخ آن جامہا مولانا برہان الدین را پوشانید و گفت کہ شما ہم خلیفہ اید و دریں معروض سلطان المشائخ ساکت بود و سکوت دلیل رضاست۔''۔

ترجمہ: اس تمام واقعے کے ساتھ ساتھ کاتب الحروف یہ بات بھی عرض کرتا ہے کہ جب کچھ بلند مرتبہ دوستوں کو حضرت با عظمت سلطان المشائخ کی طرف سے خلافت کی اجازت ملی تو کاتب الحروف کے چچا سید السادات سید خاموش اور خواجہ مبشر نے (جو سلطان المشائخ کے قدیم خدمت گاروں میں سے تھے اور جس کو (سلطان المشائخ نے) فرزندوں کی طرح پالا تھا) سید السادات سید حسینؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا برہان الدین پہلے مریدوں میں سے ہیں اور اعتقاد کے لحاظ سے بھی تمام دوستوں سے ممتاز ہیں تو پھر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں ان کی خلافت کا ذکر کیوں نہیں کرتے؟ سید حسین نے فرمایا کہ میں یہ بات اقبال سے کہوں گا یا پھر اس کام کے لئے کوئی مناسب موقع دیکھ کر مولانا (برہان الدین غریب) کو سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ اس کے بعد سید خاموش اور خواجہ مبشر نے اقبال سے (اس بے انتہا محبت کی وجہ سے جو ان کو سادات سے تھی اور اس وجہ سے وہ ان کی حمایت حد سے زیادہ کرتا تھا) کہا تو۔ تو اس نے حامی بھر لی اور مولانا (برہان الدین غریب) سے کہا کہ آپ تیار ہو کر آ جانا تاکہ آپ کو سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کریں۔ جب مولانا (غریب) تشریف لائے تو اقبال نے سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس موقع پر سید خاموش بھی برابر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سلطان المشائخ اس وقت چوب خانہ والے حجرے میں (جو جماعت خانہ کی چھت پر واقع تھا) پلنگ پر لیٹے اوپر لحاف لئے ہوئے تھے۔ البتہ چہرہ مبارک لحاف سے باہر تھا۔ الغرض خواجہ اقبال نے عرض کیا کہ مولانا برہان الدین غریب قدیمی خادم اور آپ کے قدم چومنے والا ہے اور مہربانی کا امیدوار ہے۔ سلطان المشائخ آنکھیں کھول کر مولانا (غریب) اور اقبال کی طرف دیکھنے لگے۔ اس موقع پر مولانا (غریب) نے زمین ادب کو چوما اور اقبال نے بھی خاص کپڑوں کا بقچہ کھولا اور سلطان المشائخ کی استعمال کردہ کلاہ مبارک اور پیراہن مبارک (اس میں سے) نکالے اور سلطان المشائخ کے سامنے لے جا کر اس پیراہن اور کلاہ پر سلطان المشائخ کا ہاتھ رکھوایا اور پھر سلطان المشائخ کے روبرو اقبال نے یہ پیراہن مولانا برہان الدین کو پہنایا اور یہ کہا کہ آپ بھی خلیفہ ہیں۔ اس پیشکش پر حضرت سلطان المشائخ خاموش رہے اور خاموشی بھی رضا مندی کی دلیل ہے۔''

پس اس جگہ غور کرنے کا مقام ہے کہ جو کہا اور کیا ہے، اقبال خادم نے کیا۔ سلطان المشائخ نے کچھ نہیں کیا اور نہ فرمایا اگر پیراہن و کلاہ پہنایا تو اقبال نے پہنایا اور کہا کہ "تم خلیفہ ہو" تو بھی اقبال نے کہا پس افسوس کہ مولانا برہان الدین کی خلافت جو محض سفارشی تھی اور ہمارے شیخ کا خلافت دینا جو کہ خاص اپنی خواہش اور رغبت و رضا کے ساتھ تھا ناجائز کہنا عقلِ سلیم سے بعید ہے۔ کیونکہ جب حال خیر اشتمال حضرت خواجہ فرید ثانی کا مانند حال باکمال حضرت شیخ المشائخ کے ہے چنانچہ جیسے کہ ان کی خدمت میں سفارش کی گئی تھی ایسے ہی اس سگِ درگاہ نے سفارش کی ناظرین غور کر سکتے ہیں کہ فہرست پیش ہونے پر جیسا معاملہ وہاں پیش آیا تھا ویسا ہی یہاں پیش آیا بلکہ وہاں بوقت پیش کرنے فہرست اول کے اثر بے رضائی ظاہر ہوا تھا یہاں وہ بھی نہیں ہوا بلکہ باکمال لطف اور شفقت سے فرمایا کہ یہ بہتر ہے کہ اس فہرست میں سے انتخاب کیا جاوے پس اگر خلافت سفارشی حضرت سلطان المشائخ کی جائز اور مقبول ہے تو بالضرورت خلافتِ سفارشی حضرت خواجہ فرید ثانی بھی مقبول اور جائز ہے اور صحیح ہے کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو جو خلافت ملی ہے یہ حضرت خواجہ فرید ثانی کی رضا و رغبت سے نہیں ملی بلکہ صرف شاہزادہ کی خاطر سے ملی ہے یہ ان کا خیالِ باطل اور زعمِ فاسد ہے کس واسطے کہ حضور نے جن کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اپنی رضا و رغبت کے ساتھ۔ اس کی چند دلیل ہیں۔

ایک یہ کہ جب فہرست اول میں سے انتخاب کرنا چاہئے چنانچہ اس وقت خدام کرام محرمان درگاہ عالی سے خانصاحب پیر محمد خان غوری اہلکار اعلیٰ و میاں دلاور خان صاحب، محمد عمر خان صاحب[1] شاعر متخلص بہ شاہد و

---

[1] محمد عمر خان شاہد مولوی محمد حسن خان گوپانگ بلوچ کے گھر ۱۸۲۵ء میں بمقام دہلی کبیر خان (نزد شیدانی

میاں محمد عظیم المشہور بہ نباہو[۱] و سلطان خانصاحب و میاں برکت علی صاحب[۲] خادم خاص و حکیم اللہ بخش طبیب خاص و میاں نبی بخش صاحب، غوث بخش صاحب و قاضی ابو الخیر صاحب کہ عزیزان حضرت خواجہ سے ہیں و شیخ عبداللہ صاحب عرب و میاں انگن خان صاحب[۳] و غیرہ و غیرہ جماعت

---

شریف ضلع رحسیار خان) پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حضرت مولانا محمد کبیر خان صابر بلوچ سے حاصل کی اور شاعری میں بھی ان کے تلمذ کا شرف حاصل کیا۔ شاہد زندگی بھر ملک الشعرا خواجہ فرید کی صحبت میں رہے اور دیار عرب میں بھی ان کی رفاقت کی۔ بالاخر ۱۹۱۲ء میں فوت ہو کر کوٹ مٹھن میں مدفون ہوئے۔ کلام میں ادبی خوبیاں، علمی نزاکتیں اور فنی محاسن موجود ہیں۔ بلاشبہ وہ سرائیکی زبان کے عمر خیام ہیں۔ ایک ڈوہڑہ ملاحظہ کیجئے۔

روہ پتھر پڑتال ویساں ، رکھ بھال وصال پنل دی
صحیح سنجاتم پیر پنل دے راہوں کیویں ولدی
کن وچہ کیچ دا ڈاج ڈھیم ، تے سوغات ازل دی
شاہد ہمت مول نہ ہاریں اوہ کیچ دی باہ پی بلدی

(تاریخ ادبیات، جلد ۱۴، حصہ دوم ۔ص ۳۰۷)

[۱] میاں محمد عظیم نباہو فقیر کاتب خاص تھے۔ دیوان فرید سرائیکی کا نباہو فقیر والا نسخہ صحت اور کتابت کے لحاظ سے قابل اور اعتماد و استناد نسخوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی عکسی کاپی ہمارے کتب خانے میں موجود ہے اصل نسخہ پبلک لائبریری ملتان میں محفوظ ہے ۔ فقیر نباہو کے نسخے کا حوالہ دیوان فرید کے پہلے مرتب مولانا عزیز الرحمٰن نے بھی دیا ہے ۔

[۲] میاں برکت علی حضرت خواجہ کے قوال خاص تھے تمام راگ اور راگنیوں پر عبور حاصل تھا خواجہ کی کافی گانے میں وہ اپنی ایک مخصوص طرز رکھتے تھے۔ بعد میں حسین بخش ڈاڈھی وغیرہ نے ان کے فن کو زندہ رکھا مگر اب یہ سارے لوگ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ "اللہ بس باقی ہوس"۔ خواجہ حسن نظامی کے بقول حضرت خواجہ فرید میاں برکت علی کی نازبرداری میں کسی کٹ ملا کی حجت کا خیال نہ فرماتے تھے۔

[۳] میاں انگن خان صاحب حضور خواجہ کے دربان خاص تھے۔ کہتے ہیں کہ نواب صادق محمد خان کبھی

کثیر موجود تھے۔

دوم یہ ہے کہ جب دوسری فہرست پیش کی تو اس کو ملاحظہ فرما کر مولانا رکن الدین کو ارشاد فرمایا کہ مثالِ خلافت تحریر کرو اس وقت بھی خدام والا مقام اور دیگر حاجت مندوں سے دربار گوہر بار بھرا ہوا تھا۔

سیوم یہ ہے کہ جب اس سگِ درگاہ نے مسودہ مذکور پیش کیا بکمال غور اس کو ملاحظہ فرما کر نہایت مسرور ہو کر پسند فرمایا اور احقر کو ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کے واسطے مثال لکھا کر پیش کر۔ چنانچہ تین دن کے بعد جب اس سگِ درگاہ نے وہ خلافت نامہ پیش کئے ہر ایک کو اول سے آخر تک مطالعہ فرما کر ہر ایک کو دستخطِ خاص سے مزین فرمایا اس وقت بھی دربارِ عام تھا بہت لوگوں نے یہ معاملہ دیکھا ہے۔

چہارم خلفا کو، جب موقع ملتا وقتاً فوقتاً خلوت میں طریقہ تعلیم تلقین و بیعت کرنا وصیت و نصیحت فرمایا، چنانچہ حضرت صاحبزادہ والا قدر عالی مرتبت حضرت مولانا اولانا خواجہ محمد بخش صاحب اوام اللہ افضالہٗ کی خدمت با برکت میں بھی ہر ایک امر وقتاً فوقتاً عرض کیا گیا ہے، اگر رضا و رغبت نہ ہوتی

---

کبھار شدت عشق و محبت سے مجبور ہو کر آدھی رات کو چاچڑاں شریف پہنچ جاتے تھے۔ "فرید محل" کے دروازے پر پہرہ انگن خان صاحب کا ہوتا تھا نواب صاحب بذاتِ خود آہستہ سے کنڈی کھٹکھٹاتے۔ اندر سے آواز آتی۔ "وے کون ایں؟" (ارے کون ہے؟) نواب صاحب عاجزانہ لہجے میں کہتے "صادق آں" (صادق ہوں) پھر انگن صاحب فرماتے "وے صادق! اساڈی نندر کیوں حرام کیتی ہئی فجر کوں آنویں!" (ارے صادق تو نے ہماری نیندیں کیوں حرام کی ہیں؟ صبح کو آجانا!) بہر حال بڑی منت سماجت، التجا و زاری من منوتی کے بعد "انگن فقیر" دروازہ کھولتے اور حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کو اطلاع کرتے۔ تب دونوں مرید و مرشد صادق محبت کی پیاس بجھاتے، راز و نیاز کی باتیں ہوتیں اور پھر نواب صبح صادق خان والئ بہاولپور صبح ہونے سے پہلے ہی غائب ہو جاتے۔

توکیوں ایسے معاملے شفقت کے ساتھ کرتے۔

پنجم یہ کہ جب مولوی نبی بخش مرحوم کو ہمدست آدمی معتبر خلافت نامہ پہنچا تو بعد چندروز کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ قبلہ عالم اگر یہ مثال خلافت بسفارش یا خاطر احمد اختر کے مرحمت ہوئی ہے تو یہ خلافت اپنی واپس لیجیے۔ حضور نے سن کر بکمال تلطف ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کو میں نے خلافت اپنی رضا و رغب سے دی ہے شاہزادہ صرف محرک تھا اور ان کے خلافت نامہ پر دستخط خاص سے یہ عبارت تحریر فرمائی وھو معکم اینما کنتم

ایں معاملہ برضائے خود کردہ ام فقیر غلام فرید۔

(ترجمہ: اور وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہوگے۔ یہ معاملہ میں نے اپنی خوشی سے کیا ہے۔ فقیر غلام فرید)

ایسے معاملہ اور بھی کئی خلفا سے گزرے ہیں اب دیکھا جائے کہ کونسا فعل اس معاملہ میں بلا رضا و رغبت و خوشنودی حضرت شیخ کے ظہور میں آیا۔ دعوائے حاسدان اور منکروں کا بالکل غلط ہے۔

جواب اعتراض دوم دعویٰ ہے کہ غیوبت خلفا میں خلافت دینا اور خلافت نامہ دوسرے شخص کے ہاتھ بھیجنا جائز نہیں کہ مشائخ متقدمین میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ یہ بھی ان کا قول غلط ہے کس واسطے کہ خلیفہ کا موجود ہونا شرط نہیں بلکہ غیوبت میں جس کو لائق سمجھے خلافت دینا اور خلافت نامہ اس کے پاس روانہ کرنا جائز ہے۔ کس واسطے کہ بہت سے مشائخ متقدمین نے ایسا معاملہ کیا ہے۔ چنانچہ کتاب سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ: ''خدمت مولانا شمس الدین یحییٰ و مولانا علاء الدین نیلی دران ایام درخطہ اودھ بود بحکم فرمان سلطان المشائخ خلافت نامہ ہا ایں ہر دو بزرگ

باخلعتِ خلافت بدست مبارک شیخ نصیر الدین دادند تا ایں امانت دینی بدیشاں برساند"

(ترجمہ : مولانا شمس الدین یحیی اور مولانا علاء الدین نیلی جو ان دنوں خطۂ اودھ میں تھے، کے خلافت نامے شیخ نصیر الدین محمود کے مبارک ہاتھوں میں دئے گئے تاکہ وہ یہ دینی امانت ان تک پہنچا دیں )

دیگر یہ کہ کتاب 'اخبار الاخیار' اور 'سبع سنابل' کہ دونوں معتبر ہیں۔ ان میں شیخ سارنگ کے ذکر میں لکھا ہے کہ حضرت سید صدر الدین راجن قتال رحمتہ اللہ علیہ نے اوچ شریف سے جامۂ خلافت و مثالِ خلافت شیخ سارنگ کو بھیجا ہے کہ وہ اس وقت علاقہ لکھنؤ میں تھے۔ اور دیکھو نفحات الانس کہ کتاب مستند اور معتبر ہے شیخ شمس الدین صفی [۱] رحمتہ اللہ علیہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ :

"شیخ نجیب الدین گفتہ است کہ چوں بہ شیراز مراجعت کردیم خدمت شیخ برائے من اجازت لباس خرقہ نوشت و برائے شیخ شمس الدین نیز نوشت و چہل عدد کلاہ بماداد بست بمن و بست بشیخ شمس الدین و بر ہر یکے نام یکے از بزرگان شیراز نوشتہ فرمود کہ چون بہ شیراز برسید اول بہ نیابت ما اینہارا بآناں درپوشایند بآناں کہ نامہائے ایشان بر آن نوشتہ است انگاہ لباس خرقہ دیگران کنید۔"

(ترجمہ : شیخ نجیب الدین کہتے ہیں کہ جب ہم شیراز واپس آئے تو حضرت شیخ نے خرقہ پہنانے کی اجازت میرے لئے اور شیخ شمس الدین کے لئے لکھی۔ اور ہمیں چالیس عدد ٹوپیاں بھی دیں۔ بیس مجھے اور بیس شیخ شمس الدین کو اور ہر ایک ٹوپی پر بزرگان شیراز میں سے ایک ایک بزرگ کا نام لکھ کر فرمایا کہ جب شیراز

[۱] نفحات الانس کے مطابق آپ کا پورا نام شیخ شمس الدین صفی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ ہے۔ (ص ۵۰۸)

پہنچو تو سب سے پہلے ہمارے نائب کی حیثیت سے یہ ٹوپیاں ان حضرات کو پہنانا جن کے نام ان پر لکھے ہوئے ہیں۔ پھر بعد میں باقی خرقے دوسروں کو پہنانا)

جواب اعتراض سیوم جو کہتے ہیں کہ خلفا کامل و مکمل نہیں ہیں۔ خلافت دینا بجز کامل مکمل کے جائز نہیں۔ میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ خلافت دینا مبتدی اور سالک غیر کامل کو کہ جو تربیت یافتہ باذوق و شوق و عشق و محبت اور مذاق توحید رکھتے ہوں بلا شک صحیح و مقبول و جائز ہے۔ بلکہ یہ رسم قدیم اور مشائخ عظام کے معمولات سے ہے۔ چنانچہ کتاب سبع سنابل کے دوسرے سنبلہ میں تحریر ہے کہ:

طالب اگرچہ مبتدی بود و در کمال طلب نرسیدہ باشد او را نیز خرقہ پوشانیدن جائز است نقل است از شیخ ابو نجیب سہروردی کہ گفت روزی مریدے بر شیخ احمد غزالی بیامد و خرقہ طلبید شیخ اورا بر من فرستاد من اورا حقوق و شرائط خرقہ بیان کردم پس آں مرید بشنیدن حقوق و شرائط تبرسید و خرقہ نہ پوشید و برفت امام غزالی مرا بخواند و عتاب بسیار کرد کہ من وے را پیش تو فرستادم تا چیزے گوئی کہ رغبتِ او زیادت شود تو چیزے گفتی کہ رغبتے کہ داشت آں ہم رفت داین کہ تو گفتی اگرچہ صحیح است ولیکن چوں آن ہمہ مبتدی را لازم کلیم بگریزد و نتواند کہ بداں قیام نماید و ما خرقہ می پوشانیم تابشِ نور کہ بمجالست ایں قوم رساند و برکت مخالطت او بایشاں و نظر کردن بر یشان و بر احوال ایشان اثرے تمام روئے نماید و در اعمال ایشان در آید و باشد کہ خداوند تعالیٰ اور ا یکے از یشان گرداند وچوں طالبِ صادق سختہ حلق و خرقہ از

پیرے و مرشدے کہ حاصل کند باید کہ ایں سکہ را دولت دارین

و سعادت کونینِ خود داند وسوسہ فکرِ فضول خود درباقی کند واز یں

سکہ روئے نگرداند یعنی نگوید فلاں بزرگوار کہ مراایں سکہ پوشا

یند بس عنایت اوست دگر نہ من لیاقت ایں سکہ ندارم و بدیں

خیال موئے بر سر باز گذارد و خرقہ را بروجہ تبرک نگاہ دارد و خود

بلباسِ دیگر در آید اے برادر! مَنْ تَشَبَّهَ قوما فَهُوَ منهم

نہ اندک دولتے ست لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ نہ اندک سعادتے

ست اماعدم لیاقت خود در یں سکہ دیدن نیز کمال سعادت باشد

فکرے بر صواب ست و مفتاح خیر است و فتح باب۔ ولیکن ازیں

سکہ سعادت بیرون نباید رفت مؤلف راست ۔

تو تصرفہائے خود بر دست پیران واگذار

مردہ را در دست زندہ کے بود ہیچ اختیار

(ترجمہ : طالب اگرچہ ابتدائے سلوک میں ہو اور ابھی کمال کو نہ پہنچا ہو تو اسے بھی خرقہ پہنانا جائز ہے ۔ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ (بانی سلسلۂ عالیہ سہروردیہ ) سے منقول ہے کہ ایک دن ایک مرید حضرت شیخ احمد غزالیؒ کی خدمت میں آیا اور خرقہ طلب کیا ۔ شیخ نے اسے میرے پاس بھیج دیا ، میں نے اسے خرقہ کے حقوق اور شرائط بیان کئے تو وہ مرید یہ حقوق و شرائط سن کر ڈر گیا ۔ اور بغیر خرقہ پہنے چلا گیا ۔ امام غزالی نے مجھے بلا کر سخت ڈانٹا ( اور کہا ) کہ میں نے تو اسے تیرے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ تو اسے ایسی باتیں بتلائے کہ اس کام (خرقہ پوشی و سلوک ) کے لئے اس کی رغبت اور زیادہ ہو جائے مگر تو نے ایسی باتیں کیں کہ جتنی کچھ رغبت وہ رکھتا تھا وہ بھی چلی گئی ۔ جو کچھ تو نے کہا ہے اگرچہ یہ صحیح ہے لیکن اگر یہ تمام باتیں مبتدیوں کے لئے لازم قرار دے دیں تو کوئی بھی نہیں ٹک سکے گا ، سب بھاگ جائیں گے ۔ اور ہم خرقہ اس لئے پہناتے ہیں تاکہ اس قوم (اولیاء) کی ہمنشینی کے نور میں سے ان کو بھی حصہ ملے اور ان کے ساتھ کمل

مل کر بیٹھنے کی برکت حاصل ہو اور (محض) ان (اولیا،) کو دیکھنے اور ان کے احوال کا مشاہدہ کرنے کا بھی بہت اثر پڑتا ہے اور پھر وہ (طالب) بھی ان کے اعمال کو اختیار کرنے لگتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالی اس ( طالب ) کو بھی ان میں سے ایک بنا دے ۔ جب مرید صادق اپنے پیر و مرشد سے مُوتراشی اور خرقہ کی دولت ( سکہ ) حاصل کرلے تو اسے چاہئے کہ اس سکہ (مُوتراشی اور خرقہ پوشی ) کو اپنے لئے دونو جہان کی دولت اور سعادت جانے ۔ اور اپنے بے کار وسوسوں اور سوچ بچار کو مٹا دے اور اس دولت (سکۂ مُوتراشی و خرقہ پوشی ) سے منہ نہ موڑے یعنی یہ نہ کہے کہ فلاں بزرگ نے مجھے یہ سکہ ( خرقہ ) پہنا دیا ہے ورنہ میں اس قابل کہاں ؟ اور اس وجہ سے اپنے بال پھر سے لمبے کرلے اور خرقہ خلافت کو تبرک کے لئے سنبھال کر رکھ دے اور خود دوسرا لباس پہننے لگ جائے ۔ اے بھائی ! ( یہ قول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ) جو شخص کسی قوم (گروہ جماعت) کی مشابہت (لباس یا رہن سہن یا ذکر اذکار میں ) اختیار کرتا ہے وہ اسی میں سے ہے ۔" کوئی معمولی دولت نہیں اور " وہ (اولیاء) ایک ایسی قوم ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بد بخت نہیں ہو سکتا ۔ " کچھ کم سعادت نہیں ہے ہاں البتہ اس سکۂ سعادت کے لئے اپنے اندر نا اہلی کا مشاہدہ کرنا بھی 'کمال سعادت '' درست سوچ 'بھلائی کی کنجی ' اور باعث فتح باب ہے مگر اس سکۂ سعادت سے اپنی گردن باہر نہ نکالے ، مؤلف (کرمانی) کا ایک شعر ہے ؎

' تو اپنی باگ ڈور اپنے مرشد کے ہاتھ میں دے دے اس لئے کہ مردے کو زندہ کے ہاتھوں پر کوئی اختیار نہیں ہوتا '

اور دیکھا جائے مکتوبات کلیمی کے مکتوب چہل و یکم (۴۱) و چہل و پنجم (۴۵) و چہل ششم (۴۶) و چہل ہشتم (۴۸) و چہل نہم (۴۹) و پنجاہ و یکم (۵۱) و پنجاہ و سیوم (۵۳) و پنجاہ و ششم (۵۶) و شصت و سیوم (۶۳) و شصت و پنجم (۶۵) و شصت و ہشتم (۶۸) و ہفتاد و دوم (۷۲) کو کہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہانابادی رحمتہ اللہ علیہ نے کس قدر تحریص و ترغیب دی ہے ۔ اشاعتِ سلسلہ کی خلافت و اجازت کو عام کیا ہے کہ تھوڑا پڑھے ہوئے اور مبتدی و نو مرید کو بلکہ بعض ناخواندہ کو بھی اجازت بیعت عطا فرمائی

ہے۔ پس جب ہمارے مشائخ عظام نے قدیم سے یہ رسم جاری رکھی اور ہنوز چلی آتی ہے تو اگر ہمارے شیخ کامل مکمل قطب المدار غوث روزگار نے اپنے ان چند مریدوں کو کہ اہلِ علم و اصحاب توحید و ارباب مواجید معمور بذوق و عشق و سماع و سالکان طریق حق و طالبان وجہ مطلق تھے اور زیرِ سایۂ عنایت شیخ کامل و مکمل بآداب سلوک پرورش یافتہ ہیں اور اپنی اوقات کو عبادات و اوراد و وظائف و اشغال میں معمور رکھتے ہیں اجازت بیعت و خرقہ خلافت عطا فرمائی نہایت درست ہے۔ ہرگز جگہ اعتراض کی نہیں ہے، صرف منکران فقر کا حسد عناد و تعصب یا عدم واقفیت ہے۔ کس واسطے کہ اس امر میں جملہ اہلِ طریقت کا اتفاق ہے کہ اگر شخص مبتدی اور سالک غیر کامل جو شیخ کامل و منتہی سے مجاز و ماذون ہو کر دوسرے کو بیعت کرے صحیح اور مقبول ہے اس واسطے کہ شیخ کامل و مکمل، اس کا پیر اس معاملہ میں ذمہ وار ہے

پس میں اپنے پیر برادران کی خدمتِ بابرکت میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ ہرگز قولِ منکر و حاسد و دشمن فقیر کی باتیں و اعتراضاتِ لایعنی سن کر اس کو اپنے دل میں جگہ نہ دیں کہ درحقیقت یہ انکار و اعتراض ذاتِ پاک حضرت شیخ پر راجع ہوگا، نعوذباللہ بچاوے پروردگار عالم اس شقاوتِ عظیم سے۔ اگر اس رسالہ کو غور سے دیکھو گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت فرید ثانی نے اپنی عین رضا و رغبت کے ساتھ ہر ایک صاحب کو خلافت عطا فرمائی ہے۔ پس جان لینا چاہئے اور بعض کو تم میں سے تجربہ بھی ہو چکا ہے کہ حضرت شیخ کا جو قول اور جو فعل ہوتا ہے وہ امر الٰہی سے ہوتا ہے امر اللہ اور قالَ رسول اللہ کے خلاف نہیں ہوتا پس جس نے حضرت شیخ کے قول و فعل پر اعتراض کیا جیسا کہ ارشاد ہے کہ ...... پس یہ اعتراض

خلافتیں دینے شیخ پر جو خاص فعل حضرت شیخ کا ہے یہ کمال ادبار اور شقاوت ہے چنانچہ کتاب سیر الاولیاء کے چھٹے باب میں لکھا ہے کہ "اگر مرید بعضے قول و فعل پیر را منکر باشد او مرید نباشد" (اگر مرید اپنے مرشد کے قول یا فعل سے انکار کرے (اسے نہ مانے) تو وہ مرید نہیں رہتا) اور اپنی کتاب کے اسی باب میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ بعد ازاں سلطان المشائخ ایں لفظ مبارک برزبان راند[1] کہ فرمان شیخ ہم چوں فرمان رسول ست علیہ السلام" (اس کے بعد سلطان المشائخ نے یہ الفاظ کہے کہ شیخ کا فرمان بھی رسول علیہ السلام کے فرمان کی طرح ہے) اور کتاب مصباح الہدایت کہ ترجمہ عوارف المعارف شریف کا ہے اس کی فصل آداب مرید باشیخ میں لکھا ہے کہ:

آداب چہارم ترکِ اعتراض است باید کہ ہیچ وجہ ظاہراً وباطناً در خود مجال اعتراض بر تصرفات شیخ ندہد و ہر گاہ کہ برائے چیزے از احوالِ شیخ مشکل آید و وجہ صحت آن برو مکشوف نگردد و قصہ موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام یاد کند کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود مرتبہ نبوت و وفور علم و شغف بر ملازمت خضر علیہ السلام چگونہ بر بعضے از تصاریف او انکار نمود بعد از کشف اسرار و بیانِ حکمت آں از انکار با قرار باز گشت پس ہر چہ علم روبدان راہ نبرد حوالت آن باقصورِ فہم و قلتِ علمِ خود کند نہ بہ اِفساد آن تصرف تا از ورطۂ فتور ارادت و قصور محبت زود خلاص یابد۔

(ترجمہ: چوتھا ادب اعتراض ترک کرنا ہے، چاہئے کہ ظاہری یا باطنی کسی بھی

---

[1] متن میں "بر لفظ مبارک راند" لکھا ہے جو سہوِ کتابت ہے۔

وجہ سے اپنے اندر شیخ کے تصرفات (کرامات) پر اعتراض کی ہمت و جرأت نہ کرے اگر احوال شیخ میں سے کوئی چیز اسے مشکل نظر آئے اور اس کی صحت و درستی اس پر منکشف نہ ہو سکے تو حضرت موسی علیہ السلام و خضر علیہ السلام کا قصہ یاد کرے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے مرتبۂ نبوت کثرت علم اور صحبت خضر علیہ السلام کے شوق کے باوجود کیسے (خضر علیہ السلام) کے بعض تصرفات (کرامات) پر اعتراض کیا ؟ اور پھر ان امور کے مخفی اسرار اور ان کی حکمت ظاہر ہونے پر دوبارہ ان کو تسلیم کر لیا ۔ اس لئے جس چیز کی حقیقت تک علم رہبری نہ کر سکے تو اسے اپنی سمجھ کی کوتاہی اور علم کی کمی پر محمول کرے نہ کہ اس تصرف کو غلط اور فاسد سمجھنے لگے ۔ اس طرح سے عقیدت و ارادت میں خلل پڑ جانے اور محبت میں کوتاہی و کمی سے فوری نجات حاصل کر سکے گا ۔)

اور دیکھو چودھویں مکتوب میں حضرت شیخ کلیم اللہ جہاناباد ی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

سلسلۂ ما پیر پرستی بہتر از جملہ عبادت است ہر رونقے و قبولے و تاثیرے کہ دریں محسوس می گردد بہ سبب پیر پرستی است پیر پرستی بر ہمہ عبادت مقدم است کہ اصل کار نسبت باقی فروتر ازیں شود باللہ آنکہ ازیں محروم ازاست ہمہ دولت محروم۔

(ترجمہ: ہمارا پیر سرپرستی کا سلسلہ تمام عبادتوں سے بہتر ہے ۔ ہر رونق، قبولیت اور تاثیر جو اس سلسلے میں محسوس ہوتی ہے سب پیر پرستی کے سبب ہے پیر پرستی تمام عبادتوں سے مقدم ہے اس لئے کہ اصل کام تو نسبت ہے باقی سب ہیچ ہے ۔ جو اس سے محروم ہے وہ ہر دولت سے محروم ہے ۔)

پس سالکان راہ طریقت پر لازم ہے کہ تا (جہاں تک) ممکن ہو اپنے کو انکار و اعتراض قول و فعل شیخ سے دور رکھیں ۔ اور جو کچھ شیخ نعمان مبارک سے ارشاد فرمائے یا جس کار میں جیسا معاملہ حضرت شیخ کا ہو بلا طلب دلیل و

کیفیت اس کے اس پر ایمان لائے اور تصدیق کرے تا کہ ارتداد سے خلاصی پاوے۔

**فائدہ** بعضے وہ جن کی نظر کتب دینی پر نہیں ہے نہ ان کو صالحین اور عاشقین کی صحبت نصیب ہوئی وہ غائب کی بیعت پر اعتراض کرتے ہیں اور اگر جانتے ہیں تو یہ اعتراض ان کا صرف حاسدانہ ہے کس واسطے کہ اللھم زد فزد آج ہمارے حضرت شیخ کا شہرۂ وسخاو عطاو فیضان باطنی تمام جہان پر چھایا ہوا ہے اطراف عالم سے خلق اللہ بذریعہ عرائض کے حلقۂ ارادت میں آرہی ہے یہ امر ناگوار ہو تو وہ جانے ورنہ غائب کی بیعت جائز و صحیح ہے بشرطیکہ شیخ قبول فرمائے ماخذ اور دلیل اس کی حضرت رسول کریم ﷺ سے ہے اور حدیبیہ یعنی بمقام حدیبیہ یہ معاملہ گزرا ہے کہ کل اصحابہ[1] حاضر تھے، مگر حضرت عثمانؓ مکہ حاضر نہ تھے کسی کار کے سر انجام کے واسطے جانب مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے پس جس وقت تمام صحابہ کبار نے حضرت صلعم سے بیعت کی تو آنحضرت صلعم نے ایک دست مبارک اپنے کو نائب دست حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا اور دوسرا دست مبارک اپنا بحکم آیت ان الذین یبابعونک انما یبایعون اللہ (جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں) یَدُاللہِ فوق ایدیھم (ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے) نائب دست خدا تعالیٰ عز اسمہ مقرر کر کے فرمایا ھذا ید اللہ وھذا ید عثمان پس ایک دست مبارک اپنا دوسرے دست مبارک پر رکھ کر بیعت کی۔ یہ معاملہ بیعت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کتب احادیث صحاح ستہ اور دوسری کتب تواریخ وسیر مشائخ میں موجود ہے۔ اگر شک ہو تو اس جگہ

---

[1] مصنف سرائیکی زبان کی طرز پر ہمیشہ صحابہ کو 'اصحابہ' لکھتے ہیں

دیکھئے **تتمہ** کتاب ہذا۔

آج میں تکملہ شریف کتاب فیض انتساب سیر الاولیاء کو دیکھ رہا تھا اتفاقاً میری ضمیر کے موافق اثباتِ خلافت میں یہ روایت نظر آگئی۔ جس کو جنسہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ یعنی حضرت مولانا مولوی گل محمد صاحب احمد پوری کہ مرید و خلیفہ قطب المشائخ حضرت سلطان الاولیاء شیخ قاضی محمد عاقل صاحب قدس سرہ العزیز کے تھے اپنی کتاب تکملہ سیر الاولیاء کے صفحہ ۱۰۲ میں یہ عبارت تحریر فرماتے ہیں۔

**لامعہ (شعلہ)** : روزے مے فرمودند ہر کہ باشیخ بیعت کند فردا اعمال آن مرید در شیخ او نہند۔ بعد ازاں فرمودند الحمد للہ ما ازیں امر رستگاریم۔ کہ مستمعین راازیں کلام پُر رموز تعجب و استغراق حاصل شد کہ بجناب حضرت سامی ہزاران در ہزار غلامان پیوند دارند ذات مبارک چگونہ ازیں تعہد فارغ البال اند۔ ازراہ کرم نوازش تعجب حاضرین دیدہ تفصیل بشارت بخشش و فرمودند کہ سلسلۂ مایان قطعی صحیح است کہ ید بہ ید بجناب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میرسد پس اعمال مایان ہمہ و ما را در پلۂ شیخ و ہمچنیں شیخ ما را در پلۂ شیخ خود ھلم جرًا تا ہمہ اعمال و ما را در پلہ واسع جناب مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم خواہند انداخت ؎

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چوں تو پشتی بان

و مطابق ایں کلام کہ از آنحضرت صادر شدہ در کتاب فوائد الفواد در تاریخ دہم ماہ ذیقعد ۷۱۶ھ ستہ عشرۃ و سبع مائۃ و در کتاب سیر

الاولیا در باب ششم مرقوم است کہ حضرت سلطان المشائخ
فرمود کہ ہر کرا شیخ پیوند میکند ہر چہ آن مرید میکند فردا آن اعمال
در پلۂ او نہند باید دانست چوں ایں مقام غموض داشت تشریح
ایں مقام کردہ میشود کہ اعمال مرید از دو قسم خالی نیستند یا بمتابعت
قولے وفعلے پیر خود میکند یا سوائے متابعت می کند و ہمچناں پیر نیز از
دو قسم خالی نیست یا ہادی مہدی است حقیقۃً یا حکماً و یا ضال مضل۔
ست ، یادی مہدی حکمی آنست کہ بہ امر دو حکم شیخ ہادی مہدی
بیعت و ہدایت خلائق مینماید اگرچہ خود بمرتبہ تکمیل نرسیدہ و
اما چون شیخ کامل کہ عالم بعواقب امور و مامور من اللہ است او
را فرمودہ و کفیل کار او گردیدہ پس ارشاد و بیعت او ارشاد و بیعت
کامل مکمل است پس اعمال مرید شیخ انچہ بمتابعت پیر خود ہستند و
آن اعمال مرید کہ بغیر متابعت صد دریافتہ بشرط ایمان و ارادت و
ایقان ہمہ در پلہ پیر کامل نہند بسبب الحاق مرید شیخ کامل بدلیل
قطعی۔

(ترجمہ: (شعلہ) : ایک دن فرمایا جو آدمی کسی شیخ کی بیعت کرے قیامت کو اس کے اعمال شیخ کے اعمال میں رکھے جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ ' الحمد للہ ہم اس امر سے آزاد ہیں ' سننے والوں کو اس رمز بھرے کلام پر تعجب اور محویت ہوئی کہ ہزاروں ہزار لوگ آپ کی ذات سے وابستہ ہیں پھر آپ اس ذمہ داری سے کیسے آزاد ہیں حاضرین کا تعجب دیکھ کر ازراہ کرم بشارت بخشش کی تفصیل سنائی اور فرمایا کہ ہمارا سلسلہ بالکل صحیح ہے ۔ کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ تک ہوتا ہوا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک تک جا پہنچتا ہے اس لئے ہم سب کے اعمال کو اور خود ہم کو ہمارے شیخ کے پلے میں اور پھر ہمارے شیخ اپنے شیخ کے پلے میں (یوں کھینچتے چلے جاؤ) یہاں تک کہ ہم سب کے اعمال جناب مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع پلے میں ڈال دئے جائیں گے۔

اس امت کی دیوار کو (گرنے) کا کیا غم ہے جس کے پشتبان آپ ہوں

حضور (خواجہ) کے اس مضمون کے مطابق کتاب ' فوائد الفواد ' میں مورخہ ۱۰، ذی القعدہ ۷۱۲ھ / جنوری ۱۳۱۷، کے ذکر میں اور کتاب ' سیر الاولیأ ' کے چھٹے باب میں آیا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جسے شیخ اپنے دامن سے وابستہ کر لیتا ہے اس کے بعد وہ مرید جو کام بھی کرتا ہے کل قیامت کے دن اس کے تمام اعمال اس پیر کے پلے میں ڈالے جائیں گے جاننا چاہئے کہ یہ مقام چونکہ اپنے اندر گہرائی رکھتا ہے اس لئے اس کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

مرید کے اعمال دو قسم سے خالی نہ ہوں گے (۱) یا تو ہر کام اپنے پیر کے قول و فعل کی متابعت میں کرتا ہے۔ یا (۲) پیر کی متابعت کے بغیر کرتا ہے۔ اور اسی طرح پیر بھی دو قسم سے خالی نہیں ہے (۱) یا تو خود بھی راہ راست پر چلنے والا اور دوسروں کو ہدایت دینے والا ہو گا۔ (حقیقی طور پر یا حکمی طور پر) اور یا پھر (۲) خود بھی گمراہ ہوگا۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہوگا۔ حکمی طور پر ہادی اور مہدی کا مطلب یہ ہے کہ اپنے شیخ کے حکم سے (جو کہ ہادی و مہدی کا مرتبہ رکھتا ہے) لوگوں کو بیعت کرتا اور راہ ہدایت دکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ خود ابھی تکمیل کے درجے کو نہیں پہنچا۔ لیکن چونکہ شیخ کامل جو امور کے انجام سے باخبر اور اللہ تعالی کی طرف سے مامور ہے اسے اجازت دے چکا ہے اور اس کے ہر کام کا ذمہ دار بن چکا ہے اس لئے (مبتدی مرید سالک) کا ارشاد اور اس کا بیعت کرنا مثل کامل مکمل پیر کے ارشاد و بیعت کے ہے۔ اس لئے مرید کے وہ اعمال جو پیر کی متابعت میں کئے ہیں اور وہ بھی جو پیر کی متابعت کے بغیر کئے ہیں (اس شرط پر کہ مرید کا ایمان پختہ ہو، پیر کے ساتھ ارادت اور یقین کامل ہوتو) سب کے سب پیر کے پلے میں ڈالے جائیں گے (یہ سب کچھ اس لئے ہو گا کہ) مرید نے شیخ کامل کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر لیا ہے۔ اور اس پر دلیل قطعی موجود ہے۔

الحمد للہ والمنۃ کہ غلامان درگاہ والا جاہ فریدی سے بسیار حضرات منازل و مقامات درویشی کو طے کر کے مراتبِ اعلیٰ حاصل کر چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا شیخ عبد الرحمٰن صاحب چشتی سکنہ کیٹ گنج پرانی خلاصی لین الہ آباد مرتبہ فنافی الشیخ حاصل کر چکے ہیں اہل راز اعلی درجہ کے ہیں۔ اکثر خوارق بھی سرزد ہوتے ہیں آپ کی صفت ہمسایہ پر خوب روشن ہے

اخلاق و حلم بہت بڑھا ہوا ہے۔ عجز و انکساری بہت پسند ہے۔ قائم اللیل و صاحبِ سلسلہ ہیں۔ انعامِ الٰہی سے جو ان کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہو کر داخل حلقہ ہوتا ہے اس کو اپنے پیر مرشد کی فوراً زیارت کرا دیتے ہیں مستجاب الدعوات ہیں حاجت مندوں کی حاجت براری کرتے ہیں۔ اور حضرت شیخ کی بھی ان پر وہ عنایت بے غایت ہے کہ خصوصیت کے ساتھ وہ غلاف متبرک و متیمّن خاص ملبوس مزار مطلع الانوار حضرت سلطان الاولیا مولانا خواجہ محمد عاقل صاحب قدس سرہ العزیز معہ دیگر تبرکات کے مرحمت فرما کر مُفتخَر و ممتاز فرمایا۔

دوسرے حضرت مولانا احمد بخش صاحب بجوی و سیوم حضرت مولانا ابو محمد عبدالودود و قادر بخش صاحب سکنہ جزیرۂ پورٹ بلیر انڈمان کہ مرتبہ فنا فی اللہ و بقا باللہ فائز ہو چکے ہیں جن کو وہاں کے باشندے خدا نما کہتے ہیں۔ اور میاں ابو محمد عبدالرحیم صاحب صوبہ دار میجر رجمنٹ ہفتم مدراس سکنہ ناگپور کامٹی اپنی رجمنٹ کے قطب مشہور ہیں جن کے خوارق و کرامت زبان زدِ خاص و عام ہیں اور میاں شیخ محمد امین صاحب سکنہ رنگون ملک برہما وغیرہ وغیرہ اکثر حضرات کامل و مکمل موجود ہیں چونکہ اس مختصر میں نہ گنجائش ہے نہ یہ تاریخ ہے۔ انشاء اللہ العزیز بشرطِ زندگی پھر کسی وقت جداگانہ ان حضرات کا ذکرِ خیر کیا جاوے گا۔

فہرست ان حضرات خلفائے مکمل کی جو حضرات مذکورۂ بالا رسالہ ہذا سے پہلے خرقۂ خلافت سے مشرف ہو چکے ہیں (۱) اول حضرت صاحبزادہ آفاق مولانا خواجہ شاہ محمد بخش صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ و (۲) حضرت میاں صاحب مولانا خواجہ فضل حق صاحب نبیرۂ حضرت قبلہ

مہاروی رحمۃ اللہ علیہ و (۳) حضرت سید ولایت شاہ صاحب[۱] و (۴) حضرت سید غلام شاہ صاحب و (۵) حضرت سید غریب شاہ صاحب و (۶) حضرت سید مراد شاہ صاحب از اولادِ امجاد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ و (۷) حضرت حافظ محمد صاحب سجادہ و بیرہ حضرت مولانا نور محمد صاحب صاحب سجادہ و نبیرہ حضرت مولانا نور محمد صاحب نارو والہ خانقاہ حاجی پور و عاقل محمد[۲] صاحب سجادہ ہڑند ضلع ڈیرہ غازیخان و حضرت

..........[۳]

---

[۱] سید ولایت شاہ کا سرائیکی دیوان 'گنجِ عرفانی دیوانِ لاثانی' ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء میں چھپا۔ وہ شاعری میں اگرچہ خواجہ فرید کے مقلد اور پیرو ہیں مگر اشعار میں ان کی اپنی انفرادیت بھی جھلکتی ہے۔ دیوان میں سید مرحوم کی ۱۰۹ کافیاں کم و بیش ۶۵ ڈوہڑے اور ایک بارہ ماسہ شامل ہیں۔ بارہ ماسہ کا ایک بیت ملاحظہ کیجئے

اسوں مہینہ خیر دا شبنم پیائے گاہ      اجڑے بے چڑھ چڑھ کھڑی بھالاں میں تیڈا راہ
گزرے ڈیہاڑے ڈینہہ گھنے آئے نہ میڈا شاہ      ہک جگ ڈوہیلی میں پھراں، توں بن حویلی باہ

(تاریخِ ادبیات جلد ۱۴ حصہ دوم ص ۳۳۳)

[۲] عاقل محمد، جوگی و شائق تخلص، شاعرِ نامور فارسی، اردو و سرائیکی

[۳] آگے ڈیڑھ دو سطریں پڑھی نہیں جاتیں۔ فوٹو اسٹیٹ ناقص ہے اور اصل دستیاب نہ ہو سکی۔

## نسخۂ معجونِ فریدی

دافعِ گناہ مقویٔ ایمان حافظِ دین صفت نبات الاسلام در آبِ شریعت حل کردہ در دیگ توکل انداختہ بر دیگدان قناعت نہادہ آتشِ عشق افروزند تا چاشنی عبودیت آید بعدہٗ قصب الزریزہٗ تلخ درویشی و بیخِ درختِ احسان از غرور ریا پاک کردہ و شاخ درختِ راستی و گل شجر شکر و تخم درختِ رضا ہمہ را با زبانِ صدق جمع نمودہ از دستِ توفیق در ہاونِ بار او بنکو کوبیدہ در جامہ مروت بہ بیزند و از روغنِ صوم و صلوٰۃ چرب کردہ در چاشنی مذکورہ بالا داخل کردہ از کفگیر ہمت بہ جنبانند تا بقوام رحمت آید بعد در ظرف تقویٰ ...... دارند و بقدر یک قاشق سوز و گداز بکار برند و در غذا وجہ حلال مقرر کنند و از دنیا...... و غمازی و خواہش نفسی و مغروری و در عبادت از کاہلی و ریاکاری و شرک و بدعت بہ پرہیزند و برائے تفریحِ خاطر صحبتِ اہل اللہ اختیار کنند انشاء اللہ چنان قوت ایمان ...... حاصل آید تا حیات باقی ماند و بعد از موت چراغ گور گردد۔

مجوزہ مرزا احمد اختر مقیم حال قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر

### ترجمہ : نسخہ معجونِ فریدی

گناہوں کو دفع کرنے والا، ایمان کو تقویت دینے والا، اور دین کی حفاظت کرنے والا

ترکیب : اسلام کی جڑ شریعت کے پانی میں میں حل کر کے توکل کی ہانڈی میں ڈال کر قناعت کے چولہے پر چڑھا دیں اور نیچے عشق کی آگ جلا دیں ۔ یہاں تک کہ عبودیت (بندگی) کی چاشنی آجائے اس کے بعد درویشی کا کڑوا قصب الزریرہ اور درختِ احسان کی جڑ غرور و ریا سے صاف کر کے ، سچائی کے درخت کی شاخ اور

درخت شکر کے پھول اور درخت رضا کے بیج ، ان سب کو سچائی کی زبان میں ملا لیں اور پھر توفیق کے ہاتھوں سے نیکی (ہار) کے ہاون دستے میں خوب کوٹ کر مروت کے کپڑے میں چھان لیں اور صوم و صلواۃ کے تیل میں تر کر کے مذکورہ بالا چاشنی میں ڈال کر ہمت (توجہ الہی) کے کفگیر سے ہلاتے رہیں تاکہ رحمت کے قوام میں آ جائے ۔ پھر اسے اتار کر تقوی (پرہیز گاری) کے برتن میں محفوظ کر لیں (ہمیشہ) اسے ایک چمچہ سوز و گداز کے ساتھ استعمال کریں ۔ غذا حلال کی کمائی سے حاصل کرنے کا انتظام کریں دنیاوی کاموں میں چغلخوری ، نفس پرستی اور مغروری سے عبادت میں کاہلی ، ریاکاری اور شرک و بدعت سے پرہیز کریں ۔ اور دل کو فرحت پہنچانے کے لئے اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں خدا نے چاہا تو ایسی قوت ایمانی حاصل ہو گی جو تا حیات باقی رہے گی ۔ اور مرنے کے بعد قبر کا چراغ بن جائے گی ۔

(تجویز کردہ مرزا احمد اختر حال مقیم قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر)

(۵)

# سوانح عمری

# حضرت فرید ثانیؒ

حضرت

# سوانح عمری فرید ثانی

جمع کردہ مولف مناقب فریدی کہ جو حضرت مغفور کے مرید اور

خلفائے مقربین سے ہین

مع

# رسالہ نکات فریدی

مؤلفہ عالم علوم ظاہری و باطنی سرحلقہ علما تاج الفقرا سخی ابن سخی

ولی ابن الولی حضرت مولانا خواجہ شاہ محمد بخش صاحب سجادہ

حضرت سخی حبیب اللہ مولانا شاہ غلام فرید صاحب فرید ثانی

وقت مٹھنی کہ جسکو حضرت صاحب سجادہ موصوف مدظلہ العالی نے

ایام طالب علمی مین جمع کیا تھا الحال حسب فرمایش میرزا

محمد شاہ صاحب مرید حضرت موصوف از اہتمام امیر جان

در سنگین پریس دہلی مین طبع ہوئی

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ و اصحابہ اجمعین۔ امابعد مدعا پرداز ہے احقر العباد احمد اختر مؤلف مناقب فریدی حصہ اول و دوم و سفرنامہ فریدی و فیضان فریدی و آئینِ فریدی و طبِ فریدی و سرودۂ فریدی و سلاسلِ فریدی و مکتوباتِ فریدی و غیرہ وغیرہ کہ حسبِ خواہش چند پیر برادروں کے مختصر سوانح عمری اور حادثہ جانکاو یعنی حالات وصال عنقائے بلند مکان شاہباز تیز طیران حاجی الحرمین الشریفین قدوۃ لواصلین سلطان الموحدین سراج السالکین سید المحبوبین تاج العارفین امام المتقین فخر العاشقین شمس الاولیا مظہر ذات الکبریا سخی حبیب اللہ حضرت مولانا خواجہ شاہ غلام فرید صاحب فرید ثانی کوٹ مٹھنی سکنہ چاچڑاں شریف ریاست بہاولپور قدس سرہ العزیز کہ جو بچشم خود دید تھے قلم بند کر کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

حضور خواجہ صاحب موصوف چھبیس ذیقعد ہجری المقدس ۱۲۶۴ھ[۱] میں تولد ہوئے۔ حضرت مادر زاد ولی تھے۔ ایام خوردی سے

---

[۱] صحیح سن ولادت ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء ہے جس کی تائید اسی پیراگراف کے اگلے جملوں اور مصنف کی دیگر تصانیف سے بھی ہوتی ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث مقدمہ کتاب میں ملاحظہ کیجئے۔

آثار بزرگی ناصیۂ مبارک سے ہویدا و انوار تجلیات الٰہی سیمائے اشرف سے پیدا تھے۔ ساڑھے تین سال کی عمر میں آپ کی بسم اللہ ہوئی نویں سال یتیم ہوئے یعنی ۱۲۶۹ ہجری / ۱۸۵۲ء میں حضرت محبوب الٰہی صاحب کا وصال ہوا اسی سال درسِ کلام اللہ سے فراغ ہوا بعد زیر تعلیم[1] عالی جناب مولانا مولوی محمد قائم الدین صاحب جملہ علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ چند روز بعد وصال حضرت محبوب الٰہی صاحب کے نواب فتح یار خان بہاولپور نے آپ کو بلوا کر ڈیرہ مبارک احمد پور شرقی (ڈیرہ نواب صاحب) میں رکھا اور خود بہ نفسِ نفیس حضرت کی نوشت و خواند اور خور و نوش کی نگرانی فرماتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک سال بوجہ امساک باران کے اس ملک میں خلق اللہ پر نہایت سختی تھی۔ ایک روز نواب صاحب موصوف نے عرض کی کہ صاحبزادہ صاحب

---

[1] مقابیس کے مطابق خواجہ فریدؒ نے اپنی تعلیم و تربیت کے حوالے سے گفتگو فرماتے ہوئے کہا کہ: ''میں نے قرآن شریف میاں جی صدر الدین کے ہاں پڑھا ہے، جب اُن کا انتقال ہوا تو میاں جی محمد بخش کے ہاں قرآن ختم کیا (نوٹ: غالباً یہ وہی میاں جی محمد بخش چاچڑوی ہیں جو بعد میں خواجہ صاحب کے خلیفہ بھی ہوئے) کتب نظم میاں جی حافظ خواجہ جی کے ہاں پڑھنی شروع کیں۔ چند کتب پڑھنے کے بعد میاں جی محمد بخش کے بھائی میاں احمد یار خوجہ کے ہاں چند کتب پڑھیں اور پھر میاں جی برخوردار کے ہاں تمام کتبِ نظم ختم کیں۔ اس کے بعد یہ تجویز ہوئی کہ عربی کتابیں کوئی ایسا استاد پڑھائے جو خشک ملانہ ہو بلکہ روحانیت سے بھی کچھ واقف ہو تاکہ تصوف و توحید کی باتیں کان میں ڈالتا رہے۔ اس کام کے لئے مولوی مرید بخش کو منتخب کیا گیا چنانچہ جب اُن کو خط لکھا گیا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ ''میرے پاس ایمان کا ایک ذرہ ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہ بھی سلب کرا کر جاؤں لہٰذا میں نہیں آتا'' چنانچہ درسی کتابیں پڑھانے کے لئے مولوی قائم الدین کو مقرر کیا گیا اور تمام درسی کتابیں میں نے اُن سے پڑھیں ...... فرمایا کہ میاں قائم الدین مجھے بہت مارتے تھے اور شدید ضربیں لگاتے تھے ...... اس کے بعد فرمایا کہ میاں جی برخوردار مجھے زدوکوب نہیں کرتے تھے اور ہاتھ سے دہشت دلاتے تھے اور کہتے تھے کہ 'مجھے دو جن آتے ہیں، خبردار آئندہ کوئی حرکت نہ کرنا' (ص ص ۳۰-۱۰۲۹)

دعا فرمائیے کہ بارانِ رحمت ہو اگرچہ خورد سال تھے پہلے تھوڑی دیر مراقبہ فرمایا بعد اس کے دست بدعا اٹھائے ؛ ہنوز دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ ایک ٹکڑا ابر کا آیا اور ایسی بارش ہوئی کہ تمام ملک سیراب ہو گیا۔ ایسے ایسے اور بہت خوارق اور کرامت کا ظہور آپ سے ہوا ہے، بلکہ اتنا شاید دوسرے سے ہوا ہو۔ پس ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵ء میں بمقام کوٹ مٹھن شریف عین موقع عرس حضرت سلطان الاولیاؒ پر بہ شب چراغاں حضرت فخر جہاں صاحب اپنے برادر معظم و مکرم کے مرید ہوئے۔ ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں دستار فضیلت حاصل کر کے کار درویشی کی تکمیل میں مصروف ہوئے۔ اور ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں بعد انتقال اپنے برادرِ معظم و مرشد و مکرم کے مسند آرائے مشیخت ہوئے کئی بزرگوں کی روحانیت سے فیض پایا طبع عالی اوائل ہی سے سخا اور عطا کی طرف مائل تھی جو اخراجات حسنات قدیم سے چلے آتے تھے ان کو برقرار رکھا۔ خدام آستانہ ہائے پیرانِ چشت و دیگر آستانجات اولیائ اللہ کے معمولات میں افزونی کی، بیوگان و مساکین و یتیمان سب کی پرورش میں موفور کوشش شروع کی۔

فیاضی حضرت کی زبان زدِ خاص و عام ہے املاک ضلع ڈیرہ غازیخان سے اکثر جگہ کی، دوسروں کو عند اللہ بخش دی۔ انعامِ الٰہی سے خرچ بھی اندھا دھند اور فتوح بھی بے اندازہ تھا مگر فتوح ایک مقرر رقم نہیں ہے کمی بیشی ضرور ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دس ہزار روز کا فتوح تھا۔ مگر بعضے دن فقرا خانقاہ نشین صرف پانی پی کر رہا کرتے۔ فقرا کی مثل ہے ''کبھی گھی گھنا، کبھی مٹی چنا، وہ بھی منا[۱]''، گاہے

---

[۱] منع۔

چنیں گاہے چناں''۔ اور وہ اقوام متعدد، باشندگان سندھ پنجاب جو حضرت سلطان الاولیا آپ کے جد کے عہد میں حلقہ ارادت میں آچکی تھیں۔ ان کا سلسلہ پیری مریدی بدستور برابر چلا آتا ہے۔ نذر آتی ہیں۔ ان سے علاوہ اور دیگر اقوام میواتی و مسلمان گوجر اور بہت رئیس داخل غلامان ہوئے چنانچہ حاجی حرمین شریفین سردار حاجی محمد مگیہ خان صاحب بہادر والئ ریاست چوٹی قوم بلوچ لغاری کہ نہایت سلیم حلیم طبع مخیر مہمان نواز اور گورنمنٹ انگریزی کے خیر اندیش و معتمد علیہ ہیں ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ اور سردار صاحب زبدۃ القبا عمدۃ الاصفیا خلیق الطبع ذاکر اللہ سردار محمد قیصر خان صاحب مگسی والئی ریاست جھل ملک بلوچستان معہ قوم اور سردار بہرام خان صاحب خلف سردار امام بخش خان بہادر والئ ریاست روجھان معہ قوم خود و سردار فضل علی خان صاحب و سردار شہباز خان صاحب، نواب عبدالعلیم خان بہادر نبیرۂ نواب وزیر الدولہ مغفور والئی ریاست ٹونک اور عربستان و خراسان و ملک برہما چین تبت میں بھی حضرت کے مرید اور مریدوں کے مرید موجود ہیں۔

ہندوستان کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں آپ کے مرید یا مریدوں کے مرید نہ ہوں۔ اجمیر شریف، ناگور شریف، احمد آباد شریف، جیسلمیر، مارواڑ، گجرات، مالوہ، بھوپال، جبل پور، ناگ پور، کامٹی، حیدر آباد (دکن)، دریوان تبیا ملک تربت (تبت ؟)، لکھنؤ، الہ آباد، ٹونک، جودھ پور، بمبئی، کلکتہ، بنگال، دہلی، مراد آباد ضلع بارہ بنکی، ملک اودھ، ضلع میرٹھ مظفر نگر، جہلم، لاہو، ضلع راولپنڈی، تحصیل کہوٹا، پشاور، دیرہ جات، سندھ، بلوچستان اکثر مقام ایسے ہیں کہ جہاں آپ کے مرید باوقعت اور با

رشد بھی ہیں۔ چنانچہ ضلع بارہ بنکی میں میاں عبداللہ شاہ صاحب ضلع مراد آباد
میں مولانا فیض اللہ صاحب بارشد ارشاد صاحب سلسلہ ہیں۔ ضلع مظفر نگر
میں آپ کے خلیفہ امام الدین نامی گرامی بزرگ ہیں، ضلع میرٹھ میں قاضی
ظہور علی و محفوظ علی صاحبان دہلی میں قاضی محمد زکریا صاحب قاضی بادشاہی
(مسجد) از اولاد حضرت غوث اعظم مشاہیر دہلی سے ہیں دربار میں کرسی
پاتے ہیں۔ سید محمد عظیم صاحب دہلوی از اولاد حضرت امام موسیٰ رضا علیہ
السلام اور خاندانِ شاہی دہلی سے مرزا محمد شاہ صاحب و مرزا محمود صاحب و
مرزا مسعود شاہ صاحب و مرزا درخشندہ بخت صاحب و مرزا نظام شاہ صاحب
وغیرہ اور دیگر اہل شہر و نیز ساکنان قطب صاحب و غیاث پور و چراغ دہلوی
اور ضلع سہارنپور میں مولانا نظام الدین صاحب و شیخ صدیق احمد صاحب پیر
زادہ کامل درویش صاحب کشف و کرامت ہیں۔ گنگوہ شریف میں پیر بشیر
احمد صاحب عرائض نویس، جوالا پور میں عوض خان صاحب رئیس و زمیندار
الورہ، ضلع گوداواری ملک مدراس میں ڈاکٹر محمد حسین صاحب، خاص
مدراس میں سید شہاب الدین صاحب و شیخ عبدالرؤف صاحب، کامٹی ناگپور
میں میاں ابو محمد عبدالرحیم ابراہیم صاحب صوبہ دار میجر رجمنٹ نمبر سات
قطب فوج اور آپ کے خلیفہ ہیں۔ جزیرۂ انڈمان ملک برہمان (برما) میں
حضرت مولانا عبدالودود و قادر بخش صاحب متوطن انڈمان آپ کے خلیفہ
بڑے صاحب سلسلہ ہیں۔ خاص رنگون میں آپ کے خلیفہ شیخ محمد امین
صاحب بزرگ پُر تاثیر ہیں۔ لکھنؤ میں عبدالرحمٰن صاحب و عبداللہ خان
صاحب ٹھیکہ دار و میاں بنگالہ شاہ صاحب و میاں پیر علی شاہ صاحب و میاں
بسم اللہ شاہ صاحب ریاست گوالیر میں مشہور فقیر ہیں۔ تحصیل بریہ

ریاست بھوپال میں باز خان صاحب رہٹی والہ و مہر خان صاحب و چھوٹا خان صاحب باوقعت ہیں۔ موضع بدنپور تحصیل بھیلسہ ریاست گوالیر میں میاں موج شاہ صاحب باسلسلہ ہیں اس علاقہ کی اقوام میواتی وڈہلیت و گدی و مہوبیہ و دیگر اقوام ان کے مرید ہیں۔ اس علاقہ کے ہنود ان کو باخدا مانتے ہیں۔ منگلور علاقہ میسور ہیں میاں محمد زکریا صاحب ولد شیخ محمد حسین صاحب اور خاص میسور میں میاں عبدالرحیم صاحب جمعدار رجمنٹ نمبر ۸ مدراس و میاں عبدالخلیل ناگور میں، میاں بلند خان صاحب الہ آباد میں، مولانا شیخ عبد الرحمٰن الہ آبادی آپ کے خلیفہ صاحب سلسلہ ہیں۔ سرسا ضلع الہ آباد و خاص شہر الہ آباد و اکبر آباد و کانپور و کلکتہ و دیرہ دون و مرزاپور و ریاست ریوان میں ان کے بہت لوگ مرید ہیں۔ کالا باغ میں میاں عبداللہ شاہ صاحب کے بہت لوگ مرید ہیں اور خاص الہ آباد میں منشی محمد حنیف صاحب تھانہ دار پنشنی وڈاکٹر مولا بخش و منصب علی صاحبان، پشاور میں منشی محمد یعقوب صاحب پنشنری باوقعت شخص ہیں، سوات بُنیر (بونیر) میں سید مولوی عبدالعزیز صاحب، کشمیر میں حکیم لال دین صاحب کے برادر زادے آپ کے مرید ہیں حکیم لال دین صاحب کسی وقت وزیر ریاست جموّن تھے، ضلع جہلم میں آپ کے خلیفہ سید مراد شاہ صاحب بڑے باکمال اور مشہور صاحبِ سلسلہ فقیر ہیں اور اہل عیسیٰ خیل و موسیٰ خیل سے بہت مرید ہیں۔ اور ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں باجماعت کثیر فقراء وعلماؤ خدام کے حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول اللہ سے مشرف ہوئے جو سفر نامہ میں درج ہے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی سیر کر کے وہاں کے مزارات اولیاءاللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

بتاریخ گیارہ محرم الحرام ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء میں عالی جناب نواب صاحب رکن الدولہ نصرت، جنگ حافظ الملک مخلص الدولہ نواب صادق محمد خان بہادر مغفور جی سی ایس آئی عباسی حضرت کے مرید صادق ہوئے نواب صاحب مغفور اول درجہ کے سخی و شرفا پرور فقراء دوست گُن گاہک (گن والوں کے خریدار) مردم شناس پیر پرست گزرے ہیں۔ اخراجات حسنات نواب صاحب مغفور کے تا قیام قیامت یادگار رہیں گے۔ چنانچہ جب ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء میں روضہ عالی حضرت سلطان الاولیا کا بن کر تیار ہوا جس کے آگے کا مجلس خانہ حاتم ثانی جنت آشیانی نواب صادق محمد خان صاحب بہادر مغفور نے بصرفِ زر کثیر تیار کرایا۔ اور روضہ اقدس کے سرہانے کا صفہ امام بخش خان صاحب[1] بزدار مہرے والے نے تیار کرایا۔ مسجد آستانہ مبارک محمد مسو خان صاحب نتکانی قوم بلوچ رئیس ڈیرہ غازیخان نے تیار کرائی۔ آستانہ مبارک کے گرد کا احاطہ مرزا علی اصغر صاحب رئیس کوٹلہ مغلاں نے تیار کرایا جو عالی جناب معلیٰ القاب وزیر الملک مرزا جند وڈا خان صاحب بہادر وزیر ریاست بہاولپور کے بہت قریب عزیزوں میں سے تھے اور حجرے پختہ واسطے قیام طلبہ و فقراء کے بعد میں تیار ہوئے۔ اور خاص بمقام چاچڑاں شریف ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء میں نواب صاحب مغفور نے ایک کوٹھی حضرت صاحب قبلہ کی رہائش کے واسطے خشت اور چونے سے نہایت اصرار کے ساتھ تیار کرائی کیونکہ حضرت

---

[1] غالباً یہ وہی امام بخش خان بزدار ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی خدمت عالیہ میں سرائیکی کے مشہور شاعر امام نے پہلی بار قصہ چہار درویش منظوم کر کے طباعت کے لئے پیش کیا تھا لیکن کئی برس ان کے پاس رہنے کے باوجود طبع نہ ہو سکا۔

مغفور منظور نہ فرماتے تھے۔ آپ کو خس پوش کی طرف رغبت تھی بعد تیاری کے بمشکل اس میں فروکش ہوئے تھے۔ اور ایک سرائے عظیم الشان تیار کرائی کہ جس میں دور دور کے لوگ آکر ٹھہرتے ہیں آرام پاکر رئیس مغفور کی مغفرت اور ترقی و حفظ و امن ریاست کے لیے دعا کرتے ہیں اور رئیس مغفور کی عالی ہمتی دریا دلی، خدا پرستی اپنے ملک میں جا کر بیان کرتے ہیں، حلیہ مبارک حضرت صاحب مغفور و موصوف کہ جس کو اس سگِ درگاہ فریدی مؤلف رسالہ ہذا نے کوشش بلیغ کے ساتھ تصاویر کہنہ مستندہ موجودہ خانقاہائے ہندوستان و نیز موجودہ کتب خانہ حضرت قبلہ سے تطبیق کر کے جمع کیا۔ اور نیز کتابوں سے جس کی صحت کی۔ یعنی قامت مبارک جناب کا مثل قامت اقدس حضرت خواجہ احرار رحمت اللہ علیہ کے جسم اطہر کا ڈول اور طریقہ نشست مثل حضرت غوث صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے جسد مبارک کا رنگ کا و سخاوت و حلم و حیا مثل جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کے گردن اور پشت مشابہ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ فیض گنجینہ و کف دست حق پرست مثل حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز کے اور ساق پا مشابہ بہ ساق حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی رحمت اللہ علیہ کے طریقہ رفتار مثل مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے فقر قدم بقدم حضرت سلطان المشائخ رحمت اللہ علیہ کے۔ جس طرح ظاہراً مشابہت اولیاء اللہ متقدمین سے ہے ایسی ہی باطناً بھی ذاتِ بابرکات صفات...... سے مملو تھی۔ چنانچہ مولوی عاقل محمد صاحب[1] سجادہ ہڑند کہ عالم متبحر درویش

[1] خواجہ عاقل محمد، جوگیؔ اور شائقؔ تخلص کرتے تھے سرائیکی، اردو اور فارسی میں دیوان دستیاب ہیں۔ سرائیکی کافیوں پر خواجہ فرید کا رنگ چھایا ہوا ہے "دیوانِ جوگی" ڈیرہ غازیخان کے ہاشم شیر خان اور پنجابی ادبی بورڈ سے محمد آصف خان نے بھی غالباً مرتب کیا ہے۔

باتصرف ظاہری و باطنی صاحب سلسلہ مرجع خلائق تھے ایک بار کوٹ شریف کے عرس میں آئے حضرت صاحب مغفور کی زیارت سے مشرف ہوتے ہی نہایت اصرار کے ساتھ حضرت سے بیعت کی اسی وقت خرقہ پایا بعد اختتام عرس کے جب اپنی جگہ پر گئے تو ان کے مرید اور خلفا نے دریافت کیا کہ اس جگہ مشہور ہے کہ آپ نے حضرت خواجہ شاہ غلام فرید صاحب سے بیعت کی آپ نے کیا کرامت دیکھی کہ اپنے سے چھوٹی عمر کے شخص سے بیعت کی؟ مولوی صاحب موصوف نے رو کر کہا کہ اَیُّہا النّاس میں نے کوئی کرامت نہیں دیکھی مگر یہ دیکھا کہ جو صفات ...... ہم نے کتابوں میں دیکھی ہیں حضرت خواجہ صاحب چاچڑاں شریف کو ان صفات سے موصوف پایا، تبرکا بیعت کی۔

اوقات مبارک حضرت کے اس طرح منقسم تھے۔ وضو کے پانی کی چھینٹ سے اجتناب کرنیکے واسطے اونچی جگہ بیٹھ کر وضو کرتے تھے بعد نماز ظہر تلاوت قرآن شریف کرتے خدام و درویش سرائے نشینانِ و علمائے شہر حاضر ہو کر خاموش بیٹھتے۔ جب آپ تلاوت کر چکتے تو خواہان کو تعویذ لکھ دیتے۔ خواہانِ دعا کے حق میں دعا خیر فرماتے، سائلین کی دستگیری کرتے اگر مسئلہ شرعی یا تصوف و توحید پیش ہوتا اس کو حل فرماتے کہ وقت عصر کا آجاتا۔ نماز عصر با جماعت گذار کر زائرین کو طلب فرما کر ان سے ملتے۔ قریب مغرب کے دربار برخاست ہو جاتا تھا۔ مرید ہونے والوں کو مرید فرماتے ورنہ تا بہ مغرب مشغول اوراد رہتے جب وقت نماز مغرب کا آتا نماز با جماعت ادا فرما کر نوافل پڑھتے، جب نماز عشا کا وقت آتا نماز با جماعت ادا فرما کر گیارہ بجے تک بہ بجائے خلوت مشغول حق رہتے۔ بعد

گیارہ بجے شب کے داخل محل سرائے ہو کر برائے سد رمق نان گندم بلا روغن کے جس کی مقدار ڈیڑھ تولہ سے زیادہ نہ ہوتی تھی ایک گلاس شیر مادہ گاؤ کے ہمراہ نوش فرماتے۔ کبھی علالت طبع میں کئی کئی روز اس کو موقوف کر دیتے تھے اور مستوراتِ شہر اور دیگر مرید مستورات جو دور دور سے آتیں ان کو زیارت سے مشرف فرماتے۔ خواہانِ مریدی کو مرید فرماتے۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے۔ بارہ بجے محل سے بر آمد ہو کر تھوڑی دیر قیلولہ فرما کر نماز تہجد ادا فرماتے بعد تا باذان صبح مراقبہ و مشاہدۂ ذات میں رہتے۔ نماز صبح با جماعت ادا فرما کر تا بہ اشراق اوراد معمولہ خواجگان چشت ادا فرما کر، اشراق پڑھ کر طلبا کو احادیث میں مشکواۃ شریف و احیاالعلوم و صحیح بخاری و صحاح ستہ و تفاسیر اور تصوف میں لوائح جامی و عوارف شریف و فصوص الحکم وغیرہ پڑھاتے۔ ساڑھے نو بجے دن کے طلباء و علماو فقرا رخصت ہوتے۔ بعد اپنے دستِ حق پرست سے میوہ ہر فصل طلباء و علماو فقرا و مساکین و مسافرین و زائرین و مہمانان کو تقسیم فرماتے جس کو خدام اٹھا کر ہر ایک کے ڈیرے پر پہنچا دیتے تھے۔ بعد داخل خواب گاہ ہو کر کل دو گھنٹہ بطریق مسنون حسبِ صورت محمدی قیلولہ کر کے تا بوقت ظہر بہ جائے خلوت مشغول بحق رہتے سوائے محرمان درگاہ کے دوسرے کو باز یابی نہ ہوتی تھی۔ نماز کے بارے میں نہایت تاکید فرماتے۔ آدابِ شریعت غرًا ہر وقت مدِ نظر رہتا۔ معاملاتِ شرع شریف میں ہرگز رعایت نہ فرماتے۔ سماع کی یہ صورت تھی کے مجالس پیرانِ عظام میں حسبِ ضابطہ شریکِ سماع ہوتے ہر وقت باادب و مستسلم برضائے الٰہی رہتے۔ اگر زحمت ہوتی اس کو رحمت سمجھتے۔

مریدوں کی تعلیم باطنی میں نہایت توجہ فرماتے روز بروز استغراق بڑھتا جاتا تھا۔ ہر وقت بے رنج و محن رہتے۔ تمام عمر کبھی کسی سے سختی سے نہ بولے۔ ہر کہ مہ کی دلجوئی و مدارات میں دقیقہ باقی نہ رکھتے۔ یہ اصول تھا کہ جو آئے خوشی سے رہے یا با خوشی اپنے گھر جائے۔ آمدنی املاک اور فتوح سے کبھی ایک پیسہ نہ رکھا۔ اکتیس سال صاحب سجادہ رہے ساٹھ لاکھ روپیہ کے قریب عند اللہ بانٹا۔ ہمیشہ یہ عادت رہی کہ ابھی آیا اور ابھی نکالا۔ آمدنی اتنی نہ تھی جتنا خرچ تھا۔ حق تعالیٰ خزانہ غیب سے دیتا تھا۔ دوسروں کو دو شالے دیے اپنے واسطے کبھی ایک چادر بھی نہ سلائی۔ اپنی حاجت پر دوسروں کی حاجت روائی کو بہتر سمجھا۔ اپنے ہمراہ کبھی کسی کو پیدل نہیں چلایا۔ کسی سفر میں سو ڈیڑھ سو آدمیوں سے کم ہمراہ نہیں ہوئے۔ ایک ایک متنفس کی خبر گیری کرنا، ہر ایک کو اشیا ضروری دینا، بازار خرچ کو حسبِ حیثیت نقدی عطا کرنا، تمام عمر کبھی کسی کو دشنام دہی نہیں کی۔ اگر کسی خادم پر ناخوش بھی ہوتے تو تھوڑی دیر کے بعد اس کی ایسی تلافی اور دلجوئی کی کہ وہ خوش ہو جاتا۔ ہمیشہ عادت یہ تھی کہ روپیہ مانگنے والے کو چہار چند تک دینا۔ روپیہ کو ایسا ذلیل جانتے کہ کبھی روپیہ نہیں کہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ فلاں صاحب کو اتنے پیسہ نذر کر دو اور دے کر کبھی فخر نہیں کرتے۔ کسی ملازم کو اپنا ملازم نہیں سمجھا۔ اگر کسی کار کی ضرورت ہوتی تو عام طور پر فرماتے کہ اگر کوئی فلاں کار عند اللہ کر دے تو بہت اجر پاوے۔

کبھی کسی اپنی شے کو اپنا نہ سمجھا۔ ہر شے کو وقف مانتے رہے اگر کوئی بد نیتی سے کچھ اٹھا لے جاتا اور معلوم بھی ہو جاتا تو کبھی اس کی پردہ دری نہ فرماتے نہ وہ شے اس سے واپس لیتے بلکہ اس پر ایسا الطاف

فرماتے کہ دوسرے کو اس کی شکایت کرنے کی مجال نہ ہوتی[۱]۔ کبھی کسی کارندہ سے حساب نہ لیتے اگر کوئی عرض کرتا کہ آپ کے ہاں بڑی بدانتظامی ہے تو فرماتے کہ میاں وقف مال ہے میں انتظام کرنے والا کون ہوں۔ دوسرے یہ کہ دنیاداروں کو انتظام چاہیے فقیروں کی ہمیشہ بدانتظامی رہنی چاہیے ان کا انتظام دوسرا ہے اس میں فرق نہ آئے۔ اہلِ اسلام کے کلام کو کبھی دروغ نہ سمجھتے تھے سادات عظام و شرفا و فقرا کی (کو) کھڑے ہو کر تعظیم دیتے۔

حریر و حصیر کو ایک نظر دیکھتے اگرچہ ہر ایک قسم کے فرش موجود تھے جو وقتاً فوقتاً امراٴ نذر کرتے تھے وہ مہمانوں کے کام آتے۔ خود بدولت بوریہ نشینی کو پسند فرماتے۔ دربار میں کبھی مسند بچھا کر نہیں بیٹھتے۔ یہ کوٹھی جو نواب صاحب مغفور نے ہزاروں روپیہ کی لاگت سے حضور کے واسطے تیار کرائی تھی اس میں ہمیشہ بوریہ کا فرش رہتا تھا۔ موسم سرما میں بھی زیادہ تکلف نہ ہوتا تھا زیادہ سردی کے وقت آتش روشن کرا لیا کرتے۔ اپنی ذاتِ مقدس

---

[۱] خواجہ حسن نظامی دہلوی نے "گوہر شب چراغ" کے دیباچہ میں خواجہ فرید کے بارے میں اپنے مشاہدات میں لکھا تھا کہ: "وہ بہت بھولے اور دنیا سے بے خبر معلوم ہوتے تھے مگر حقیقت میں ایسا نہ تھا۔ وہ ہر دنیاوی باریکی کو جانتے تھے۔ ان کے بھولپن کی روش خود ساختہ ہوتی تھی تاکہ لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی ضرورتیں پوری کریں اور بھولپن کے سبب ان کو اظہارِ حال میں جراٴت ہو جائے۔ ان کے پاس متعدد دنیاپرست اور دھوکہ باز لوگ بھی جمع رہتے تھے جو ان کے بھولپن سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔ ایک روز میرے والد نے خواجہ صاحب سے اس کا ذکر کیا تو متبسم ہو کر فرمایا کہ: "میں جانتا ہوں مگر خدا سے شرماتا ہوں، اس نے مجھ کو اپنی نعمت کے خزانے بغیر کسی لیاقت کے دیئے ہیں، میں اس کے بندوں کی لائقی و نالائقی پر کیوں غور کروں؟ جس کا جو حصہ ہے مل جاتا ہے، خواہ اس کو جائز طریق سے لے یا ناجائز طریق سے، جائز طریق سے لے گا تو عاقبت بخیر ہو گی۔ (گوہر شب چراغ، اشاعت جدید ۱۹۹۹ء ص ص ۲۷-۲۸)

کے واسطے آرام و آسائش کو ہرگز پسند نہ فرماتے البتہ مہمانوں کے آرام و آسائش میں موفور کوشش فرماتے۔ موسم سرما میں مسافرین کو چائے اور شیر ملتا، آگ رکھنے کو لنگر سے چوب سوختہ دی جاتی تھیں اور مرید نوازی تو ذاتِ بابرکات پر ختم تھی۔ دستور ہے کہ مرید پیروں کی خدمت کیا کرتے ہیں۔ ذات فیض آیات خود غریب مریدوں کی پرورش فرماتے جو مرید تحفے لاتا اس کی قیمت سے المضاف (المضاعف) بنام نہاد رخصدانہ (رخصتانہ) یا زادِ راہ مرحمت فرماتے۔ بڑے آدمیوں کو پارچائے قیمتی تبرکاً عطا فرماتے اور ارشاد کیا کرتے تھے کہ پیر کو لازم ہے کہ مریدوں کو نہ ستائے جب یہ دنیا میں مرید کی امداد نہ کرے گا تو آخرت میں کیا کرے گا، چنانچہ عین وصال کے روز تک مریدوں اور مسافروں علماؤ فقرا شہر کو نقد اور جنس مرحمت کیا۔ مریدوں کی ہر ایک وقت پر امداد فرمائی۔ ڈاکٹر مولا بخش الہ آبادی کے ساتھ جس طرح امداد کی حصہ دوم مناقب فریدی میں درج ہے۔

استعدادِ علمی و معلومات آپ کی، آپ کے ملفوظ شریف مقابیس المجالس المسمیٰ بہ اشاراتِ فریدی سے ظاہر ہے جو عزیز القدر مولانا رکن الدین صاحب نے آٹھ برس [1] حاضر رہ کر جمع کیا ہے۔ تصرفات حضرت کے یہ ہیں۔ شمال میں چین اور تبت، غرب میں قندھار، کابل بخارا مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و بغداد شریف، جنوب میں ملک مدراس و ملک برہما، مشرق میں ڈھاکہ تک سلسلہ جاری ہے۔ لاکھوں مرید ہیں۔ سخاوت مشہور ہے۔ سبحان اللہ باوجود ہونے قطب الاقطاب کے مجاہدہ سے ایسی دلچپی تھی

---

[1] آغازِ تحریر ۱۹ر رجب ۱۳۱۰ھ / فروری ۱۸۹۳ء - اختتامی مقبوس ۲ر ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ / جولائی ۱۹۰۱ء (بمطابق اردو ترجمہ)

کہ تاحیات اس کو ترک نہ کیا۔ رات کا سونا جو اوائل عمر میں چھوڑا تھا تادم آخر شب کو نہیں سوئے۔ قلت طعام کو یہانتک پہنچایا کہ صرف ایک گلاس شیر مادہ گاؤ شب کو نوش فرماتے اور روٹی ڈیڑھ تولہ [۱] سے زیادہ کبھی نوش نہ فرمائی۔ چنانچہ تین سال تک یہ سگ درگاہ اپنے ہاتھ سے پکا کر کھلا تا رہا ہے۔ بوقتِ شب دستر خوان شاہانہ ہوتا تھا وہ دوسروں کو کھلا کر خوش ہوتے یعنی خدام لوگ سامنے بیٹھ کر کھایا کرتے تھے اپنی قناعت نان خشک پر تھی۔ اقسام اقسام کے میوے اور مٹھا اوروں کو روز تقسیم فرماتے آپ زبان پر بھی کبھی نہ رکھتے تھے۔ اور سفر اور حضر ہر صورت میں بعد نمازِ عصر کے پانچ روپیہ کے پیسہ بچوں کو تقسیم کرا دیتے۔ ایک قرآن شریف ہر روز لِلّٰہ دیا جاتا۔ طلبا کو علاوہ روٹی کپڑے کے کتابیں کتب خانہ سے دے کر اشیا ضروری کے واسطے نقد مرحمت فرماتے اور جملہ خانقاہ و سرائے نشینان کو روٹی لنگر سے ملتی اور خرچ کے واسطے ہفتہ وار ایک روپیہ سے پچیس روپیہ تک عطا فرمایا کرتے تھے۔ یگانہ اور بے گانہ کو ایک نظر دیکھتے تھے۔ ہر ایک پر شفقت مساوی فرماتے، جو ایک دن کو آتا تھا اس کو مہینوں تک نہ جانے دیتے تھے۔ ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے کہ وہ اپنے گھر کو بھول جاتے تھے۔ یہ اسی ذاتِ فیض آیات کا کام تھا کہ "دینا، منت کرنا، ناز اٹھانا۔" اگر دوسرا دو پیسہ کی چیز نذر کرتا اس کے ممنون اور مشکور ہوتے۔ کبھی کسی سے تفاخر کے ساتھ کلام نہ کرتے اس مراتبِ اعلیٰ پر نہایت انکسار کے ساتھ پیش آتے۔ خدام آستانہ

---

[۱] مقابیس کے مطابق ایک روز فرمایا کہ: "میں آٹھویں پہر (چوبیس گھنٹہ) کے بعد ایک چھٹانک گندم کے آٹا کی روٹی پکوا کر کھاتا ہوں اور دو سیر دودھ سے کچھ کم پیتا ہوں۔ اگر گوشت کی بوٹی کھاتا ہوں تو اسی قدر روٹی میں کمی کر دیتا ہوں۔" (ص ۷۱۹)

بائے پیران چشت کے معمولات باوجودیکہ قدیمی معمول سے سہ چند و چہار چند کر دیے تھے، مگر جب وہ آتے وہ ناز کرتے وہ آپ نہایت خوشی سے اٹھاتے۔ جس قدر لینے میں وہ سختی کرتے آپ خوش ہوتے کبھی برا نہ مانتے تھے، کارندوں کی کتب جمع خرچ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سات ہزار آدمی وظیفہ خوار تھے ان میں سے کہ بعض کو غلہ مقرر تھا بعض کو نقد ملتا تھا، نقدی پانے والے اسی روپے ماہوار سے سو روپیہ ماہوار تک کے پانے والے تھے اور بہت سے لوگ اطراف ہند سے آتے تھے جو سالانہ معقول رقم پاتے تھے جو کوئی کسی جگہ کا صاحب سجادہ آتا تھا یہ معمول تھا کہ علاوہ پارچہ جات کے ہزار روپیہ پیش کرتے اور جو صاحب سجادہ ہمیشہ کے آنے والے تھے ان کو کسی کا کچھ اور کسی کا کچھ متفرق طور پر مقرر تھا۔

جملہ پیرانِ سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ کے عرس کرتے جس میں عرس جناب سرورِ کائنات کے واسطے تین سو مقرر تھے باقی عرس جناب علی مرتضٰی کرم اللہ وجہ و حضرت خواجہ بزرگ و حضرت قطب الدین دہلوی و حضرت بابا صاحب و حضرت سلطان المشائخ و حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی اور حضرت مولانا فخر صاحب اور حضرت قبلۂ عالم مہاروی صاحب ان سے ہر ایک عرس کے واسطے سو سو روپیہ مقرر تھے حضرت سلطان المشائخ کے عرس کے واسطے سوا دو سو روپیہ مقرر تھا۔ تین عرس جو کوٹ شریف میں ہوتے تھے ان میں ہزارہا روپیہ سالانہ کا خرچ تھا۔ کارندے اور منشی اور مولوی اور خدام اور اعلیٰ و ادنیٰ و ملازمین لنگر شریف و کہار و بہشتی و خاکروب سب ملا کر ساڑھے تین سو کے قریب ملازم تھے۔ اپنی کیفیت بیان کرتا ہوں کہ ایام حاضری میں مجھ اکیلے کو دس آدمیوں کا کھانا

آتا تھا ہر ایک اشیائے ضروری لنگر خانہ سے ملتی تھی۔ میرے وابستگان [۱] کا کل خرچ لنگر شریف کے ذمہ تھا جو بالا بالا ان کو پہنچتا تھا کہ آمدنی املاک و جاگیر وغیرہ پینتیس و چھتیس ہزار سالانہ کی تھی۔ اس قدر خرچ کو کب مکتفی ہو سکتی تھی ظاہر ہے کہ پروردگار عالم نے خزانۂ قدرت کی کلید حضرت کو بخش دی تھی جو چاہتے تھے خرچ کرتے تھے۔ اجمیر شریف تک جانے میں چالیس پچاس ہزار خرچ ہو جایا کرتے۔ مجلسِ سماع میں جب کبھی لذت ہوتی تو قوال نہال ہو جایا کرتے تھے۔ اجمیر شریف میں ایک مجلس میں نو سو دیئے۔ ہر سال نواب صاحب مغفور خود حاضر ہو کر حضور کو لے جا کر تین چار ماہ دار الریاست میں [۲] مہمان رکھا کرتے تھے وہاں بھی زائرین و سالکین کی ایسی کثرت ہوتی کہ جو روپیہ ...... بعضے دن مکتفی ...... خرچ ہوتے تھے اور بر آمد کے وقت بیس پچیس کبھی تیس ہزار پیش کش ہوتے۔ الا کبھی ایسا نہیں کہ ایک پیسہ بھی ہمراہ واپس آیا ہو۔ پیش کش اور اس کے علاوہ فتوح وہاں کا کل اسی جگہ عند اللہ دے کر دوسرا روپیہ قرض لے کر چاچڑاں آیا کرتے تھے۔ ایک سال نواب صاحب نے چالیس ہزار روپیہ پیش کش دیا حضرت نے ایک

---

[۱] یعنی مریدین کے وابستگان کے اخراجات بھی خواجہ فریدؒ ادا کرتے تھے اور اپنے اس قول کو ثابت کرتے تھے کہ جو پیر دنیا میں مرید کی مدد نہیں کر سکتا وہ آخرت میں کیا کرے گا۔

[۲] خواجہ حسن نظامی دہلوی کے حوالے سے خواجہ فریدؒ کے ورود دیرہ نواب صاحب کا احوال پہلے حاشیے میں گزر چکا ہے نظامی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ: "میں نے حضرت خواجہ صاحب کی بارہا زیارت کی ہے اور یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خواجہ صاحب ایک گاڑی میں سوار ہیں جیسی بچوں کی گاڑی ہوتی ہے اور نواب صاحب بہاولپور ملازموں کی طرح اس گاڑی کو ہاتھوں سے دھکیل کر چلا رہے ہیں۔ احمد پور میں خواجہ صاحب نواب صاحب کے مہمان تھے، میں روز حاضر مجلس ہوتا تھا۔ باہر نوابی محل تھا، اندر فقیر کا بوریا بچھا رہتا تھا اور حلقہ میں عہد گزشتہ کے اولیاء اللہ کا جلوہ نظر آتا تھا۔" (گوہر شب چراغ ص ۲۷)

ہفتہ میں عند اللہ تقسیم فرمادیا۔ ایک خرمہرہ باقی نہ رکھا۔ مہمان نوازی اور سخاوت روز بڑھتی جاتی تھی ۔ یہاں تک کہ مہمانوں کے واسطے پانی سرد کرنے کی مشین منگائی گئی ۔ اپنے ہاتھ سے لوگوں کو سرد پانی پلا کر مسرور ہوتے ۔ آپ کو بنفسِ نفیس زیادہ تر سرد پانی سے شوق [۱] نہ تھا۔ مسافرین کی خدمت کے واسطے آدمی مقرر تھے ۔ چار طبیب ملازم تھے ۔ مرکبات، مفرحات تک تیار رہتی تھی۔ سبحان اللہ ظاہراً سامان شاہانہ تھا مگر خود بدولت بہ نفسِ نفیس ترک و تجرید کے ساتھ متوکلانہ بسر فرماتے اسی دنیا کمینی [۲] سے اوائل عمر سے نفرت تھی۔

تھوڑے عرصہ سے اہل دنیا سے بھی متنفر ہوتے جاتے تھے۔ زیادہ تر استغراق رہتا تھا اور یا اہل اللہ کا ذکر متوجہ ہو کر سنتے تھے۔ لہو لعب کی باتوں سے اجتناب کرتے سوائے مشاہدۂ ذات کے دوسری طرف کم التفات فرماتے ۔ قرائن سے ایسا پایا جاتا تھا کہ دنیا میں رہنا بھی پسند نہیں کرتے مگر کارہائے متعلقہ سجادگی اور خدمت پیران سلسلہ مانع مدعا تھی اور چند اصحاب غلامان درگاہ ایسے تھے کہ ان کی تکمیل نہ ہوئی تھی بعض وہ تھے جو

---

[۱] مقابیس میں بھی ٹھنڈا پانی پسند کرنے کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔ ”حضرت اقدس نے خادم سے فرمایا کہ پانی لاؤ۔ اس نے برف کا ٹکڑا پانی میں ڈال کر پیش کیا۔ آپ نے کچھ پانی نوش کیا اور فرمایا کہ ابھی اچھی طرح ٹھنڈا نہیں ہوا کچھ زیادہ ٹھنڈا کرو۔ خادم نے برف کا ایک اور ٹکڑا پانی میں ڈالا اور آپ نے نوش فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ سری سقطیؒ نے ساری عمر ٹھنڈا پانی نہیں پیا تھا بلکہ آگ پر گرم کر کے پیتے تھے ۔ (ص ۷۸۴)

[۲] ”دیوانِ فریدؒ سرائیکی کے اشعار (کافی ۲۵۱) سے بھی دنیا سے بے غرضی کا واضح اظہار ہوتا ہے۔

دنیا دانہ تھی آشنا ہے اے مکارہ بے وفا

کھاویں نہ موذن دا دغا ہے بچ گنی تیکوں گھنی

مدت دراز سے آستانہ فیض نشانہ پر پڑے مجاہدہ شاقہ کر کے اپنے جسم و جان کو کھپائے ہوئے تھے۔ ان کو بھی برائے ہدایت خلق و ترقی سلسلہ پیران عظام سرفراز فرمانا تھا چنانچہ بعض کو ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں بعض کو ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں خرقہ حلافت و مثال خلافت سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ ۱۳۱۷ھ کا ذکر ہے کہ جب یہ سگِ درگاہ واسطے زیارتِ فیض بشارت حضرت قبلہ کی حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ آفاق حضرت مولانا خواجہ شاہ محمد بخش صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم باطنی میں ہمہ تن سرگرم ہیں مجھ کو نہایت مسرت ہوئی ایک روز میں نے بعد آستانہ بوسی کے عرض کی قبلہ ایسا پایا جاتا ہے کہ حضور صاحب زادہ صاحب کو برائے چندے کسی جگہ واسطے ہدایت خلق کے مقرر فرمایا جائے گا۔ یہ سن کر ارشاد فرمایا ان کو اسی جگہ رہ کر ہدایت خلق میں مصروف رہنا ہو گا۔ بعد فرمایا کہ وہ عجب شیر مرد ہیں جو واردات کہ سالکان طریقت پر انتہا میں ہوتی ہیں وہ ان پر اوائل میں واقع ہوئیں۔ انعام الٰہی سے جملہ منازل مقامات سفر کو طے کر چکے ہیں۔ ایک مقام پر کچھ باقی تھا الحمد للہ کہ میں ان کی تعلیم باطنی سے سبکدوش ہوا۔ اور ان کے فقر کی طرف سے مطمئن ہوا۔ اس کلام کے سنتے ہی یقین ہو گیا کہ حضرت آمادۂ سفر پا در رکاب بیٹھے ہیں مگر ظاہراً نہایت خوش و خرم تھے، بدستور طلبا کو پڑھاتے فقرا طالبان کو تعلیم و تلقین فرماتے۔

گیارویں شریف کر کے میں رخصت ہو کر مکان پر پہنچا چند تصاویر کہنہ مستندہ اولیا اللہ جو میں نے کوشش بلیغ سے جمع کی تھیں بہ سبیل ڈاک (ڈاک) ارسال حضور کیں۔ ان کو دیکھ کر جواب میں مسرت و رضا مندی کا اظہار فرمایا۔ ایک عرصہ تک کوٹ شریف میں فروکش رہے۔

شعبان اور رمضان چاچڑاں شریف میں بخیر گزرے آخر رمضان المبارک میں میرے نام تحریری حکم پہنچا کہ بعد از عید الفطر جلد حاضر ہو۔ وہ دن رمضان شریف کے نہایت بیقراری سے گزرے سہ شنبہ کو عید تھی، حالتِ شوق واضطراب میں چہار شنبہ کو روانہ ہوا۔

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی

نکل کر کے پھر راہ چاچڑ کی لی

بروز یکشنبہ وقت نماز عصر چاچڑاں شریف پہنچ کر حضور کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ خوب ہوا تم بھی آگئے۔ چونکہ یہ ارشاد خلافِ عادت شریف تھا سن کر متحیر ہوا کہ الہٰی یہ کیا بھید ہے طرح طرح کے خطرات دل پر گزرتے ان کو دفع کرتا۔ کس واسطے کہ حضور نہایت خوش اور تندرست تھے اور ہمہ تن مہمان نوازی میں مصروف تھے۔ چاچڑاں شریف میں ایک عجیب گہما گہمی تھی کہ سردارن بلوچستان و دیگر خوانین جو کہ وائسرائے ہند سے ملاقات کر کے واپس ہوئے تھے حضور کی قدم بوسی کو آئے ہوئے تھے۔ لنگر میں کئی سو روپیہ کا خرچ زیادہ بڑھا ہوا تھا مسافر خانہ و مجلس خانہ و باغاتِ شہر میں، مہمان ٹھہرے ہوئے تھے بعد ان کے رخصت ہونے کے ۱۸ شوال (۱۳۱۸ھ / فروری ۱۹۰۱ء) کو عارضہ زکام وتپ لاحق ہوا ایک ماہ کامل اطباء نے کوشش کی مگر سود نہ ہوا آخر علاج کو ترک کیا۔ دوسرے روز زکام وتپ دفع ہوئے مگر خفیف حرارت باقی رہ گئی جس کی شکایت تا آخر رہی، ضعف دن بدن بڑھنے لگا حرارت کی شکایت زیادہ ہونے لگی۔ اطبا اعضائے رئیسہ کی قوت کرتے رہے وہ حرارت کو تبخیر سمجھا کیے۔ میں نے چند بار عرض کیا کہ قبلہ حرارت کا رہنا اچھا نہیں ہے بہتر

ہے تبدیل علاج کیا جائے ، کہا یہ بھی مخلوق خدا سے ہے رہنے دو میرا کیا لیتی ہے جو میاں کی طرف سے ہے رحمت ہے ، (یہ) مجبور ان لوگوں کی واسطے دلداری کے دوا پی لیتا ہوں بعد میں پھر چند روز طبع مبارک درست ہو گئی ۔ بارہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء کو حضرت رسول مقبول صلعم کا عرس [۱] کیا دیر تک مجلس میں فروکش رہے۔ دوسرے روز فرمایا کہ میں نے اپنے کل پیران عظام کی سنتیں ادا کیں صرف دو باقی ہیں ایک قبلہ عالم کی سنت فیروزی تہمت (تہمد) باندھنا دوسرے اپنے شیخ کی یہ سنت کہ ان کا وصال حیلہ دنبل ہوا یہ سن کر نہایت صدمہ ہوا کہ خدا خیر کرے۔ حضرت کی عادت ہے کہ اکثر خاموش رہتے ہیں اور جو زبان مبارک سے صادر ہوتا ہے اسی وقت اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جو کھٹکا تھا وہ آگے آیا کہ دوسرے روز درد عرق النسا پیدا ہوا اس کو ایک بیدرد دہقان حکیم نے مالش کی زانو پر ایک جگہ خون جمع ہو گیا طبع عالی نہایت نازک اور بوجہ مجاہدات شاقہ اور قلت طعام کے ضعیف بھی تھے ، اس دنبل نے نہایت تکلیف دی حس و حرکت نہ کرنے دیتا تھا مگر سبحان اللہ کیا اطمینان اور صبر تھا کہ اف نہ کرتے تھے درد کی شدت کے وقت ذکر کرتے۔ عرصہ دو ماہ کا گزرتا ہے کہ منجانب کونسل ریاست ایک درخواست اس مضمون کی حضور میں آئی کہ حکم گورنمنٹ ریاست کا گزٹ تیار ہوتا ہے جس میں باشندگان ریاست کے مفصل حالات

---

[۱] عرس کی اس محفل کا تفصیلی احوال "مقابیس المجالس" میں دیا گیا ہے۔ اس روز خواجہ فریدؒ نے قوالی میں اکثر اشعار پر گریہ کیا اور حال میں رہے۔ خاص طور پر اس شعر پر خوب گریہ کیا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را     ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

(ترجمہ: جو لوگ تیغِ تسلیم و رضائے حق میں شہید ہو چکے ہیں ان کے لئے ہر لمحہ غیب سے نئی جان ہے)

(ص ۷-۱۱۰۴)

درج ہوں گے آپ بھی اپنے بزرگوں کے اور اپنے حالات تحریر کرا کر عنایت کریں کہ شامل گزٹ کیے جاویں وہ خدمت بامسرت یہ سگ درگاہ جا لایا تھا۔

بیس ماہ ربیع الاول بوقت صبح بعد نماز اشراق حضور صحن میں جلوہ افروز تھے دربار عام تھا وہ کتاب ملاحظہ کرائی گئی ارشاد کیا کہ پیر محمد خان صاحب کو دو کہ وہ ریاست میں روانہ کریں مگر میرے حالات بھیجنا مناسب نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ قبلہ میں نے نہایت شوق سے لکھا ہے افسوس کہ میری محنت رایگاں جاتی ہے فرمایا کہ ریاست میں نہ بھیجو تم چھپالو اختیار ہے گزٹ کی طرز بدل کر دوسری تاریخ کے طور پر بدل دینا۔ اس وقت یہ رمز فہم میں نہ آئی تھی مگر اب معلوم ہوا کہ اپنے حالات کا نہ بھیجنا اس ہی واسطے تھا کہ گزٹ تیار ہونے اور چھپنے سے پہلے میں سفر کیا چاہتا ہوں۔ بعد میں نے فہرست خلفا ملاحظہ کرائی اس کو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ سید امیر احمد جان و سید بہادر شاہ و سید مومن شاہ ان کو خلافت نہیں ہے میرے رومال کے ذریعہ سے یہ مرید کرتے ہونگے۔ بعد میں اٹھ کر اپنے ڈیرے پر آیا۔ بعد میں ایک صاحب نے عرض کیا کہ قبلہ منکران و حاسدان اعتراض کرتے ہیں کہ شہزادہ احمد اختر کی سفارش سے خلافتیں ملیں ہیں سفارشی خلافت ناجائز ہوتی ہے اس وقت تو کچھ جواب نہ فرمایا۔ دربار برخواست ہوا حضور داخل خواب گاہ ہوئے بعد دو گھنٹہ کے جب بیدار ہوئے اس وقت میاں نبی بخش صاحب و میاں غوث بخش صاحب کہ عزیزان حضرت سے ہیں اور میاں واحد بخش صاحب وغیرہ خدام موجود تھے کہ وہ صاحب بھی آگئے جنہوں نے خلافت کے بارے میں عرض کیا تھا ان کو دیکھ کر

نہایت قبض اور بسط کے ساتھ حوالہ سیر الاولیاؤ سبع سنابل و اخبار الاخیار و تذکرۃ الاولیاؤ مکتوبات کلیمی کے خلافت کا بیان فرمایا جس کو اس سگِ درگاہ نے قلمبند کر کے ساتھ رسالہ کشف الخلافت کے موسوم کیا[۱]۔

اگرچہ نواب صاحب بہادر والیٔ ریاست بہاولپور کی شادی قریب تھی حضور تو تشریف نہ لے جا سکے مگر اکیس تاریخ کو حضرت صاحبزادہ آفاق کو شریک شادی ہونے کا حکم دیا اور بوقتِ رخصت اپنے پاس بلا کر دیر تک ان کی طرف متوجہ رہے اور کئی بار سینہ سے لگا کر امانتِ خواجگان چشت کہ سینہ بہ سینہ سلسلہ وار چلی آتی تھی ان کے سپرد کی گئی ۔ان کی پیٹھ کو اپنے دستِ حق پرست سے ٹھونک کر ارشاد فرمایا کہ سب تم ہی کو دیکھیں گے۔ فی امان اللہ۔ میں نے دیکھا کہ اسی وقت رنگ دوسرا ہو گیا تھا، نورِ ولایت سیمائے اشرف پر جلوہ گر ہو گیا تھا۔ بائیس تاریخ ماہ مذکور کو زیادہ تر کسل معلوم ہوئی میں نے بوقت گیارہ بجے دن کے عرض کیا کہ قبلہ اس جگہ کے اطبا تو اپنی استعداد کے موافق سب کچھ کر چکے۔ میری رائے یہ ہے کہ حضور ڈیرہ غازیخان تشریف لے چل کر علاج کراویں۔ یہ سن کر متبسم ہوئے اور فرمایا کہ معرکہ (مارکا) کو تکلیف دینا حبس (عبث) ہے دوسرے سفر کا وقت قریب آتا جاتا ہے۔ یہ سن کر میری آنکھوں میں اشک بھر آئے۔ دیکھ کر فرمایا کہ افشار راز کرتے ہو صبر کرو۔ (بہ امر) مجبور میں نے اپنی طبیعت کو سنبھالا اور عرض کیا کہ قبلہ بعض پیر بھائی جو پوری تکمیل کو نہیں پہنچے ان کا (کیا ہو گا)۔ فرمایا ان کے واسطے بال کافی ہے۔ اس ملک میں بال فرزند کو کہتے ہیں۔ یعنی یہ اشارہ حضرت صاحبزادہ کی طرف تھا اور یہ بھی فرمایا کہ

---

[۱] اس موضوع پر تفصیلات مقدمہ کتاب میں دیکھیں۔

پیران عظام کا طریق تھا کہ بعد عشا وقت خواب ہر ایک کے جرم و خطا معاف فرما دیا کرتے تھے۔ میں نے یہ قاعدہ رکھا ہے کہ بوقت مغرب بخش دیتا ہوں کہ نہ معلوم عشا کا وقت میسر ہو یا نہ ہو چنانچہ جیسا حضرت کا خیال تھا ایسا ہی ہوا اس ہی روز سے سکوت و استغراق روز افزوں ہونے لگا۔ دوسری ربیع الثانی سے یہ کیفیت ہوئی کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے جو پلنگ پر دراز ہوئے پھر تادم آخر روگردانی نہیں کی۔ تہمت (تہمد یا تہہ بند) فیروزی سے ایسی دلچسپی ہوئی کہ ہر وقت وہ ہی بندھا رہنے لگا۔ خدام والا مقام سے فقیر محمد یعقوب صاحب، دلاور خان صاحب یا حضرت میاں صاحب خواجہ الٰہی بخش صاحب مگھیروی نبیرۂ قبلہ عالم کو جو کہ ہر وقت اس حالت میں موجود و مستعد رہتے تھے آواز جب دیتے چشم حق واکر کے اشارہ سے جواب دیتے اگر دوا دیتے پہلے تبسم کرتے اور خاطر قدرے قدرے نوش فرما لیتے کہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔ نماز تادم آخر نہ چھوڑی یعنی آخری نماز عصر اشارہ سے ادا کی تھی۔ تیسری تاریخ کو نواب صاحب نے ڈاکٹر عمر بخش صاحب کو بھیجا انہوں نے اس دنبل کو دیکھ کر کہا کہ افسوس اس دنبل پر منضجات کا استعمال کیا نہ شگاف دے کر پیپ نکالی گئی۔ چونکہ اس میں سے پیپ نکالی گئی۔ شب چہار شنبہ کو قریب تین بجے کے اس غلامان غلام کو طلب کیا اکثر حضرات حاضر تھے۔ میاں برکت علی صاحب نے با آواز بلند عرض کیا کہ قبلہ شاہزادہ صاحب حاضر ہیں عرض کرتے ہیں اگر نوش فرماؤ تو شوربا حاضر کروں۔ اشارہ سے منع کیا بعد اچھی طرح چشم حق بیں کھول کر میری طرف دیکھا میں آداب بجالایا دست حق پرست کو بوسہ دیا اور عرض پرداز ہوا کہ اگر ارشاد ہو تو ساگودانہ تیار کرا کے لاؤں۔ یہ سن کر مسکرائے اور اشارۂ گردن

اور چشم سے فرمایا کہ لاؤ میں نے ایک خادم کو شیر کے لانے کو کہا اور میں نے نبض دیکھی تو انتظام بگڑ چکا تھا مگر چہرہ کی تر و تازگی بدستور تھی۔ آواز دینے پر آنکھ کھول کر دیکھتے رہے جواب دیتے رہے۔ تھوڑے دن چڑھے کے بعد سے قلب اس زور سے جاری ہوا کہ دور تک اللہ کی صدا آتی تھی۔ بعد دوپہر کے جب صاحبزادہ صاحب حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور کے دستِ حق پرست کو بوسہ دیا آپ نے دستِ شفقت ان کے سر پر رکھا اور جملہ محبان و مریدان کے حق میں دعا خیر فرما کر صاحب زادہ کو فرمایا تم کو سپرد خدا کیا۔ اپنے دوستوں کو تمہاری ظلِ حمایت میں چھوڑتا ہوں امید ہے کہ تم بھی دستِ شفقت ان کے سر پر رکھو گے۔ یہ سنتے ہی رونا پیٹنا تو اسی وقت پڑ گیا تھا مگر ڈاکٹر صاحب نے سب کو تسلی دے کر انتظام کیا۔ تین بجے چہرۂ انور پر سفیدی نمودار ہوئی۔ مگر نورِ الٰہی کی وہ چمک اور تجلی تھی کہ نگہ روئے انور پر نہ ٹھہر سکتی تھی۔ آخر بعد اذان مغرب بہ شب پنجشنبہ صدائے اسمِ ذات سے جان بہ جانان تفویض کی کہ جس کا مدت سے شوق تھا۔ اس ہی وقت اہلِ شہر کا در دولت پر ہجوم ہوا۔ صدائے واویلا وا مصیبتاہ چہار طرف سے بلند تھی۔ ایک شورِ محشر برپا تھا غلامان بارگاہ سینہ کوبی کر کے اپنی جانوں کو خاک میں ملائے دیتے تھے بس نہ تھا کہ اپنے جسم و جان کو اس جانِ جہان پر سے تصدق کریں۔ نوروز سخت ماتم رہا حضرت مرشد زادہ کی جدائی پدر میں غم و الم سے وہ کیفیت تھی کہ جس کے تحریر کرنے میں قلم کے بھی آنسو گرے پڑتے تھے کاغذ سیاہ پوشی اختیار کرتا تھا۔

برخوردار محمود شاہ کی جدائی مرشد مکرم میں یہ حالت تھی کہ زمین پر پچھاڑے کھاتا تھا، حضرت کے الطاف کا بیان کر کے سر پیٹتا تھا دو روز

تک کچھ نہیں کھایا، جب چوں کی یہ کیفیت ہوئی تو خدام والا مقام اور پاس کے رہنے والے اور حضرت کے اہل بیت پاک کی رنج والم میں جو کیفیت تھی اس کے بیان کرنے میں سینہ پھٹ جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ دورِ قیامت تھا۔ کیوں نہ ہوتا سات ہزار کا وظیفہ دینے والا، لاکھوں کا پالنے والا، کروڑوں کا پیر اس دنیا سے اٹھ گیا۔ مدارِ عالم سے زمانہ خالی ہو گیا۔ ہند الولی (خواجہ غریب نواز اجمیریؒ) کی گدی خالی ہو گئی۔ شرفا کا قدر داں مسافروں کا مائی باپ مر گیا، بعض درویشوں کو سکتہ کا سا عالم تھا۔ مولوی غلام احمد صاحب اختر فرماتے ہیں :

روا باشد زما دلدادگان اے دلربا رفتن
تو نور دیدۂ کے زیبدت از دیدہ ہا رفتن
نخستیں لطف ہا فرمودہ باخود آشنا کردن
جان آزردن انگہ عہد بشکستن فرار رفتن
بشمشیر جفا کشتن نگہ ذز دیدہ بگذشتن
بہ محمل برنشستن چوں نگہ از دیدہ ہا رفتن
جمال جان فزارا جلوہ دادن صبر بہ ربودن
بخون آغشتگان را یک نظر نادیدہ دار رفتن
کرمہا آشکارا کردن و دل بر ملا بردن
برخ دامن فرو ہشتن بہ کنجِ اختفا رفتن
تو درما چوں نگہ در دیدہ یا ہم چوں جاں در دل
بہر صورت ترا ہرگز نے زیبد زما رفتن
بجز کوئے توام نے روئے ماندن نے رہِ رفتن

کرم کن ورنہ معلوم ست کو ماندن کجا رفتن

من از درد جدائی خشک لب با چشم تردارم

تو با ایں سرد مہری گرم میداری چرا رفتن

چرا یکرہ نیائی بر سر پامالِ خود اے جان!

زخون من مگر بست است بر پایت حنا رفتن

کنوں دانستم ایں از شیوۂ حسن است معذوری!

بہ جاں آمیختن وانگہ زآئینِ وفا رفتن

بآن عہدے کہ باہم بستہ ایم اے دلربا ہرگز

نہ زیبد ہر دورا تنہا مرا ماندن ترا رفتن

فتادن ہم مرا ہمرنگ رفتن دست داد اغنیٰ

زکف رفتن زخود رفتن زجا رفتن زپا رفتن

بہ رفتن دادۂ وبہ نہادہ ام دل اخترا زیں پس

کہ ہمچوں حسنِ خوباں مے سزد مارا زجا رفتن

(ترجمہ : (۱) اے دلربا! ہم عاشقوں سے اس طرح جانا کب روا ہے؟ تم تو آنکھوں کا نور ہو، ہماری آنکھوں سے یوں چھپ جانا کب زیب دیتا ہے؟

(۲) پہلے مہربانی کر کے اپنا آشنا بنانا پھر سارے وعدے توڑ کر ہماری روحوں کو تکلیف پہنچا کر یوں چلے جانا؟

(۳) ظلم و جفا کی تلوار سے قتل کرنا اور پھر آنکھیں چرانا۔ محمل میں بیٹھ کر نظر۔ جیسی تیزی سے نکل جانا؟

(۴) جمال جانفزا کا جلوہ دکھا کر صبر و قرار لوٹ لینا اور خون میں لت پت عاشقوں کو ایک نظر بھی نہ دیکھنا؟

(۵) لطف و کرم ظاہر کر کے دلوں کو برما لینا اور پھر منہ کو دامن سے چھپا لینا اور کسی چھپے کونے میں چلے جانا؟

(۶) تم ہمارے لئے ایسے ہو جیسے آنکھوں میں نظر یا جسم و دل میں روح! پھر

صورت جو بھی صورت ہو تم کو ہم سے ایسے نہیں جانا چاہئے۔
(۷) تمہاری گلی کے سوا ہمارے لئے نہ تو کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ جانے کا راستہ ۔ کرم کیجئے ورنہ آپ کو معلوم ہے کہ کہاں کا رہنا اور کہاں کا جانا؟
(۸) میں جدائی کے درد سے ہونٹ خشک اور آنکھیں تر رکھتا ہوں تم اپنی سرد مہری (بے پروائی) کے باوجود جانے میں اتنی گرمی کیوں دکھا رہے ہو؟
(۹) اے میری جان اپنے پامال محبت کے سر پر ایک بار ہی سہی۔ کیوں نہیں آتے؟ شاید میرے خون کی مہندی نے پاؤں کو چلنے سے باندھ رکھا ہے!
(۱۰) اب پتہ چلا کہ یہ مجبوری شیوۂ حسن کی ہے کہ پہلے گھل مل جانا اور پھر آئین وفا سے منہ پھیر لینا!
(۱۱) اے دلربا ہم دونوں نے جو عہد و پیمان باندھا تھا اس کی رو سے ہم کو یہیں رہ جانا اور آپ کو یوں چلے جانا زیب نہیں دیتا۔
(۱۲) (تمہاری جدائی میں) یوں گر پڑنے نے بھی مجھے چلنے کا ہم رنگ بنا دیا ہے۔ یعنی کہ اپنے آپ سے جانا، اپنے ہاتھوں سے جانا، اپنی جگہ سے جانا، اور پھر چلنے پھرنے جانا (متصد ہو جانا)۔
(۱۳) آج کے بعد اے اختر میں نے اپنا دل جانے اور چلنے (رفتن) کے حوالے کر دیا ہے کیونکہ ہمیں بھی "حُسنِ خُوباں" کی طرح اپنی جگہ پر برقرار نہ رہنا اب زیب دیتا ہے۔)
فرد ؎

ایں پردۂ کہ بر رخِ روشن فگندۂ
زاں سایۂ است کِز سرِ ما باز داشتی

(ترجمہ: یہ پردہ جو اپنے رخ روشن پر ڈال رکھا ہے یہی تو وہ سایہ ہے جو آپ نے ہمارے سروں سے چھین لیا ہے)
ان الفاظ سے بھی تاریخ وصال نکلتی ہے۔

حضور موج نور ‏ خواجۂ خواجگان پاک ‏ ربیع
دوم ہفتمین شب نمود ‏ فخر جہان و فرید ملے

الغرض اسی وقت غسل دے کر جنازہ شریف تیار کیا گیا توشہ خانہ کو جو دیکھا گیا تو دو کرتے بوسیدہ ایک کلاہ مستعملہ موجود تھی۔ بجائے زر و جواہر

کے صرف اللہ کا نام باقی تھا۔ اشیاء فلزات میں ایک آفتابہ وضو کرنے کا تھا، ایک جانماز جو کاتب الحروف کو مرحمت ہوئی جنابہ مائی صاحبہ قبلہ نے دو تھان زربفت اور حضرت صاحب زادہ صاحب مدظلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیش قیمت لنگی ڈالی گئی اور اعزأ اور خدام کی طرف سے بھی اس قدر لنگی جمع ہوئیں کہ جو قریب ایک ہزار کے ہوں گی۔ قریب گیارہ بجے...... کے میدان میں نماز پڑھا کر دریائے سندھ کے کنارہ پر شب گزار کر صبح نعش مبارک کو کوٹ شریف میں لے گئے۔ یہ حضور کا تصرف تھا کہ بوقت شب کون پار جا سکتا تھا جو خبر دیتا۔ دوسرے یہ بات کہ چاچڑاں شریف یا کوٹ شریف میں تار بھی نہیں ہے۔ مگر جب جنازہ لے کر پہنچے ہیں تو دیرہ غازیخان تک کے لوگ آئے تھے جو کوٹ شریف سے چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ جنازہ پہنچنے سے پہلے ایک عالم جمع ہو گیا تھا وہ لوگ مصر ہوئے کہ ہم زیارت کریں گے، پس جب زیارت کرانے کو منہ کھولا تو یہ معلوم ہوتا تھا تبسم کناں ہیں اور سیمائے اقدس پر عرق نمودار تھا۔ جب اس کو رومال سے پونچھا گیا بار دیگر پھر نمودار ہوا۔ قریب دوپہر کے نعش مبارک کو روضہ حضرت سلطان الاولیا پہلوئے حضرت فخر جہاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں زیر زمین سپرد کیا۔ حضور کی تاریخ پیدائش خورشید عالم ہے مولوی غلام احمد صاحب فرماتے ہیں

فریدِ جہاں نورِ حق روحِ اعظم — منزّہ مشبّہ مقدس مجسم
رواں آج خلوت کدہ کو ہیں دیکھو — زمیں پھٹ گئی ہل گیا عرش اعظم
فغاں سے زمیں پر قیامت ہے برپا — فلک پر ہوئی بزم انجم کی برہم
بھلا کیوں نہ ہو چشم خورشید بے نور — کہ تھا فیض اسے نور انور سے پے ہم

وہ صورت نہ ہوگی تو آنکھیں عبث ہیں — نہ ہو وہ تو جینا نہیں چاہتے ہم
ہے صد شکر پھر بھی ترے راستہ میں — ترے نقشِ پا سے بھی پہلے مٹے ہم
قتیلِ محبت ہیں ہم ، سعی مت کر — یہاں بے اثر ہے مسیحا ترا دم
ولادت کا تھا سال خورشید عالم — کہ آئے تھے دنیا میں نور مجسم
سو اب بھی اسی طرح دی آسمان نے — صدا "چھپ گیا وائے خورشید عالم"

## قطعاتِ تاریخ

ساتویں شب ربیع آخر کی — شام کے وقت نکلے جب انجم
چھپ گیا آفتاب وحدت کا — اڑ گیا نورِ دیدۂ مردم
ہوئے تاریک کاش رین اور دن — ایک ہی نور تھا جو ہو گیا گم
علم توحید یاں سے اب چل دو! — کس بھروسہ پہ یاں رہو گے تم
نہیں دیکھو گے اے زمین وزماں — ایسی صورت کہیں بِاَعْیُنِکُمْ
گرچہ رخ پر نقاب ڈالا ہے — پر ہے ہمراہ اَیْنَمَا کُنْتُمْ
سال رحلت کا اختر! لکھ دے! — کہ گیا فخر دیں فریدِ دوم

ایضاً

جو یہاں سے غریب نواز چلے — نہ کہو کہ "غریب نواز چلے"
کہا وصل میں ہجر کا نام نہ لے — کہو فخرِ جہان و فرید ملے

ایضاً

نیازِ آدم و نازِ دو عالم — فرید الحق والدیں قطب اعظم
سریر آرائے بزم ہفت افلاک — چمن پیرائے باغ خطۂ خاک
قوامِ آسماں نظمِ دو عالم — نظامِ دین و دنیا روحِ اعظم
زُباں آئینہ پرداز صفاتش — گل و بلبل تعین ہائے ذاتش

| | |
|---|---|
| صراط المستقیم آمد رہِ اُو | علی العَرش استوٰی منزل گہ او |
| بچشمش کوکب دری اشارت | ز دستش عروة الوثقٰی عبارت |
| زمین و آسماں زیرِ کمندش | جہان از ذرہ تا خور دد مندش |
| فرد رفتہ بہ ہجر درد مندی | بعشق خویش از بس خود پسندی |
| درین عالم ہم از ما دور مے بود | زما با خویشتن مسرور می بود |
| بر آں حالت کنون فرمود اغراق | فزون کردہ ہما غم بر خود اطلاق |
| بہ گو تا چند از ما دور باشے بہ شی | بہ خلوت گاہِ خود مستور باشی |
| ترا زیں پیش بے ہمگی چہ کم بود | دلت معلوم شد از ما بہم بود |
| نہ آنم من کہ د امانت گزارم | بہ ہجرت روز ہا را بر شمارم |
| مرا با داغِ دل در رہگذر گیر | روان چوں اشکِ خون از چشم تر گیر |
| بر آرد غم ز سرا نیک و مارم | بخلوت خانہ ات سرے بر آرم |
| چو گشت از ہمت تقیید آزاد | بوحدت خانہ رفت از کثرت آباد |
| بدو پیوستہ و از خود گستہ | بتاریخِ وصالش نقش بستہ |
| بعالم ے دہد ہر سو منادی | ندا ''شیخ فرید الدین ہادی'' |

(ترجمہ :(۱) آدم علیہ السلام کے نیاز کا نمونہ اور دونوں کے لئے باعثِ نازش ، فرید الحق والدین قطب عالم ہیں.

(۲)سات آسمانوں کی محفل کی زینت ، زمین کے باغات کی رونق کا باعث

(۳) آسمانوں کے قیام اور دونوں جہان کے انتظام کا باعث دین و دنیا کے انتظام کا مالک اور روح اعظم

(۴) زبان اس کی صفات میں مشغول ہے اس کی ذات کے تعین کا مظہر گل اور بلبل ہیں

(۵) اس کی راہ مستقیم ہے اس کی منزل علی العَرشِ استوی ہے (اس کی ذات پاک کا ٹھکانہ عرش ہے)

(۶) کوکب دری (چمکتا ستارہ) کا اشارہ ان کی آنکھوں کے لئے ہے. مضبوط رسی کی

عبارت ان کے ہاتھوں کے لئے ہے۔
(۷) زمین و آسمان اس کے کمند کا شکار ہیں۔ ذرے سے لے کر سورج تک سارا جہان اس کے دردِ عشق میں مبتلا ہے۔
(۸) درد محبت کے ہجر سے زمین کے تلے چلے گئے، اپنے ہی عشق میں انتہائی خود پسندی کے باعث
(۹) اس دنیا میں بھی ہم سے دور رہتے تھے، ہم سے الگ اپنے آپ میں مگن اور مسرور رہتے تھے۔
(۱۰) اب بھی اسی حالت پر اغراق فرما لیا، (وہی حالت خود پر طاری کر لی) ذات مطلق میں محو ہو کر ہمارا غم بڑھا دیا۔
(۱۱) کہئے ہم سے کب تک یہ دوری رہے گی؟ اور کب تک اپنی خلوت گاہ میں ہم سے چھپے رہو گے؟
(۱۲) آپ اس سے پہلے بھی اکثر "بے ہمہ" (لوگوں سے دور) رہتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دل ہم سے ناراض ہے۔
(۱۳) میں وہ نہیں ہوں کہ آپ کا دامن چھوڑ دوں گا، آپ کے ہجر میں دن گنتا رہوں گا۔
(۱۴) مجھے "داغ دل" کے ساتھ اپنی راہ میں دیکھ لو، میری چشمِ تر میں خون کے آنسو جاری دیکھ لو۔
(۱۵) آپ کی جدائی کا غم میرے سر سے دماغ کو جلدی نکال باہر کرے گا۔ آپ کے خلوت خانے میں جھانکنے کی کوشش کر رہا ہوں
(۱۶) جب قیدِ وجود کے بندی خانے سے آزاد ہوئے تو کثرت آباد کی دنیا سے وحدت خانہ میں چلے گئے۔
(۱۷) میں اپنے آپ سے الگ تھلگ ہو کر اور ان کی ذات سے وابستہ ہو کر تاریخ وصال کا نقش باندھ رہا ہوں۔
(۱۸) ندا کرنے والا (منادی) چاروں طرف "فرید الدین ہادی" کی صدا دے رہا ہے۔

## دیگر مِن نتائج طبع خلیفہ مولوی محمد ابراہیم صاحب کرانوی

شاہِ من خواجہ غلام فرید بود بر چرخِ فقر نجم سعید
آفتابِ جہانِ زہد و ریاض ماہتابِ لیالی و مُرتاض

باذل و سالک و سخی و کریم    عارف و کامل و رحیم و کریم
جلوہ افروز گشت در فردوس    طالبان ماندہ رند در افسوس
شیخِ ما رفت در وصالِ خدا    قدس اللہ سرہٗ اَبَدا
چار شنبہ ربیع دوئیم را    رفت شش روز ، بود وقتِ مسا
سہ صد و یک ہزار و نوز دہ دان    سال از ہجرتِ رسولِ زمان
حالِ ما گرچہ جملہ گشت سقیم    صبر را کار بند ابراہیم
جانشینش بہ فضلِ ایزد باد    طالبان را مُرَبّی و جواد

(ترجمہ : (۱) میرے بادشاہ خواجہ غلام فرید، فقر (سلوک) کے آسمان پر ایک با سعادت ستارہ تھے۔
(۲) ریاضت اور مجاہدات کی دنیا کے آفتاب تھے ، شب بیداری اور مشقت طلب عبادتوں کی راتوں کے چاند تھے۔
(۳) خرچ کرنے والے ، راہ سلوک دکھانے والے سخی اور مہربان تھے ، اہلِ عرفان ، کامل ، سراپا رحمت اور کرم فرمانے والے تھے۔
(۴) فردوس میں جا کر جلوہ افروز ہوئے ، اور ان کے طالب یونہی افسوس میں رہ گئے۔
(۵) ہمارے شیخ خدا کے قرب میں چلے گئے ، اللہ ان کے رازِ حقیقت کو ہمیشہ پاکیزہ رکھے۔
(۶) بدھ کا دن تھا اور ربیع الثانی کا مہینہ جس کے چھ روز گزرے تھے کہ شام کے وقت آپ نے کوچ فرمایا۔
(۷) جان لیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت پر تیرہ سو انیس سال گزرے تھے۔
(۸) ہماری حالت اگرچہ بالکل کمزور ہو چکی ہے ، مگر اے ابراہیم صبر سے کام لو۔
(۹) خدا کرے ان کا جانشین (صاحبِ سجادہ) فقرأ کا سرپرست اور سخی ہو)

ذکر مہر سپر کرامت شیر بیشۂ ولایت حامی شریعت قاطع بنیان شرک وبدعت ماہر انوار طریقت و حقیقت غواص بحر معرفت عالم علوم ظاہری و باطنی سخی ابن السخی ولی ابن الولی ملجائے وماوائے غریبان پشت پناہ بیکسان دستگیر

مریدان مرشد زادۂ آفاق حضرت اولانا و مولانا خواجہ شاہ محمد بخش صاحب چشتی فریدی صاحب، صاحب سجادہ کوٹ مٹھن شریف اوام اللہ افضالہٗ و نوالہٗ ۱۲۸۴ھ [۱] میں بمقام چاچڑاں شریف ریاست بہاولپور میں پیدا ہوئے آپ کی تاریخ تولد ہے ع محمد بخش کو ریچہ دلّی است! (۱۲۸۴ھ / ۶۸-۱۸۶۷ء) عالم خوردی سے آثار بزرگی پائے جاتے تھے۔ تھوڑے عرصہ میں خواندگی کلام اللہ شریف سے فارغ ہو کر چندے زیرِ تعلیم مولوی غلام رسول صاحب متوطن چاچڑاں شریف رہے۔ بعد زیر تعلیم مولوی نصیر بخش صاحب، تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو کر اپنے پدر بزرگوار حضرت فرید ثانی کے مرید ہو کر تکمیل کار اصلی میں مصروف ہوئے۔ چونکہ ذات بابرکات ولی ابن الولی اور نورِ دیدۂ مدارِ عالم ہے تھوڑے دنوں کی محنت میں بہت کچھ حاصل کر کے خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے۔ انصاف کی بات ہے کہ جس کا باپ قطب الاقطاب ہو اور وہ شفقتِ پدری کے ساتھ خود تعلیم کرے پھر کیوں نہ جلد کار برآری ہو الغرض خرقۂ خلافت سے مشرف ہو کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ اطرافِ ہند میں سیر و سیاحت کر کے زیارت مزارات بزرگانِ دین سے مشرف ہوئے۔ بزرگانِ عہد کو دیکھا۔ چند روز بہ حکم حضرت صاحب قبلہ طلباء کو درس کرایا۔ طبعِ عالی کتب تصوف پڑھانے کی طرف زیادہ تر مائل رہی۔ ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں منازل و مقامات فقر کو طے کر کے کار اصل کی تکمیل و تعلیم و تربیت مریدوں میں مصروف رہے۔

---

[۱] درست تاریخ ماہِ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء ہے۔ حضرت خواجہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر ۳۶ سال تھی۔ (مقابیس المجالس مقدمہ۔ ص ۸۰ علاوہ ازیں دیکھیں 'ہفت اقطاب' ص ۱۲۵)

سات ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ / ۲۴ر جولائی ۱۹۰۱ء کو حضرت کے والد ماجد کا وصال ہوا۔ آپ صاحبِ سجادہ ہوئے۔ ذات بابرکات کریم ابن الکریم ابن الکریم ہے۔ جملہ اخراجات مہمان نوازی داد دہش جو حضرت قبلہ فرید ثانی قدس اللہ سرہ العزیز کے روبرو تھی برقرار رکھی۔ سر مو کسی کے روزینہ یا مدارات وغیرہ میں فرق نہ آیا۔ کارندہ ہائے والد ماجد کو ان کی جگہ پر برقرار رکھا۔ تغیر و تبدل نہ فرمایا۔ خدامِ والد سے جن کی تعداد سینکڑوں کی ہے جو آیا اس کے سر پر دستِ شفقت رکھا۔ جو جس کار پر متعین تھا وہ اسی پر رہا۔ چونکہ نوروز کے بعد تقریبِ فاتحہ ہوئی دس روز برابر ہزاروں مہمانوں کی نہایت تکلف کے ساتھ مہمانداری فرمائی۔ جو کھانا مکلّف کہ مہمانوں کو ملتا رہا تمام اہلِ شہر کہہ و مہ کو یکساں برابر ملتا رہا۔

۱۴ ماہ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ / اگست ۱۹۰۱ء و حضرت کی دستار بندی ہوئی۔ نقد و جنس قریب پانچ چھ ہزار کے اس روز عند اللہ دے کر ثواب اس کا اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کی ارواح کو پہنچایا۔ خلقت بے شمار جمع تھی۔ نواب صاحب بہادر والئی ریاست کی طرف سے عالیجناب وزیر الملک مرزا جند وڈے خان بہادر اور سید السادات محمد نواز شاہ صاحب چیف جج ریاست اور گل محمد خان مشیر فوج اور صاحب خانصاحب مشیر خزانہ ماموں نواب صاحب بہادر اور ملک محمد دین شاہ صاحب سیشن جج ریاست اور محمود خان صاحب مشیر مال و کاردار صاحبان خانپور ونو شہرہ (موجودہ رحیمیار خان) وغیرہ و پیشکاران و صدر پیشکاران و مخدومان اوچ شریف سے مخدوم دیوان عبد الخالق صاحب و مخدوم غلام شاہ صاحب وغیرہ و صاحبزادگان حضرت قبلہ عالم مہاروی صاحب قبلہ سے میاں صاحب خواجہ فضل حق صاحب و میاں

صاحب خواجہ الٰہی بخش وغیرہ ورؤساء عظام والیان ملک سے سردار حاجی محمد
بگیہ خان صاحب بہادر ودین محمد خان صاحب بہادر و میر محمد خان صاحب
بہادر و دیگر پیر زادگان و صاحب سجادگان و درویشان گرد و نواح و نیز دیگر
سرداران وتمنداران وزمینداران ومریدان ومعتقدان وسائلان بے شمار تھے
کہ بعض روڑھی شریف (روہڑی شریف ، سندھ) اور ٹونک اور اجمیر
شریف وغیرہ دور دور مقامات سے بھی آئے ہوئے تھے ہر روز ہزاروں آدمی
عذر خواہی لے کر آتے تھے۔ لنگر مکلّف عام رہا۔ شیروں کے (بچے بھی) شیر
ہوتے ہیں ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ مقبلان ہرگز نمیرد

(ترجمہ : زمانے میں کتنے ہی جھکڑ کیوں نہ چلیں مقبولان بارگاہ احد کے چراغ ہرگز نہیں گل ہوں گے۔)

## قصیدہ

زیب سجادہ ہے وہ آج بشانِ زیبا
فخرِ پنجاب خدا نے کیا جس کو پیدا

اس کی واللہ در دولت ہے پناہ عالم
ہے غنی اور فقیروں کی وہ امید کی جا

طالبِ حق کا شتابی سے بناتا ہے وہ کام
کامیاب ہوتے ہوئے دیکھے ہیں ہم نے اس جا

فیض بخشائے جہاں اور جہاں کا پرور
سرفرازی دِہ ہر بے کس و ناکس ہے گا

خصلتیں اس کی ہمایوں وخجستہ پیکر
ہے فرشتہ صفت و حق کی قسم حق شنوا

حلم کے اس کی حقیقت نہیں ہوتی مرقوم
کوہ ہم سنگ نہیں اس کی گراں باری کا

ہے کریم ابن کریم اور سخی ابن سخی
دوسرا ایسا کہاں حق نے کیا ہے پیدا

بحر عرفاں کا شناور ہے وہ عالی درجات
یہ فتوت یہ کرامت یہ شکوہِ والا

روک کر ادھم خامہ کو اب اے احمد اختر کیجئے عطف عنان جانبِ میدانِ دعا

جب تلک چرخ پہ تابندہ شہ انجم ہے جب تلک اس کی وزارت کا قمر لے رتبہ

شرق اور غرب ہو تا مطلع ماہ و خورشید جب تلک نور سے اوس کے ہو منور دنیا

حق کے افضال سے اے شاہ محمد بخش جیو رہے تابندہ سدا کوکبِ دولت تیرا

حضرت کے دو خلیفہ ہیں ایک سید جلال شاہ صاحب دوسرے فقیر عبداللہ معروف میاں ماچھن صاحب۔

دوسرے ذکر ان حضرات کا کہ جن کو بارگاہ فریدی سے خرقہ خلافت عطا ہوا ہے۔ جن کے نام نامی رجسٹر مبارک میں درج ہیں۔

خلیفہ اکبر و جانشین و صاحبِ سجادہ حضرت مولانا خواجہ شاہ محمد بخش صاحب سجادہ نشین کوٹ مٹھن شریف سکنہ چاچڑاں شریف مسبوق الذکر سلمہ اللہ تعالیٰ۔

دوسرے خلیفہ حضرت میاں صاحب مولانا خواجہ شاہ فضل حق صاحب سجادہ نشین منگھیر ال شریف خلف حضرت خواجہ نصیر بخش رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت خواجہ نور حسن صاحب خلف سوم حضرت قبلۂ عالم مولانا نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ میاں صاحب موصوف ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ پانچ برس کی عمر میں حضرت فخر جہاں صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کی بعد زیرِ تعلیم حضرت فرید ثانی قدس اللہ سرہ العزیز شیخ مَن علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کر کے بارگہِ فریدی سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے ہدایت خلق میں مصروف ہوئے اکثر حضرت صاحب مغفور طالبانِ حق کو برائے تربیت آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ بعضے کو تعویذ لکھانے کی ہدایت کرتے تھے۔ حلیم سلیم اول درجہ کے مہمان نواز مخیرؔ صاحب لنگر و مستجاب الدعوات فضائلات آپ کے احاطہ تحریر سے افزوں ہیں۔

تیسرے خلیفہ مخدوم سید ولایت شاہ صاحب مغفور از اولادِ مخدوم[1] جہانیاں جہاں گشت عارف باللہ شبلی روزگار کامگار صاحب سلسلہ گذرے ہیں نو شعبان المعظم ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۳ء میں وفات پائی۔ مزار اوچ شریف میں زیارت گاہ ہے۔

چوتھے خلیفہ سید مخدوم غلام شاہ صاحب[2] از اولاد حضرت مخدوم جہانیاں صاحب ۱۲۶۲ھ / ۴۶-۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ ذی علم ذاکر و شاغل و عاشقِ ذکر جہر۔ قلب ان کا ہر وقت اس طرح ذاکر رہتا ہے کہ بعضے وقت قلب میں سے آواز ذکر کی دور دور تک سنائی دیتی ہے۔۔ پیر پرست، حلیم سلیم مسکین نواز پابند سنت ہیں۔

پانچویں خلیفہ سید مراد شاہ صاحب سکنہ ڈنڈا شابلاول علاقہ جہلم متقی پابند سنت، ذاکر، شاغل، صاحبِ رُشد اُسی علاقہ میں آپ کے بہت مرید ہیں۔

---

[1] مخدوم سید ولایت شاہ صاحب خواجہ فریدؒ کے مرید صادق اور سرائیکی کافی اور ڈوہڑے کے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ ان کی کافیوں پر مُرشد کے کلام کا رنگ گہرا ہے لیکن ان کے ڈوہڑے ان کی انفرادیت اور تخلیقی حسن و جمال کا مظہر ہیں۔ صاحبِ ہفت اقطاب کے مطابق خواجہ فریدؒ نے اپنی زندگی میں دو ڈوہڑہ جات لکھے تھے جن میں سے ایک دیوان ولایت شاہ کی وفات پر لکھا تھا۔

لڈ گئے محرم راز دلیں دے نال جنہاں دے رلا
آپ وتھے ونج رنگ محلاں ساکوں چھوڑ اکلا
نہ کوئی حال سنے نہ ڈیوے آس اُمید تسلا
ملسوں پیر فرید تداں جڈاں سانگ ہنیسی اللہ (ص ۱۱۹)

محمد اسلم میتلا کی تحقیق ہے کہ ایک قلمی نسخے کے مطابق آخری مصرعے میں لفظ "پیر فرید" نہیں بلکہ "پھیر فرید" ہے یہ بھی واضح رہے کہ دیوان ولایت شاہ اپنے اشعار میں سیّد کے علاوہ 'پیر فرید' کا تخلص بھی استعمال کرتے تھے۔

[2] یہ مخدوم سید ولایت شاہ صاحب اُچوی کے بھائی تھے۔ (مقابیس ص ۲۴۵)

چھٹے خلیفہ حافظ محمد صاحب سجادہ حاجی پور شریف صاحب سلسلہ ہیں اور مرجع خلائق ہیں۔

ساتویں سید مخدوم غریب شاہ صاحب از اولاد حضرت مخدوم جہانیاں سکنہ شہر سلطان ضلع مظفر گڑھ، باذوق و شوق صاحب وجد و سماع

آٹھویں خلیفہ مولوی عاقل محمد صاحب، صاحبِ سجادہ خانقاہ ہڑند برگزیدۂ روزگار مرجع خلائق گزرے ہیں۔ ۱۳ رمضان ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء میں انتقال کیا۔

نویں خلیفہ میاں عبداللہ شاہ صاحب مغفور سکنہ کالاباغ صاحب رشد اور درویش باخدا گزرے ہیں۔

دسویں خلیفہ مولوی نبی بخش صاحب سکنہ مہریوالہ عالم تبحر امام مناظرہ صاحب نسبت اول درجہ کے سیاح صاحب سلسلہ بماہ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ / ۱۹۰۰ء میں انتقال فرمایا۔ مزار موضع غنی لاڑ میں کنارہ نالہ پر انہیں کی بنائی ہوئی مسجد کے قریب زیارت گاہ ہے۔

گیارہویں خلیفہ مولانا فیض اللہ صاحب مراد آبادی عالم باعمل درویش مکمل صاحب کشف و کرامت بانسبت، اول درجہ کے ذاکر شاکر، صاحب ترک و تجرید چاروں سلسلہ میں مرید کرتے ہیں۔ بڑے صاحب سلسلہ صاحب رشد ہیں جو فتوح آتا ہے مثل اپنے پیر کے فوراً غربا مساکین کو دے دیتے ہیں۔ مسافروں کی خدمت کر کے خوش ہوتے ہیں قائم الیل و صائم الدہر ہیں۔ طلباء کو نہایت شفقت سے پڑھاتے ہیں ہر وقت مسجد میں رہتے ہیں۔

بارہویں خلیفہ مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب الٰہ آبادی سلمہ اللہ تعالیٰ کہ ۲۷ رجب ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے حافظ کرم بخش صاحب الٰہ آبادی سے قرآن شریف پڑھا باقی تحصیل زیرِ تعلیم مولوی مرزا مغل بیگ صاحب

اللہ آبادی سے کی۔ ۱۱۱۲ھ[۱] / ۱۸۹۴ء میں شوق الٰہی دامن گیر ہوا تلاش مرشد کامل میں تین سال پھرتے رہے اس عرصہ میں کچھ حاصل بھی کیا ۱۳۱۴ھ / ۹۷-۱۸۹۶ء میں حسب ہدایت روحانیت حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحب قبلہ مغفور کے مرید ہوکر تکمیل کارِ درویشی میں مصروف ہوئے۔ مرتبہ فنافی الشیخ پر فائز ہوکر ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں خرقہ خلافت پایا۔ مریدوں کو تکلیف دینا یا مال خیرات کھانا پسند نہیں کرتے۔ بوجہ حلال بصیغہ ملازمت ایام گزاری کرتے ہیں۔ صاحب سلسلہ ہیں۔

فقیر محمد یعقوب صاحب[۲] چشتی ۱۲۶۸ھ / ۵۲-۱۸۵۱ء بمقام حاجی پور پیدا ہوئے حافظ اللہ بخش سے پڑھا بہ مقام راجن پور حضرت صاحب قبلہ کے مرید ہوئے چندے بمقام شارک ضلع ہرنائی میں تھانہ دار رہے بعد بحکم صاحب قبلہ ترک لباس کر کے کار اصلی کی طرف رجوع کی۔ ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں خرقہ خلافت پایا۔

چودھویں حکیم امام الدین صاحب کیرانوی شاگرد رشید حضرت مولوی رحمتُ اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ چند روز بمقام انبالہ میاں توکل شاہ صاحب کی خدمت میں رہے۔ بعد حسبِ ہدایت واجازت ان کی حضرت کے مرید ہوئے۔ ۴۵ برس کے شب بیدار مرجع خلائق نامی گرامی شخص ہیں اور صاحبِ تالیف بھی ہیں۔ اکسیر الصبیان بچوں کے علاج میں ان کی مشہور اور

---

[۱] متن میں ۱۱۱۲ھ لکھا ہے جو غلط ہے چونکہ اوپر ۱۲۷۹ھ میں ولادت دکھائی ہے لہٰذا دو سطر آگے بیان سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ سن ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء ہے

[۲] مقابیس کے مطابق ۸ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ میں 'میاں محمد یعقوب چاچڑاں' کو خلافت ملی۔ (ص ۸۴۲)

مفید کتاب ہے۔

پندرھویں خلیفہ مولانا محمد عبد الودود قادر بخش صاحب متوطن جزیرۂ انڈمان الہمد دفتر چیف کمشنر بہادر ملک برہما عالم تبحر جامع الکمالات ظاہری باطنی صاحب ذوق و شوق ہادیٔ عہد جو طالب ان کی خدمت میں آتا ہے اس کو تجلیاتِ ربانی سے مشرف کراتے ہیں ۔ مشتاقان بیت اللہ کو اپنی قوت قلبی سے بیت اللہ کی زیارت کراتے ہیں ملک برہمان کے مشائخ ان کو غوث مانتے ہیں عوام لوگ ان کو خدا نما کہتے ہیں۔ نو بجے سے تا چار بجے دن کے سرکاری کام انجام دیتے ہیں پھر مغرب تک مشغول حق رہتے ہیں۔ بعد نماز مغرب مریدوں کو توجہ دیتے ہیں تعلیم تلقین فرماتے ہیں۔ بعد نماز عشاء درِ حجرہ بند کر کے تا بہ آذان صبح مشغول حق رہتے ہیں۔ ان کے مرید اکثر ملک برہما سے حضرت صاحب قبلہ کی زیارت کو آیا کرتے ہیں۔

سولھویں خلیفہ مولانا احمد بخش صاحب بجوی عاشق رسول ان کے والد اوان کاری سے آکر چاچڑ میں متمکن ہو کر درس و تدریس کرتے رہے ۹ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ ۱۸۶۱ء وقت شب میں مولوی احمد بخش صاحب مذکور پیدا ہوئے اکتساب علوم ظاہری کا مولوی عمر بخش صاحب سے کیا کہ جو حضرت محبوب الٰہی مولانا خواجہ خدا بخش صاحب کے شاگرد تھے چند سال محنت کر کے دستارِ فضیلت حاصل کر کے حضرت صاحب قبلہ کے مرید ہو کر مجاہدۂ شاقہ کر کے خرقۂ خلافت پا کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ اگرچہ متوکل ہیں مگر نہایت مہمان نواز فقراء و صلحا دوست، حلیم سلیم، خلیق لئیق و خوبرو و خوش بو۔ جو چاچڑ میں جاتا ہے روٹی سے منہ نہیں موڑتے۔ مسرت کے ساتھ خدمت مسافران بجا لاتے ہیں۔ اور پیر پرست اور مرجع خلائق ہیں۔

جہ، کارداری خانپور ریاست بہاولپور میں ہے۔

سترہویں مولانا رکن الدین صاحب جامع مقابیس المجالس المسمٰی بہ اشارات فریدی قوم سے پرہار گیارہ رجب ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء کو پیدا ہوئے اول زیرِ تعلیم مولوی عبدالرحمٰن رہے بعد مولوی علی محمد صاحب سے حدیث پڑھی ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۳ء میں حضرت صاحب قبلہ کے مرید ہوئے ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء میں حج کو گئے ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء میں دستارِ فضیلت حاصل کر کے حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر داخلِ سلوک ہوئے رات کو مشغول حق رہتے تھے دن کو ملفوظ نویسی کرتے انعام الٰہی سے آٹھ برس کی محنت میں دونوں کار کا انجام ہوا۔ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے۔

اٹھارویں میاں ابو محمد عبدالرحیم ابراہیم صاحب صوبہ دار میجر رجمنٹ نمبر ۷ مدراس ان کے والد عرب سے آ کر کامٹی ناگ پور میں متوطن ہوئے۔ انگریزی انٹرنس تک تعلیم یافتہ ہیں فارسی میں بھی استعداد ہے۔ ذاکر شاغل اہلِ دید ہیں شغل حبسِ دم کو انتہا تک پہنچایا۔ اپنی فوج کے قطب مشہور ہیں۔ ابھی ماہ محرم میں حضرت صاحب قبلہ کی قدم بوسی سے مشرف ہو کر گئے ہیں۔ سیف زبان ہیں۔

انیسویں شیخ محمد امین صاحب موجود رنگون ملک برہما صاحب عشق و محبت با نسبت بابرکت صاحبِ سلسلہ ہیں۔

بیسویں خلیفہ سید احمد شاہ صاحب سکنہ ٹڈ دولت شاہ پرگنہ غوث پور خلف سید غلام شاہ بن سید دولت شاہ ذاکر شاغل حلیم سلیم صاحبِ سلسلہ ہیں۔

اکیسویں خلیفہ ء مولوی نجم الدین مغفور صاحب سجادہ خانقاہ احمد پور شرقی

ریاست بہاولپور صاحبِ علم و عمل گزرے ہیں ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں انتقال کیا مزار احمد پور میں۔

بائیسویں مولوی محمد قاسم صاحب سکنہ سمینہ متصل ڈیرہ غازیخان فاضل تبحر صاحبِ درس و تدریس ذاکر شاغل از اولاد مولی محمد اکرم صاحب کہ جو حضرت قبلہ عالم مہاروی صاحب کے خلیفہ تھے۔

تیئیسویں شیخ صدیق احمد صاحب پیرزادہ سہارنپور ملک ہندوستان صاحب ترک و تجرید و کشف کرامت صاحب جلال اول درجہ کے مجاہد مرد متوکل پابندِ سنت پہلے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مراد آبادی کی خدمت میں رہ کر فیض پایا ان کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر دادِ مجاہدہ دے کر خرقہ خلافت پایا۔

چوبیسویں سید مومن شاہ صاحب سکنہ بستی پیر ضلع مظفر گڑھ۔

پچیسویں میاں جی مولوی خان محمد صاحب چاچڑانی صاحب درس تدریس با برکت صاحبِ تصرف ترک تجرید کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔

چھبیسویں میاں جی مولوی محمد بخش صاحب چاچڑانی صاحب وجد و سماع ذاکر و شاغل طبیب حاذق۔

ستائیسویں سائیں موج شاہ صاحب سکنہ بدن پور تحصیل بیلہ ریاست گوالیر مرجع خلائق صاحب سلسلہ اس علاقہ کے بہت لوگ آپ کے مرید ہیں۔ ۱۳۱۵ھ / ۹۸-۱۸۹۷ء میں حج کو جاتے ہوئے جدے میں وصال ہوا ان کے خلیفہ میاں بسم اللہ شاہ صاحب و پیر علی شاہ صاحب و میاں بنگلہ شاہ صاحب موجود ہیں طریق قلندرانہ رکھتے ہیں۔

اٹھائیسویں خلیفہ میاں صاحب خواجہ کرم دین صاحب صاحب سجادہ خانقاہ

پراراہ (پراران شریف) ریاست بہاولپور صاحب کشف و کرامت صاحب لنگر و مہمان نواز مخیر مرجع خلائق عالم علوم ظاہری و باطنی مراتب بلند و مقامات ارجمند حاصل کئے ہوئے ہیں۔ آپ کے ہزاروں مرید ہیں۔

انتیسویں خاتم الخلافت فریدیہ زبدۃ الاصفیا عمدۃ الاتقیا باعشق و محبت ماہر انوار وحدت صاحب وجد و سماع سردار صاحب نواب قیصر خان صاحب والئ ریاست جھل قوم نگسی بلوچ کہ ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے اوائل ہی سے طبع آپ کی درویشی کی طرف مائل تھی۔ لہو و لعب سے ہمیشہ تنفر رہا ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء میں حضور حضرت صاحب قدس سرہ العزیز کے مرید ہوئے۔ کاروبار ریاست اہلکاران ریاست کو سپرد کر کے آپ صرف نگران رہے۔ تمام ہندوستان کے فقراء کو دیکھا مزارت اولیا اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے. اکثر بزرگانِ دین کے اعراس میں شریک ہونے کا شوق رہا۔ سماع دوست اور صاحب وجد ہیں اول درجہ کے ذاکر شاغل کہ شبانہ روز میں پانچ پہر کامل ذکر و شغل میں رہتے بلکہ عاشق ذکر جہر ہیں۔ حبسِ دم بھی کرتے ہیں پاس انفاس جاری رکھتے ہیں پندرہ برس مجاہدہ شاقہ کر کے ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں خرقہ خلافت و مثالِ خلافت حاصل کر کے ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ حضور مغفوران کے حالِ خیر اشتمال پر از حد کرم فرماتے تھے بعد وصال حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان کا مزار مقدس آپ ہی نے تیار کر کے سعادت حاصل کی۔

بلند خان صاحب پنجابی و میاں نصیر الدین صاحب و سید عبد العزیز دہلوی از اولاد امام موسیٰ رضا علیہ السلام و سید شہاب الدین مدراسی و میاں عبد الرؤف مدراسی یہ سگِ درگاہ فریدی خادم الخلفاء ننگ اصفیاء کاتب

الحروف بندۂ احقر احمد اختر بالکل ناکارۂ جہان ہے مگر حضور حضرت فرید ثانی جنت آشیانی نے از راہِ کرم ذرہ پروری و بندہ نوازی اس ناچیز کو اہتمامِ مثال خلافت پر ممتاز فرما کر سعادت دارین سے مشرف فرمایا۔ یعنی جس بزرگ کو برائے ہدایت خلق اللہ اپنی نیابت میں قبول فرما کر خرقہ خلافت سے مشرف فرماتا ہوتا تھا یہ احقر بہ حکم عالی مثال خلافت تیار کرا کر لے جا کر حضور کے دستخطِ خاص سے مزین کرا کر خدمتِ خلیفہ صاحب میں سپرد کرتا تھا۔

تمت

مردانِ خدا خدا نباشند
لیکن زخدا جدا نباشند

(ترجمہ: خدا کے بندے خدا تو نہیں ہو سکتے البتہ خدا کی ذات سے الگ اور دور بھی نہیں ہوتے)

فرد ؎

اے ہما پیشِ فقیری، سلطنت کیا مال ہے؟
بادشاہ آتے ہیں پابوسِ گدا کے واسطے

# کتابیات

و

# اغلاط نامہ

# کتابیات


۱۔ نجم الدین، مولوی (مرتب)، معدنِ عشق معروف بہ کافیاں، ملتان، ۱۸۸۲ء

۲۔ جامی، مولوی عبدالرحمٰن (اردو ترجمہ: حافظ سید احمد علی چشتی نظامی)، نفحات الانس، لاہور، دوسرا ایڈیشن ۱۹۵۵ء

۳۔ ہاشمی، عبدالقدوس، تقویم تاریخی، کراچی، ۱۹۶۵ء

۴۔ کلیم، محمد دین، اولیائے چشت لاہور، لاہور، ۱۹۶۸ء

۵۔ کلیم، محمد دین، سہروردی اولیائے لاہور، لاہور، ۱۹۶۹ء

۶۔ حسان الحیدری، میر، سرائیکی ادب، مقالہ مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاک و ہند جلد ۱۴ (حصہ دوم)، لاہور، ۱۹۷۱ء

۷۔ شہاب، مسعود حسن، خواجہ غلام فرید، بہاولپور، ۱۹۷۳ء

۸۔ عبدالحق، ڈاکٹر، مہر، نورِ جمال (انگریزی)، ملتان، ۱۹۷۶ء

۹۔ فریدی، مولانا، نور احمد، دیوانِ فرید (جلد اول)، ملتان، ۱۹۷۸ء

۱۰۔ فریدی، مولانا، نور احمد، سندھ کے ٹالپور حکمران (جلد اول)، ملتان، ۱۹۸۴ء

۱۱۔ شکیل، سی، ففٹی پوئمز آف خواجہ فرید، ملتان، ۱۹۸۳ء

۱۲۔ خان، عمر کمال، ایڈووکیٹ، فقہاء ملتان، ملتان، ۱۹۸۴ء

۱۳۔ اسٹرینج، جی لی (اردو ترجمہ: محمد جمیل الرحمٰن)، جغرافیہ خلافت مشرقی، اسلام آباد، طبعِ نو ۱۹۸۶ء

۱۴۔ عزیز، محمد عزیز الرحمٰن، صبح صادق، بہاولپور، تیسرا ایڈیشن، ۱۹۸۸ء

۱۵۔ طاہر، صدیق، کلامِ خواجہ فرید، رحیمیار خان، ۱۹۸۸ء
۱۶۔ خان، محمد آصف، آکھیا بابا فرید نے، لاہور، ۱۹۸۹ء
۱۷۔ رکن الدین، مولانا (مرتب): (مترجم: کپتان واحد بخش سیال)، مقابیس المجالس، لاہور، ۱۴۱۱ھ
۱۸۔ ملک، محمد لطیف، اولیائے لاہور، لاہور، ۱۹۹۴ء
۱۹۔ عزیز الرحمٰن، مولوی (مرتب)، دیوانِ فرید، بہاولپور، چوتھا ایڈیشن، ۱۹۹۵ء
۲۰۔ شاہ، سید، نذیر علی، (اردو ترجمہ: صدیق طاہر، نظر ثانی و اضافہ: عثمان شاہ)، صادق نامہ، بہاولپور، دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۷ء
۲۱۔ کوریجہ، خواجہ طاہر محمود، خواجہ فرید اور ان کا خاندان، لاہور، ۱۹۹۷ء
۲۲۔ غلام فرید، خواجہ، (سرائیکی ترجمہ: میر حسان الحیدری)، فوائد فریدیہ، بہاولپور، ۱۹۹۸ء
۲۳۔ فیروز، محمد انور (ترتیب نو و حواشی: جاوید چانڈیو)، گوہر شب چراغ، بہاولپور، ۱۹۹۹ء
۲۴۔ میتلا، محمد اسلم، فرید نامہ، ملتان، ۱۹۹۹ء
۲۵۔ طالوت، مولانا عبد الرشید نسیم، خواجہ غلام فرید، ملتان، س۔ن
۲۶۔ اختر، محمد بشیر، فقر فرید، الہ آباد بہاولپور ڈویژن، س۔ن
۲۷۔ جہانیاں، مولانا غلام، ہفت اقطاب، دیرہ غازیخان، س۔ن

## جرائد

۱۔ مسعود حسن شہاب (مدیر)، سہ ماہی ''الزبیر'' بہاولپور، جون ۱۹۷۹ء
۲۔ شاہد حسن رضوی (مدیر) سہ ماہی ''الزبیر'' بہاولپور (دیوانِ فرید نمبر)، جلد ۳۴ شمارہ ۴-۳، ۱۹۹۵ء (مضمون محمد حسن میرانی)
۳۔ ایضاً، سفر نامہ نمبر، جلد ۳۷، ۳۶ شمارہ نمبر ۳، ۴، ۱-۹۸-۱۹۹۷ء

# اغلاط نامہ

| صفحہ نمبر | سطر نمبر | غلط الفاظ | صحیح الفاظ | صفحہ نمبر | سطر نمبر | غلط الفاظ | صحیح الفاظ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲ | ۱۰ | الفقر | الفقرا | ۶۷ | آخری | [۵] بکھی | [۵] بکھن |
| ۲ | ۱۶ | ذیعقد | ذیقعد | ۷۰ | آخری | ریعی | ریاضی |
| ۵ | ۱۱ | جانب | جناب، | ۷۳ | ۹ | ۱۲۸۲ہجری / | ۱۲۸۲ہجری / |
| ۷ | ۷ | ۱۹۷۴-۷۵ء | ۱۹۷۵ء | | | | ۱۸۶۶ء |
| ۱۰ | ۵ | طوسیہ | طرطوسیہ | ۷۸ | ۱ | دارالامانملتان | دارالامان ملتان |
| ۱۰ | ۹ | مخزومی | مخزومی (مخری) | ۷۸ | ۲ | حقیقت م رہبر | حقیقت، رہبر |
| ۱۲ | ۵ | کی | کے | ۷۸ | ۴ | اسئے | سائے |
| ۱۲ | ۱۳ | ۱۲۷۹-۹۸ء | ۱۳۹۷-۹۸ء | ۷۸ | ۹ | (ہرگنہ) | (پرگنہ) |
| ۱۴ | ۱۹ | پر ہیں | پرکھینچنے ہیں | ۷۸ | ۱۱ | جلقدر | القدر |
| ۲۱ | ۱۲ | کاخلافت | کارِ خلافت | ۷۸ | ۱۳ | رنگار | رنگدار |
| ۲۲ | ۲ | جبہ | جبہ | ۸۱ | ۵ | فصلِ ہر | فصل پر |
| ۲۲ | ۷ | آپکی | آپ کے | ۸۱ | ۶ | سے حضر | سے حضرت |
| ۲۲ | ۱۳ | پہنچتا | پہنچتا | ۸۱ | ۱۵ | کہ | کے |
| ۲۲ | ۱۶ | جمع | جمعہ | ۸۱ | ۱۹ | راکھی | رکھی |
| ۲۴ | ۱ | مسلمان کے | مسلمان کی | ۸۶ | ۶ | ہمراہیاان | ہمراہیان |
| ۲۴ | ۸ | سموسی | سوسی | ۹۶ | ۱۹ | آنکھوں سے | آنکھوں سے آنسو |
| ۲۷ | ۱۳ | اپ نے | آپ نے | ۱۱۹ | ۱ | (ے) | (۴) |
| ۳۴ | ۱۹ | حود | خود | ۱۱۹ | ۲ | الواجد | الواحد |
| ۴۱ | آخری | تاریخِ پیدائش | تاریخِ وفات | ۱۲۰ | ۴ | کیفیث | کیفیت |
| ۴۱ | آخری | وفات | پیدائش | ۱۲۵ | ۹ | کے | کہ |
| ۵۱ | ۱۷ | بادل | بال | ۱۲۸ | ۱۹ | موقع مصرعہ | موقع پر یہ مصرعہ |
| ۵۴ | آخری | بست وہم | بست دہم | ۱۳۷ | ۱۴ | حلومت | حکومت |

| ۱۵۲ | ۱۲ | نیند سے سے | نیند سے | ۳۱۳ | ۱۲ | مولانا عبد | مولانا عبدالرحمن |
| --- | --- | --- | --- | --- | --- | --- | --- |
| ۱۵۴ | ۷ | کہ چہرے | کے چہرے | | | | جامی |
| ۱۵۴ | ۸ | کس نشانی | کسی نشانی | ۳۲۱ | ۱۹ | فرد | فرید |
| ۱۷۱ | ۱۶ | ۱۸۹۷ء | ۱۸۷۹ء | ۴۰۷ | ۱۹ | کہیں سے نقل | مناقب فریدی |
| ۱۷۹ | ۱ | ۱۸۶۴ء | ۱۸۳۵ء | | | کر کے | (جلد اول-۱۷۵) |
| ۱۸۳ | ۲ | حمد وخدا | حمدِ خدا | | | | سے نقل کر کے |
| ۲۰۶ | ۱۸ | حاندان | خاندان | ۴۲۴ | ۴ | آئیندہ | آئندہ |
| ۲۰۹ | ۱۶ | الہ آباد لا شہر | الہ آباد کا شہر | ۴۲۴ | صفحہ نمبر | ۴۲۴ | صفحہ نمبر ۴۲۳ |
| ۲۱۲ | ۱۱ | عذر | غدر | | | | اور ۴۲۴ آگے |
| ۲۱۸ | ۸ | کیوں نے | کیوں نہ | | | | پیچھے ہوگئے ہیں |
| ۲۲۳ | ۱۰ | الاولیا جاری | الاولیائے جاری | ۴۳۱ | ۱۳ | خلاگتِ سفارشی | خلافتِ سفارشی |
| ۲۳۰ | آخری | اللہ کی | اللہ کے | ۴۴۲ | ۳ | صالحینحین | صالحین |
| ۲۴۲ | ۳ | ردی | روی | ۴۵۷ | ۱۶ | اجمیر شیرف | اجمیر شریف |
| ۲۴۳ | ۱۰ | متبر اہ | متبرا | ۴۶۵ | آخری | لی گا | لے گا |
| ۲۴۳ | ۲۰ | سی ر | سید | ۴۷۱ | ۴ | خرقہ حلافت | خرقہ خلافت |
| ۲۴۵ | ۱۲ | چوہدویں | چودھویں | ۴۷۹ | ۱۸ | پھرا آنکھیں | پھر آنکھیں |
| ۲۴۶ | ۲ | کے غلامان | کہ غلامان | ۴۷۹ | ۱۹ | نظری | نظر |
| ۲۴۹ | ۲۰ | لط | لفظ | ۴۸۹ | ۲ | لیے رتبہ | لے رتبہ |
| ۲۵۹ | ۱۷ | زکر | ذکر | ۴۹۰ | آخری | ولاایت شاہ | ولایت شاہ |
| ۲۶۱ | ۱۸ | اللہ کی | اللہ کے | | | | |
| ۲۶۲ | آخری | نفخت | نَفَخت | | | | |
| ۲۶۵ | ۱۳ | بیٹھ ـ ے | بیٹھے | | | | |
| ۲۶۶ | ۱ | اندک | اندر | | | | |
| ۳۰۸ | ۱۳ | (بنمانشی) | (بخامنشی) | | | | |

سرائیکی ادبی مجلس (رجسٹرڈ)

بہاولپور